سالنامہ لاہور

دعوۃ الحق

اردو - عربی

نجد وحجاز ایڈیشن

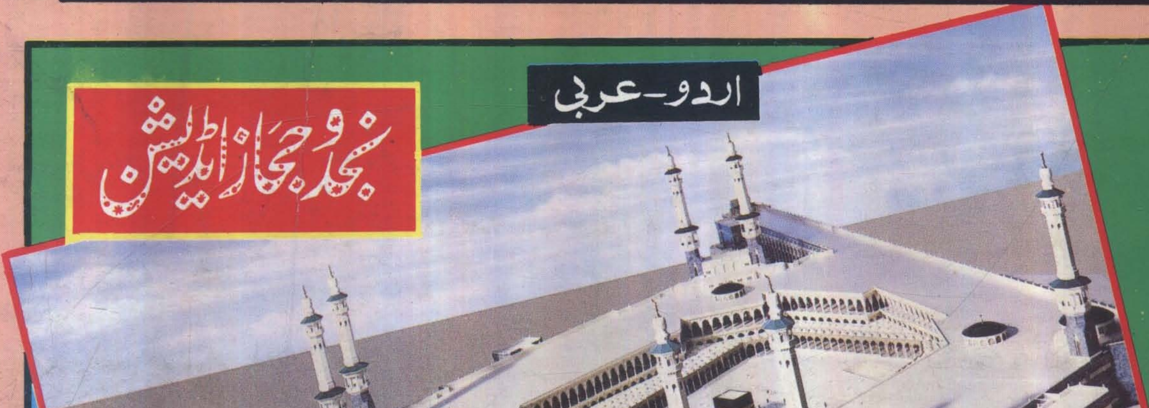

www.KitaboSunnat.com

ایڈیٹر محمود احمد غضنفر

ادارہ دعوۃ الحق لاہور پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- **کتاب وسنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- **مجلس التحقیق الاسلامی** کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد **(Upload)** کی جاتی ہیں۔
- **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ **(Download)** کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس
پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

نجد و حجاز ایڈیشن

ماہنامہ
دعوۃ الحق
لاہور

مدیر
محمود احمد غضنفر

مندوب

سعودی عرب ـــ مولانا محمد حنیف ملتانی
کویت ـــ جاوید اقبال بٹ
متحدہ عرب امارات ـــ میاں ریاض احمد
افغانستان ـــ کمانڈر رحمد اللہ
برطانیہ ـــ مولانا عبدالہادی العمری
جرمنی ـــ حافظ فدا حسین
ڈنمارک ـــ حاجی محمد عبدالصمد
امریکہ ـــ مولانا محمد اسحٰق علوی
فلپائن ـــ عبداللہ عباس

مجلس ادارت

پروفیسر عبدالرحمن لدھیانوی
پروفیسر محمد عیسٰی خان
پروفیسر علی محمد ظفر
الحاج علی محمد ابوتراب
حافظ محمد حنیف مدنی ایم اے
حافظ محمد سعید اطہر
حافظ زاہد احمد

قیمت ۵/- روپے

سرکولیشن انچارج
افضال الرحمان عاصم

مینیجر
ڈاکٹر محمد یونس

ادارہ دعوۃ الحق
علامہ اقبال ٹاؤن
لاہور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحات
۱	اداریہ -------------------------	۷
۲	مکۃ المکرمہ ------------- مولانا محمد رابع ندوی انڈیا	۱۰
۳	حجاز مقدس ------------- مولانا سید سلیمان ندوی	۲۰
۴	مدینہ منورہ ------------- مولانا محمد رابع ندوی	۲۳
۵	حدیث مدینہ ------------- سید ابوالحسن ندوی	۳۸
۶	دار ارقم مسلمانوں کے اجتماع اور دعوت وتبلیغ کا پہلا مرکز ------ عبدالوکیل علوی ایم اے	۴۳
۷	تاریخ کعبہ ------------- مولانا عبدالرحمان لدھیانوی	۵۶
۸	غلافِ کعبہ ------------- مولانا عبدالهادی العمری برطانیہ	۶۸
۹	مولود کعبہ حضرت حکیم بن حزام ---------- پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی ایم اے	۷۶
۱۰	فضائل مدینہ منورہ ------------- حافظ محمد حنیف ایم اے (لاہور)	۸۱
۱۱	حرمین شریفین عالم اسلام کے رابطے کا واحد ذریعہ ------ سید ابوالحسن ندوی	۸۸
۱۲	تعمیرات کعبہ دورِ ابراہیمی سے عصر حاضر تک ------ احمد عبدالغفور عطار ترجمہ سعید مجتبیٰ سعیدی	۹۸
۱۳	تولیتِ کعبہ ------------- پروفیسر غلام احمد حریری	۱۰۸
۱۴	حرم شریف کی مرکزیت اور اس کا احترام ------ ڈاکٹر ماجد علی خان	۱۲۱
۱۵	چاہِ زمزم کی تاریخ ------------- شیخ الحدیث مولانا محمد اسحاق	۱۳۰
۱۶	زم زم دنیا کا بہترین پانی ------------- سید محبوب	۱۳۷
۱۷	زم زم ماضی اور حال کے آئینے میں ------ مولانا عبدالمالک مجاہد ریاض سعودی عرب	۱۴۵
۱۸	شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب ------ مفتی اعظم سعودی عرب شیخ ابن باز	۱۴۹
۱۹	شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب ------ مولانا محمد اسحاق بھٹی لاہور	۱۶۶
۲۰	چند علمائے توحید ------------- 〃 〃 〃 〃	۱۸۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	عنوان		صفحات
۲۱	فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز	محمد صلاح الدین مدیر تکبیر کراچی	۱۹۱
۲۲	آل سعود ایک تاریخی جائزہ	شیخ محمد مانع	۱۹۹
۲۳	سلطان عبدالعزیز ابن سعود ایک تاریخ ساز شخصیت	" " "	۲۱۱
۲۴	سلطان عبدالعزیز، حرمین شریفین، انہدام قبور، شریعت، تاریخ اور واقعات کی روشنی میں	حافظ صلاح الدین یوسف ایڈیٹر الاعتصام۔	۲۲۴
۲۵	سعودی حکومت تاریخ کے آئینہ میں	محمد اسحاق بھٹی	۲۵۰
۲۶	سعودی عرب کی مخالفت کیوں اور کس لیے جماعت اسلامی کی طرف سے ملحدین کی ہم نوائی کا لمحہ	حافظ صلاح الدین یوسف	۲۵۶
۲۷	غارِ حرا کی تاریخی اہمیت	مولانا صفی الرحمان مبارکپوری	۲۶۷
۲۸	واقعہ ہجرت اور نئے معاشرے کی تشکیل	" " "	۲۷۲
۲۹	واقعہ فیل اور یمن کے حکمران ابرہہ حبشی کا انجام	ایم اے غضنفر	۲۹۳
۳۰	حجازی ریلوے لائن اور اس کا ماضی حال اور مستقبل	حافظ محمد سعید اطہر	۲۹۸
۳۱	شاہ فیصل شہید اسلام کی ترقی کے لیے ایثار قربانی کا عملی مجسمہ تھے	خالد پرویز ملک	۳۰۵
۳۲	شاہ فیصل شہید اتحاد عالم اسلام کے علمبردار		۳۰۹
۳۳	خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد ۱۹۸۹ کی مقبول ترین شخصیت	تین سو عالمی شخصیات کا فیصلہ	۳۲۳
۳۴	شاہ فہد کا پیغام امتِ مسلمہ کے نام	حافظ زاہد احمد	۳۲۶
۳۵	خادم الحرمین الشریفین کا علماء اور امراء اور سعودی باشندوں سے خطاب۔	الاستاذ بشر احمد فاضل مدینہ یونیورسٹی	۳۲۸
۳۶	آزادی کویت کے بعد شاہ فہد اور امیر کویت کے نام مبارکبادی پیغامات	"	۳۳۸
۳۷	شاہ فہد کمپلیکس مدینہ منورہ	ایم اے غضنفر	۳۴۴
۳۸	سعودی جرنیل کی قیادت میں لڑی جانے والی خلیجی جنگ کی مرحلہ وار روئیداد۔	حافظ محمد سعید اطہر	۳۴۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفحات	عنوان	نمبر شمار
۳۶۳	سعودی مبعوثین کی دینی خدمات ---------- حافظ عبدالرشید اظہر	۳۹
۳۷۰	حج وعمرہ اور مسجد نبوی کی زیارت ---------- شیخ عبدالعزیز عبداللہ بن باز	۴۰
۳۸۲	خطبہ حجۃ الوداع ---------- حبیب اللہ فیصل	۴۱
۳۸۶	ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے ---------- افضال الرحمان عاصم	۴۲
۳۹۱	کویت، سعودی، پاکستان اور اہلحدیث ---------- ایم اے غضنفر	۴۳
۳۹۴	دینی مسائل ---------- شیخ محمد بن صالح عثیمین حفظہ اللہ	۴۴
۳۹۹	جہاں نما ---------- ایم اے غضنفر	۴۵
۴۰۲	حصۂ نظم ----------	۴۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلوچستان میں سلفی تحریک کی عظیم دانشگاہ!

الجامعۃ السلفیہ دعوۃ الحق رجسٹرڈ

بانی: الحاج نور محمد سلفی رحمۃ اللہ علیہ ○ تاریخ قیام ۱۹۸۰ء

بانی ثانی: حضرت مولانا حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ جن کی دینی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔

سرپرست: حاجی علی محمد ابوتراب۔

مہتمم: حاجی نعمت اللہ موحد۔ ناظمِ اعلیٰ: ملک مقصود عالم۔

نائب ناظمِ اعلیٰ: قاری امین اللہ (خطیب وامام)۔ خازن: مولوی سید احمد

محل وقوع۔ کوئٹہ شہر سے ۹ کلومیٹر ائیرپورٹ روڈ پر واقع ہے۔

شعبہ جات: خوبصورت جامع مسجد جس کا اہتمام جامعہ کے ذمہ ہے۔

شعبہ تجوید وتحفیظ القرآن: اس شعبہ کو نہایت ہی محنتی اور قابل اساتذہ میسر ہیں۔

شعبہ درس نظامی: جس میں ترجمہ، درس حدیث، صرف ونحو، تجوید، عربی اور عصری علوم شامل ہیں۔

گورنمنٹ مسجد سکول: گورنمنٹ مسجد سکول بھی بطریق احسن چل رہا ہے۔

شعبہ مدرسۃ البنات: تقریباً پچاس طالبات زیرِ تعلیم ہیں جنہیں ترجمہ قرآن مجید اور مروجہ نصاب کی تعلیم دی جاتی ہے۔

ڈسپنسری: اس سے طلباء اور عوام مفت استفادہ کرتے ہیں۔ ایک ایم بی بی ایس ڈاکٹر اور ایک ایم بی بی ایس لیڈی ڈاکٹر کی خدمات حاصل ہیں۔

تنظیم طلبہ سلفیہ: تبلیغ کے ساتھ ساتھ عقائد کی اصلاح کر رہی ہے۔

بیت الضیافۃ: وسیع وعریض ہال میں مہمانوں کے قیام وطعام کا بہترین انتظام ہے۔

تعداد طلبہ وطالبات: ۲۵۰۔ اساتذہ: ۱۰۔ ملازمین: ۸

رابطہ کے لیے: ترسیل زر کے لیے اکاؤنٹ نمبر ۲۸۲۰ حبیب بینک لمیٹڈ شارع لیاقت کوئٹہ۔

مسلم آباد ائیرپورٹ روڈ ○ کوئٹہ ○ بلوچستان ○ پاکستان ○ پوسٹ بکس نمبر ۳۳۱

رجسٹرڈ ۷۷۲۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین وبعد

اداریہ

مجلہ دعوۃ الحق کا یہ دوسرا خاص نمبر "نجد و حجاز ایڈیشن" قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے، اس سے پہلے "کویت ایڈیشن" منظرِ عام پر آ چکا ہے جسے علمی، ادبی اور صحافتی حلقوں میں پذیرائی حاصل ہوئی۔

آئندہ انشاء اللہ "توحید و جہاد ایڈیشن" قارئین کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔ جس میں نظریۂ توحید کو خوش اسلوبی سے پیش کرنے کے علاوہ دنیا بھر میں جہادی تحریکات کا تعارف پیش کیا جائے گا۔ اُمید ہے اہلِ علم، اہلِ دانش اور قلمکار احباب ہم سے بھرپور تعاون کریں گے۔

نجد و حجاز ایڈیشن

نجد و حجاز ایڈیشن کی تیاری میں جن احباب نے میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا میں ان کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں خاص طور پر مولانا محمد اسحاق بھٹی مصنف فقہائے ہند ایڈیٹر المعارف لاہور، معروف خاکہ نویس، ادیب، تاریخ دان اور کامیاب صحافی کا ممنون ہوں، جنہوں نے اس کی تیاری میں نہ صرف حوصلہ افزائی کی بلکہ اپنی قیمتی نگارشات سے بھی نوازا جو اس خصوصی ایڈیشن کی زینت بنیں۔ جزاہ اللہ خیراً۔

اس ایڈیشن میں کیا خوبی ہے کیا خامی اس کا فیصلہ تو قارئین ہی کریں گے ہم نے تو ایک تاریخی دستاویز مرتب کرنے کی سعی کی ہے ہر انسان اپنی صلاحیت کے مطابق ہی کوئی خدمت سرانجام دے سکتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے عاجزانہ التجا ہے کہ وہ مجھ جیسے ناچیز کی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کر دے تاکہ اپنی زندگی میں کوئی ایسا کام کر سکوں جو توشۂ آخرت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن جائے۔

متحدہ جمعیت اہلحدیث کا مستحسن اقدام

متحدہ جمعیت اہلحدیث نے حال ہی حافظ محمد یحییٰ میر محمدی کو اپنا امیر منتخب کر کے ایک نہایت ہی مستحسن اقدام کیا ہے اس منصب کیلیے حضرت حافظ کا انتخاب نہایت موزوں ہے آپ پر جماعت کے ارباب حل وعقد مبارکباد کے مستحق ہیں، ہماری دعا ہے کہ اس پر آشوب دور میں جماعت کو درست سمت پر ڈالنے کیلیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ حضرت حافظ صاحب کو توفیق عطا کرے ہماری مخلصانہ تجویز یہ ہے کہ تمام ناراض گروہوں کے قائدین کو راضی کر کے جماعت میں شامل کیا جائے۔ اور انکی صلاحیت کے مطابق ان پر جماعتی ذمہ داری ڈالی جائے۔ اس جماعت پر کسی کی بھی اجارہ داری اس کیلیے انتہائی نقصان دہ ہے۔ امید ہے بار بار جماعت کو ان تجربات سے دوچار نہیں کیا جائے گا۔

جماعت سے الگ ہو کر بعض احباب نے اپنے الگ گروہ ترتیب دیے ہیں، بلاشبہ ان میں قابل قدر صلاحیتیں پائی جاتی ہیں انہوں نے مختلف محاذوں پر کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں۔ ان کی خدمات کا اعتراف ہے لیکن ہم سب کا بھلا اسی میں ہے کہ ہم اپنی انا اور مفادات کو چھوڑ کر منظم تر مقصد اصلاح عقائد اور احیائے سُنت کیلیے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں۔ ایک امیر کی اطاعت میں زندگی بسر کریں۔ ایک مربوط نظام کا حصہ بن جائیں۔ اور ایک دوسرے کو احترام کی نگاہ سے دیکھیں، حسد، کینہ، بغض، عناد اور رعونت سے اجتناب کریں۔

ہماری دوسری مخلصانہ تجویز یہ ہے کہ جماعت اہلحدیث کو ایک غیر سیاسی جماعت قرار دے دیا جائے۔ اور جمہوریت کے بکھیڑوں میں پڑنے کی بجائے خالصتاً دعوت وارشاد اور تبلیغ واصلاح کا کام کیا جائے۔ جماعت کے پلیٹ فارم پر سیاست گری گذشتہ ایام میں مجموعی اعتبار سے رسوائی کا باعث بنی ہے۔

حضرت الامیر کی خدمت میں ہماری تیسری گذارش ہے کہ وہ اہم علمی شخصیات جو کسی بھی وجہ سے گوشہ نشین ہو کر علمی، دینی اور دعوتی خدمات باحسن طریق سرانجام دے رہی ہیں ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں جماعت میں شامل کیا جائے۔ ان کے قیمتی مشوروں سے استفادہ کیا جائے۔ اور ان کی خدمات سے جماعت کو فائدہ پہنچایا جائے۔

ہماری چوتھی گذارش یہ ہے کہ جماعتی قائدین ایسے متملق احباب سے حتی الامکان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجتناب کریں جو محض اپنے مطلب براری کے لیے جماعت کو داؤ پر لگانے سے بھی نہیں ہچکچاتے۔ ایسے مفاد پرست لوگ جماعت کے لیے نقصان دہ ہیں۔ یہ قائدین کے قطعاً خیر خواہ نہیں، بلکہ اپنے مطلب براری کے لیے چاپلوسی کا حربہ استعمال کرتے ہیں۔ اپنے دوست اور دشمن کی پہچان دانش مند قائدین کے لیے از بس ضروری ہے۔

وصلی اللہ علی النبی محمد وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔

○ — "حیاتِ صحابہؓ کے درخشاں پہلو"

کی مقبولیت کے بعد

دوسری عمدہ، مستند اور جامع کتاب

○ — "حیاتِ تابعینؒ کے درخشاں پہلو"

عنقریب منظرِ عام پر آرہی ہے۔

ایم اے غضنفر

ایڈیٹر: مجلۃ دعوۃ الحق۔

1992 جنوری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکہ مکرمہ

مولانا محمد رابع ندوی

مکہ مکرمہ وادی ابراہیم میں واقع ہے، سطح سمندر سے اس کی بلندی تقریباً ساڑھے تین سو فٹ بتائی جاتی ہے، اس کا عرض البلد ۲۱ درجہ اور طول البلد ۳۹ ½ درجہ مشرقی ہے، ساحل سمندر سے تقریباً ۷۵ کیلو میٹر مشرق میں واقع ہے بکہ، مکہ، اُمّ القریٰ اور البلد الامین اس کے نام ہیں، یہ جس وادی میں آباد ہے، وہ پتھریلی اور تنگ وادی ہے، اس میں شہر مکہ مکرمہ مشرق سے مغرب تک تقریباً کئی میل میں پھیلا ہوا ہے، شہر کا عرض بھی دو میل کا ہے، اس کی وادی ابطح اور بطحاء[1] بھی کہلاتی ہے۔ مکہ مکرمہ کی یہ وادی دو پہاڑی سلسلوں سے گھری ہوئی ہے، جو مغرب سے شروع ہو کر مشرق تک چلے گئے ہیں، ان میں ایک سلسلہ شمالی ہے، اور ایک جنوبی ان دونوں سلسلوں کو اخشبان کہتے ہیں، شمالی سلسلہ جبل الفلق جبل القعیقعان اور جبل لعلع، پھر ثنیۃ کداء پر مشتمل ہے، کداء، مکہ کے مشرقی حصہ میں واقع ہے، جو کہ شہر کا بلند حصہ ہے، فتح مکہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرف سے داخل ہوئے تھے، شہر کے جنوب مغربی سرے پر جبل عمر ہے، پھر وادی ہے، پھر جبل ابو قبیس، پھر جبل خندمہ ہیں، ان سب پہاڑوں کے دامن اور بعض بعض کی بلندیاں اب عمارتوں سے پُر ہیں، شہر کو چاروں طرف سے پتھروں کے ٹیلے، یا چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں گھیرے ہوئے ہیں، جو ایک طرح سے اس کی فصیل کا بھی کام دیتی ہیں، حرم شریف شہر کے وسط میں ہے۔

شہر میں پانی کا ایک ہی چشمہ ہے جس کو زمزم کہتے ہیں، اس کے علاوہ یہاں پانی کا کوئی خاص کنواں نہیں ہے، پانی کی کمی کی وجہ سے یہاں کی زمین میں کچھ کاشت نہیں ہو سکتی تھی، اب دو ایک [illegible] شہر میں دوسری جگہ سے لائی گئی ہیں، ان کی وجہ سے پانی کی سہولت ہو گئی ہے، اس کی مدد سے کچھ کھیتی اور پودے بھی لگا دیئے گئے ہیں، عہد عباسی ہی میں طائف کے قریب

۱؎ بطحاء سیلاب کی ان گزرگاہ کو کہتے ہیں جو پہاڑی ہو اور جس میں سیلاب کے بعد ریت اور سنگریزے چھوٹ جائیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے یہاں ایک نہر لے آئی گئی ہے، یہ نہر، نہر زبیدہ کہلاتی ہے، یہ عباسی خلیفہ امین کی والدہ زبیدہ نے بنوائی تھی، اور بعد میں اس کو ترقی دی جاتی رہی، اب پانی پہنچانے کے دوسرے ذرائع بھی اختیار کیے گئے ہیں، جن کی وجہ سے اب پانی کی بالکل قلت نہیں رہی مگر چونکہ ایک وادی میں ہے، اس لیے ایام گزشتہ میں بڑے سیلابوں سے اس میں پانی بھر جایا کرتا تھا، اور حرم شریف میں بہت پانی جمع ہو جاتا تھا، اب حکومت نے معلاة سے پہلے ایک بند ھ بنا دیا ہے، اور اسکے علاوہ حرم اور حرم کے آگے ایک زیر زمین دوز بڑا نالہ بھی بنا دیا ہے جس میں شہر کا گندا اور سیلاب کا پانی بہہ کر مکہ کے نشیبی حصہ "مسفلہ" کی طرف سے نکل جاتا ہے۔

پہاڑوں کے درمیان خصوصی طور پر گھرے ہونے کی وجہ سے مکہ مکرمہ میں گرمی زیادہ اور سردی کم ہوتی ہے شہر کا موسم گرمیوں میں سخت ہوتا ہے اور بارش صرف جاڑوں میں ہوتی ہے، اس کی سالانہ مقدار چار یا پانچ انچ سے زیادہ نہیں، لہٰذا گرمی کا موسم مارچ سے شروع ہو کر آخر اکتوبر تک رہتا ہے، پہاڑوں سے گھرے ہونے کی وجہ سے موسم سرما میں سردی کم ہوتی ہے، ہواؤں میں سب سے بہتر ہوا مغربی ہوا ہوتی ہے، یہ سمندر کی طرف سے آتی ہے، اس کے بعد شمالی ہوا، یہ بھی سمندر کی طرف سے آتی ہے، اور سب سے گرم مشرقی ہوا ہوتی ہے، جو خشک پہاڑوں پر سے گزرتی ہوئی گرم ہو کر آتی ہے، اس سے کم گرم جنوبی ہوا ہوتی ہے۔

اس مکے پہاڑوں کو تورات میں جبال فاران بتایا گیا ہے، یہ نام غالباً فاران بن عمرو ابن عملیق بادشاہ کی نسبت سے ہوا۔

اس شہر کو آج سے تقریباً چار ہزار سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اہلیہ حضرت ہاجرہؓ اور اپنے شیر خوار بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو یہاں ٹھہرا کر آباد کیا تھا، اور پھر کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی تھی، جب سے یہ شہر قرب وجوار بلکہ ساری دنیا کا مرکز بنا، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسلیں یہاں مقیم ہوئیں اور کچھ نسلیں قرب وجوار میں بھی پھیلیں، آخر میں قریش یہاں کے متولی اور باشندے ہوئے، پھر یہیں قریش میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اور آپ نے اپنی عمر کے ترپن سال یہیں گزارے، کعبہ اور کعبہ کی وجہ سے مکہ کی تعظیم اور احترام سارے جزیرۃ العرب میں یکساں طریقہ سے برابر کیا جاتا رہا ہے، تمام عرب اسلام سے ڈھائی ہزار سال قبل ہی سے کعبہ کا طواف اور زیارت کرتے رہے ہیں۔

مکہ کی آبادی پہلے صرف خیموں میں رہتی تھی، ہجرت سے صرف دو صدی پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جد قصی بن کلاب جب شام سے آئے تو ان کے مشورہ سے مکانات بننا شروع ہوئے، اور مکہ کے معاشرہ کو اور اس کی اجتماعی اور مذہبی ذمہ داریوں کو منظم کیا گیا، اور ان کو اصلاً قصی بن کلاب ہی نے سنبھالا، اس سے قریش کی اہمیت بڑھی اور یہ ذمہ داریاں ان میں مخصوص ہو گئیں، اسلام کے آنے کے بعد شہر کو برابر ترقی ہوئی، اب یہ اپنے قرب وجوار میں دور دور تک سب سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑا اور پورے عالم اسلامی کا سب سے اہم اور مرکزی شہر ہے۔

شہر کا شمال مشرقی حصہ بلند ہے، اور معلاۃ کے نام سے موسوم ہے، اسی میں شہر کا مشہور اور تاریخی قبرستان ہے جس کو المعلاۃ کہا جاتا ہے، یہ الحجون سے اور کداء پہاڑیوں سے متصل ہے، یہاں سے مکہ مکرمہ میں داخلہ مسنون بتایا گیا ہے، عہد اول سے اب تک اسی قبرستان میں اہل مکہ کی تدفین ہوتی رہی ہے معلاۃ کے بالمقابل شہر کے جنوب مغربی حصہ میں شہر کا نشیبی محلہ مسفلہ ہے، معلاۃ سے بہہ کر آنیوالا سیلابی پانی اسی طرف سے باہر جاتا ہے، شہر کا مشرقی حصہ جبل خندمہ پر مشتمل ہے، جس کے دامن میں بنی ہاشم کا خاندان آباد تھا، یہ جبل ابو قبیس کے متصلاً شمال میں ہے، شہر کے مغربی حصہ میں جبل عمر اور شمال مغربی حصہ میں مقام کُدیٰ ہے، یہاں سے مکہ مکرمہ سے باہر جانا مسنون بتایا گیا ہے۔

حرم شریف کے شمالی جانب کے علاقے کو الشامیہ کہا جاتا ہے، اسی کے بالمقابل حرم شریف کے جنوبی علاقہ کا مشہور محلہ جیاد ہے، مکہ مکرمہ کا ممتاز محلہ ہے، اسی کے پہلو میں مکہ کا مشہور پہاڑ جبل ابو قبیس ہے، شہر کے تقریباً وسط میں حرم شریف (مسجد حرام) ہے۔

مسجد حرام

یہ نہایت عالی شان عمارت ہے، جس کے بالکل وسط میں خانۂ کعبہ ہے، خانۂ کعبہ اور اس عمارت کے درمیان تمام اطراف میں کھلے میدان ہیں، جن میں نمازی کعبہ کی طرف رُخ کر کے نمازیں ادا کرتے ہیں، خانۂ کعبہ کی شمالی دیوار سے ڈیڑھ گز کے فاصلے پر ایک ہلالی شکل کی دیوار ہے، اس کے اندر کا حصہ حطیم کہلاتا ہے، حطیم اور خانۂ کعبہ کے درمیان دو گز کی زمین حجر اسمٰعیل کہلاتی ہے، یہ اصلاً خانۂ کعبہ ہی کا حصہ ہے جو موجودہ عمارت سے باہر ہے، حطیم اور خانۂ کعبہ کے اردگرد پختہ اور وسیع صحن ہے، اس کو مطاف کہتے ہیں اسی میں خانۂ کعبہ کا طواف کیا جاتا ہے، مطاف کے ایک حصہ میں باب کعبہ کے رُخ پر ایک طرف زمزم شریف کا کنواں ہے، اور باب کعبہ ہی کے سمت قریباً میں مقام ابراہیم ہے، باب کعبہ کے قریب کے مشرقی کونے پر حجر اسود لگا ہوا ہے، حجر اسود سے باب کعبہ تک کی دیوار کو ملتزم کہتے ہیں۔

صحن مسجد کے کناروں پر ہر طرف آگے پیچھے تین اور کسی طرف چار بڑے بڑے دالان ہیں، حرم شریف کا موجودہ رقبہ ہر طرف سے تقریباً ایک فرلانگ ہے۔

کعبہ معظّمہ

کعبہ معظّمہ مسجد حرام کے درمیان میں بنا ہوا ہے، اس کی شکل ایک بڑے کمرہ کی سی ہے، عمارت اونچی اور تقریباً مربع ہے، اس کی بلندی ۱۵ میٹر ہے، اس کے مشرقی جانب، مشرقی رکن کے قریب اس کا خوبصورت دروازہ ہے، جو زمین سے سوا دو میٹر بلند ہے۔ کعبہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چار کونے ہیں، جو حسبِ ذیل ہیں۔

۱:۔ رُکن عراقی۔ شمالی جانب۔

۲:۔ رُکن شامی۔ مغربی جانب۔

۳:۔ رُکن یمانی۔ جنوبی جانب۔

۴:۔ رُکن حجرِ اسود۔ مشرقی جانب۔

رُکن حجرِ اسود، وُہ گوشہ ہے، جس میں حجرِ اسود نامی پتھر لگا ہوا ہے۔

زمزم

کعبۂ معظمہ کے شمال مشرقی رُخ پر..... مسجدِ حرام کے اندر پانی کا یہ ایک چشمہ ہے، جو اللہ تعالےٰ نے اپنی خصوصی عنایات کی بنا پر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پیاس کے موقع پر پیدا فرمایا تھا، جو آج تک باقی ہے، بلکہ برابر ترقی پر ہے، زمزم کے پانی میں ہلکا سا کھارا ہے، جو معدنیاتی اثر کا نتیجہ ہے، پانی متبرک ہونے کے ساتھ ساتھ معدہ کے لیے مفید اور جسم کے لیے صحت بخش ہے، اس کا پانی پُورا شہر پیتا ہے، اور دُنیا کے مختلف حصّوں میں بھی لے جایا جاتا ہے۔

مسعیٰ

مسعیٰ سَعی کرنے کی جگہ کو کہتے ہیں، سعی حج کا ایک اہم رُکن ہے، مسعیٰ صفا اور مروہ دو پہاڑیوں کے درمیان ایک راستہ ہے جو بیت اللہ کے مشرقی جانب ہے، جنوب مشرقی سرے پر صفا ہے جو جبل ابوقبیس کے دامن میں ہے، اور حرم کے شمال مشرقی سرے پر مروہ ہے، صفا اور مروہ کی پہاڑیاں اب باقی نہیں رہیں، دونوں کٹ کٹا کر ختم ہو گئی ہیں، صرف ان کی جگہیں متعین ہیں، جہاں چند سیڑھیاں بنا دی گئی ہیں، دونوں میں آپس کا فاصلہ تقریباً ڈیڑھ فرلانگ کا ہے، ان کے درمیان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ ان کے لیے پانی کی تلاش میں آئی گئی تھیں، اسی کے بعد اللہ تعالےٰ نے زمزم شریف پیدا فرمایا، اسلام سے قبل عربوں نے ان دونوں پہاڑیوں پر ایک ایک بت رکھ دیا تھا، صفا کے بُت کا نام اِساف تھا اور مروہ کے بُت کا نام نائلہ تھا، عرب ان پر چڑھاوے چڑھاتے اور قربانیاں کرتے تھے، اور حج کے موقع پر سعی بھی کرتے تھے، اسلام کے آنے پر یہ بُت ختم کر دیئے گئے، لیکن مسلمانوں کو اس کی سابقہ تاریخ کی وجہ سے ان کے درمیان سعی کرنے میں تکلف ہوا، لیکن قرآن مجید میں جب ان کی سعی کا باقاعدہ حکم آیا کہ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا۔ تب ان کی سعی جاری ہو گئی۔

دار الندوہ

دار الندوہ اب مسجد حرام کے اندر شامل ہو گیا ہے، اس کا جائے وقوع باب الزیادہ کے اندرونی حصّہ میں ہے، دار الندوہ اسلام کے غلبہ سے پہلے قریش کی مجلس شوریٰ تھی، اس میں بیٹھ کر قریش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سردار اپنے مسائل پر غور کرتے تھے، اور فیصلے کرتے تھے، یہ جگہ محلہ شامیہ کے رُخ پر ہے، قریش کی یہ مجلس شوریٰ ان کے جد قصی نے قائم کی تھی۔

جبل قُعیقعان

یہ حرم کے مغربی جانب واقع ایک پہاڑ ہے، اس کو اس کے سامنے کے پہاڑ جبل ابو قبیس کے ساتھ ملا کر اخشبین کہتے ہیں، جبل قعیقعان کا ایک جزء جبل ہندی بھی کہلاتا ہے۔

جبل ابو قبیس

یہ حرم کے مشرقی رخ پر واقع ہے، اس پر چڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو خطاب کیا تھا۔

الحجُون

یہ معلاۃ سے متصل ایک پہاڑی ہے، اسی لیے اس کے سامنے کے محلہ کو بھی الحجون سے موسوم کیا گیا قبل اسلام مکہ کی آبادی اس سمت میں اسی حد تک تھی۔

کَدَاء

جبل حجون سے متصل ایک (گھاٹی) پہاڑی راستہ بیرون مکہ سے اندرون مکہ کو اترتا ہے۔ اس کو کداء کہتے ہیں، حج و عمرہ کے لیے اسی طرف سے مکہ میں داخل ہونے کو مستحب قرار دیا گیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی راستے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔

کُدیٰ

جبل قعیقعان (جبل ہندی) سے مغربی جانب سے تنعیم کے رخ پر جانے والے راستہ پر پڑنے والی گھاٹی ہے، اس کے شمال میں ذی طُوی ہے، اس کا محلہ الشبیکہ ہے، حج و عمرہ کر کے واپس جانے والے کے لیے یہی راستہ مستحب بتایا گیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے واپسی اسی راستہ سے کی تھی۔

صَفا

حرم و بیت اللہ کے مشرقی رُخ پر واقع پہاڑ جبل ابو قبیس کا وہ سرا جو حرم بیت اللہ اور اس کے درمیان ہے، اور سعی کی ایک طرف کی حد ہے، اب یہ کٹ کٹا کر صرف چند چٹانیں رہ گئی ہیں۔

مروہ

جبل قعیقعان (جبل ہندی) کے مشرقی سرے کی نوک۔ جو حرم کے شمال مشرق پر واقع ہے، اور سعی کی دوسری طرف کی حد ہے، یہ بھی اب صرف چند چٹانیں رہ گئی ہیں۔

ذو طُویٰ

جبل قعیقعان اور کُدی سے جانب شمال میں واقع کنواں ہے ظہورِ اسلام کے وقت یہ جگہ شہر سے باہر تھی، اب شہر کے کنارے کے محلے جرول اور الزاہر اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پاس واقع ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر شہر میں داخل ہونے سے قبل یہاں آخری منزل فرمائی تھی، پھر شمالی رُخ پر کداء کے راستے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے۔

جبل عُمرؓ (جبل النوبی)

یہ حرم سے جنوب مغربی سمت واقع پہاڑ ہے اسے جبل النوبی بھی کہا جاتا ہے، حضرت عمرؓ کا مکان اسی کے پہلو میں تھا

الغزہ

حرم سے شمال مشرقی رخ پر جبل ابوقبیس کے سامنے دوسری طرف یہ محلہ جبل خندمہ کے متصل آباد ہے، اور اسی سے متصل علاقہ ومحلہ سوق اللیل ہے۔

سوق اللیل وشعب عامر

الغزہ سے متصل جبل خندمہ کے قریب ہی یہ محلہ آباد ہے، آل ہاشم وعبدالمطلب کے مکانات اسی میں تھے، اس سے شمال میں شعب عامر واقع ہے۔

شعب ابی طالب

شعب عامر میں ایک پہاڑی گھاٹی ہے، جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سالہ محاصرہ سے سابقہ پڑا تھا، اب اس کو شعب علی کہتے ہیں۔

المولد النبوی

محلہ الغزہ سے متصل سوق اللیل میں ایک مکان کی صورت میں باقی ہے، اب اس میں مکہ مکرمہ کی لائبریری ہے، اس کے مشرقی پہلو میں پہاڑ ہے۔

مولد علی بن ابی طالب

مولد نبوی سے قریب پہاڑ کی تھوڑی بلندی پر یہ جگہ ہے۔

دار خدیجہؓ اور مولد فاطمہؓ

سوق اللیل اور مروہ کے درمیان مروہ سے مشرقی رُخ پر تھا، اس کی گلی کو زقاق الحجر، الصاغہ اور العطارین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، عقد سے ہجرت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں قیام فرمایا۔ اور اس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بہنوں کی ولادت ہوئی۔

دار ابی بکر

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مکان بھی دار خدیجہ ہی کے محلہ زقاق الحجر، زقاق العطارین میں تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نام سے ایک اور گھر تھا... جس کی جگہ مسفلہ میں وفاق البخاری میں ہے

مولد حمزہ

حرم سے جانب جنوب مغربی واقع پہاڑ جبل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمر کے قریب ہے، وہاں اب مسجد حمزہ ہے۔

مولد عمر

جبل عمر کے دامن میں ہے، اس پہاڑ کو جبل النوبی بھی کہا گیا ہے۔

دار العباس بن عبد المطلب

حرم سے مشرقی جانب اس جگہ تھا، جہاں اب مسعیٰ کا عَلَم اخضر واقع ہے۔

خاندان بنو مخزوم

باب الصفا کے علاقہ میں آباد تھا، انہی کی نسبت سے باب الصفا کو باب بنی مخزوم بھی کہا جاتا تھا، بنو مخزوم میں حضرت خالد بن الولید اور حضرت عکرمہ بن ابی جہل ہوئے۔

دار الارقم

یہ حضرت عبد اللہ بن الارقم مخزومی کا مکان تھا، اور صفا کے دامن میں حرم سے متصل تھا، یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان جمع ہوتے تھے، اس کو بعد میں دار الخیزران سے بھی موسوم کیا گیا۔

بنو جُمَح

حرم کے شمالی دروازے باب الزیادہ کی جگہ پر آباد تھے، انہی کے نام پر اس دروازے کو باب بنی جُمَح بھی کہا گیا ہے۔

بنو سہم

حرم کے جانب مغرب واقع دروازہ باب العمرہ کی جگہ آباد تھے، حضرت عمرو بن العاص اسی سے تھے۔

بنو شیبہ

حرم کے مشرقی دروازہ باب السلام کی جگہ آباد تھے، انہی کی نسبت سے باب السلام کو باب بنو شیبہ بھی کہا گیا ہے، حج کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں باب بنی شیبہ (باب السلام) سے داخل ہوئے اور باب مخزوم (باب الصفا) سے باہر تشریف لے گئے تھے، بنو شیبہ کعبہ کے کلید بردار تھے۔

بنو امیہ

یہ لوگ مروہ کے مشرق و مغرب مسعیٰ سے متصل حرم کے باب العطارین کے قریب میں آباد تھے۔ دار ابی سفیان اسی جگہ تھا، اس سے متصل زقاق العطارین کا محلہ ہے۔

جبل ثور

جبل ثور وہ مشہور پہاڑ ہے، جس کے ایک غار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین راتیں بسر فرمائی تھیں مکہ کے مشرقی جنوبی سمت تقریباً تین میل کے فاصلہ پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقع ہے، اس پہاڑ تک مسفلہ سے نکل کر راستہ جاتا ہے، یہ پہاڑ اس علاقہ کے بلند پہاڑوں میں سے ہے، بعض لوگ اس کی بلندی ایک میل بتلاتے ہیں، مذکورہ غار اس کی چوٹی پر ہے۔

جبل النور و حراء

جبل النور جس میں غار حرا ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے بطور عبادت چند دن گزارا کرتے تھے، مکہ کے شمالی سمت جدھر سے طائف کو راستہ جاتا ہے، تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے مکہ کے پہاڑوں میں سے جبل النور صاف طور پر از جبل النور فاصلہ سے دکھائی دیتا ہے۔

مکہ کی آبادی دنیا کی مختلف نسلوں پر مشتمل ہے، قدیم مقامی عرب اب یہاں شاید خال خال بھی نہ ملیں صرف ایک گھرانا خالص النسب مکی گھرانا ہے، اور وہ کعبہ کا کلید بردار شیبی خاندان ہے۔

منیٰ

مکہ مکرمہ سے تقریباً ۴۔۵ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، یہاں تین جمرات ہیں، جن کو حجاج منیٰ کے دوران قیام میں کنکریاں مارتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبح کا جب حکم ہوا تھا تو کہا جاتا ہے کہ راستہ میں تین جگہ شیطان نے بہکایا تھا، جس کی یادگار کے طور پر ان تین جگہوں پر کنکریاں ماری جاتی ہیں، جو شیطان کو مارنے کی ایک طرح سے علامت ہے، تینوں جمرات انہی تین جگہوں پر ہیں۔

منیٰ درحقیقت ایک غیر آباد جگہ ہے، جو حج کے تین چار دنوں میں آباد ہو جاتی ہے، آٹھ ذی الحجہ کو حجاج صبح سے یہاں پہنچ جاتے ہیں اور یہیں سے درحقیقت حج کے شعائر شروع ہوتے ہیں، اور بارہویں تیرہویں پر یہیں پر ختم بھی ہوتے ہیں، منیٰ میں سب سے اہم چیز مسجد خیف ہے، یہ چوکور اور کھلے سائبان کی ایک مسجد ہے، درمیان میں ایک قبہ بنا ہوا ہے، یہ وہی جگہ ہے، جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی، حجاج اپنے حج کے جانوروں کو منیٰ میں ذبح کرتے ہیں، اسی مناسبت سے منیٰ کا نام منیٰ پڑا ہے کہ "یُمْنیٰ فِیْھَا الدِّمَاءُ" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم کی تعمیل میں اسی جگہ اپنے محبوب بیٹے کی قربانی دینے کی کوشش کی تھی، اسی کو پھر اللہ نے تاقیامت یادگار بنا دیا، منیٰ اپنے جنوب و شمال کے جن دو پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے، ان کو بھی اخشبین کہتے ہیں۔

عرفات

مکہ مکرمہ سے ۲۱ کلومیٹر۔۔۔۔۔کے فاصلے پر یہ ایک بڑی وسیع وادی یا میدان ہے، جس میں نہ کوئی آبادی ہے، اور نہ کوئی عمارت، یہ میدان اپنے تین طرف سے پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے، درمیان میں اس کے شمالی جانب جبل الرحمۃ ہے، کہا جاتا ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت آدمؑ و حضرت حواؑ یہاں ملے تھے، اسی لیے اس کا نام "عرفہ" پڑا اور یہ جگہ "عرفات" کہلائی، عرفات کی وجہ تسمیہ کے متعلق اور بھی باتیں کہی جاتی ہیں، نویں ذی الحجہ کو خاص طور پر دن کے دوسرے حصہ میں یہاں حجاج جمع ہوتے ہیں، حاجی کا یہاں آنا حج کے لیے شرط و بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے، یہاں ایک مسجد ہے، جو مسجد نمرہ کہلاتی ہے، اس میں ظہر و عصر ملا کر پڑھنے کا حکم ہے یہاں عصر جماعت کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں مقدم کر کے ظہر میں ملائی جاتی ہے، امام خطبہ دیتا ہے اور ظہر و عصر ملاتا ہے، مسجد نمرہ میدان عرفات کے مغربی کنارے ہے، اس کے بعد وادی عرنہ ہے، جو عرفات سے خارج شمار کی جاتی ہے۔

مزدلفہ

منیٰ اور عرفات کے درمیان ایک جگہ ہے، اس کو مشعر حرام بھی کہتے ہیں قرآن مجید میں ہے "فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ" یہاں ایک مسجد ہے، مشعر حرام میں حجاج مغرب و عشاء کی نمازیں ملا کر پڑھتے ہیں۔

بطن محسر

مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان ایک گھاٹی بطن محسر کہلاتی ہے، جس کے متعلق شریعت کا حجاج کو یہ حکم ہے کہ وہاں تیزی سے گزریں، کہا جاتا ہے کہ اصحاب الفیل پر یہیں عذاب آیا تھا۔

جبل ثبیر

منیٰ اور مزدلفہ کے سامنے ایک مشہور پہاڑ ہے جس کو ثبیر کہتے ہیں، امرؤ القیس نے اپنے معلقہ میں اسی کا ذکر کیا ہے۔

كَأَنَّ ثَبِيرًا فِي عَرَانِينِ وَبْلِهِ
كَبِيرُ أُنَاسٍ فِي بِجَادٍ مُزَمَّلِ

التنعیم

حرم مکی سے شمالی جانب تقریباً ۸ کلومیٹر کے فاصلے پر یہ ایک جگہ ہے جہاں سے حدود حرم گزرتے ہیں، اور مکہ مکرمہ سے براہ راست مدینہ منورہ جانے والا راستہ بھی یہاں سے گزرتا ہے اس طرف سے آنے والا یہاں سے احرام باندھتا ہے اور یہ حدود حرم کا کمترین فاصلہ ہے۔

سرف

تقریباً ۶ کلومیٹر کے فاصلے پر سرف نامی ایک گھاٹی ہے، جس کا ذکر تاریخ و سیرت کی کتابوں میں آتا ہے، یہاں ام المومنین حضرت میمونہؓ کی قبر ہے، مدینہ منورہ جانے والے راستہ کی یہ ایک منزل ہے

الحدیبیہ جبل الشمیشی

مکہ مکرمہ سے مغربی جانب تقریباً ۲۱-۲۲ کلومیٹر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے فاصلے پر جدہ جاتے ہوئے یہ جگہ ملتی ہے، یہ مکہ سے شمال مغربی جانب ہے یہیں جبل الشمیشی نامی ایک پہاڑ ہے، جس کی وجہ سے اب اس کو شمیشہ بھی کہتے ہیں، حدود حرم یہاں سے بھی گزرتے ہیں احرام باندھنے والے یہاں بھی احرام باندھتے ہیں، یہ وہی جگہ ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ھ میں قریش سے معاہدہ کیا تھا، اور بغیر حج کیے واپس تشریف لے گئے، یہ معاہدہ صلح حدیبیہ کہلاتا ہے، یہیں وہ درخت تھا، جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر سن کر کہ آپ کے فرستادہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں شہید کر دیئے گئے، بیعت رضوان لی تھی، اس درخت کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وجہ سے کٹوا دیا تھا کہ لوگ اس کی عبادت نہ شروع کر دیں، یہاں ایک چشمہ میں پانی کی کمی دور کرنے کے لیے آپ نے اپنا تیر بھی ڈلوایا تھا۔

مرّ الظہران

مکہ سے شمالی جانب تقریباً ۲۴ کلومیٹر کے فاصلے پر یہ نخلستانی علاقہ ملتا ہے، یہاں تھوڑی سی آبادی ہے، جو کاشت کرتی ہے، اور یہاں کی زمین کی شادابی سے فائدہ اٹھاتی ہے مکہ مکرمہ میں تازہ سبزیاں اور نباتاتی اشیاء یہیں سے پہنچائی جاتی ہیں، مکہ کے لوگ یہاں پکنک کی غرض سے بھی آیا کرتے ہیں۔ اسکو وادی فاطمہ[1] کہتے ہیں، مکہ اور مدینہ کے درمیان کا قدیم راستہ اسی طرف سے گزرتا تھا، اس کو اختصاراً الترکے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔

قرن المنازل

ایک پہاڑی ہے، جو مکہ مکرمہ سے تقریباً ۴۵ کلومیٹر کے فاصلے پر مشرق جانب نجد جانے والے راستہ پر واقع ہے، یہ اہل نجد کی میقات ہے۔

یلملم

یہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۵۴ کلومیٹر جنوب میں تہامہ کی ایک پہاڑی ہے، یہ پہاڑی یمن سے مکہ آنے والے راستہ پر واقع ہے یہ یمن اور یمن کی طرف سے آنے والے سارے حجاج کی میقات ہے، اس پہاڑی سے متصل سعدیہ نامی ایک بستی بھی ہے۔

ذات عرق

یہ جگہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۹۰ کلومیٹر کے فاصلے پر شمال مشرق جانب عراق جانے والے راستے پر واقع ہے، اور اہل عراق کی میقات ہے۔

> اے لوگو جو ایمان لائے ہو صبر سے کام لو باطل پرستوں کے مقابلے میں پامردی دکھاؤ حق کی خدمت کیلئے کمربستہ رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو امید ہے کہ فلاح پاؤ گے۔
> (آل عمران — ۲۰۰)

---

[1] یہ نسبت حضرت فاطمۃ الزہرا کی طرف نہیں بلکہ سو ڈیڑھ سو سال قبل ترکی عہد میں فاطمہ نامی ایک دولتمند عورت کی طرف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجاز مقدس

سید سلیمان ندوی

حجاز بحر احمر کے ساحل پر ایک مستطیل صوبہ ہے جس کا نام تورات میں فاران بتایا گیا ہے۔ اور جہاں سے تجلی ربانی کے ظاہر ہونے کی بشارت دی گئی تھی، اس کے مشرقی جانب نجد، مغربی جانب بحر احمر، شمال میں عرب شام یا عرب البحر، جنوب میں عسیر اور شمالاً جنوباً کوہ سردات کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے جس کی بلند تر چوٹی ۸۰۰۰ فٹ ہے، سلسلہ کوہ میں بہت سے چشمے جاری ہیں، جہاں گاؤں آباد ہیں باغ لگے ہیں، کھیتیاں ہوتی ہیں، کہیں کہیں جنگل ہیں، دامن کوہ سرسبز ہے، اور وہاں بھی آبادی ہے، لیکن زیادہ آباد اور سرسبز حصہ وہ ہے جو بحر احمر کے ساحل پر واقع ہے۔ ان مقامات کے علاوہ تمام حصہ ریگستان ہے، جہاں کسی قسم کی زراعت نہیں ہو سکتی۔ حجاز کا سب سے بڑا ساحلی شہر جدہ ہے، جو مکہ کی بندرگاہ ہے اس کے بعد دوسرا مقام ینبوع ہے جو مدینہ کی بندرگاہ ہے، اندرون ملک کے بڑے بڑے شہر مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور طائف ہیں۔

۱۔ مکہ:۔ مکہ یا بکہ جس کا تیسرا نام ام القریٰ ہے، حجاز کا دارالحکومت ہے یہ شہر ایک اولوالعزم پیغمبر حضرت (ابراہیم) کی بنا، ایک نوجوان پیغمبر حضرت (اسماعیل) کی ہجرت گاہ اور دریتیم پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد ہے شہر عرض البلد ۲۱ درجہ ۳۸ دقیقہ، اور طول البلد ۴۰ درجہ ۹ دقیقہ پر واقع ہے سطح آب سے تقریباً ۳۳۰ میٹر بلند ہے، چاروں طرف پہاڑوں نے قدرتی دیواریں کھینچ دی ہیں بالفعل شرقاً غرباً تقریباً ۴ کلو میٹر لمبا اور جنوباً شمالاً تقریباً ڈیڑھ کلو میٹر چوڑا ہے، مشرقی سلسلہ جبل خلیج (فلق) جبل قعیقعان جبل ہندی، جبل لعلع، جبل کدا سے مرکب، آخر الذکر پہاڑ وہی ہے، جس کی راہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن داخل ہوئے تھے، جنوبی سلسلہ جبل ابوحدیدہ، جبل کدی، اور جبل ابی قبیس کے بعض سلسلہ سے مرکب ہے، مشرق میں جبل ابی قبیس اور اس کے پیچھے جبل خندمہ اور مغرب میں جبل عمر واقع ہے۔ حضرت مسیحؑ سے ڈھائی ہزار برس پہلے یہ کاروان تجارت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ایک منزل گاہ تھا، تقریباً دو ہزار ق م میں حضرت ابراہیمؑ نے اپنے فرزند عزیز حضرت اسماعیلؑ کو یہاں آباد کیا، باپ بیٹے نے خدا کے نام پر یہاں ایک عبادت گاہ بنائی جس کا نام کعبہ قرار پایا، فرزندان اسماعیلؑ کی اولاد ایک مدت تک یہاں دیگر قبائل پر بالادست رہی، اس کے بعد قحطانی قبائل (بروایت عام) آئے اور انہوں نے استیلا حاصل کیا، بنو اسماعیل میں سے قصیّ نے آخر یہاں کی ریاست حاصل کی، قصیّ قریش کا جد اعلیٰ تھا آخر زمانہ میں یہاں کے مالک قریش تھے، امور مملکت اور صیغہائے حکومت ایک شیخ خاندان کے زیر نگرانی تھے، شہر کے علاوہ اسماعیلی قبائل شہر کے آس پاس بھی آباد تھے، مکہ کے جنوب میں جو پہاڑیاں ہیں وہ مشہور قبیلۂ ہذیل کا مسکن تھیں، جنوب کی طرف وادی القریٰ ہے، جو قدیم قبائل کا مسکن تھا، اس کے اطراف میں قبائل کنانہ رہتے تھے، مکہ کے پاس جبل حبشی کے دامن قبائل احابیش رہتے تھے۔

۲- مدینہ منورہ، قبل ہجرت نبوی اس شہر کا نام یثرب، ہجرت کے بعد اس کا نام بدل کر مدینۃ النبی صلعم یعنی "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شہر" ہوا اور کثرت استعمال سے "ال" قائم مقام مضاف الیہ ہو کر المدینہ رہ گیا، یہ شہر سمندر کی سطح سے ۶۱۹ میٹر بلند ہے اور طول ۳۹ درجہ ۵۵ دقیقہ اور عرض ۲۴ درجہ ۱۵ دقیقہ شمال خط استوا پر واقع ہے، گرمی میں یہاں حرارت کا درجہ ۴۸ درجہ تک بڑھتا ہے، اور جاڑوں میں دن کو صفر سے دس درجہ اوپر اور رات کو صفر سے ۵ درجہ نیچے ہوتا ہے، اس لیے جاڑوں میں اکثر صبح کو پانی یہاں یخ ہو جاتا ہے، پہلے یہاں عمالیق آباد تھے، لیکن عہد اسلام میں یہاں یہود اور قبائل اوس و خزرج آباد تھے، محققین حال کا بیان ہے کہ یثرب مصری لفظ "تھربیس" کی تقریب ہے؛ ہمارے یہاں مورخین کا بیان ہے، کہ سب سے پہلے یہاں عمالیق آباد ہوئے تھے، اور اب یہ ثابت ہو گیا ہے کہ عمالیق سنہ ۳۲۰۰ میں مصر کے حکمران تھے، اور سنہ ۱۶۰۰ ق م میں وہاں سے نکالے گئے تھے، اس بنا پر شہر کی تعمیر کا زمانہ سنہ ۱۶۰۰ قبل مسیح اور سنہ ۲۲۰۰ ق م کے درمیان ہے عمالیق کے بعد یہاں سب سے پہلے یہود آ کر آباد ہوئے اس کے بعد قبیلہ ازد کی دو شاخیں اوس اور خزرج یہاں آباد ہوئیں، یہ اوس اور خزرج وہی قبائل ہیں، جن کا لقب اسلام میں انصار ہوا اور جنہوں نے اسلام کی دعوت اولین قبول کی اور مسافرین اسلام کو اپنے گھروں میں اتارا، اور جس کی مکافات میں خداوند تعالیٰ نے انصار کے نام سے ان کو زندگی جاوید بخشی اور ان کے شہر کو پینتیس ۳۵ کروڑ نفوس کا مرکز قرار دیا، بنولام جو طے کی ایک شاخ ہے مدینہ کے کوہستانی مقام میں آباد تھی، ہمدانی نے لکھا ہے، کہ اسلام کے بعد یہ شاخ دیار ربیعہ کو منتقل ہو گئی، بنو ظفر ہمدانی کے بیان کے مطابق مدینہ کے مقابل ہی سکونت پذیر تھے بنو کلاب جو مشہور قبیلہ تھا، وہ مدینہ کے اطراف میں ربذہ، فدک اور عوامی میں آباد تھا، جو اسلام کے بعد حسب روایات ہمدانی شام کو منتقل ہو گیا اور وہاں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نے اپنی ایک ریاست قائم کی۔

۳۔ طائف حجاز کی جنت ہے۔ بے انتہا سرسبز و شاداب مقام ہے۔ امرائے حجاز عموماً گرمی وہیں بسر کرتے ہیں۔ ابتداً قبیلہ عدوان کا مسکن تھا۔ بعد میں وہ مشہور قبیلہ ثقیف کے قبضہ میں آیا قبل ہجرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں دعوتِ اسلام کے لیے تشریف لائے لیکن جس طرح جلیل کے ایک شہر نے مسیح کو قبول نہیں کیا۔ طائف نے بھی آپ کو قبول نہ کیا۔ ۸ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کیا۔ ۹ھ میں سردار ثقیف عروہ بن مسعود نے اسلام قبول کیا اور خود اپنی قوم کے ہاتھوں اسلام کی راہ میں مارا گیا، لیکن ان کی منادی بے اثر نہ رہی اسی سال وفد ثقیف خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر عقیدت کیش ہوا۔

حجر، ثمود، تبوک، خیبر، مدین ان شہروں کے علاوہ بعض اور مقامات بھی قابلِ ذکر ہیں۔ مدینہ سے کچھ آگے بجانب شمال وہ میدان واقع ہے، جہاں ثمود کا قبیلہ آباد تھا یہ حجر اور وادی القریٰ کے نام سے مشہور ہے۔ پایۂ تخت کا نام حجر تھا، جس کا قرآن میں بھی ذکر آیا ہے۔ یہ شہر زیادہ تر اپنے پیغمبر صالح کے نام سے مدائن صالح کہلاتا ہے۔ ۹ھ میں تبوک کو جاتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس شہر سے گزر ہوا تھا۔ اسی سے متصل دوسری آبادی تیما ہے حجر اب حجاز ریلوے کا اسٹیشن ہے۔ حجر کے بعد ایک اسٹیشن المعظم چھوڑ کر دوسرا اسٹیشن تبوک ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رومیوں کی مدافعت کے لیے اقامت فرمائی تھی۔ مدینہ کے مغرب جانب خیبر ہے، جو یہود کی جنگی قوت کا مرکز تھا اور یہاں یہودیوں کے بڑے بڑے قلعے تھے۔ ۷ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں تشریف لائے اور اس کی تسخیر فرمائی، حجر کے مقابل مغرب کی جانب بحر احمر کے ساحل پر شہر مدین آباد تھا، جو حضرت موسیٰؑ کا دار الہجرۃ اور حضرت شعیب علیہ السلام کا وطن اور مدیانیوں کا پایہ تخت تھا۔ آغازِ اسلام میں یہ شہر یہودیوں کے قبضہ میں تھے اور یہاں ان کے بڑے بڑے قلعے تھے، جن کو اسلام نے عہدِ نبوت میں یکے بعد دیگرے فتح کیا۔

ہرگز نہ دبو کسی ایسے شخص سے جو بہت قسمیں کھانے والا ہے۔ بے وقعت آدمی ہے۔ طعنے دیتا ہے۔ چغلیاں کھاتا پھرتا ہے۔ بھلائی سے روکتا ہے۔ ظلم و زیادتی میں حد سے گزر جانے والا ہے سخت بد اعمال ہے۔ ریاکار ہے۔

(سورہ القلم ۱۰-۱۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدینہ منورہ

مولانا محمد رابع ندوی

مدینہ منورہ مکہ مکرمہ کے شمال میں چار سو پچپن کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے، اس کے مغربی جانب ایک سو تیس میل کے فاصلے پر سمندر، اور اس علاقہ کی مشہور بندرگاہ ینبع ہے، مدینہ منورہ، مکہ اور شام کے درمیان راستہ کے تقریباً وسط میں واقع ہے اس کا طول البلد تقریباً وہی ہے جو مکہ مکرمہ کا ہے یعنی ۳۹½ درجہ شرقی، البتہ اس کا عرض البلد ۲۴ درجہ شمالی ہے، جبکہ مکہ مکرمہ کا ۲۱ درجہ شمالی ہے۔

یثرب

اس شہر کا سابق نام یثرب تھا، جو دراصل اس کے مغربی حصہ کی ایک بستی کا نام تھا، جو پورے شہر کے لیے استعمال ہوتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے اس شہر کو اپنا وطن بنا لینے کے بعد یہ مدینۃ الرسول یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر کہلایا جانے لگا، اور یہیں آپ کی قبر مبارک اور آپ کی بنائی ہوئی مسجد ہے، اس شہر کو بھی آپ نے اللہ کے حکم سے حرم قرار دیا ہے، اور اسلام کے تین مقدس ترین شہروں میں سے ایک قرار پایا، پہلا شہر مکہ مکرمہ دوسرا یہ شہر اور تیسرا بیت المقدس، اس شہر میں ایک نیکی کا ثواب ایک ہزار نیکیوں کے برابر قرار پایا ہے۔

مدینہ منورہ مکہ مکرمہ کے برعکس سرسبز و شاداب اور ایک زراعتی شہر ہے، اس کے مغربی جانب کو چھوڑ کر اس کے مختلف اطراف میں باغات ملتے ہیں، جن میں کھجور، انگور، انار، سیب اور دوسرے پھل کافی مقدار میں پیدا ہوتے ہیں، اس کی زمینوں میں کھیتی باڑی کی جاتی ہے، یہ کاشت کئی کئی میل پھیلی ہوئی ہے، اس کی آب و ہوا مکہ کی آب و ہوا کے مقابلہ میں مختلف رہتی ہے، یعنی گرمیوں میں گرم اور سردیوں میں سرد، برخلاف مکہ مکرمہ کے جہاں گرمی تو مدینہ منورہ کی طرح یا اس سے زائد ہوتی ہے، اور سردی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سردی ہلکی ہوتی ہے، اس فرق کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ مکہ مکرمہ کی طرح پہاڑیوں سے گھرا ہوا نہیں ہے، دُوسرے یہ کہ مختلف سمتوں سے باغات گھیرے ہوئے ہیں، تیسرے یہ کہ وُہ سطح سمندر سے ۲½ ہزار فٹ بلند ہے، یہ شہر حجاز و تہامہ کی سرحد پر واقع ہے اس کے مشرق میں حجاز کا پہاڑی سلسلہ اور مغرب میں تہامہ کی میدانی پٹی ہے، اور یہ خود اپنے جائے وقوع کے لحاظ سے حجازی شہر سمجھا جاتا ہے، جب کہ مکہ مکرمہ تہامی شہر سمجھا جاتا ہے، حضُور صلی اللہ علیہ وسلّم کو دونوں شہروں سے تعلق کی وجہ سے اسی لیے حجازی اور تہامی دونوں لقب سے خطاب کیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ شہر تہامہ و حجاز کا صحت پرور شہر سمجھا جاتا ہے، یہاں جاڑا، گرمی دونوں سخت ہوتے ہیں، شہر ایک ایسے میدان میں آباد ہے، جس میں شمال کی طرف ایک ہلکی سی ڈھال ہے، یہ اپنی مشرقی و مغربی سمتوں سے دو حرّوں اور شمالی و جنوبی سمتوں سے دو پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے، مشرقی جانب یعنی قبلہ رُخ آدمی کے بائیں جانب حرۃ الواقم اور مغربی جانب حرّۃ الوَبرہ ہیں، حرۃ الوبرہ، حرۃ الواقم کے مقابلہ میں شہر سے قریب ہے۔ اسی حرہ کے مغربی پہلو میں یہاں کی مشہور اور بڑی وادی، وادیٔ عقیق ہے، اس کے علاوہ اسی حرّہ پر بہت سے آثار ہیں، جن کا ذکر سیرت کے مختلف مقامات میں ملتا ہے، اور شہر کے اندر آنے والے راستے بھی اسی حرے کے پہلوؤں سے آتے ہیں، حضُور صلی اللہ علیہ وسلّم نے جب مدینہ منوّرہ کو حرم قرار دیا تو مشرق و مغرب کی سمتوں میں انہی حرّوں کے مابین حُدود بتائیں۔

جبل اُحد، سَلع اور عَیر

شہر سے شمالی جانب جبل اُحد ہے، جس کے پاس اُحد کا معرکہ پیش آیا تھا، اور وہاں متعدد صحابۂ کرامؓ اور حضرت حمزہؓ کی قبریں ہیں، جبل اُحد تقریباً ڈھائی میل کے فاصلہ پر واقع ہے، جس کے متعلق حضُورؐ نے فرمایا تھا کہ ”اُحُدٌ جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَنُحِبُّہٗ وَھُوَ عَلٰی بَابٍ مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ“

شہر کے شمالی حصّہ میں حرۃ الوبرہ سے متصل بائیں رُخ پر جبل سلع ہے، یہ ایک چھوٹا پہاڑ ہے، اسی پر کھڑے ہو کر ایک شخص نے حضرت کعب بن مالک کو اُن کی توبہ کی مقبولیت کی خوشخبری سنائی تھی جبل سلع سے جنوبی جانب متصلاً ایک چھوٹی پہاڑی جبل سُلَیع ہے۔ اس پہاڑی پر خاندان بنی اسلم کے مکانات اور آبادی تھی، مدینہ منورہ کے جنوبی جانب جبل عَیر ہے، یہ سُرخ رنگ کے دو ملے ہوئے پہاڑ ہیں، ایک کو عَیر الوارد اور دُوسرے کو عیر الصیاد کہتے ہیں، مدینہ منوّرہ کی شمالی و جنوبی سمتوں میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان ہی دو پہاڑوں جبل عیر اور جبل اُحد کے درمیانی علاقہ کو حرم قرار دیا۔

گزشتہ تفصیل کے مطابق مدینہ منوّرہ اپنے چاروں جانب سے گھرا ہوا ہے، اس کے مشرقی جانب حرۃ الواقم اور مغربی جانب حرۃ الوبرہ پھیلے ہوئے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان دونوں کے درمیان شمال میں نرم زمین کا قطعہ ہے جس کا مغربی حصہ ...... حرۃ الوبرہ سے ملا ہوا ہے،

مذکورہ بالا نرم زمین کے قطعہ میں ہی جبل سلع ہے، ۵ھ میں مسلمانوں نے خندق کھودی تھی، اور کفار کا راستہ بند کر دیا تھا، یہ واقعہ غزوۂ احزاب یا غزوۂ خندق کہلاتا ہے یہ خندق حرۃ الواقم سے حرۃ الوبرہ تک تک ہلالی شکل میں کھودی گئی تھی، اور جبل سلع کے بیرونی پہلو سے گزری تھی، مسلمانوں کا لشکر جبل سلع کے دامن میں مقیم ہوا تھا، یہ مذکورہ بالا نرم زمین کا قطعہ شہر اور جبل احد کے درمیان کاشت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، اس میں غلہ اور ترکاریاں پیدا ہوتی ہیں، شہر کے جنوبی حصہ کی طرف حرۃ الوبرہ اور حرۃ الواقم کے جنوبی کناروں کے درمیان جبال عیر نامی دونوں پہاڑ اور انہی سے ملے ہوئے شہری علاقہ میں قبا اور عوالی نامی دو بستیاں ہیں، یہ بستیاں ایک طرف حرتوں سے ملی ہوئی ہیں، لیکن ان کی زمینیں بہت شاداب اور زرخیز ہیں، لہٰذا ان میں کھجور، انگور کے بکثرت باغات ہیں، اور کاشت بھی ہوتی ہے۔

ان کے علاوہ مدینہ منورہ میں متعدد وادیاں ہیں، جن کی تعداد تقریباً چھ بتائی جاتی ہے، یہ عام طور پر اس کے جنوبی پہلوؤں سے اور ایک اس کے ..... شمال مشرقی پہلو سے شہری علاقے میں داخل ہوتی ہیں اور شمال مغربی رخ سے اکٹھا ہو کر باہر نکلتی ہیں، اور آخر میں وادی اضم سے مل کر سمندر تک چلی جاتی ہیں، شمال مشرق سے قناۃ اور جنوب مشرق سے مہزور اور مذینیب اور مغرب سے بطحان، رانونا اور العقیق آتی ہیں، العقیق ان میں سب سے مشہور وادی ہے، جو مدینہ کے مغربی پہلو سے گزرتی ہے، اس وادی سے بہت سے تاریخی اور ادبی واقعات وابستہ ہیں، اس میں کسی زمانہ میں مدینہ کے متمولین کے مکانات اور محلات تھے، اس کا تذکرہ شعر و ادب میں خاصا ملتا ہے، ایک زمانہ میں یہاں خوش عیش اور تفریح پسند لوگ آکر رہتے اور پکنک کیا کرتے تھے، مکہ مکرمہ سے آنے والا راستہ اس وادی سے گزرتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدر جاتے ہوئے اسی وادی سے گزرے تھے۔

اسی وادی میں بئر رومہ اور مقام زغابہ اور بعض دوسری مشہور تاریخی جگہیں ہیں، بئر رومہ شہر کے جنوبی رخ پر وادی عقیق میں میٹھے پانی کا ایک کنواں تھا، جو ایک یہودی کے ملک میں تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف فرما دیا تھا، شہر کے شمال مغربی سرے پر حرۃ الوبرہ سے متصل ثنیۃ الوداع ہے، جہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ..... ایک موقع پر شہر مدینہ منورہ میں تشریف لائے تھے، اور بچیوں نے ترانہ پڑھا تھا کہ:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

شہر سے جبل احد کی طرف جانے والا راستہ اسی کے پہلو سے گزرتا ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شمالی اور جنوبی رخ سے آنے والے راستے اسی رخ سے شہر کے اندر داخل ہوتے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدینہ منورہ میں، جس کو اسلام کے آنے سے قبل یثرب کہا جاتا تھا۔ قدیم زمانہ میں عمالقہ اور دوسری قومیں آباد رہی ہیں، یثرب نام عمالقہ کے زمانہ سے شروع ہوا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد اس کو بدل دیا، کیونکہ اس کے معنی اچھے نہیں ہیں، یہاں چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل بیماری کا اثر جلدی ہو جایا کرتا تھا، اس لیے نام اسی مناسبت سے پڑ گیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں تشریف فرما ہونے کی وجہ سے اس کو مدینۃ الرسول یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر کہا گیا، یہ معنی المدینہ سے بھی ادا ہوتے ہیں، لہٰذا عام طور پر المدینہ کہا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی بدولت یہاں کی گرمی اور لو کے اثر سے پیدا ہونے والی بیماریاں بھی تقریباً ختم ہو گئیں، اس لیے یثرب کے معنی بھی اس شہر کے مطابق نہیں رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے لیے متعدد نام منقول ہیں، ان میں خاص طور پر طیبہ، طابہ قابل ذکر ہیں، البتہ جس نام نے زیادہ شہرت اور عمومیت حاصل کر لی وہ مدینۃ النبی یا المدینہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شہر کی بڑی فضیلت منقول ہے، خصوصاً یہ کہ آخر زمانہ میں ایمان دنیا کے تمام خطوں سے سمٹ کر مدینہ ہی میں آجائے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "إنّ الإيمان ليأرز إلى المدينة كما تأرز الحيّة إلى جحرها" أو كما قال عليه الصلوٰة والسلام

مسجد نبوی

شہر کے تقریباً وسط میں قدرے مستطیل شکل کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرشکوہ مسجد ہے، اس مسجد کے مشرقی پہلو اور جنوبی سرے پر روضۂ اطہر ہے، مسجد کے منبر اور روضہ کے درمیانی حصہ کی جو موجودہ مسجد کا ایک اہم جزو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اصل مسجد تھا بڑی فضیلت بتائی گئی ہے، اس کو آپ نے "رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ" جنت کے باغوں میں سے ایک باغ فرمایا ہے، آپ کی قبر مبارک حضرت عائشہؓ کے حجرے میں ہے جس کو مسلمان روضۂ نبوی سے تعبیر کرتے ہیں، یہ حجرہ مسجد نبوی کے قبلہ کی جانب بائیں پہلو سے بالکل وابستہ ہے، اس حجرہ کے شمالی جانب دوسرا حجرہ اور اس کے بعد اصحاب صفہ کا چبوترہ ہے، یہ سب مقامات اب مسجد کے احاطہ کے اندر ہیں، مسجد کی حدود میں کئی بار اضافہ کیا گیا ہے موجودہ مسجد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد سے بہت زیادہ وسیع ہو چکی ہے مسجد بہت زیادہ خوبصورت اور پرشکوہ ہے۔

یہ مسجد مدینہ منورہ کی سب سے زیادہ متبرک اور عظیم الشان تاریخی یادگار اور اسلام میں دوسرے درجہ کی مسجد ہے، پہلی مسجد، مسجد حرام، دوسری مسجد، یہی مسجد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں ایک نماز کی فضیلت ہزار نمازوں کے مساوی بتائی ہے، فرمایا کہ "صَلوٰةٌ فِي مَسْجِدِي هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ صَلوٰةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ" (مسلم) یہ درمیان شہر میں واقع ہے، اور بہت خوبصورت نقش ونگار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہیں، مسجد کی دیواریں آیتوں اور حدیثوں اور اللہ و رسولؐ کے ناموں سے مزین ہیں۔

مسجد کا صحن بڑا وسیع اور کھلا ہوا ہے، شروع میں اس میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں بطور فرش بچھی ہوئی تھیں لیکن اب سنگِ مرمر سے ساری زمین ڈھک دی گئی ہے، مسجد کے سارے دالان قیمتی فانوس اور عالی شان قالینوں سے آراستہ ہیں۔

ہجرت کے پہلے سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے ساتھ مل کر اپنے دستِ مبارک سے اس مسجد کی تعمیر کی، اس کے لیے وہی جگہ معین فرمائی جس جگہ ہجرت کے موقع پر آپ کی اونٹنی بیٹھی تھی، آپ نے اس کو اسی پر چھوڑ دیا تھا کہ اللہ کے حکم سے یہ جہاں بیٹھ جائے گی وہیں آپ قیام فرمائیں گے، جب اس جگہ بیٹھی تو آپ وہیں مقیم ہوئے، اور وہیں آپ نے مسجد تعمیر فرمائی، یہ مسجد جس زمین پر تعمیر ہوئی وہ آپ نے اس کے مالکوں سے قیمت ادا کر کے حاصل کی۔

ہجرت کے ساتویں سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں کچھ اضافہ فرما کر مربع شکل میں کر دیا، اس کے بعد ۱۷ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی مرمت فرمائی اور کچھ اضافہ بھی فرمایا، اس وقت تک مسجد کے ستون کھجور کے تنوں اور چھت کھجور کے پتوں کی بنائی گئی تھی، ۲۹ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی از سرِ نو تعمیر کروائی اور اس کی دیواریں اور کھمبے پتھر اور چونے کے بنائے اور چھت ساکھو کی لکڑی کی کروائی اور مسجد میں مزید اضافہ کروایا، یہ اضافہ قبلے کی جانب اور دائیں طرف اور نمازیوں کی پشت کی جانب تھا، بائیں جانب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرہ شریف تھا، جس میں قبر شریف ہے، اس لیے اس طرف اضافہ نہیں کیا گیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد ولید بن عبدالملک کے اضافوں میں کئی امہات المؤمنین کے مکانات مسجد نبوی میں شامل کیے گئے، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا مکان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے قبلہ جانب تھا، وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اضافہ میں جو انہوں نے قبلہ جانب کیا تھا، شامل مسجد ہوا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے دائیں جانب مسجد تھی، اور بائیں جانب بعض دوسری امہات المؤمنین کے مکانات تھے، بائیں جانب کے بعض مکانات ولید بن عبدالملک کے اضافے میں شامل مسجد نبوی ہوئے، اور صرف یہی نہیں بلکہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف ہے مسجد نبوی کے اندر آگیا اور اس کے قبلہ جانب اور بائیں جانب کے قطعے مسجد نبوی کے دالانوں میں تبدیل ہوگئے، اس کے بعد خلفاء اور بادشاہ اپنے اپنے دور میں اضافے اور مرمت کرتے رہے، لیکن ولید بن عبدالملک کے بعد خاص اضافے نہیں ہوئے ۱۲۶۵ھ میں سلطان عبدالمجید عثمانی نے تعمیر جدید کروائی، اس تعمیر میں مسجد کے پانچ دروازے اور پانچ مینارے بنے، قبلے کی جانب دائیں طرف باب السلام، دائیں طرف وسط میں باب الرحمۃ، بائیں طرف حجرۂ نبوی کے قریب باب جبرئیل اور اس کے قریب باب النساء، نمازیوں کے پیچھے، یعنی شمالی جانب

www.KitaboSunnat.com

باب مجیدی اور میناروں میں ایک مینار حجرہ شریف کے گوشے پر جو کہ صدر مینار ہے، اور قبہ خضراء کے ساتھ نظر آتا ہے، دوسرا باب السلام پر تیسرا باب الرحمۃ پر، چوتھا باب مجیدی پر، پانچواں سلیمانیہ کہلاتا ہے، جو شمالی مغربی گوشے پر تھا، اس تعمیر کی دوبارہ تجدید ۱۳۷۲ھ میں شاہ ابن سعود کے حکم سے کی گئی جس میں مسجد کے رقبہ میں شمالی جانب اضافہ بھی کیا گیا (یہ خیال رہے کہ مسجد نبوی کے جنوبی رخ قبلہ ہے) اس تعمیر و تجدید میں حسب ذیل دروازوں کا اضافہ ہوا، دائیں جانب باب علی اور باب العزیز اور باب السلام کے پاس خوخۃ ابی بکر[1] کی جگہ باب ابی بکر اور بائیں جانب باب سعود اور شمالی جانب باب عمر اور باب عثمان بنائے گئے، اس کے علاوہ مسجد نبوی کو چاروں جانب سے سڑکوں سے گھیر دیا گیا، اور مکانات اس سے علیحدہ کر دیئے گئے۔

روضۂ جنت

یہ اس وقت مسجد نبوی میں قبلہ جانب دالانوں میں بائیں طرف کا ایک قطعہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر ہوئی مسجد نبوی کا بڑا جزو ہے، اس کے بائیں جانب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرہ شریف اور دائیں جانب مسجد نبوی کا منبر ہے، یہ مسجد نبوی کا نہایت بابرکت اور پرعظمت قطعہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا ہے کہ "مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ" (ترجمہ: میرے مکان اور منبر کے درمیان کا حصہ جنت کا ایک باغ ہے) پچھم سے پورب اس کی لمبائی ۵۳ فٹ اور چوڑائی ۵۰ فٹ ہے، اس قطعہ میں اہم جگہیں وہ ہیں، جن پر اسطوانۂ عائشہ، اسطوانۂ حنانہ، اسطوانۂ ابی لبابہ وغیرہ ہیں، اور اسی میں محراب نبوی شریف ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر امامت فرماتے تھے، اسطوانۂ عائشہؓ کے متعلق بڑی فضیلت آئی ہے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نفل ادا فرماتے تھے، اور آپ نے اس جگہ کی بہت اہمیت بتائی ہے، یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اس لیے منسوب ہوا کہ اس کی اہمیت اور فضیلت کا انکشاف انہوں نے ہی فرمایا تھا، اسطوانۂ حنانہ وہ ستون ہے، جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر کی تیاری سے قبل ٹیک لگاتے تھے، اس پر ٹیک ترک فرمانے پر اس سے رونے کی آواز آئی تھی، اسطوانۂ ابی لبابہ وہ ہے، جس سے حضرت ابولبابہ نے اپنے کو بندھوا لیا تھا اور توبہ قبول ہونے پر اپنے کو کھلوایا، ان سے ایک غلطی ہو گئی تھی، جس پر احساس افسوس میں انہوں نے ایسا کیا تھا۔

زیارت کرنے والے کو مسجد نبوی میں داخل

---

[1] :- خوخۃ ابی بکر دراصل ایک کھڑکی تھی، جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان سے مسجد نبوی میں کھلتی تھی، اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ براہ راست مسجد میں آجاتے تھے، دوسرے متعدد صحابہ کے مکانات سے بھی اسی طرح کھڑکیاں مسجد نبوی کی طرف کھلتی تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکانات کے یہ براہ راست راستے بند کرا دیئے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کھلا رکھا تھا جو مسجد نبوی کے باقاعدہ دروازوں کی طرح برابر قائم رہا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے پر سب سے پہلے روضۂ جنت میں حاضر ہو کر دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھنا ہوتا ہے، پھر حجرۂ نبوی شریف پر حاضری دے کر سلام پیش کرنا ہوتا ہے۔

حجرۂ نبوی شریف

حجرۂ شریف جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دو معزز رفیقوں سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ کی قبریں ہیں، مسجد نبوی میں قبلہ جانب بائیں حصہ میں روضۂ جنت سے متصلاً بائیں جانب ہے، یہ زرد رنگ کا اور پیتل کا بنا ہوا ہے، اور اس کے قبلہ رُخ اور بائیں جانب مسجد نبوی کے دالان ہیں، البتہ شمالی جانب ایک اور حجرہ ہے، جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ کہا جاتا ہے۔

حجرہ نبوی شریف کی لمبائی ½۵۳ فٹ اور چوڑائی ۵۰ فٹ ہے، اور اس کے اُوپر چار گنبد ہیں، جن پر ایک سبز گنبد بنا ہوا ہے، جو پوری مسجد نبوی کے اُوپر سب سے ممتاز اور نمایاں گنبد معلوم ہوتا ہے، حجرہ شریف کی سب سے پہلی تعمیر حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے کروائی تھی، بعد میں بعض دُشمنوں سے اس کا خطرہ ہوا تھا کہ وُہ سُرنگ کر کے قبر مبارک تک پہونچنے کی کوشش کریں گے، لہٰذا قبر شریف کے چاروں جانب گہرائی تک سیسے کی دیواریں لگا دی گئی ہیں، حجرہ شریف کے چار دروازے ہیں، جو احتیاط کے طور پر مقفل رکھے جاتے ہیں، مغرب میں باب الوفود، جنوب میں باب التوبہ (یہ قبلہ رُخ ہے، اور اسی کے سامنے کھڑے ہو کر سلام عرض کیا جاتا ہے) شمال میں باب فاطمہ مشرق میں باب التہجد۔

یہ حجرہ شریف اصل میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مکان تھا، اور اسی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، اس حجرہ کو آپ کی آرام گاہ کے طور پر اس لیے اختیار کیا گیا کہ آپؐ نے فرمایا تھا کہ انبیاء جن جگہوں پر وفات پاتے ہیں وہیں ان کی تدفین عمل میں آتی ہے، آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے قبل وصیت کی تھی کہ ان کو وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں جگہ دی جائے، جگہ بھی ان کی صاحبزادی کی تھی، لہٰذا ان کی آرام گاہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب اسی حجرے میں بنائی گئی۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفات سے ذرا پہلے اپنے صاحبزادے کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اسی حجرے میں تدفین کی اجازت لینے کے لیے بھیجا اور یہ کہا کہ اگر وُہ اجازت دیں تو وہاں، ورنہ عامۃ المسلمین کے قبرستان میں تدفین کرنا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے صاحبزادے سے فرمایا کہ یہ جگہ میں نے اپنے لیے رکھی تھی، لیکن میں عمرؓ کو ترجیح دیتی ہوں، لہٰذا اس جگہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین عمل میں آئی اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی وفات کے بعد جنت البقیع میں امہات المومنین کے ساتھ جگہ پائی، حجرہ میں ایک تدفین کی جگہ ابھی باقی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے محرم نہ تھے، اس لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس جگہ کے بجائے جنت البقیع میں امہات المومنین کے ساتھ تدفین پسند کی۔

حجرۂ مبارکہ کے قبلہ رُخ کھڑے ہونے والے کے مواجہ میں سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور ان کے ذرا پیچھے پیتانے ہٹ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے پیچھے اور ذرا پیتانے ہٹ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، لہٰذا سامنے سے گزرنے والے کو پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مواجہہ شریف، پھر حضرت ابوبکرؓ کا پھر حضرت عمرؓ کا مواجہہ ملتا ہے ہر مواجہے کے سامنے کی جالی میں علامت کے طور پر ایک حلقہ بنا ہوا ہے، سلام پڑھنے والا ہر مواجہے پر سلام پڑھتا ہوا پیتانے کے والان سے نکل جاتا ہے۔

صفہ شریف، اور اغوات کا چبوترہ

حجرۂ نبوی کے شمالی جانب میں واقع ہے، یہی وہ چبوترہ ہے، جس میں عہد نبوت میں غریب مہاجر رہا کرتے تھے، ان کو اصحاب صفہ کہا جاتا ہے۔ اب اس کی شکل چبوترہ کی ہے، اس کی لمبائی ۱۲ میٹر ۴۰ فٹ اور چوڑائی ۸ میٹر ۲ فٹ ہے، زمین سے نصف میٹر بلند ہے، اور اس پر تانبے کا گھیرا بنا ہوا ہے، اور اس کے مشرق کی طرف گودام ہے، اور سامنے ہی ایک چبوترہ ہے، جو حرم نبوی کے شیخ "امام" کے بیٹھنے کے لیے بنایا گیا ہے، یہ سب حجرے اور مقامات ایک لائن میں ہیں، ان میں سب سے پہلے قبلہ رُخ حجرۂ نبوی شریف پھر حجرۂ فاطمہ، پھر دکۃ الاغوات (اغوات کا چبوترہ) ہے۔

النقا اور حاجر

مدینہ منورہ کے مغربی سمت ایک جگہ النقا اور حاجر کہی جاتی ہے، یہ جگہ پُر فضا اور پسندیدہ رہی ہے اب وہاں ریلوے اسٹیشن اور آبادی ہے، اور یہیں باب العنبر یہ ہے جہاں سے حجاج اور دوسرے زائرین عام طور پر مدینہ منورہ شہر میں داخل ہوتے ہیں۔

بقیع شریف

یہ مدینہ منورہ کا قبرستان ہے، جس کا اصل نام بقیع الغرقد ہے، غرقد عربی میں جھاڑیوں کی زمین کو کہتے ہیں[1]، بقیع شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے اب تک مدینہ منورہ کا قبرستان رہا ہے اس میں تقریباً دس ہزار صحابۂ کرام مدفون ہیں، جن میں خاص طور پر قابلِ ذکر حضرت عائشہؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات باستثناء حضرت میمونہؓ مدفون ہیں، ان کے علاوہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور دوسری صاحبزادیاں نیز نواسے حضرت حسن اور متعدد اہل خاندان ایک خطیرہ میں اور آپ کے

۱؎ یہ قبرستان بننے کے وقت غرقد کی جھاڑیوں کا خطہ تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ، چچا حضرت عباسؓ اور ان کے علاوہ خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابو سعید الخدری، حضرت نافع مولی عمر اور حضرت امام مالک رضی اللہ عنہم مختلف جگہوں پر مدفون ہیں، بقیع کی لمبائی ۵۰۰ فٹ اور چوڑائی ۲۳۳ فٹ ہے، بقیع کے متصل شمال میں وہ جگہ ہے، جس کا نام سیرت کی کتابوں میں "المناصع" بتایا گیا ہے، اب مسجد نبوی کے پاس سے ایک عمدہ سڑک بقیع کی طرف گئی ہے، اور بقیع کے قبرستان کو مزید وسیع کر دیا گیا ہے۔

فصیل شہر

سنہ ۲۶۳ھ میں مدینہ منورہ کی حفاظت کے طور پر اس کی ایک فصیل شہر بنائی گئی تھی جو برابر قائم رکھی گئی، اور آخری بار ۹۳۹ھ میں سلطان سلیمان عثمانی نے اس کو بنوایا، وہ فصیل ٹوٹی پھوٹی اب بھی پائی جاتی ہے، اس کے آٹھ دروازے تھے، باب المصری، باب الشامی باب قبا، باب البصری، باب مجیدی، باب الجمعہ، باب العوالی باب جدید، ایک باب صغیر بھی تھا، جو کچھ عرصہ ہوا منہدم ہو گیا۔

سقیفہ بنی ساعدہ

باب الشامی سے متصل یہ جگہ ہے، یہ مدینہ منورہ کے مشہور آثار میں شمار کی جاتی ہے، اسی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت کے مسئلہ پر غور و خوض کیا گیا اور یہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بحیثیت خلیفہ کے انتخاب ہوا تھا، اب یہ ایک تکونے پارک کی صورت میں شہر کے شمال مغربی حصہ میں واقع ہے۔

مناخہ

مسجد نبوی سے جنوب مغربی جانب وسط شہر میں مناخہ ایک کھلی ہوئی جگہ ہے جو گویا مدینہ منورہ کا ایک طرح کا اسٹیشن بن گیا ہے، حجاج اور دوسرے مسافروں کی موٹریں یہیں آکر رکتی، اور یہیں سے روانہ ہوتی ہیں، اس کا نام سوق المدینہ بھی ہے، اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کا بازار قرار دیا تھا، آپ نے وہاں تشریف لا کر زمین پر پیر مارا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ یہ تم لوگوں کا بازار ہے۔

مشہور کنویں اور پانی

مدینہ منورہ میں متعدد کنویں بھی ہیں، جن میں بعض تاریخی ہیں، جیسے بئر حاء، بئر بضاعۃ، بئر عروہ، بئر غرس ان تمام کنوؤں کا سیرت نبوی سے خاص تعلق ہے، ان میں بئر حاء مسجد نبوی کے شمالی دروازہ کے پاس مدینہ منورہ کی فصیل کے دروازہ مجیدی پر ہے، اور بئر بضاعہ باب شامی اور سقیفہ بنی ساعدہ کے قریب ایک مکان میں ہے اور بئر عروہ باب العنبریہ سے نکل کر تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے، اور بئر غرس قبا کے پاس ہے، اس کا پانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا، اور آپ کے لیے وقتاً فوقتاً لایا جاتا تھا، ان کے علاوہ اور بھی کنویں ہیں، شہر میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانی ان کنوؤں سے اور ایک نہر سے پہنچایا جاتا ہے، جو عین الزرقاء کہلاتی ہے، یہ نہر حضرت معاویہؓ کے حکم سے ان ہی کے عہد میں مدینہ منورہ سے دو ڈھائی میل کے فاصلے پر قباء کے عین ازرق سے نکالی گئی تھی، اس کا پانی بہت زیادہ ٹھنڈا اور بہت شیریں ہوتا ہے ہوا لگنے پر بہت جلد ٹھنڈا ہو جاتا ہے، صراحی میں بھر کر دو چار گھنٹوں کے لیے کھلی ہوا میں رکھ دیا جائے تو برف کی مانند ٹھنڈا ہو جاتا ہے، ٹھنڈک کے ساتھ غیر معمولی حد تک شیریں بھی ہوتا ہے، یہ نہر گیارہ ۱۱ بارہ ۱۲ سو توں سے تیار کی گئی ہے، اس کے علاوہ ایک نہر عین الشہداء تھی، جو خشک ہو چکی ہے، یہ مدینہ منورہ کی دو قدیم اور تاریخی نہریں ہیں، ان کے علاوہ مدینہ منورہ میں بائیس ۲۲ چشمے ہیں، جن کو یہ حیثیت حاصل نہیں۔

کھجور

مدینہ منورہ میں پھلوں کے درختوں میں سب سے وافر مقدار میں کھجور پائی جاتی ہے، یہاں اس کی تقریباً سو قسمیں ہوتی ہیں، جزیرہ نمائے عرب میں سب سے بہتر کھجور یہیں کی ہوتی ہے، یہاں اس کی کاشت کا خاص اہتمام ہے، حجاج زمزم کی طرح عام طور پر کھجوریں یہاں سے لاتے ہیں۔

ریلوے لائن

ترکوں نے حلب سے لے کر مدینہ منورہ تک ایک ریلوے لائن بھی بنائی تھی، جو اب زیر استعمال نہیں ہے اس کا اسٹیشن شہر کے جنوبی کنارے کے محلہ باب العنبریہ پر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد سے حضرت علیؓ کے عہد تک مدینہ منورہ پورے عالم اسلام کا سیاسی مرکز رہا ہے، لیکن اس کے بعد سے سیاسی جھگڑوں اور ہنگاموں سے عام طور پر اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا، اسی وجہ سے اس شہر کی اقتصادی و عمرانی حالت کچھ زیادہ ترقی یافتہ نہیں رہا۔

آثار و مضافات مدینہ منورہ

قباء

شہر مدینہ سے جنوب مغربی سمت تقریباً دو میل کے فاصلہ پر ایک آبادی ہے، اس میں بڑی شادابی ہے اور مختلف پھلوں اور میووں کے باغات ہیں، اور یہیں وہ مسجد ہے، جو اسلام کی سب سے پہلی مسجد کہلاتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت فرمائی ہے، قرآن مجید میں بھی اس کا تذکرہ ہے، فرمایا گیا "لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ" اور قباء کے رہنے والوں کے لیے فرمایا گیا "فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ" سفر ہجرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آخری منزل تھی، اس کے بعد آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد سے متصل قبلہ رُخ دو مکانوں کے نشانات ہیں، ان میں سے ایک حضرت کلثوم بن ہدم کا مکان بتایا جاتا ہے، جس میں حضورؐ قباء تشریف لانے پر مقیم ہوئے تھے، دُوسرا حضرت سعد بن خیثمہ کا بتایا جاتا ہے، جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مُلاقاتوں کے لیے اختیار کیا تھا۔

بئر اریس

بئر اریس اسی قباء میں واقع ہے، یہاں آپ نے چند صحابہؓ کو جنت کی بشارت دی تھی، اور اسی میں حضرت عثمانؓ کے عہد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وُہ انگوٹھی گر گئی تھی، جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلفائے راشدین مہر لگایا کرتے تھے، اس کنویں کا پانی کھاری تھا، روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا لعاب دہن شامل فرمایا جب سے اس کا پانی میٹھا ہے، اب یہ کنواں خشک ہوگیا ہے، اور اس کی جگہ پارک بنا دیا گیا ہے۔

مسجد ضرار

اسی قباء میں منافقین نے مُسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور اسی میں بیٹھ کر سازشی مشورے کرنے کے لیے مسجد ضرار بنائی تھی، جس کی مذمت قرآن مجید میں کی گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کے حکم سے منہدم کرایا۔

عوالی اور سُنح

قباء سے کچھ شمال مشرق میں وُہ جگہ ہے، جو عوالی کہی جاتی ہے، اس سے متصل مشرق و شمال میں حرۂ واقم ہے، حرۂ واقم کے اسی سرے پر بنی قریظہ، یہودیوں کے محل اور قلعے تھے، مدینہ منورہ کا یہ حصّہ قدرے بلند سطح زمین رکھتا ہے، عوالی میں سُنح نامی جگہ تھی.... جہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مکان اور کار خانہ تھا عوالی کا فاصلہ بھی مسجد نبوی شریف سے تقریبًا دو میل کا ہے۔

علاقہ اُحد

جبل اُحد سے متعلق پورے علاقہ کو اب اُحد کہا جاتا ہے، یہ مدینہ منورہ سے تقریبًا ڈھائی میل کے فاصلے پر واقع ہے، یہاں خود جبل اُحد تقریبًا تین میل کے رقبہ میں پھیلا ہوا ہے، وُہ دور سے دیکھنے میں کئی پہاڑوں کا مجموعہ معلوم ہوتا ہے، اس کا رنگ سُرخ ہے، اس پہاڑ تک پہونچنے سے قبل ایک چھوٹی سی پہاڑی ملتی ہے، جس پر غزوۂ اُحد کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازوں کو کھڑا کیا تھا تاکہ وُہ کفّار کی نقل و حرکت دیکھتے رہیں، اسی پہاڑی کے دامن میں وادی قناۃ ہے، جس سے کفار کی فوج کا ایک دستہ چُھپ کر آگیا تھا، اس پہاڑ اور جبل اُحد کے درمیان میں...... جو وادی اور میدان ہے اسی میں اُحد کا معرکہ پیش آیا تھا، اور اب اسی وادی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں غزوۂ اُحد میں شہید ہونے والوں کا ایک چھوٹا سا قبرستان، سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر اور بعض دوسرے آثار ہیں، اسی پہاڑ کے ایک گوشے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ اُحد میں مجروح ہونے کے بعد آرام و معالجہ فرمایا تھا، علاوہ اس کے آپ کو اس پہاڑ سے محبت تھی، آپ نے فرمایا "اُحد جبل یحبنا و نحبہ و ھو علی باب من ابواب الجنۃ" حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے جاتے تھے، اور ان شہدائے کرام کو سلام و دُعا سے نوازتے تھے اُحد کے دامن میں .... اب آبادی ہو گئی ہے، اس کا نام سیدنا حمزہ ہے۔

غابہ

اُحد کی پشت پر، کچھ فاصلے پر مشہور جنگل غابہ ہے، مدینہ منورہ سے اس کا فاصلہ تقریباً آٹھ میل ہے اب بھی یہ ایک جنگل ہے، اس میں دلدل بھی ہے، اور مختلف جانور، عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہ بڑی بھاری قیمت میں فروخت ہوا تھا، اس کی تفصیل حدیث شریف میں آئی ہے۔

زُغابہ

جبل اُحد کے جنوب مغربی حصہ سے گزرنے والی وادی مدینہ منورہ کی کئی وادیوں کا سنگم ہے، اس کا میدان زغابہ کے نام سے موسوم ہے، غزوۂ اُحد میں کفار کے لشکر کا پڑاؤ اسی میدان میں تھا، اور اسی جگہ سے براہ وادی قناۃ خالد بن الولید کا دستہ گزر کر مسلمانوں پر عقب سے حملہ آور ہوا تھا۔

وادیٔ عقیق

عقیق کے لغوی معنی اصل میں وادی کے ہیں، اور اس نام سے موسوم وادیاں جزیرۃ العرب میں متعدد ہیں، ان میں سب سے اہم مدینہ منورہ کی وادی عقیق ہے، یہ شہر کے جنوب مغرب سے شمال مشرق تک پھیلی ہوئی ہے، اور اس میں مدینہ منورہ کی ساری وادیاں آکر شامل ہو جاتی ہیں، شامل ہونے کی جگہ اس کا وہ حصہ ہے جو جبل اُحد کے پاس ہے اور زغابہ کہلاتی ہے، یہی وہ جگہ ہے، جہاں غزوۂ اُحد میں کفار کا لشکر مقیم ہوا تھا۔

مدینہ منورہ کے اطراف میں بارش ہونے کے بعد وادی عقیق خوب لبریز ہو کر بہتی ہے، اور پانی گزر جانے کے بعد عام وادیوں کی طرح پانی سے خالی ہو جاتی ہے، لیکن اس کے سیراب ہوتے رہنے کی وجہ سے اس کو خصوصی شادابی اور صحت پروری حاصل ہے، ایک زمانہ میں مدینہ منورہ کے متمولین اس وادی کے کناروں پر اپنے قصر بناتے تھے، اور لوگ شہر سے پکنک کے لیے بھی آیا کرتے تھے، بلکہ اس زمانہ میں مدینہ منورہ کے لیے وادیٔ عقیق ایک پُر فضا محلہ کی حیثیت رکھتی تھی، اور یہاں باقاعدہ آبادی بھی تھی، یہاں کے بعض کنوئیں تاریخی شہرت کے مالک ہیں، جیسے بئر عروہ بئر رومہ وغیرہ، مدینہ منورہ کے رہنے والوں اور خصوصًا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس وادی کے باشندوں کو اس وادی سے خصوصی تعلق رہا ہے، اس کا اظہار عربی ادب کی روایات اور اشعار سے بھی ہوتا ہے۔

ذوالحلیفہ

یہ مدینہ منورہ سے جنوب میں تقریباً چھ میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے، اس کو ابیار علی بھی کہتے ہیں، مدینہ منورہ کے جنوب کی جانب سفر کرنے والے قافلوں کی یہ پہلی بڑی منزل ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کئی بار اس کو منزل بنایا اور بعض مرتبہ ایک دن تک قیام فرمایا، اس کے علاوہ مدینہ منورہ کے حجاج کے لیے یہ میقات حج بھی ہے، وہ لوگ حج کے لیے یہیں سے احرام باندھتے ہیں

سیرت سے تعلق رکھنے والے دیگر اہم مقامات

طائف

طائف مکہ مکرمہ سے اصلاً ۴۰-۴۵ میل جنوب مشرق میں واقع ہے، لیکن اس وقت تک وہاں پہنچنے کے لیے ایسا سیدھا راستہ جس سے گاڑیاں آجا سکیں اور پختہ یا خام سڑک ہو نہ تھا، مکہ مکرمہ سے طائف کے لیے جو سڑک جاتی تھی، وہ چکر کھاتی ہوئی جاتی تھی، اس لیے یہ راستہ طویل ہو جاتا ہے، اس راستہ سے مکہ مکرمہ سے طائف کا فاصلہ ۱۴۶ کیلو بنایا جاتا ہے، سیدھا راستہ اگرچہ مختصر ہے، لیکن دشوار گزار تھا، اب اس پر بھی سڑک بن گئی ہے، جو پہاڑوں پر سے گزرتی ہے، اور پیچ دار ہے، صرف ۵۵ میل یعنی ۸۹ کیلومیٹر ہے، اسی راستہ میں منیٰ عرفات ملتے ہیں، اور محققین کے نزدیک اسی راستہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ کی غرض سے تشریف لے گئے تھے۔

طائف جبل السراۃ کے سلسلہ پر آباد ہے، اور حجاز کا پہاڑی شہر ہے، سطح سمندر سے اس کی بلندی پانچ ہزار فٹ بتائی گئی ہے، جس پہاڑی پر یہ شہر آباد ہے، وہ غزوان کہلاتی ہے، یہ شہر اپنے قدرتی حالات اور پیداوار کے لحاظ سے حجاز کے مقابلہ میں یمن سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔

پیچیدہ اور مزمن امراض کے مؤثر علاج
کے لیے مشہور و معروف
زمزم دواخانہ
معروف معالج
ڈاکٹر عبدالشکور
چک نمبر ۳۹ ج ب ڈاکخانہ چک نمبر ۳۸ ج ب
تحصیل وضلع فیصل آباد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قدیم وجدید مقامات کے مابین فاصلے

(فاصلے "کم" یعنی کلومیٹر میں ہیں، میل سے کلومیٹر کا تناسب ۸ کلومیٹر ۵ میل کے مساوی ہیں)

مکہ - منیٰ	۴ کم
مکہ - مزدلفہ	تقریباً ۱۰ کم
مکہ - عرفات	۲۱ کم
مکہ - طائف	۸۹ کم براہ عرفات
مکہ - طائف	۷۵ کم براہ قرن المنازل
مکہ - حدیبیہ	۲۱ کم
مکہ - جدۃ	۷۵ کم
مکہ - تنعیم	۷ کم
مکہ - سرف	۱۰ کم
مکہ - وادی فاطمہ (مرالظہران)	۲۴ کم
مکہ - عسفان	۱۰۳ کم
مکہ - مفرق	۱۳۵ کم
مکہ - رابغ	۱۸۵ کم
مکہ - مستورہ	۲۳۰ "
مکہ - بدر	۳۰۳ "
مکہ - مدینہ براہ راست	۴۵۱ "
مکہ - الجحفہ	۱۷۳ "
مکہ - قرن المنازل	۴۵ "
مکہ - ذات عرق	۹۰ "
مکہ - ذوالحلیفہ	۴۴۲ "
مکہ - یلملم	۴۵ "

مکہ - الجعرانہ	۲۷ کم
مکہ - قدید	۱۹۸ "
مکہ - حنین	۲۵ کم تقریباً
مکہ - عکاظ	۴۵ کم
مکہ - امج	۱۲۵ کم
جدہ - مفرق	۱۰۸ "
جدہ - رابغ	۱۵۸ "
جدہ - مستورہ	۲۰۳ "
جدہ - بدر	۲۷۶ "
جدہ - مدینہ	۴۲۴ "

ازمدینہ - جدید

مدینہ - ذوالحلیفہ	۹ کم
مدینہ - مسجد (المنصرف)	۸۰ کم
مدینہ - بدر	۱۴۸ "
مدینہ - مستورۃ (ودان)	۲۲۱ "
مدینہ - رابغ	۲۶۶ "
مدینہ - عسفان	۳۴۸ "
مدینہ - ینبوع	۲۲۰ "
مدینہ - مہد ذہب	۳۴ "
مدینہ - فدک	۶۰ "

مدینہ - خیبر	۱۷۳ کم
مدینہ - تیماء	۴۲۲ "
مدینہ - تبوک	۶۸۶ "
مدینہ - ریاض	۹۹۸ "
مکہ - ریاض	۹۹۷ "
ریاض - ظہران	۵۰۰ "

ازمدینہ - قدیم

مدینہ - ملل	تقریباً ۳۰ کم
مدینہ - البیالہ (الفریش)	تقریباً ۵۰ "
مدینہ - الروحاء	تقریباً ۷۰ کم
مدینہ - الاثایۃ	" ۱۱۴ "
مدینہ - العرج	۱۴۰ "
مدینہ - السقیا (ام البرک)	۱۸۰ "
مدینہ - الابواء	تقریباً ۲۰۰ "
مدینہ - عسفان	" ۳۱۸ "
مدینہ - السرف	۴۱۱ "
مدینہ - وادی الصفراء	۱۰۵ "
مدینہ - الفرع	۱۳۵ "
مدینہ - مکہ	۴۲۱ "

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سونے چاندی اور دیگر مال کیلئے مکہ مکرمہ کے رواج کے مطابق تول باٹ اور سکے

۱۔ قیراط: ۱/۴ (چوتھائی) گرام

۲۔ دانق: ۱/۲ (نصف گرام) مساوی ۲ قیراط

درہم مساوی ۶ دانق ۱۲ قیراط

۳۔ درہم: ۲.۹۷ یعنی تقریباً ۳ گرام (۱/۴ (چوتھائی) تولہ تقریباً) درہم پیمانہ بھی تھا اور سکہ بھی تھا، پیمانہ میں چوتھائی تولہ کے وزن کا، اور سکہ میں اسی کے مقدار چاندی کی قیمت کا۔

۴۔ مثقال: (دینار) مساوی ۴.۲۴ گرام ۱/۳ (تہائی) تولہ تقریباً، ایک مثقال سونے کا ایک دینار ہوتا تھا، درہم و دینار میں قیمت کا فرق ایک اور دس کا تھا اور وزن میں ۷.۰۰ اور ۱۰.۰۰ کا تھا۔

۵۔ ۱۔ اوقیہ: ۳۴.۳ گرام (پونے تین تولہ، نصف چھٹانک سے زیادہ) مساوی ۱۲ درہم یا ۸ مثقال تقریباً۔

۶۔ ۱۔ رطل: ۴۰۸ گرام (یعنی تقریباً نصف سیر سے ایک چھٹانک کم یا ایک پونڈ) مساوی ۱۲ اوقیہ

۷۔ ۱۔ قنطار: ۴۰ کیلو ۸ سو گرام (یعنی تقریباً ایک من تین ۳ سیر تیرہ ۱۳ چھٹانک)۔ مساوی ۱۰۰ رطل

کیل (ناپ) کے پیمانے غلہ جات اور پانی کیلئے مدینہ منورہ کے رواج کے مطابق

۱۔ مد: دونوں ہاتھ سے چلو بھر، جو وزن میں ۱/۳ ۱ رطل یعنی ۵۴۴ گرام تقریباً ۹ چھٹانک گیہوں کے وزن کے لحاظ سے ہوتا ہے یا ۲ رطل یعنی ۸۱۶ گرام تقریباً ۱۴ چھٹانک پانی کے وزن کے لحاظ سے ہوتا ہے۔

۲۔ صاع: چار مدوں کے برابر تھا یعنی ۵ ۱/۳ رطل یا ۲ کلو ۱۷۶ گرام گیہوں کے وزن سے یا ۸ رطل تین لیٹر ۲۶۴ ملی لیٹر پانی کے وزن سے۔

صدقہ فطر کے لیے احناف نے صاع کا زائد والا وزن یعنی ۸ رطل ہی اصل قرار دیدیا ہے، یعنی گیہوں نصف صاع یعنی پونے دو سیر، اور جو و کھجور ایک صاع یعنی ۳ ۱/۲ سیر۔

۳۔ وسق: ۶۰ صاع کے برابر تھا، یہ ایک اونٹ کے لادنے بھر کا وزن ہوتا تھا، جو گیہوں کے وزن کے اعتبار سے ۱۳۰ کلو ۵۰۰ گرام یعنی تقریباً ساڑھے تین ۳ من۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیثِ مدینہ

سید ابوالحسن ندوی

لوگوں نے مجھ سے فرمائش کی ہے کہ کچھ حجاز کی باتیں کرو، جو کچھ وہاں دیکھا ہے وہ ہمیں بھی دکھاؤ۔ مجھے یہ فرمائش بسر و چشم قبول ہے کہ ؎

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

مجھے وہ دن یاد نہیں جب مکہ اور مدینہ کا نام میرے لیے نیا تھا اور وہ پہلا دن تھا جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش اور اسلام کے گہوارے رسولؐ کے شہر دار الہجرت کے بارے میں کچھ سنا ہو۔

میں نے تمام مسلمان بچوں کی طرح ایک ایسے ماحول میں پرورش پائی جہاں حجاز اور ان دونوں متبرک شہروں کا تذکرہ ہوتا ہی رہتا ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ لوگ تیزی میں اکثر "مکہ مدینہ" کہتے تھے گویا وہ ایک ہی شہر کا نام ہے، وہ لوگ جب بھی ان میں سے کسی شہر کا ذکر کرتے تو دوسرے کا بھی ضرور ذکر کرتے۔ انہیں باتوں سے میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ دونوں ایک شہر کے نام ہیں۔ مجھے اس فرق کی تمیز اس وقت ہوئی جب میں کچھ بڑا ہو گیا اور مجھے کچھ عقل آ گئی، اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ دونوں الگ الگ مستقل شہر ہیں اور ان کی درمیانی مسافت کچھ کم نہیں ہے۔

میں نے بچپن میں جس طرح لوگوں کو جنت اور اس کی نعمتوں کا بڑے ذوق و شوق سے ذکر کرتے ہوئے سنا اسی طرح حجاز اور اس کے دونوں شہروں کا تذکرہ بھی سنا تھا۔ جنت کو حاصل کرنے اور حجاز کو دیکھنے کی تمنا اسی وقت سے میرے دل میں کروٹیں لینے لگی تھی۔

جب میں کچھ بڑا ہوا اور مجھے معلوم ہوا کہ جیتے جی جنت کو دیکھنا ممکن نہیں ہے۔ ہاں حجاز تک رسائی ممکن ہے، حجاج کے قافلے برابر آتے جاتے ہیں، تو میں نے کہا کہ پھر ایمان کی اس جنت کی سیر کیوں نہ کی جائے دن پر دن گزرتے گئے اور میں بڑھتا گیا، جب میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ اور تاریخِ اسلام کا مطالعہ کیا تو میرا پرانا شوق تازہ ہوگیا تھپکی دے دے کر سلائی ہوئی تمنائیں جاگ گئیں اور میں دن رات حج و زیارت کی تمنا میں رہنے لگا۔

پھر ایسا ہوا کہ میں اس جگہ آ پہنچا جس کی سرزمین پر نہ تو سبزہ کا فرش ہے اور نہ اس کی گود میں ندیاں کھیلتی ہیں۔ اس کے چاروں طرف جلے ہوئے پہاڑ کھڑے پہرہ دے رہے ہیں لیکن بقول حفیظؔ۔

نہ اس میں گھاس اُگتی ہے نہ اس میں پھول کھلتے ہیں
مگر اس سرزمیں سے آسماں بھی جھک کے ملتے ہیں

جب میں نے حسنِ ظاہری سے خالی یہ سرزمین دیکھی تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شہر مناظر سے کتنا تہی دست ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ میں نے یہ بھی سوچا کہ اس شہر نے انسانیت اور تمدن پر کتنا بڑا احسان کیا ہے، اگر یہ شہر جس کا دامن گلکاریوں سے خالی ہے روئے زمین پر نہ ہوتا تو دُنیا ایک سونے کا پنجرا ہوتی اور انسان محض قیدی! ـ یہی وُہ شہر ہے جس نے انسان کو دُنیا کی تنگنائے سے نکال کر وسعتوں سے آشنا کیا۔ انسانیت کو اس کی کھوئی ہوئی سرداری اور چھینی ہوئی آزادی دلائی۔ اسی شہر نے انسانیت پر لدے ہوئے بھاری بوجھوں کو اتارا، اس کے طوق و سلاسل کو جدا کیا جو ظالم بادشاہوں اور نادان قانون سازوں نے ڈال رکھے تھے۔

جس وقت میں نے یہ سوچا.... اگر یہ شہر نہ ہوتا؟ اسی وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں دُنیا کے بڑے بڑے شہروں کا اس شہر سے موازنہ کروں اور دیکھوں کہ اگر یہ شہر نہ ہوتے تو دُنیا میں تمدن اور انسانیت میں کیا کمی ہوتی! ـ میرے سامنے ایک ایک شہر آئے اور میں نے دیکھا کہ یہ تمام شہر مٹھی بھر انسانوں کے لیے زندہ اور آباد تھے۔ انہوں نے انسانیت کے سرمایہ میں کسی بڑی چیز کا اضافہ نہیں کیا۔ یہ مختلف زمانوں میں انسانیت اور تمدن کے مجرم رہے ہیں، اپنے ذرا سے فائدے کے لیے بارہا ایک شہر نے سینکڑوں شہروں کو بے چراغ کر دیا۔ ایک قوم نے بہت سی قوموں کو اپنی خوراک بنا لیا۔ کتنی بار چند آدمیوں کی وجہ سے ہزاروں لاکھوں انسان برباد ہوگئے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ دُنیا کے نقشے پر اگر یہ شہر نہ ہوتے تو انسانیت و تمدّن کا کچھ نہ بگڑتا اور دُنیا میں کوئی بڑی کمی نہ ہوتی۔

لیکن اگر مکہ نہ ہوتا تو انسانیت ان معانی و حقائق اخلاق و عقائد اور علوم و فضائل سے تہی دست ہوتی جو اس کا سب سے قیمتی سرمایہ اور اس کا سب سے بڑا محسن ہیں، اس کی بدولت دنیا نے ایمان کی اس لازوال دولت کو پھر سے پایا جسے لوگ ضائع کر چکے تھے۔ عالم نے اس صحیح علم کو پایا جو ظن و تخمین کے پردوں میں چھپ چکا تھا، عزت دنیا کو دوبارہ ملی جو سرکشوں اور ظالموں کے ہاتھوں پامال ہو چکی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ یہاں انسانیت نے جنم لیا اور تاریخ نئے سرے سے ڈھل کر نکلی۔

لیکن مجھے کیا ہوا ہے جو میں کہتا ہوں۔ اگر مکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ ہوتا..... ؟ اگر مکہ نہ ہوتا تو کیا ہو جاتا ؟ مکہ تو اپنے خشک پہاڑوں، ریتیلے ٹیلوں بلکہ خانۂ کعبہ اور زمزم کے متبرک کنویں کو اپنی گود میں لیے ہوئے چھٹی صدی مسیحی تک برابر سوتا رہا ہے اور انسانیت سسکتی اور دم توڑتی رہی ہے، لیکن اس نے مدد کا کوئی ہاتھ نہ بڑھایا۔

مکہ اس وقت تک خشک پہاڑوں اور ریتیلے ٹیلوں سے گھرا ہوا، دنیا سے الگ تھلگ اس طرح زندگی کے دن کاٹ رہا تھا گویا انسانیت کے کنبے سے اس کا کوئی جوڑ نہ تھا۔ دنیا کے نقشے سے الگ تھا۔

اس لیے مجھے یہ کہنا چاہیئے کہ مکہ نہیں بلکہ مکہ کا وہ عظیم الشان فرزند اگر نہ ہوتا جس نے تاریخ کے رُخ کو بدل دیا، زندگی کے دھارے کو موڑ دیا اور دنیا کو ایک نیا راستہ دکھایا تو دنیا کا یہ نقشہ نہ ہوتا۔

یہ سوچتے سوچتے میری آنکھوں کے سامنے چند مناظر پھر گئے۔ مجھے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے قریش کا سردار تن تنہا خانۂ کعبہ کا طواف کر رہا ہے، لوگ اس کا مذاق اڑا رہے ہیں، اس سے بدزبانی کر رہے ہیں، لیکن وہ انتہائی اطمینان کے ساتھ طواف کر رہا ہے۔

جب وہ طواف ختم کرتا ہے تو خانۂ کعبہ میں داخل ہونا چاہتا ہے لیکن خانۂ کعبہ کے کلید بردار عثمان بن طلحا سے سختی سے روکتے ہیں، سردار صبر سے کام لیتا ہے اور کہتا ہے۔ عثمان وہ دن بھی کیا ہوگا جب یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جسے چاہوں گا اسے دوں گا؟ عثمان کہتے ہیں "اس دن کیا قریش ختم ہو چکے ہوں گے؟" وہ جواب دیتا ہے "نہیں بلکہ اس دن انہیں حقیقی عزت ملے گی۔

پھر میں نے دیکھا کہ وہی سردار فتح مکہ کے دن خانۂ کعبہ کا طواف کر رہا ہے، اس کے وہ ساتھی جنہوں نے اپنے آپ کو اس پر قربان کر دیا تھا، اس کے اردگرد پروانہ وار جمع ہو رہے ہیں، اس وقت وہ کعبہ کے کلید بردار کو بلاتا ہے اور کہتا ہے "عثمان! لو یہ تمہاری کنجی ہے آج کا دن نیکی اور ایفائے عہد کا دن ہے۔"

تاریخ شاہد ہے کہ وہ شخص صرف اس کنجی کا مالک نہیں ہوا جس سے وہ خانۂ کعبہ کے دروازے کو کھول سکتا تھا۔ بلکہ اس کے پاس وہ کنجی بھی تھی جس سے وہ انسانیت کے ان تالوں کو بھی کھول سکتا تھا جو کسی حکیم اور فلسفی سے اس وقت تک نہیں کھل سکے تھے یہ کنجی قرآنِ کریم ہے جو اس پر نازل کیا گیا۔ رسالت ہے جو اسے سونپی گئی جو انسانیت کی ساری گتھیوں کو سلجھا سکتی ہے اور ہر زمانہ کی مشکلات کا حل پیش کرتی ہے۔

حج کے بعد میں اپنے شوق کے پروں پر اڑتا ہوا مدینۂ منورہ کی طرف چلا۔ محبت اور وفا کی کشش مجھے مدینۂ منورہ کی طرف بے ساختہ کھینچ رہی تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راستہ کی زحمتوں کو میں رحمت سمجھ رہا تھا اور میری نگاہ کے سامنے اس پہلے مسافر کا نقشہ گھوم رہا تھا جس کا ناقہ اسی راستے سے گیا تھا اور اس راستہ کو اپنی برکتوں سے بھر دیا تھا۔

جب میں مدینہ منورہ پہنچا تو سب سے پہلے میں نے مسجدِ نبوی میں دو رکعت نماز ادا کی اور سعادت کے نصیب ہونے پر اللہ کا شکر ادا کیا، پھر میں آپؐ کے سامنے حاضر ہوا، میں آپ کے ان احسانات کے نیچے دبا ہوا تھا جن سے عہدہ برآ ہونا ممکن نہیں۔ میں نے آپؐ پر درود و سلام پڑھا اور گواہی دی کہ بے شک آپ نے اللہ کا پیغام کما حقہ پہنچا دیا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے سونپی ہوئی امانت کو پورا پورا ادا کر دیا، امت کو سیدھی راہ دکھائی اور اللہ کی راہ میں دم واپسیں تک پوری پوری کوشش کی۔ اس کے بعد میں نے آپ کے دونوں محترم دوستوں کو سلام کیا، یہ دونوں ایسے دوست ہیں جن سے بڑھ کر مصاحبت کا حق ادا کرنے والا تاریخ انسانی میں نظر نہیں آتا اور نہ کوئی ایسا جانشین دکھائی دیتا ہے جس نے ان سے زیادہ اچھی طرح جانشینی کے فرائض کو ادا کیا ہو۔

درود و سلام سے فارغ ہو کر میں جنت البقیع کی طرف گیا، یہ زمین کا ایک چھوٹا سا قطعہ ہے جہاں صدق و صفا، مہر و وفا کا انمول خزانہ دفن ہے ؎

دفن ہوگا نہ کہیں ایسا خزانہ ہرگز

یہیں وہ لوگ سو رہے ہیں جنہوں نے آخرت کے لیے دنیا کی زندگی کو تج دیا، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے یقین اور اپنے دین کی خاطر وطن پر غریب الوطنی کو ترجیح دی۔ انہوں نے رسولؐ کے قدموں پر پڑے رہنے کے لیے رشتہ داروں اور دوست احباب کے پڑوس کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہا۔

رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه۔

بعض لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عہد کیا سچا کر دکھایا۔

یہاں سے فارغ ہو کر میں اُحد کی طرف گیا۔ اُحد وہ پاک اور دلکش سرزمین ہے جہاں محبت و وفاداری کا سب سے دلکش منظر دیکھنے میں آیا۔ اسی میدان میں انسانی تاریخ نے ایمان و یقین کو جیتے جاگتے کرداروں کی شکل میں دیکھا۔ یہیں سے بہادری اور شجاعت کے الفاظ لغت کو میسر ہوئے، اسی خطہ نے پاک محبت اور نادر دوستی کا نمونہ دنیا کو دکھایا یہاں پہنچ کر مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں انس بن نضر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سن رہا ہوں "ـــــ مجھے اُحد پہاڑ کے اسی طرف سے جنت کی خوشبو آرہی ہے ـــ" مجھے کچھ ایسا محسوس ہوا جیسے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر شہادت سن کر کہہ رہے ہوں ـــ "اب آپ کے بعد جنگ و جہاد کا کیا لطف؟ ـــ اور انسؓ بول اٹھے ہوں" ـــ لیکن آپ کے بعد زندگی کا بھی کیا مزا؟ ـــ"

اسی اُحد پہاڑ کی گود میں حضرت ابو دجانہؓ نے اپنی پشت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ڈھال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنا دیا تھا۔ تیر ابودجانہؓ کی پشت کو چھید رہے تھے لیکن انہیں جنبش بھی نہ ہوتی تھی۔ اسی جگہ حضرت طلحہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر برسنے والے تیروں کو اس طرح اپنے ہاتھوں پر لیا کہ ہاتھ شل ہو کر رہ گیا۔ اسی میدان میں حضرت حمزہؓ شہید ہوئے اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو قریش کے بڑے ناز پروردہ نوجوان تھے اسی جگہ اس حالت میں شہید ہوئے کہ ان کے لیے کفن بھی میسر نہ تھا۔ ایک کمبل تھا جس سے اگر سر چھپایا جاتا تو پیر کھل جاتے پیر ڈھانکے جاتے تو سر برہنہ ہو جاتا۔

اے کاش اُحد دُنیا والوں کو اپنی اس محبت کے خزانے سے کچھ دے دیتا، اور کاش آج دُنیا کو اس پچھلے ایمان اور یقین کا کوئی ذرہ بھی نصیب ہو جاتا۔ اگر ایسا ہو جائے تو اس دنیا کی قسمت بدل جائے اور یہ دُنیا جنت بن جائے۔

لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تم نے ہمیں قاہرہ کی سیر کرائی اور وہاں کی اہم شخصیتوں سے تعارف کرایا، تم نے دمشق اور اہلِ دمشق کی باتیں سنائیں اور وہاں کے ادباء و علماء سے ملایا، تم ہمیں شرق اوسط لے گئے اور وہاں کی سیر کرائی۔ اب حجاز اور حجاز کی نمایاں شخصیتوں کا بھی تعارف کراؤ، لیکن میں کیا کروں حجاز کی تو ایک ہی ہستی ہے جس کی باتیں کیے جائیے، جس کی وجہ سے حجاز، حجاز ہے، اور عالم اسلام عالم اسلام ہے۔ ؎

آبروئے ما ز نام مصطفےٰ است

سُورج کے سامنے ستاروں اور چراغوں اور اس کی روشنی سے روشن ہونے والے ذروں کا کیا ذکر، بس یہی حجاز کی کہانی ہے اور یہی حجاز کا تعارف!

ما انچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
اما حدیث دوست کہ تکرار می کنیم

علامہ اقبال ٹاؤن لاہور میں توحید و سُنت
کی اشاعت کا بہترین مرکز

مسجد قباء اہلحدیث
چناب بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

امیر انتظامیہ: شیخ عبدالکریم۔
جنرل سیکرٹری: محمد یونس جنجوعہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دارِ ارقم مسلمانوں کے اجتماع اور دعوت و تبلیغ کا پہلا مرکز

عبدالوکیل علوی ایم اے

مسلمانوں کی قدیم تاریخ ہمیں بتاتی ہے، کہ اسلام نے ہمیشہ ظلم و ستم، جور و جفا اور مظلومی کے زمانہ میں ترقی کی ہے، حق و صداقت اور سچائی کو جتنا دبایا جاتا ہے، اتنی ہی یہ ابھرتی ہے، کیونکہ قدرت نے اس کی فطرت میں لچک رکھی ہے جو اسے ابھارتی ہے۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

شجرِ توحید کی طیّب شاخیں جیسے جیسے پھیلنی شروع ہوئیں، حق و صداقت کے دشمنوں نے پورے تشدّد اور سختی کے ساتھ اسلام کو صفحۂ ہستی سے ملیامیٹ کرنے اور اہلِ ایمان کی بیخ کنی کرنے کے لیے شب و روز سرتوڑ کوششیں شروع کر دیں اسکے باوجود کہ منکرینِ حق اسلام کو پھیلتے اور مسلمانوں کو پھلتے پھولتے لمحہ بھر بھی گوارا کرنے کے لیے کسی صورت تیار نہ تھے، پھر بھی ان کے دلوں میں اسلام کی حقانیت کو سمجھنے کی آرزو اور خواہش پیدا ہوتی رہتی تھی، جو ان کی فطرتِ سلیمہ کی سلامتی کی علامت تھی۔

ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقریباً تین سال تک خفیہ طریقے سے دعوتِ توحید ان سعید روحوں تک پہنچاتے رہے، جو محض کسی دلیل برہان اور تفہیم و تذکیر سے اسے قبول کرنے اور اپنے آبائی دینِ شرک کو چھوڑنے پر آمادہ ہوں، اور وہ ایسے قابلِ اعتماد ہوں کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم ڈنکے کی چوٹ واشگاف الفاظ میں دعوتِ توحید کے پیغام کو شروع کرنے کا اعلانِ عام نہ فرمائیں، اس وقت تک اسے صیغۂ راز میں رکھیں، اس دوران نغمۂ توحید سن کر جامِ توحید نوش کرنے والے چھپ چھپ کر پہاڑوں کی وادیوں اور گھاٹیوں میں ربِ کائنات کے حضور سربسجود ہوتے رہے، پھر ایک روز ایسا واقعہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش آیا جس سے اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں کفارِ مکہ سے قبل از وقت ہی تصادم شروع نہ ہو جائے۔

ابن اسحاق کے بیان کے مطابق ہوا یوں کہ ایک روز مکہ کی کسی گھاٹی میں مسلمانوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر مخالفین کا پارہ چڑھ گیا۔ مسلمانوں کو مشرکین نے ایسا کرنے پر سخت سُست کہا۔ بات بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچ گئی کہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے ایک کافر کے سر پر اونٹ کی ہڈی کھینچ ماری۔ جس سے اسکا سر شدید زخمی ہو گیا۔ مغازی کی کتابوں میں اس زخمی کافر کا نام عبداللہ بن خطل بیان کیا گیا ہے۔ جو بنی تیم سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ پہلا واقعہ تھا جو ایک مسلمان کے ہاتھوں سرزد ہوا۔

اس غیر متوقع واقعہ کے بعد حالات کی سنگینی اور نزاکت کے پیشِ نظر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دُور اندیشی کا ثبوت دیتے ہوئے، ایک لمحہ ضائع کیے بغیر مسلمانوں کے لیے ایک ایسی پناہ گاہ کا انتخاب فرمایا جہاں وُہ سب اکٹھے ہو کر اجتماعی عبادت کر سکیں، اور اپنا تحفظ بھی کر سکیں۔ یہ تھا حضرت ارقم بن ابی ارقم کا گھر۔

حضرت ارقم رضی اللہ عنہ سابقین اوّلین میں سے ہیں۔ ان کا کاشانہ کوہِ صفا کے دامن میں واقع تھا۔ وہی کوہِ صفا جسکا قرآنِ پاک میں یوں ذکر ہوا ہے
اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ۔
(بلاشبہ صفا اور مروہ اللہ کے نشانوں میں سے ہیں)
یہی وُہ پہاڑی ہے جسے یہ اعزاز اور شرف خصوصیت اور فضیلت حاصل ہے کہ توحید کی پہلی صدا اس سے بلند ہوئی تھی۔ پھر یہیں سے چار دانگِ عالم میں یہ صدا پھیل گئی۔ اسی کے دامن میں واقع ایک چھوٹے سے گھر کو مسلمانوں کے اجتماع اور دعوت و تبلیغ کا مرکز بننے کا رتبہ ملا۔ اس طرح حضرت ارقم بن ابی ارقم کا گھر سب سے پہلا دارالاجتماع قرار پایا تاکہ دائرہ اسلام میں نئے داخل ہونے والے اہلِ ایمان مرکزی تربیت گاہ میں شب و روز رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہ کر براہِ راست تربیت پائیں۔ اجتماعیت کے ثمرات و فوائد سے مستفید ہوں، اور اپنے محبوب راہنما و قائد کی زیارت سے مشرف ہوں۔

اسلام کی تاریخ میں اس دار کو لازوال اور تاریخی شہرت حاصل ہوتی ہے۔ یہ شرف و فضل صرف خوش بخت و خوش قسمت صحابی حضرت ارقم بن ابی ارقم کے گھر کے حصے میں آئی ہے۔ جو دارِ ارقم کے نام سے سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے۔ مکہ معظمہ کی مشہور وادی میں واقع تھا۔ گیارہویں صدی عیسوی میں اسے دارِ خیزران کا نام دیا گیا اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ خلیفہ منصور عباسی نے اسے خرید کر اپنے بیٹے مہدی کو دے دیا تھا بعد میں مہدی نے موسیٰ، ہادی اور ہارون الرشید کی والدہ خیزران کو دے دیا۔ اس وجہ سے اسے "دارِ خیزران" بھی کہا گیا ہے۔ یہ تو زمانہ کے نشیب و فراز ہیں۔ مگر اس گھر کو جو شہرت دارارقم کے نام سے حاصل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئی وہ تا ابد رہے گی۔

خفیہ دورِ دعوت کے اختتام تک یہ گھر مسلمانوں کا مرکزِ دعوت و تبلیغ رہا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس اس میں جلوہ افروز اور جلوہ فگن رہتے تھے۔ اسی لیے شمعِ رسالت کے پروانے اسی گھر میں آکر جمع ہوتے تھے، یہ گھر ایسا مینارہ نورِ توحید ثابت ہوا کہ یہیں سے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ اور حمزہؓ ایسے بہادر شجاع تربیت پاکر میدان میں نکلے۔ جن کی مساعی اور کوشش کے نتیجے میں بہت سے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ سے سب سے پہلے ایمان کی دولت لازوال سے سرفراز ہونے والوں میں خواتین میں حضرت خدیجہؓ الکبریٰ نابالغوں میں حضرت علیؓ نوجوانوں میں حضرت ابوبکرؓ اور غلاموں میں حضرت زیدؓ بن حارثہ تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے اعلانیہ قبولِ اسلام کے بعد حضرت زبیرؓ بن عوام حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت طلحہؓ اسلام میں داخل ہوئے۔ ان کے بعد عثمانؓ بن مظعون، حضرت ابوعبیدہ، حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد اور حضرت ارقم بن ابی ارقم بھی مسلمان ہوئے۔

انہی ایام میں حضرت بلالؓ، حضرت خباب بن ارت، حضرت صہیب، حضرت عمارؓ بن یاسرؓ اور ان کی والدہ حضرت سمیہؓ اور ان کے باپ حضرت یاسر بھی شرفِ اسلام سے بہرہ یاب ہوئے۔

حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت بلالؓ، حضرت خبابؓ، حضرت صہیبؓ اور حضرت عمارؓ، حضرت یاسرؓ اور حضرت سمیہؓ نے اپنی جان پر کھیل کر بہادری شجاعت اور دلیری کی بے مثال روایات رقم کرتے ہوئے اپنے ایمان کا اظہار و اعلان کیا۔ اس پر قریش کو فکر لاحق ہوئی کہ درپردہ بہت سے لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں، ان کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی متاثر ہو سکتے ہیں، اور اپنا آبائی دین ترک کر سکتے ہیں لہٰذا ابھی ابتدا میں ہی اسے روکنا چاہیئے۔ چنانچہ مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ ایمان کو طرح طرح سے ستانا اور پریشان کرنا شروع کر دیا۔ اور ہر حربہ ہر ہتھکنڈہ، اور ہر طریقہ اس کے لیے انہوں نے استعمال کیا۔

ان حالات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند ساتھیوں کو جن کی تعداد "۸" تھی لیکر دارِ ارقم میں تشریف لے گئے، یہاں آپ تیس روز تک قیام پذیر رہے، اس دوران میں شرکاءِ دارِ ارقم کی تعداد "۳۸" تک پہنچ گئی، اس طرح گویا روزانہ ایک سعید اور پاکیزہ روح کا اضافہ ہوتا رہا، السیرۃ الحلبیہ ج اول ص۴۵۷ پر ان کی تعداد ۳۹ بھی بیان کی گئی ہے ممکن ہے اس تعداد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو بھی شامل کر لیا گیا ہو۔

دارِ ارقم وہ پہلی تربیت گاہ ہے جہاں سے تربیت گاہ ہے جہاں سے تربیت پاکر حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ اور حضرت حمزہؓ جیسے نامور اور بہادر ان میدان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں نکلے، جن کی مساعی سے فضا بھی بدل گئی یہاں ہم اس مناسبت سے ان نیک ہستیوں کے ایمان قبول کرنے کے ایمان افروز واقعات مختصر طور پر تحریر کرتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ دارِ ارقم میں

ان کا قصہ کچھ اس طرح ہے کہ قریش کا وفد جب حبشہ سے منہ کی کھا کر ناکام و نامراد لوٹا تو قریش کا غم و غصہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اور زیادہ بھڑک اٹھا مزید اشتعال اس بات پر آیا کہ نجاشی تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے متاثر ہو گیا ہے ۔ بڑے غور و خوض کے بعد فیصلہ کیا گیا ۔ کہ اب اس شخص سے نجات اور چھٹکارے کی واحد صورت یہ ہے کہ اسے بہر صورت قتل کر دیا جائے ۔ مگر بنو عبد مناف کے گھرانوں بنو ہاشم ، بنو نوفل ، بنو مطلب ، بنو امیہ سے خطرہ بھی تھا کہ وہ خون کے بدلے خون کا مطالبہ کریں گے ۔ چنانچہ قریش نے پہلے ان چار گھرانوں کے ذمہ داروں سے کہا کہ یا تو محمدؐ کو قتل کرنے کے لیے ہمارے حوالے کر دیا جائے یا پھر ہم سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ ۔ اس موقعہ پر بنو امیہ اور بنو نوفل نے عام قبائل قریش کی حمایت کی اور ان کی دوستی کو ترجیح دی مگر بنو امیہ اور بنو ہاشم ہی سے صرف ابولہب کے سوا باقی سب نے برملا اعلان کر دیا ۔

فَلَا وَاللّٰہِ لَا نُسْلِمُہ لِقَوْمٍ وَلَمَّا نُقَاتِلُ فِیْھِمْ بِالسُّیُوْفِ ۔

قسم ہے خدا کی تلواروں سے فیصلہ کیے بغیر اسے ہم کسی قوم کے حوالے نہ کریں گے ۔

یہ صورت حال دیکھ کر انہوں نے باہمی مشاورت سے طے کیا کہ ایک شخص اس کے قتل کی ذمہ داری لے تاکہ خون کے مطالبہ کے وقت صرف ایک خون دینا پڑے ، عقبہ بن ابی معیط نے اس کا بیڑا اٹھایا ۔ اتفاق سے ایک روز اس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا پایا اس موقعہ کو اس نے غنیمت سمجھا اور اپنی چادر کا پھانسی جیسا پھندا بنا کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک میں ڈال کر کسنے لگا ۔ اتنا کہ حضورؐ کی جان کے لالے پڑ گئے ۔ اسی اثنا میں حضرت ابوبکرؓ ادھر آ گئے ۔ اپنے آقا کے ساتھ یہ گستاخی دیکھ کر جوشِ محبت میں بے خود ہو گئے آپؐ کی طرف لپکے اور عقبہ کو ایسا زور دار دھکا دیا کہ وہ زمین پر آ رہا ۔ آن کی آن میں آقا کی گردن سے پھندا نکال کر آزاد کرا لیا ۔ اتنے میں چند مسلمان بھی وہاں پہنچ گئے ۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دارِ ارقم میں لے گئے ۔

ادھر عقبہ بن ابی معیط کے حامیوں اور طرفداروں نے حضرت ابوبکرؓ کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا ۔ اتنا شدید مارا کہ وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے ۔ ادھر آپؓ کے خاندان بنو تیم کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ بھاگے آئے اور زخمی حالت میں حضرت ابوبکرؓ کو اٹھا کر گھر لے گئے ۔ مشرکین نے اتنا مارا تھا کہ خاندان والوں کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ اب چند لمحوں کے مہمان ہیں جان بحق ہو جائیں گے ۔ مگر جسے اللہ رکھے اسے کون

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مار سکتا ہے تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش میں آئے تو محبتِ رسولؐ نے جوش مارا اور پہلا سوال ہی یہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے اپنی والدہ جو مسلمان تو ہو چکی تھیں مگر ابھی اپنے اسلام کا اعلان نہیں کیا تھا، کو فاطمہ بنت خطاب کے پاس بھیجا کہ وہ جا کر ان سے حضورؐ کی خیریت دریافت کریں، انہوں نے دریافت کر کے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دارِ ارقم میں خیریت سے ہیں تو خود بھی وہیں چلے گئے، اور پورا ماہ وہیں رسالتِ مآب کی رفاقت میں گزارا اور دشمنانِ دین کی نگاہوں سے اوجھل رہے اور خفیہ تبلیغ دین پورے جوش سے کرتے رہے یہ تھے دار کی رفاقت، غار کی رفاقت اور مزار کی رفاقت کے ساتھی۔

حضرت حمزہؓ کا قیام دارِ ارقم میں

ایک روز ابوجہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا پاکر آپؐ سے بدتمیزی کا سلوک کیا، آپؐ پورے تحمل اور بردباری سے سنکر برداشت کرتے رہے حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کی ایک لونڈی اس ساری صورتِ حال کا مشاہدہ کر رہی تھی، اس نے جا کر حضرت حمزہ کو، جو ابھی تک شرفِ اسلام سے بہرہ ور نہیں ہوئے تھے، ساری آنکھوں دیکھی روداد بیان کی، کہ تمہارے بھائی کی یادگار دُرِّ یتیم کے ساتھ جس بدتمیزی اور بدسلوکی کا مظاہرہ ابوجہل نے کیا ہے وہ تو ناقابلِ بیان ہے۔ لونڈی کی زبان سے بدتمیزی کی یہ روداد سن کر حمزہ اپنی کمان لے کر اٹھے اور سیدھے ابوجہل کے پاس پہنچے جو اس وقت سردارانِ قریش کی مجلس میں خانہ کعبہ کے اندر لیٹا تھا انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، پوری قوت سے اس لعین کے سر پر کمان ایسی ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا اور ساتھ ڈانٹ پلائی اور برملا کہا کہ آئندہ ایسی نازیبا حرکت نہ کرنا۔ لو میں بھی آج سے دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہوں، یہ کہہ کر حضرت حمزہ سیدھے دارِ ارقم میں پہنچے جہاں سرورِ عالم جلوہ افروز تھے، کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ اپنے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا اعلان انہوں نے اشعار میں یوں کیا۔

حَمِدْتُ اللّٰهَ حِيْنَ هَدٰى فُؤَادِیْ
اِلَى الْاِسْلَامِ وَالدِّيْنِ الْحَنِيْفِ
اَلدِّيْنُ جَاءَ مِنْ رَّبٍّ عَزِيْزٍ
خَبِيْرٍ بِالْعِبَادِ بِهِمْ لَطِيْفٍ
اِذَا تُلِيَتْ رَسَائِلُهٗ عَلَيْنَا
تَذْرِفُ دَمْعَ ذِی اللُّبِّ الْحَصِيْفِ
وَاَحْمَدُ مُصْطَفٰى فِيْنَا مُطَاعٌ
فَلَا تَغْشُوْهُ بِالْقَوْلِ الْعَنِيْفِ

ترجمہ:۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے میرے دل کو اسلام اور دینِ حنیف کی طرف رہنمائی فرمائی وہ دین جو ربِ عزیز کی طرف سے آیا ہے جو اپنے بندوں کے حالات سے پوری طرح باخبر اور ان پر مہربان ہے جب اس کے پیغامات ہمیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں تو صحیح د

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درست دانش والوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان برگزیدہ ہیں اور قابل اطاعت ہیں، لہٰذا دیکھو اسے کسی سخت بات سے تکلیف نہ دینا۔ اس طرح حضرت حمزہ کے دار ارقم میں جانے سے شرکائے دار ارقم کی تعداد ۳۹ ہو گئی۔

حضرت عمرؓ دارِ ارقم میں

حضرت عمرؓ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کے بعد مسلمان ہوئے۔ یہ وہ دور تھا، جب اہل ایمان نہایت سنگین حالات سے گزر رہے تھے مارے کھدیڑے جا رہے تھے، طرح طرح کی اذیتوں کا ہدف بنے ہوئے تھے، ایسے حالات میں حضرت عمرؓ جیسے جری بہادر اور شجاع آدمی کا ایمان لانا بڑی تقویت کا موجب تھا۔ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ "حضرت عمرؓ کا قبولِ اسلام فتح و نصرت کا سبب بنا۔ ان کی ہجرت نصرتِ خداوندی کا موجب اور ان کا عہدِ خلافت رحمت الٰہی کا باعث بنا تھا۔"

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے پہلے کفارِ مکہ کو فکر لاحق ہوئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی افرادی قوت میں مسلسل اضافہ ہوتا جا رہا ہے، اس پر انہوں نے دارالندوہ ایک مجلس منعقد کی اور باہمی صلاح و مشورہ سے طے کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تمام کرنے والے کے لیے گراں قدر انعام مقرر کیا، اس پیشکش کو عمرؓ نے قبول کیا اور اس مہم کو سر کرنے کا ذمہ لیا۔ پھر پوری طرح مسلح ہو کر اپنی مہم کی تکمیل کے لیے اپنے گھر سے نکلے۔ ابھی راستے میں ہی تھے کہ نعیم بن عبداللہ النحام سے ملاقات ہو گئی، نعیم پہلے ہی دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ انہوں نے پوچھا عمرؓ، کدھر کا ارادہ ہے؟ بولے "اس بے دین کا کام تمام کرنے جا رہا ہوں جس نے ہمارے بتوں کو برا بھلا کہا ہے، ہمیں بے وقوف، بے عقل اور احمق قرار دیا ہے، ہمارے ملی شیرازے کو بکھیر کر رکھ دیا ہے، قریش کے قبائل میں پھوٹ ڈال دی ہے" یہ سن کر نعیم نے کہا "پہلے اپنے گھر کی خبر لو، تم کیوں غرور نفس کے فریب اور دھوکے میں آ گئے ہو۔ عمرؓ نے گرجدار آواز میں پوچھا۔ کون سے گھر والے؟ نعیم بن عبداللہ نے کہا "تمہاری بہن فاطمہ اور تمہارے بہنوئی سعید بن زید دونوں محمدؐ کے دامنِ شفقت و رحمت میں پناہ لے چکے ہیں، پھر کیا تھا عمرؓ آتشِ غیظ و غضب میں جل بھن گئے، اور سیدھے بہن کے مکان کی طرف چل دیے۔ گھر میں داخل ہو کر اپنے بہنوئی کو مارنا شروع کر دیا اور خوب زد و کوب کیا کہ تم دونوں بے دین ہو گئے ہو۔ بہن نے آڑے آ کر اپنے شوہر کو بچانا چاہا مگر عمرؓ نے بہن کو بھی شدید زخمی کر دیا۔ ان کے سر سے خون بہہ نکلا، مگر دونوں نے برملا کہا عمرؓ جو چاہو کر لو اب ہم لا الٰہ الا اللہ سے پھر نہیں سکتے اور اس پر حضرت عمرؓ کا جوش و غصہ قدرے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹھنڈا پڑ گیا۔ بہن سے کہا مجھے بھی وہ کلام دکھاؤ جو تم دونوں پڑھ رہے تھے غسل کرنے کے بعد حضرت عمرؓ نے اس کلام کو جو پڑھا تو دل کی دنیا بدل چکی تھی، عمرؓ جو چند لمحے پہلے فرزند عبداللہ کا سر قلم کرنے کا عزم صمیم لیکر آیا تھا اب اسکا سر نگوں ہو چکا تھا، وہ حضرت خباب بن ارت کے ہمراہ دارِ ارقم میں مقیم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایمان کی لازوال دولت سے مالامال ہو گئے۔ اب وہ عمرؓ حضرت عمرؓ بنے اور مسلمانوں کے تبلیغی مرکزِ دعوت میں شامل ہو کر اسلام کی قوت اور شان و شوکت کا موجب بنے۔

امتاع الاسماع کے مصنف نے لکھا ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا۔ اس وقت اہل ایمان کی تعداد ایک قول کے مطابق ۳۹ مرد اور ۲۳ عورتیں، دوسرے قول کے مطابق ۴۰ مرد اور اکیس عورتیں، ایک اور قول کے مطابق ۴۵ مرد ۲۱ عورتیں تھیں۔ ایک اور قول کے مطابق صرف ۳۳ مرد تھے۔

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے بعد خانہ کعبہ میں اعلانیہ نماز ادا کی گئی۔

خفیہ دورِ دعوت کے عرصہ میں عرب کے مختلف قبائل میں سے جن حضرات نے اسلام قبول کیا۔ ان کی فہرست مولانا مودودی نے اپنی کتاب سیرت سرورِ عالم ج ۲ میں ص ۱۵۵ سے ص ۱۶۲ پر درج کی ہے جو آگے درج ہے۔

تین سال کی خفیہ دعوت میں کتنا کام ہوا

اب قبل اس کے کہ ہم اعلانیہ دعوت کے دور پر کلام شروع کریں ہمیں یہ دیکھ لینا چاہیئے۔ کہ خفیہ دعوت کے اس تین سالہ دور میں کتنا کام ہوا تھا، قریش کے کن کن قبیلوں کے کون کون اور کتنے لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور قریش سے باہر کے لوگوں اور موالی اور غلاموں اور لونڈیوں میں سے کس کس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ذیل میں ہم ان کی وہ فہرست دیتے ہیں جو بڑی تلاش و تجسس کے بعد ہم نے جمع کی ہے، کیونکہ ان کی پوری فہرست کسی جگہ بھی یک جا نہیں ملتی۔

○ بنی ہاشم میں سے:
(۱) جعفرؓ بن ابی طالب
(۲) ان کی بیوی اسماءؓ بنت عمیس خثعمیہ (یہ غیر قریش میں سے تھیں)
(۳) صفیہؓ بنت عبدالمطلب (حضورؐ کی پھوپھی اور حضرت زبیرؓ کی والدہ)
(۴) أروىؓ، بنت عبدالمطلب (طلیبؓ بن عمیر کی والدہ اور حضورؐ کی پھوپھی)۔

○ بنی المطلب میں سے: (۵) عبیدہؓ بن الحارث بن مطلب۔

بنی عبد شمس بن عبد مناف میں سے: (۶) ابوحذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۷) اُن کی بیوی سہلہؓ بنت سہیل بن عمرو۔

○ بنی اُمیہ میں سے: (۸) عثمانؓ بن عفان

(۹) اُن کی والدہ اروئیؓ بنت کُریز۔

(۱۰) خالد بن سعید بن العاص بن اُمیہ (ابواحیحہ ان کے باپ سعید کی کنیت تھی)۔

(۱۱) اُن کی بیوی امیمہؓ بنت خلف الخزاعیہ (بعض نے اُن کا نام اُمینہ لکھا ہے)

(۱۲) اُم حبیبہؓ بنت ابی سفیان (پہلے عبیداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں، بعد میں ان کو اُم المؤمنین بننے کا شرف حاصل ہوا)۔

○ خلفائے بنی امیہ میں سے: (۱۳) عبداللہ بن جحش بن رئاب

(۱۴) ابواحمد بن جحش

(۱۵) عبیداللہ بن جحش

(یہ بنی غنم بن دودان میں سے تھے حضورؐ کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے اور اُم المؤمنین حضرت زینبؓ کے بھائی تھے)

○ بنی تیم میں سے: (۱۶) اسماءؓ بنت ابی بکرؓ

(۱۷) اُم رومانؓ (حضرت ابوبکرؓ کی اہلیہ اور حضرت عائشہؓ اور عبدالرحمن بن ابی بکر کی والدہ)۔

(۱۸) طلحہؓ بن عبیداللہ۔

(۱۹) اُن کی والدہ صعبہؓ بنت الحضرمی

(۲۰) حارثؓ بن خالد۔

○ خلفائے بنی تیم میں سے: (۲۱) صہیبؓ بن سنان الرومی

○ بنی اسد بن عبدالعزیٰ میں سے: (۲۲) زبیرؓ بن العوام (حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے اور حضورؐ کے پھوپھی زاد بھائی)۔

(۲۳) خالدؓ بن حزام (حکیم بن حزام کے بھائی اور حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے)

(۲۴) اسودؓ بن نوفل۔

(۲۵) عمروؓ بن اُمیہ

○ بنی عبدالعزیٰ بن قصی میں سے: (۲۶) یزیدؓ بن زمعہ بن الاسود

○ بنی زہرہ میں سے: (۲۷) عبدالرحمنؓ بن عوف

(۲۸) اُن کی والدہ شفاءؓ بنت عوف۔

(۲۹) سعد بن ابی وقاص (ابووقاص کا اصل نام مالک بن اہیب تھا)۔

(۳۰) ان کے بھائی عامرؓ بن ابی وقاص۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳۱) ان کے بھائی عامرؓ بن ابی وقاص۔

(۳۲) مطلبؓ بن ازہر (عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے چچازاد بھائی)

(۳۳) ان کی بیوی رملہؓ بنت ابی عوف سہمیہ۔

(۳۴) طلیبؓ بن ازہر۔

(۳۵) عبداللہؓ بن شہاب (یہ ننہیال کی طرف سے امام زُہری کے جد تھے)

○ حُلفائے بنی زُہرہ میں سے: (۳۶) عبداللہؓ بن مسعود (یہ قبیلۂ ہُذیل میں سے تھے اور مکہ میں بنی زُہرہ کے حلیف کی حیثیت سے رہتے تھے)

(۳۷) عُتبہؓ بن مسعود (برادر عبداللہؓ بن مسعود)

(۳۸) مقدادؓ بن عمرو الکندی (اسود بن عبدیغوث زُہری نے ان کو اپنا حلیف اور مُتبنّٰی بنا رکھا تھا)۔

(۳۹) خبابؓ بن الارتّ۔

(۴۰) شرحبیلؓ بن حسنہ الکندی

(۴۱) جابرؓ بن حسنہ (شرحبیلؓ بن حسنہ کے بھائی)

(۴۲) جُنادہؓ بن حسنہ (شرحبیلؓ بن حسنہ کے بھائی)۔

○ بنی عدی میں سے: (۴۳) سعیدؓ بن زید بن عمرو بن نفیل (حضرت عمرؓ کے بہنوئی اور چچازاد بھائی)۔

(۴۴) ان کی بیوی فاطمہؓ بنت الخطّاب (حضرت عمرؓ کی بہن)۔

(۴۵) زیدؓ بن الخطّاب (حضرت عمرؓ کے بڑے بھائی)۔

(۴۶) عامرؓ بن ربیعہ العنزی (حلیف بنی عدی، خطاب نے ان کو بیٹا بنا رکھا تھا۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ العنزی تھی)۔

(۴۷) ان کی بیوی لیلیٰؓ بنت ابی حثمہ۔

(۴۸) معمرؓ بن عبداللہ بن نضلہ۔

(۴۹) نعیمؓ بن عبداللہ النحام۔

(۵۰) عدیؓ بن نضلہ۔

(۵۱) عروہؓ بن ابی اُثاثہ (عمرو بن العاص کے ماں جائے بھائی)۔

(۵۲) مسعودؓ بن سوید بن حارثہ بن نضلہ۔

○ حُلفائے بنی عدی میں سے: (۵۳) واقد بن عبداللہ (ان کو بھی خطاب نے حلیف اور متبنّٰی بنا

WWW.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھا تھا)

(۵۴) خالدؓ بن بکیر بن عبد یالیل اللیثی

(۵۵) ایاسؓ بن بکیر بن عبد یالیل اللیثی

(۵۶) عامرؓ " " " "

(۵۷) عاقلؓ " " "

○ بنی عبدالدار میں سے:

(۵۸) مصعبؓ بن عمیر۔

(۵۹) ابوالرومؓ بن عمیر (مصعبؓ بن عمیر کے بھائی)۔

(۶۰) فراسؓ بن النضر۔

(۶۱) جہمؓ بن قیس۔

○ بنی جمح میں سے:

(۶۲) عثمانؓ بن مظعون۔

(۶۳) ان کے بھائی قدامہؓ بن مظعون۔

(۶۴) ان کے بھائی عبداللہؓ بن مظعون۔

(۶۵) سائبؓ بن عثمانؓ بن مظعون۔

(۶۶) معمرؓ بن الحارث بن معمر

(۶۷) ان کے بھائی حاطبؓ بن الحارث۔

(۶۸) ان کی بیوی فاطمہؓ بنت مجلل العامریہ۔

(۶۹) معمرؓ کے بھائی حطابؓ بن الحارث۔

(۷۰) ان کی بیوی فکیہہؓ بنت یسار۔

(۷۱) سفیانؓ بن معمر۔

(۷۲) نبیہؓ بن عثمان۔

○ بنی سہم میں سے:

(۷۳) عبداللہؓ بن حذافہ۔

(۷۴) خنیسؓ بن حذافہ (حضرت عمرؓ کے داماد، ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے پہلے شوہر)۔

(۷۵) ہشامؓ بن العاص بن وائل۔

(۷۶) حارثؓ بن قیس۔

(۷۷) ان کے بیٹے بشرؓ بن حارث۔

(۷۸) ان کے دوسرے بیٹے معمرؓ بن حارث۔

(۷۹) قیسؓ بن حذافہ (عبداللہؓ بن حذافہ کے بھائی)۔

(۸۰) ابوقیسؓ بن الحارث۔

(۸۱) عبداللہؓ بن الحارث۔

(۸۲) سائبؓ بن الحارث۔

(۸۳) حجاجؓ بن الحارث۔

(۸۴) بشرؓ بن الحارث۔

(۸۵) سعیدؓ بن الحارث۔

○ حلفائے بنی سہم میں سے:

(۸۶) عمیرؓ بن رئاب

(۸۷) محمیہؓ بن الجزء (یہ حضرت عباسؓ کی بیوی امّ الفضلؓ کے ماں جائے بھائی تھے)۔

○ بنی مخزوم میں سے:

(۸۸) ابوسلمہ عبداللہؓ بن عبدالاسد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(حضورؐ کے پھوپھی زاد اور رضاعی بھائی۔ امّ المؤمنین امّ سلمہؓ کے پہلے شوہر)۔

(۸۹) ان کی بیوی ام سلمہؓ (یہ اور ان کے شوہر ابو سلمہؓ ابو جہل کے قریبی رشتہ دار تھے)۔

(۹۰) ارقمؓ بن ابی الارقم (جن کے دار ارقم کا پہلے ذکر ہو چکا ہے)۔

(۹۱) عیاشؓ بن ابی ربیعہ (ابو جہل کے ماں جائے بھائی حضرت خالدؓ بن ولید کے چچا زاد بھائی)۔

(۹۲) اُن کی بیوی اسماءؓ بنت سلامہ تمیمیہ۔

(۹۳) ولیدؓ بن ولید بن مغیرہ۔

(۹۴) ہشامؓ بن ابی حذیفہ۔

(۹۵) سلمہؓ بن ہشام۔

(۹۶) ہاشمؓ بن ابی حذیفہ۔

(۹۷) ہبارؓ بن سفیان۔

(۹۸) ان کے بھائی عبداللہؓ بن سفیان۔

○ حلفائے بنی مخزوم میں سے: (۹۹) یاسرؓ (عمارؓ بن یاسر کے والد)۔

(۱۰۰) عمارؓ بن یاسر۔

(۱۰۱) ان کے بھائی عبداللہؓ بن یاسر۔

○ بنی عامر بن لوئیؓ میں سے: (۱۰۲) ابو سبرہؓ بن ابی رہم (حضورؐ کی پھوپھی برّہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے)۔

(۱۰۳) ان کی بیوی ام کلثومؓ بنت سہیل بن عمرو (ابو جندلؓ کی بہن)

(۱۰۴) عبداللہؓ بن سہیل بن عمرو۔

(۱۰۵) حاطبؓ بن عمرو (سہیل بن عمرو کے بھائی)۔

(۱۰۶) سلیطؓ بن عمرو (سہیل بن عمرو کے بھائی۔ اصابہ میں ان کو سہیل بن عمرو کا بھتیجا لکھا ہے)۔

(۱۰۷) سکرانؓ بن عمرو (سہیل بن عمرو کے بھائی۔ یہ اُمّ المؤمنین حضرت سودہؓ بنت زمعہ کے پہلے شوہر تھے)۔

(۱۰۸) ان کی بیوی سودہؓ بنت زمعہ (جو سکرانؓ کی وفات کے بعد ام المؤمنین بنیں)۔

(۱۰۹) سلیطؓ بن عمرو کی بیوی یقظہؓ بنت علقمہ (اصابہ میں اُمّ یقظہ لکھا ہے اور ابن سعد نے فاطمہ بنت علقمہ ان کا نام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بتایا ہے)۔

(۱۱۰) مالکؓ بن زمعہ (حضرت سودہؓ کے بھائی)۔

(۱۱۱) ابن اُمِّ کلثومؓ۔

○ بنی فہر بن مالک میں سے: (۱۱۲) ابوعبیدہؓ بن الجراح۔

(۱۱۳) سہیلؓ بن بیضاء۔

(۱۱۴) سعیدؓ بن قیس۔

(۱۱۵) عمروؓ بن الحارث بن زُہیر۔

(۱۱۶) عثمانؓ بن عبدغنم بن زُہیر (حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے پھوپھی زاد بھائی)

(۱۱۷) حارثؓ بن سعید۔

○ بنی عبدقصی میں سے: (۱۱۸) طُلیبؓ بن عُمیر (حضورؐ کی پھوپھی اروی بنت عبدالمطلب کے بیٹے)۔

یہ وُہ لوگ تھے جو قریش کے بڑے بڑے خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے علاوہ ایک اچھی خاصی تعداد موالی، غلاموں اور لونڈیوں کی بھی تھی جنہوں نے خُفیہ دعوت کے اِن تین سالوں میں اسلام قبُول کیا۔ ان کے نام یہ ہیں:۔

(۱۱۹) اُم ایمنؓ برکہ بنت ثعلبہ جنہوں نے بچپن سے حضورؐ کو گود میں پالا تھا۔

(۱۲۰) زنیرہؓ رومیہ، عمرو بن المؤمل کی آزاد کردہ لونڈی۔

(۱۲۱) بلالؓ بن رباح۔ یہ اُمیّہ بن خلف کے غلام تھے۔

(۱۲۲) ان کی والدہ حمامہؓ۔

(۱۲۳) ابوفکیہہؓ یسار الجہنی، صفوان بن اُمیّہ کے آزاد کردہ غلام۔

(۱۲۴) لبینہؓ، مؤمّل بن حبیب کی لونڈی۔

(۱۲۵) اُمِّ عبیسؓ، بنی تیم بن مُرّہ یا بنی زُہرہ کی لونڈی (پہلا قول زُبیر بن بکّار کا ہے اور دُوسرا بلاذُری کا)۔

(۱۲۶) عامرؓ بن فُہیرہ، طفیل بن عبداللہ کے غلام۔

(۱۲۷) سمیّہؓ (حضرت عمار بن یاسر کی والدہ اور ابوحذیفہ بن مغیرہ مخزومی کی لونڈی)۔

ان کے علاوہ غیر قریش میں سے جن لوگوں نے مکّہ کے ابتدائی دَور میں اسلام قبول کیا وُہ یہ تھے۔

(۱۲۸) محجنؓ بن الادرع الاسلمی۔

(۱۲۹) مسعودؓ بن ربیعہ بن عمرو۔ یہ بنی الھون بن خزیمہ کے قبیلۂ قارہ سے تھے۔

اس طرح ابتدائی چار مسلمانوں کے ساتھ ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲۹ کے ملنے سے اُن لوگوں کی کُل تعداد ۱۳۳ بن جاتی ہے جو حضورؐ کی دعوتِ عام شروع ہونے سے پہلے آپؐ پر ایمان لاکر جماعت مسلمین میں شامل ہو چکے تھے۔ یہ وہ صحیح الفکر اور سلیم الفطرت لوگ تھے جنہوں نے محض دلیل اور افہام و تفہیم سے شرک کی بُرائی کو سمجھا، توحید کی حقیقت کو مانا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول تسلیم کیا، قرآن کو کلامِ الٰہی کی حیثیت سے اپنے لیے سرچشمۂ ہدایت قرار دیا، اور اور آخرت کی زندگی کو یقینی حقیقت سمجھا۔ اتنے مخلص اور دینی فہم رکھنے والے کارکن تیار کر لینے کے بعد حضورؐ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے علی الاعلان دعوتِ اسلام کا کام شروع فرمایا۔

اعلیٰ عمدہ اور دیدہ زیب

دعوۃ الحق ڈائری ۱۹۹۲ء

منظرِ عام پر آچکی ہے

پیشکش:- ایم اے غضنفر

ایڈیٹر:- مجلۃ دعوۃ الحق

۴۷۶- راوی بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخ کعبہ

مولانا عبد الرحمان لدھیانوی

دُنیا میں اللہ کا پہلا گھر (بیت اللہ) اور مُسلمانوں کا قبلہ جو مکہ مکرمہ میں مسجد الحرام کے تقریباً عین وسط میں واقع ہے۔

اسمائے کعبہ

علمائے کعبے کے چند اسما لکھے ہیں:

۱۔ کعبہ :- یہ نام کعبے کی تکعیب، یعنی مربع ہونے کی وجہ سے پڑ گیا ہے۔ لغت کے اعتبار سے ہر بلند اور مربع عمارت کو کعبہ کہتے ہیں۔ ۲۔ بیت الحرام۔ ۳: بکہ۔ بکہ کے معنی توڑ دینے کے ہیں۔ کعبے کو بکہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ سرکش لوگوں کی گردنوں کو توڑ دیتا ہے۔ یہ نام مکہ مکرمہ کا بھی ہے۔ ۴۔ البیت العتیق : چونکہ یہ گھر سرکش لوگوں کے تصرف سے آزاد رہا ہے، اس لیے اس کو یہ نام دیا گیا ہے۔

کعبے کا نام، خانۂ کعبہ کی مکعب نما شکل سے تعلق رکھتا ہے لیکن یہ عمارت صرف سرسری نظر میں مکعب نما ہے، ورنہ حقیقت میں اس کا نقشہ ایک بے قاعدہ مستطیل کا ہے۔ وہ دیوار جس کا رُخ شمال مشرق کی طرف ہے اور جس میں دروازہ ہے (یعنی کعبے کے سامنے کا رُخ) اور مقابل کی دیوار (کعبے کی پشت) چالیس چالیس فٹ لمبی ہیں، دوسری دو ۳۵، ۳۵ فٹ اور بلندی ۵۰ فٹ ہے۔ کعبے کی عمارت میں سیاہی مائل بھورے پتھر کے تودے استعمال کیے گئے ہیں جو مکے کے ارد گرد کے پہاڑوں میں ملتا ہے۔ عمارت کی کرسی سنگ مرمر کی ہے۔ یہ دس انچ اونچی ہے اور کوئی فٹ بھر دیواروں سے باہر نکلی ہوئی ہے۔ کعبے کے مرکز سے اگر چار لکیریں چاروں کونوں (ارکان) سے گزرتی ہوئی کھینچی جائیں تو وہ کم و بیش قطب نما کی چار جہتوں کا پتہ دیں گی۔ اگر چاروں دیواروں کے مرکزوں سے عمودی خط کھینچے جائیں تو ان کی سمت شمال مشرق، شمال مغرب، جنوب مغرب اور جنوب مشرق ہوگی۔ شمالی کونہ الرکن الشامی،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنوبی الرکن الیمانی اور مشرقی (حجرِ اسود کی رعایت سے) الرکن الاسود کہلاتا ہے۔

کعبے کی چاروں دیواریں ایک سیاہ پردے یا غلاف سے ڈھکی رہتی ہیں جو زمین تک لٹکتا ہے اور جس کا زیریں کنارہ تانبے کے ان حلقوں سے بندھا رہتا ہے جو دیواروں میں جڑے ہوئے ہیں۔ کعبے کو غلاف پہنانے کا رواج قدیم ترین زمانے سے چلا آ رہا ہے اور اسلام نے اس کو باقی رکھا۔ اس سلسلے میں پہلا نام تبّع اسعد الحمیری کا لیا جاتا ہے۔ قبل از اسلام خالد بن جعفر بن کلاب نے کعبے کو ریشمی غلاف پہنایا جب قریشِ مکہ نے از سرِ نو کعبے کی تعمیر کی تو اسے خوبصورت غلاف پہنایا۔ الازرقی کے مطابق رسولِ اکرم ﷺ نے کعبے کو یمنی کپڑے کا غلاف پہنایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رض، حضرت عمر رض اور حضرت عثمان رض اپنے اپنے عہدِ خلافت میں عمدہ مصری کپڑے کا غلاف چڑھایا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رض اور حضرت معاویہ رض بھی ریشمی غلاف چڑھایا کرتے تھے۔ ہر سال محرم کی دسویں تاریخ کو کعبے پر غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ آگے چل کر خلفائے بنو امیہ میں سے یزید بن معاویہ رض اور عبدالملک بن مروان اور عباسی خلفاء میں سے خلیفہ مامون الرشید اور المتوکل نے بھی اس رسم کو قائم رکھا خلیفہ مامون نے تین غلاف چڑھانے شروع کیے۔ ۱۔ سرخ ریشمی غلاف، ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ کو۔ ۲۔ قباطی (مصری) غلاف یکم رجب کو۔ ۳۔ سفید ریشمی غلاف ۲۷ رمضان المبارک کو۔

پردے میں صرف دو شگاف ہیں، ایک میزاب (پرنالے) کے لیے اور دوسرا دروازے کے لیے۔

کسوۃ مدت تک ہر سال مصر میں تیار ہوتا رہا پھر ہند اور پاکستان میں بھی تیار ہوتا اور حاجیوں کے ایک خاص قافلے کے ہمراہ مکے پہنچتا رہا۔ اب یہ غلافِ کعبہ مقامی دارالکسوۃ میں تیار ہوتا ہے۔ پرانا غلاف ۲۸ ذوالقعدہ کو اتار دیا جاتا تھا اور عارضی طور پر ایک سفید غلاف جو زمین سے تقریباً چھ فٹ اونچا رہتا تھا، چڑھا دیا جاتا تھا۔ اس موقع پر کہا جاتا کہ کعبے نے احرام باندھ لیا۔

ابن جبیر نے اپنے سفرنامے میں لکھا ہے کہ ۲۷ ذوالقعدہ کو کعبے کے غلاف کو آٹھ نو فٹ اوپر کی جانب چاروں طرف سے سمیٹ دیا جاتا ہے۔ اسے کعبے کا احرام کہا جاتا ہے۔ بقول ابن جبیر ہمیشہ سے یہی دستور رہا ہے۔ الفاسی کے مطابق ان کے زمانے میں ۲۵ ذوالقعدہ کو ہر سال کعبے کے غلاف کو اوپر کی جانب چاروں طرف سے سمیٹ دیا جاتا تھا اب بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہ عمل پہلے عصر کی نماز کے بعد انجام دیا جاتا تھا پھر دن کے آغاز میں اس کا رواج ہو گیا۔ حج کے اختتام پر نیا غلاف چڑھا دیا جاتا ہے۔ دروازے کے لیے ایک علیحدہ پردہ ہوتا ہے جسے البرقع کہتے ہیں۔

کسوۃ سیاہ کمخواب کا ہوتا ہے جس میں کلمۂ شہادت بُنا ہوتا ہے۔ اس کی دو تہائی بلندی پر ایک زردوزی کے کام کی پٹی ہوتی ہے جس پر قرآن مجید کی آیات خوشخط لکھی ہوتی ہیں۔ غلافِ کعبہ ہر سال بدلا جاتا ہے اور اس کی ذرا سی کترن بھی تبرک سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ بنو شیبہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو کعبے کے دربان چلے آتے ہیں۔ اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے تبرک کے طور پر تقسیم اور بعض اوقات فروخت کر دیا کرتے تھے، مگر اب سعودی عرب کی حکومت کعبے کی متولی ہے اور موجودہ حکومت نے غلاف کے اجزاء کو فروخت کرنے کی ممانعت کر دی ہے۔

شمال مشرقی دیوار میں زمین سے کوئی سات فٹ اونچا کعبے کا دروازہ ہے۔ جس کے کچھ حصّوں پر چاندی کے پترے چڑھے ہوئے ہیں۔ پرانے زمانے میں ہر رات دہلیز پر شمعوں کی قطار جلا کرتی تھی مگر موجودہ دور میں برقی روشنی کی وجہ سے اس کا رواج باقی نہیں رہا۔ جب دروازہ کھلتا ہے تو ایک پہیے دار زینہ دھکیل کر اس کے برابر لگا دیا جاتا ہے۔ یہ زینہ جب استعمال میں نہیں ہوتا تو چاہِ زمزم اور بابِ بنو شیبہ کے درمیان کھڑا رہتا ہے۔

کعبے کی چھت تین چوبی ستونوں پر قائم ہے جس پر پہنچنے کے لیے ایک سیڑھی بھی ہے۔ یہاں بہت سی سنہری اور روپہلی قندیلیں لٹک رہی ہیں۔ اس کے سوا اور کوئی ساز و سامان نہیں۔ اندرونی دیواروں پر عمارت کی تجدید و مرمت کے متعلق کئی کتبے ہیں۔ فرش سنگِ مرمر کی سلوں کا ہے۔ بیرونِ کعبہ مشرقی کونے میں فرش سے تقریباً پانچ فٹ بلندی پر، دروازے کے قریب ہی الحجر الاسود دیوار میں نصب ہے۔ اب اس کے تین بڑے اور کئی چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہیں جو ایک دوسرے سے پیوست ہیں۔ ان کے گرد ایک پتھر کا ہالہ ہے اور اس ہالے پر ایک چاندی کا حلقہ چڑھا ہوا ہے۔ حجرِ اسود کی سطح زائرین کے چھونے اور چومنے سے گھس گھس کر صاف شفاف ہوگئی ہے علی بے (۲:۷۶) نے اس کا خاکہ دیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ سطح میں اونچ نیچ سی پیدا ہوگئی ہے۔ حجرِ اسود کی رنگت سرخی مائل سیاہ ہے جس میں سرخ اور زرد ریزے جھلکتے ہیں۔ دیوار کا وہ حصّہ جو حجرِ اسود اور دروازے کے درمیان ہے الملتزم (جہاں چپکا جائے) کہلاتا ہے۔ کیونکہ طواف کرنے والے دُعا اور آہ و زاری کرتے وقت اس الملتزم سے لپٹ جاتے ہیں کعبے کے باہر کی طرف ایک سنہری پرنالہ (میزاب) شمال مغربی دیوار کے بالائی کنارے سے نیچے نکلا ہوا ہے۔ یہ پرنالہ "میزاب الرحمۃ" کے نام سے موسوم ہے۔ بارش کا پانی پرنالے کے ذریعے نیچے پتھر کے فرش پر گرتا ہے جو اس جگہ پچی کاری سے مزین ہے۔ کعبے کے چاروں طرف سنگِ مرمر کا فرش ہے۔

شمال مغربی دیوار کے سامنے مگر اس سے جدا سفید سنگِ مرمر کی ایک نیم مدوّر دیوار (حطیم) ہے۔ یہ تین فٹ اونچی ہے اور تقریباً پانچ فٹ موٹی۔ اس کے سرے کعبے کے شمالی اور مشرقی کونوں سے تقریباً چھ فٹ کے فاصلے پر ہیں۔ حطیم اور کعبے کے درمیان جو نصف دائرے کی شکل کا قطعہ ہے اسے خاص تقدس حاصل ہے، دراصل یہ کعبے کا حصّہ ہے اسی لیے طواف کے وقت اس کے اندر داخل نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے بلکہ اس کے گرد ہو کر جس قدر ممکن ہو گزرتے ہیں۔ یہ قطعہ الحجر (یا حجرِ اسمٰعیلؑ) کے نام سے موسوم ہے۔ جس پر طواف کیا جاتا ہے، مطاف کہلاتا ہے۔

مطاف اور اس کے گرد و نواح کی صُورت ہمیشہ یکساں نہیں رہی۔ البتہ مطاف میں داخل ہونیوالا دروازہ (باب السّلام) بدستور قائم ہے۔ ۱۹۵۶ء کی توسیع وتزئین کے دوران میں مطاف میں نیا فرش لگایا گیا تھا۔ کچھ عرصہ پہلے مطاف کے ساتھ ساتھ اکتیس یا بتیس نازک پتلے ستون نصب تھے اور ہر دو ستونوں کے درمیان سات قندیلیں آویزاں تھیں جو شام کے وقت روشن کی جاتی تھیں (اب بجلی کی خوبصورت ٹیوبیں نصب ہیں) باب بنی شیبہ ایک محراب ہے جو کعبے کی شمال مشرقی دیوار کے مقابل واقع ہے اور جہاں سے مطاف میں داخل ہوتے ہیں۔ اس محراب اور کعبے کے درمیان ایک چھوٹی سی قبّہ دار عمارت ہے جو مقامِ ابراہیم کہلاتی ہے۔ اس میں ایک پتھّر رکھا ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ تعمیر کعبہ کے وقت اس پر کھڑے ہوئے تھے۔ مشرقی سیّاحوں اور مؤرخوں کے بیان کے مطابق یہ ایک نرم پتھّر ہے۔ جس پر حضرت ابراہیمؑ کے نقشِ قدم اب تک دکھائی دیتے ہیں۔ المھدی بن المنصور عباسی (م ۱۶۹ھ) کے عہدِ خلافت میں اس پتھّر پر حفاظت کے لیے ایک سہری حلقہ چڑھا دیا گیا تھا۔ مقامِ ابراہیمؑ کے علاوہ اسی شمال شرقی دیوارِ کعبہ کے سامنے مگر مقامِ ابراہیمؑ سے ذرا شمال کی طرف سفید سنگِ مرمر کا منبر ہے۔ باب بنی شیبہ کے نزدیک مدخل کے بائیں ہاتھ اور حجرِ اسود کے عین سامنے وہ "قبہ" ہے، جس کے اندر چاہِ زمزم واقع ہے۔ فرشِ زمین پر کمرے کے اندر یہ ایک کنواں ہے جو تمام کا تمام پختہ ہے۔ اس پر برقی رَو سے چلنے والے ٹیوب ویل لگے ہوئے ہیں۔ سپاٹ چھت کے ایک حصّے پر چھوٹا سا مسقّف معلّی ہے جس کے اُوپر ایک گنبدی سی بنی ہوئی ہے۔ ۱۹۵۶ء کی تعمیر و توسیع کے سلسلے میں صفا و مروہ کا سارا راستہ بڑی خوبصورتی سے پختہ اور مسقّف کر دیا گیا ہے۔

تاریخ کعبہ

کعبے کی تعمیر کے سلسلے میں مختلف روایات مذکور ہیں۔ بقول الازرقی کعبے کو سب سے پہلے فرشتوں نے تعمیر کیا۔ اس وقت حضرت آدمؑ کو پیدا بھی نہیں کیا گیا تھا۔ اس کے اثبات میں وہ حضرت زین العابدینؒ سے منقول ایک روایت پیش کرتے ہیں۔ مزید برآں حضرت ابن عباسؓ سے بھی ایک روایت منقول ہے۔ النووی نے بھی اپنی کتاب "تہذیب الاسماء واللغات" میں فرشتوں کی تعمیرِ کعبہ کا ذکر کیا اور اسے کعبہ کی اولین تعمیر قرار دیا۔ اس کے بعد حضرت آدمؑ نے کعبے کی تعمیر کی۔ اس کے اثبات میں البیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں ایک مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ رسُول اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو حضرت آدمؑ و حوا کی طرف بھیجا اور ان کو کعبے کی تعمیر کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تعمیل ارشاد کی۔ جب تعمیر مکمل ہو گئی تو ان کو طواف کا حکم دیا گیا۔ پھر مرورِ زمانہ کے بعد حضرت نوحؑ نے کعبے کا حج کیا۔ الازرقی نے بھی آدمؑ کی تعمیر کعبہ کا ذکر کیا اور اس کی تائید میں دو روایات نقل کی ہیں۔ مشہور محدث عبدالرزاق اپنی کتاب "المصنف" میں لکھتے ہیں کہ آدمؑ نے کعبے کی تعمیر میں پانچ پہاڑوں یعنی لبنان، طورِ زیتا، طورِ سینا، الجودی اور حرا کے پتھر استعمال کیے۔ بقول المحب الطبری کعبے کی بنیادوں میں حرا کے پتھر استعمال کیے گئے تھے۔ حضرت آدمؑ کی تعمیر کے بعد ان کے بیٹے شیثؑ نے بھی کعبے کی تعمیرِ ثانی میں حصہ لیا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ کی تعمیر کا ذکر تو خود قرآن کریم نے کیا ہے۔ ابن الحاج المالکی کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے کعبے کی جو بنیاد رکھی، وہ پچھلی جانب سے گول تھی۔ اس کے دو کونے (رکن) تھے اور دونوں رکنِ یمانی کہلاتے تھے۔ قریش نے اس کے چار ارکان تعمیر کیے۔

الفاکہی، حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کا تیار کردہ کعبہ جب گر گیا تو قبیلہ جرہم نے اس کو تعمیر کیا جب مرورِ زمانہ سے کعبے کی عمارت پھر منہدم ہو گئی تو قبیلہ جرہم نے اس کو تعمیر کیا۔ جب مرورِ زمانہ سے کعبے کی عمارت پھر منہدم ہو گئی تو قبیلہ جرہم میں سے جس شخص نے کعبے کو تعمیر کیا اس کا نام الحارث بن مضاض الاصغر تھا۔ الزبیر بن بکار قاضیٔ مکہ نے کتاب "نسب قریش واخبارہا" میں قصی بن کلاب کی تعمیر کا ذکر بھی کیا ہے۔ الماوردی (الاحکام السلطانیہ) نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی تعمیر کے بعد قصی بن کلاب پہلا شخص تھا جس نے کعبے کو از سرِ نو تعمیر کیا۔

جب ۵۷۰ء یا ۵۷۱ء میں یمن کا حاکم ابرہہ کعبے کو ڈھانے کے لیے مکے پر حملہ آور ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی حفاظت خود فرمائی اور اس کی فوج کو نیست و نابود کر دیا۔ یہ واقعہ مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان مُحسّر کے مقام پر پیش آیا تھا۔ مسلم اور ابوداؤد کی روایات میں مذکور ہے کہ حجۃ الوداع کے سفر میں رسول اللہ ﷺ نے اس وادی میں رفتار تیز کر دی۔ امام النووی اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اصحاب الفیل کا واقعہ اسی جگہ پیش آیا تھا۔ اس لیے سنت یہی ہے کہ آدمی یہاں سے جلدی گزر جائے۔

کعبے کی قدیم عمارت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ قدِ آدم اونچی اور غیر مسقف تھی۔ دہلیز زمین کے برابر تھی، جس کی وجہ سے سیلابوں کا پانی آسانی سے اندر داخل ہو سکتا تھا اور سیلاب اکثر آتے تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب سن بلوغ کو پہنچے تو کعبہ کی از سرِ نو تعمیر اس طرح ہوئی کہ باری باری سے ایک تہ پتھر کی اور ایک لکڑی کی بنائی گئی اور بلندی پہلے سے دگنی کر دی گئی اور عمارت پر چھت بھی ڈال دی گئی۔ دروازہ زمین سے اتنا اونچا کر دیا گیا کہ داخل ہونے کے لیے سیڑھی درکار تھی۔ جب حجرِ اسود کو اس کی جگہ پر نصب کرنے کا موقع آیا تو اہلِ مکہ اس بات پر آپس میں جھگڑنے لگے کہ یہ اعزاز کس کے حصے میں آئے۔ آخر قریش کے معتبر ترین شخص ابوامیہ بن المغیرہ نے

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا کہ جو شخص سب سے پہلے نمودار ہو، وہی یہ خدمت بجا لائے۔ عین اسی وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا۔ سب پکار اٹھے "امین آ گئے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے، یہ ہمیں پسند ہیں"۔ روایت ہے کہ آپ نے کمال دانشمندی سے کہا "مجھے ایک چادر دیجیے"۔ آپؐ نے قبائل کے سرداروں سے کہا کہ وہ اس کپڑے کے کونے پکڑ کر لے چلیں۔ پھر آپؐ نے خود پتھر کو اٹھایا اور مقررہ مقام پر رکھ دیا۔

۸ھ میں فتح مکہ کے وقت حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبے کی عمارت کو جوں کا توں رہنے دیا۔ مگر ایک حدیث میں آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: "اے عائشہؓ! اگر میری قوم تازہ تازہ ایمان نہ لائی ہوتی تو میں کعبے کی عمارت میں تبدیلی کر کے دروازے بنا دیتا۔ ایک دروازہ داخل ہونے کے لیے اور ایک نکلنے کے لیے (صحیح بخاری، کتاب العلم باب ۴۸) اس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کا ارادہ تو تھا لیکن آپؐ نے اس خیال سے اپنے ارادے کو عملی جامہ نہیں پہنایا کہ مبادا لوگ کسی غلط فہمی کا شکار ہو جائیں اور غلط قسم کی قیاس آرائیاں کرنے لگیں۔ آپؐ کے ارادے کی تکمیل ۶۴ھ/۶۸۳ء میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھوں معرض عمل میں آئی۔ ان کے مدعی خلافت ہونے کے باعث الحصین بن نمیر نے مکہ کا محاصرہ کر لیا اور گرد و نواح کی پہاڑیوں پر توپیں گاڑ کر شہر اور حرم پر پتھروں کی بارش شروع کر دی اور بیت اللہ کی عمارت کو بڑا نقصان پہنچا۔ اسی اثناء میں آتش زدگی سے حجر اسود تین ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔ ابن زبیرؓ نے ان ٹکڑوں کو چاندی کی پٹی کے ساتھ باندھ دیا۔ جب اموی لشکر چلا گیا تو ابن زبیرؓ نے عمائد مکہ سے کعبے کی شکستہ عمارت کے انہدام اور از سر نو تعمیر کے متعلق مشورہ کیا۔ بیشتر شہری حضرت ابن عباسؓ کی سرکردگی میں شہر چھوڑ کر چلے گئے تھے کیونکہ انہیں خوف تھا کہ کعبے کے انہدام سے آسمانی عذاب نازل ہو گا۔ لیکن حضرت عبداللہؓ ہاتھ میں کدال لے کر خود یہ کام کرنے لگے۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ انہیں کچھ نہیں ہوا تو ان کی بھی ہمت بندھی اور وہ بھی شریک کار ہو گئے۔ جب حجر اسود کو، یعنی اس کے تین ٹکڑوں کو پھر اس مقام پر رکھا گیا تو اس کے گرد چاندی کا ایک حلقہ کس دیا گیا۔

کعبہ اور اسلام

ہجرت کے بعد مدنی زندگی کے آغاز میں آپؐ کو بیت المقدس کو قبلہ بنا کر نماز پڑھنے کی ہدایت ہوئی۔ چنانچہ تقریباً ڈیڑھ سال تک آپؐ نے اس حکم کی تعمیل فرمائی۔ مگر دل سے آپؐ اس بات کے خواہاں تھے کہ مسلمانوں کا کعبہ بیت اللہ ہی رہے۔ آخر آپؐ کی یہ آرزو پوری ہوئی اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(ترجمہ) "ہم دیکھ رہے ہیں آپ کے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا، سو ہم پھیر دیں گے آپ کو اسی قبلے کی طرف جو آپ کو پسند ہے۔ پس اب اپنا منہ مسجد الحرام کی طرف پھیریں۔ اور تم لوگ جہاں بھی ہوا کرو (نماز پڑھتے وقت) اسی مسجد کی طرف منہ کر لیا کرو اور جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کو کتاب دی گئی ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ (نیا قبلہ) ان کے رب کی طرف سے برحق ہے اور اللہ بے خبر نہیں ہے اس سے جو وہ کر رہے ہیں"

(سورۃ البقرۃ: ۱۴۴)

کعبے کے ابتدائی آثار مٹ جانے کے بعد

حضرت ابراہیمؑ نے از سرِ نو اس کو تعمیر کیا۔ حضرت ابراہیمؑ جدالانبیاء تھے، یہودی اور عیسائی بھی آپ کی عزت و تکریم کرتے اور آپ کی نبوت کو تسلیم کرتے تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی آپ کی پیروی کا حکم دیا گیا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ دینِ اسلام ہی کے داعی تھے، یہود نے اپنے مذہب کو بڑی حد تک تبدیل کر لیا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ کی تعمیرِ کعبہ کا ذکر سورۃ البقرہ میں کیا گیا (البقرہ: ۱۲۷) اور مقامِ ابراہیمؑ کو نماز (صلوٰۃ) کے لیے موزوں جگہ قرار دیا گیا (البقرہ: ۱۲۵) حضرت ابراہیمؑ کو خدا نے حکم دیا کہ لوگوں کو حج کی دعوت دیں (الحج: ۲۷) اور کعبہ پہلی مقدس عبادت گاہ تھی جو روئے زمین پر قائم کی گئی (آل عمران: ۹۶) اب کعبہ بیت الحرام (المائدہ: ۹۷) یا بیت العتیق (الحج: ۲۷، ۳۳) کے نام سے موسوم ہوا۔

چھ ہجری میں حضرت رسول کریمؐ نے ۱۴۰۰ صحابہؓ کی رفاقت میں عمرے کا ارادہ کیا مگر اہلِ مکہ نے آپؐ کو حدیبیہ کے مقام پر روک دیا۔ اگلے سال ۷ ہجری میں عمرۃ القضاء ادا کیا۔ ۸ ہجری میں اللہ کے حکم سے آپؐ نے جنگ و جدل کے بغیر مکہ فتح کر لیا۔ اس سے اسلام میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا کفر و شرک کے تمام انبار جو کعبے کے گرد جمع ہو گئے تھے، اب صاف کر دیئے گئے۔ تاریخی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ کعبے کے چاروں طرف ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ نے جب اپنی چھڑی سے چھوا اور بنی اسرائیل کی آیت ۸۱ کی تلاوت فرمائی تو وہ زمین پر گر گئے۔ ہبل کا مجسمہ جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ عمرو بن لحیّ نے کعبے کے اندر نصب کیا تھا۔ نیز بعض انبیائے کرام کے مجسمے اور تصویریں سب کو ضائع کر کے اٹھوا باہر کیا۔

فتح مکہ کے وقت آنحضرتؐ نے ان دینی و دنیوی منصبوں کا انتظام کیا جو مکے میں قدیم زمانے سے چلے آتے تھے۔ مؤرخوں کا قول ہے کہ پرانے زمانۂ جاہلیت میں قصّیٰ نے قبیلۂ خزاعہ سے سخت جنگ و جدال کے بعد کعبے پر قبضہ کر لیا اور سب اہم دینی اور دنیوی منصب خود سنبھال لیے، یعنی دارالندوہ کا اہتمام اور پرچم کا باندھنا زائرین کے لیے خوراک کی بہم رسانی، پانی کی بہم رسانی اور کعبے کی نگرانی۔ قصی کی وفات کے بعد اس کے بیٹے اور پوتے ان عہدوں کے فرائض بجا لاتے رہے۔

جب آنحضرتؐ نے مکہ فتح کیا تو آپؐ کے چچا عباسؓ یا ایک اور روایت کے مطابق حضرت علیؓ نے ان عہدوں کے لیے درخواست کی، لیکن آپؐ نے فرمایا کہ یہ سب چیزیں سوا سقایہ اور کعبے کی نگرانی کے آپؐ کے پاؤں تلے روند ڈالی جائیں گی۔ سقایہ حضرت عباسؓ کی تحویل میں رہا۔ کعبے کی نگرانی عثمان بن طلحہ کے سپرد ہوئی جنہوں نے اپنے چچازاد بھائی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیبہ بن ابی طلحہ کو اجازت دے دی کہ وہ ان کے نائب کے طور پر کام کریں۔ بنو شیبہ آج تک کعبے کے دربان چلے آتے ہیں۔ رفادہ جو ابوطالب کے قبضے میں تھا، ۹ ہجری میں حضرت ابوبکرؓ کے نام منتقل ہو گیا۔ ان کی وفات کے بعد خلفاء زائرین کے طعام کا انتظام کرنے لگے۔

مکے پر رسول اللہؐ کا عملی تسلط پہلی دفعہ ۹ھ کے حج کے موقع پر اعلانیہ طور پر ثبت ہوا۔ آپؐ خود اس حج میں شریک نہ تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپؐ کی نیابت اور نمائندگی کرتے ہوئے امیر الحج کے فرائض انجام دیئے اور حاجیوں کے مجمع میں نئے انتظامات کا اعلان کیا جو وحیٔ الٰہی کے پیش نظر عمل میں لائے گئے تھے۔ حضرت علیؓ نے سورۃ توبہ کی آیات پڑھ کر اعلان کیا کہ اس سال کے بعد مشرکین کو بیت اللہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ اس کے مطابق آئندہ سے مشرکوں کو بیت اللہ کی تقریبات میں شرکت کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ کیونکہ وہ ناپاک (نجس) ہیں۔ علاوہ ازیں اہلِ اسلام کے خلاف نبرد آزما ہونے والے کفار کو قانون کی حمایت سے محروم قرار دے دیا گیا ہے۔ ان کو چار مہینے کی مہلت دی گئی جس کے دوران میں وہ جہاں چاہیں آزادی سے چل پھر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد انہیں بیت اللہ میں داخلے کی ممانعت کر دی گئی۔ صرف ایسے لوگوں کو مستثنیٰ کر دیا گیا ہے جن سے معاہدہ ہو چکا ہو اور جنہوں نے معاہدے کی شرائط کی تعمیل بعد میں احتیاط اور پابندی کے ساتھ کی ہو اور مسلمانوں کے خلاف کسی کو مدد نہ دی ہو۔

۱۰ھ میں رسول اللہؐ نے خود حج کی قیادت فرمائی۔ اس موقع پر ایک بھی مشرک موجود نہ تھا۔ کعبہ اب بلا شرکتِ غیرے صرف مسلمانوں کا مقدس حرم بن گیا۔ ہر نماز کے وقت تمام دنیا کے مسلمان کعبے کی طرف منہ کرتے ہیں اور حج کی تقریبات میں کعبہ ہی جملہ مناسکِ حج کا مبدا اور منتہا ہے۔

کعبے کے متعلق دو خاص چیزوں کا ذکر بے محل نہ ہوگا۔ یعنی عمارت کا کھولنا اور دھونا۔ کھولنے کی رسم معین تاریخوں میں ادا کی جاتی ہے۔ اس موقع پر وہ زینہ جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے، دھکیل کر عمارت کے برابر لگا دیا جاتا ہے۔ کھولنے کی تاریخیں حکام مکہ کی مرضی کے مطابق بدلتی رہتی ہیں۔ حج کے موقع پر کعبے کو غسل دیا جاتا ہے۔ غسل کے اوقات کا تعین حکومتِ وقت کرتی ہے۔ آج کل چھ سات ذوالحجہ غسل کے لیے مقرر ہے۔ اس رسم میں سعودی عرب کے حکام، اسلامی ممالک کے وفود اور چند ممتاز زائرین شریک ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے سلطانِ وقت داخل ہوتا ہے، وہ دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد خود فرش کو آبِ زمزم سے دھوتا ہے۔ پانی دہلیز میں کی گئی ایک موری کے راستے باہر بہہ جاتا ہے۔ دیواریں اس قسم کے جاروب سے دھوئی جاتی ہیں جو کھجور کے پتوں سے بنائی جاتی ہیں۔ اس کے بعد مکہ مکرمہ کا گورنر ہر ایک چیز پر گلاب چھڑکتا ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخر میں عمارت کے اندر قسم قسم کے بخورات سے دھونی دی جاتی ہے۔

اس مقدس عمارت کی تعظیم و تکریم کا دائرہ ان تمام چیزوں تک پھیلا ہوا ہے جو اس سے متعلق ہیں، حجرالاسود، میزاب (پرنالہ) ملتزم اور سب سے بڑھ کر زمزم کا پانی، تاہم جیسا کہ روایاتِ صحیحہ میں مذکور ہے، حضرت عمرؓ نے حجرالاسود کے بارے میں اپنے احساسات کا یوں اظہار کیا: "میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان اور اگر رسول اللہ نے تجھے بوسہ نہ دیا ہوتا تو میں تجھے کبھی نہ چومتا" یہ کہنے کے بعد حضرت عمرؓ نے پتھر کو چوم لیا۔ میزاب کے نیچے نماز خاص طور پر موجب اجر و ثواب سمجھی جاتی ہے، جو شخص میزاب کے نیچے نماز پڑھتا ہے، وہ گناہوں سے ایسے پاک صاف ہو جاتا ہے جیسا اُس دن جب اُس کی ماں نے اسے جنا (الازرقی ص ۲۴۴) آبِ زمزم جس کو زائر بار بار پی چکا ہے، ہر اس نیک کام کے لیے کارآمد ہے جس کے لیے یہ پیا جائے۔

کعبے کے نظارے سے زائرین کے جذبۂ عقیدت میں جو کیفیت پیدا ہوتی ہے، اس کے بارے میں متعلقہ کتب میں وافر شہادت موجود ہے (التبونی: ص ۲۶) نے کعبے کے سامنے نماز کی یوں کیفیت بیان کی: "سارا مجمع اس ذات ذوالجلال کے حضور میں جو دلوں پر ہیبت طاری کرنے والا آقا در قیوم ہے، اور جس کے آگے بڑی سے بڑی ہستی حقیر و بے مایہ ہو کر لاشے محض بن جاتی ہے، انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ کھڑا تھا۔ اور اگر ہم نے نماز کے دوران میں جسم کو جھکتے اور سیدھا ہوتے ہاتھوں کو دعا میں اٹھتے اور عجز و انکسار کے اعتراف میں ہونٹوں کو ہلتے نہ دیکھا ہوتا، اور اگر ہم نے اس بے پایاں عظمت کے سامنے دلوں کی دھڑکنیں نہ سنی ہوتیں، تو ہم یہ سمجھتے کہ ہم کسی دوسرے عالم میں پہنچ گئے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس ساعت میں ہم کسی اور ہی عالم میں تھے۔ ہم خدا کے گھر میں تھے اور اس کے قرب حضوری میں کھڑے تھے اور ہمارے پاس فقط جھکا ہوا سر تھا اور گڑگڑاتی ہوئی زبان تھی اور دعا کے لیے بلند ہوتی ہوئی آوازیں تھیں اور آنسو بہاتی ہوئی آنکھیں تھیں اور خشیتِ الٰہی سے معمور دل تھے اور شفاعت کے پاکیزہ خیالات تھے۔"

اسلام میں کعبے کو جو مقام اور مرتبہ حاصل ہے اس میں مسلمانوں کے تمام فرقے متحد ہیں۔ یہ مسلّم حقیقت ہے کہ مکہ مکرمہ اسلامی شان و شوکت اور سطوت کا مظہر ہے اور کعبہ اس کے جاہ و جلال اور فضل و کرم کا مرکز ہے۔ چار دانگ عالم میں یہی وہ جگہ ہے جہاں دس بارہ لاکھ آدمی حج کے لیے جمع ہوتے ہیں جو سب کے سب خدا کو یک دل و یک زبان ہو کر پکارتے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مکے کو اُمّ القریٰ کہا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ترجمہ) "یہ قرآن مجید کتاب ہے جو ہم نے اتاری ہے برکت والی، تصدیق کرنے والی ان (کتابوں) کی جو اس سے پہلے ہیں اور تاکہ تو ڈرائے مکے والوں کو اور اس کے آس پاس والوں کو۔" (الانعام ۹۲)۔

اُم القریٰ کے معنی ہیں: بستیوں کی اصل اور جڑ۔ مکہ معظمہ تمام عرب کا دینی و دنیوی مرجع تھا اور جغرافیائی حیثیت سے بھی قدیم دُنیا کے وسط میں مرکز کی طرح واقع ہے۔ اس لیے مکے کو ام القریٰ فرمایا اور آس پاس سے یا تو عرب مراد ہے، کیونکہ دُنیا میں قرآن مجید کے اوّلین مخاطب وہی تھے۔ ان کے ذریعے سے باقی دُنیا کو خطاب ہوا یا سارا جہان مُراد ہے، جیسے فرمایا: "لیکون للعلمین نذیرا"
(۲۵ الفرقان: ۱)

ایک روایت کے مطابق عرب میں بت پرستی کا آغاز اس طرح ہوا کہ جب بنوخزاعہ نے بنو جرہم کو مکہ مکرمہ سے نکال دیا تو اہل مکہ نے عمرو بن لحی خزاعی کو اپنا رئیس مقرر کر لیا۔ یہ شخص جو کام کرتا، مکے والے اس پر عمل کرنے لگتے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عمرو بڑا دولتمند تھا یہ حجاج کو کھانا کھلاتا اور کپڑے پہناتا۔ بعض اوقات یہ حجاج کے لیے دس دس ہزار جانور ذبح کرتا اور دس دس ہزار آدمیوں کو کپڑے پہناتا۔ انہی دنوں قبیلہ ثقیف کا ایک شخص ایک بڑے پتھر پر حاجیوں کو ستو گھول کر پلایا کرتا تھا۔ اس پتھر کو صخرۃ اللات (لات کا پتھر) کہتے تھے۔ جب یہ شخص مرگیا تو عمرو نے مشہور کر دیا کہ یہ شخص مرا نہیں بلکہ پتھر میں داخل ہو گیا ہے اس نے عربوں کو اس کی پرستش کرنے کا مشورہ دیا اور یہ بھی کہا کہ اس پتھر پر ایک مکان تعمیر کر کے اس کو "لات" (ستو گھولنے والا) کے نام سے موسوم کر دیں۔ کہا جاتا ہے کہ تین صدیوں تک عمرو کی اولاد اس کی پرستش کرتی رہی اور اس نے ایک بت کی حیثیت اختیار کر لی۔

ایک دوسری روایت کے مطابق بنو اسمٰعیل میں بُت پرستی کا آغاز اس طرح ہوا کہ جب ان کی تعداد زیادہ ہو گئی تو وہ مکہ چھوڑ کر دوسرے بلاد و دیار کو جانے لگے۔ جب بنو اسمٰعیل کا کوئی شخص مکے سے جاتا تو خانۂ کعبہ کے احترام کے پیش نظر اپنے ساتھ حرم کا ایک پتھر بھی لے جاتا۔ وہ جہاں کہیں جاتا کعبے کی طرح اس کا طواف کرنے لگتا۔ مرورِ زمانہ سے ان کی یہ عادت ہو گئی کہ جو پتھر بھی انہیں پسند آتا، اس کی پوجا کرنے لگتے۔ اس طرح دینِ ابراہیمی چھوڑ کر وہ بتوں کے پرستار بن گئے اور سابقہ اقوام کی طرح گمراہی اختیار کر لی، تاہم ان میں سے کچھ لوگ اپنے پرانے دینِ ابراہیمی پر قائم رہے۔ وہ خانۂ کعبہ کی تعظیم کرتے، اس کا طواف کرتے اور حج و عمرہ کی عبادات بجا لاتے، عرفات و مزدلفہ میں قیام کرتے، قربانیاں ذبح کرتے اور دیگر مناسکِ حج ادا کرتے، مگر ان میں یہ خرابی پیدا ہو گئی کہ حج کا تلبیہ کہتے وقت مشرکانہ کلمات پکارنے لگتے۔ اس طرح تلبیہ کے کلماتِ توحید میں اپنے بتوں کو شریک کر لیتے۔

اسی کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا: (ترجمہ) "ان کے اکثر لوگ خدا پر ایمان نہیں رکھتے مگر اس کے ساتھ شرک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں۔" (یوسف: ۱۰۶)

ابن اسحٰق سنداً بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: "میں نے عمرو بن لحی کو جہنم میں انتڑیاں گھسیٹتے ہوئے دیکھا۔ پھر میں نے اُس سے اُن لوگوں کے بارے میں سوال کیا جو میرے اور اس کے درمیان تھے۔ اُس نے کہا: وہ ہلاک ہو گئے۔"

الحجر الاسود

الازرقی (تاریخ مکہ میں) حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت آدمؑ آسمان سے اتارے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیمؑ کو بھی اتارا تاکہ آدمؑ ان کے ساتھ مانوس رہیں۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ طوفانِ نوح کے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حجرِ اسود کو جبلِ ابو قبیس پر محفوظ رکھا۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے کعبہ تعمیر کیا تو جبریلؑ نے حجرِ اسود کو لا کر اُس کی جگہ پر نصب کر دیا۔ الازرقی ان لوگوں سے نقل کرتے ہیں جو حضرت عبداللہؓ بن زبیر کی تعمیرِ کعبہ میں بذاتِ خود شریک تھے کہ کعبے کو آگ لگنے سے حجرِ اسود کے تین ٹکڑے ہو گئے تھے۔ ایک چھوٹا سا ٹکڑا اُڑ کر کسی طرح بنو شیبہ کے کسی آدمی کے ہاتھ لگ گیا اور مدتوں اس خاندان میں محفوظ رہا۔ پھر عبد اللہ بن زبیرؓ نے حجرِ اسود کے ٹکڑوں کو چاندی کے تار سے باندھ دیا۔ جب مرورِ زمانہ سے یہ تار ڈھیلا ہو گیا اور حجرِ اسود کے ٹکڑے ہلنے لگے تو خلیفہ ہارون الرشید عباسی نے اپنے عہدِ خلافت میں حجرِ اسود میں آر پار سوراخ کر کے اس میں چاندی بھروا دی۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ ابو طاہر قرمطی جب مکے آیا (۸ ذوالحجہ ۳۱۹ھ) تو اس نے جعفر بن فلاح معمار کو حجرِ اسود کو کعبے سے اُکھاڑنے کا حکم دیا، چنانچہ اس نے پیر کے دن ۱۴ ذوالحجہ کو حجرِ اسود کو اکھاڑا اور اپنے ساتھ بلادِ ہجر (الحسا) لے گیا۔ خاصے عرصے تک خانۂ کعبہ حجرِ اسود سے خالی رہا اور لوگ تبرکاً اس کی جگہ پر ہاتھ رکھنے پر اکتفا کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ منگل ۹ ۳۳ھ کو یوم النحر کے دن حجرِ اسود کو واپس اس کی جگہ پر نصب کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ منبر بن حسن قرمطی نے حجرِ اسود کو دوبارہ اس کی جگہ پر نصب کیا تھا۔ جب لوگوں نے حجرِ اسود کو دیکھا تو سجدۂ شکر بجا لائے اور اسے بوسہ دیا۔ یوم النحر کو لوگوں کے زیارتِ کعبہ کے لیے آنے سے قبل حجرِ اسود کو اس کی جگہ پر نصب کر دیا گیا تھا۔ اس کے ایک سال بعد ۳۴۰ھ میں کعبے کے دربانوں نے ڈر کے مارے سنبر قرمطی کے نصب کردہ حجرِ اسود کو اکھاڑ کر کعبے میں رکھ دیا۔ وہ چاہتے تھے کہ حجرِ اسود کے گرد چاندی کا ایک مضبوط حلقہ بنا دیا جائے تاکہ کوئی شخص اسے اُکھاڑ نہ سکے۔ ابن زبیرؓ نے تعمیرِ کعبہ کے وقت اسی طرح کیا تھا۔ چنانچہ دو ماہر کاریگروں کو اس کام پر مامور کیا گیا جنہوں نے چاندی کا یہ حلقہ تیار کر دیا۔ تاریخ سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ قرامطہ کے حجرِ اسود کو واپس کر دینے کے بعد بھی کسی نے آج تک حجرِ اسود کو اس کی جگہ سے اکھاڑا ہے۔ الفاسی کہتے ہیں ایک مصری فقیہ نے بتایا کہ ۱۸۷ھ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امیر سودون پاشا نے حجرِ اسود کو اکھڑوا کر اس کو نئی زیب و زینت سے مزین کیا تھا۔ مگر مکہ مکرمہ کے بعض لوگ مصری فقیہ کی اس بات کو تسلیم نہیں کرتے۔ مصری فقیہ اس پر اصرار کرتے ہیں کہ میں نے حجرِ اسود کو اکھڑا ہوا بچشمِ خود ملاحظہ کیا تھا۔ الفاسی کہتے ہیں مجھ سے پہلے مکے کے بہت سے فقہاء یہ بات مصری فقیہ سے سن کر مجھے بتا چکے تھے چنانچہ وہ مصری فقیہ جن کا نام نورالدین المتوفی ہے جب ۸۱۴ھ میں مصری کارواں کے قافلہ سالار بن کر مکے آئے تو میں نے خود ان سے پوچھا اور انہوں نے اس کی تائید کی۔

حجرِ اسود میں اللہ تعالیٰ کی چند آیات بینات پائی جاتی ہیں:

۱:۔ زمین پر آنے کے بعد حجرِ اسود عظیم حوادث مثلاً طوفانِ نوحؑ وغیرہ سے دوچار ہونے کے باوجود بھی جوں کا توں محفوظ رہا۔

۲:۔ محدث ابن جامہ کے مطابق حجرِ اسود کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ حجرِ اسود کو کئی مرتبہ اکھاڑا گیا، مگر وہ اپنی جگہ پر واپس آگیا۔ مثلاً قبیلۂ جرہم، بنوایاد اور قرامطہ نے اسے اکھاڑا مگر اسے پھر واپس لایا گیا۔

۳:۔ جب قرامطہ حجرِ اسود کو اکھاڑ کر لے گیا تو اس کو باری باری چالیس اونٹوں پر لادا گیا اور وہ ہلاک ہو گئے۔ مگر جب قرامطہ نے اسے واپس کیا تو ایک نحیف اونٹ پر لادا گیا اور وہ پہلے سے موٹا ہو گیا اس کا محدث الذہبی نے بھی ذکر کیا ہے۔

۴:۔ اسی طرح جب حجرِ اسود کو بلادِ ہجر کی جانب لے جایا گیا تو یکے بعد دیگرے اس کو لادنے سے پانچ سو اونٹ ہلاک ہو گئے۔

۵:۔ حجرِ اسود پانی پر تیرتا ہے اور ڈوبتا نہیں۔

کعبہ مسلمانوں کا قبلہ ہے اور مرکزِ حج، اس کی بدولت تمام گرد و پیش کا رقبہ حرم اور متبرک زمین بن گیا ہے۔ شہر کے گرد مقدس منطقہ واقع ہے۔ جس کی حد بندی پتھروں کے نشانات سے کی گئی ہے۔ حرم میں داخل ہو کر ہر شخص پر کچھ پابندیاں عائد ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس علاقے کو عزت و حرمت عطا کی ہے۔ یہ سارا علاقہ امن و امان اور صلح و سلامتی کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ حدودِ حرم میں جنگ نہیں ہو سکتی، کسی درخت کو کاٹنے تک کی اجازت نہیں۔ حرم میں داخل ہونے والا ہر گزند سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

> اے ایمان لانے والو! انصاف کے علمبردار اور اللہ کے واسطے کے گواہ بنو اگرچہ انصاف اور تمہاری گواہی کی زد تمہاری اپنی ذات یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔
>
> (النساء - ۱۳۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غلافِ کعبہ

مولانا عبد الهادی العمری برطانیہ

قرآن مجید سے ثابت ہے کہ خانۂ کعبہ وہ عمارت ہے جو اب سے چار ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مل کر تعمیر کی تھی اور یہ بات بھی قرآن میں بصراحت ارشاد ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو اپنا گھر قرار دیا اور ہمیشہ کے لیے قبلۂ اہلِ توحید بنا دیا۔ یہ اُمور تو ہر شک و شبہ سے بالاتر ہیں، اس لیے ان پر کسی بحث و گفتگو کی حاجت نہیں البتہ یہ بات عام طور پر لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ اُس پر غلاف چڑھانے کی شرعی حیثیت کیا ہے اور اس میں کیا حکمت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ کوئی بدعت ہے جو بعد کے کسی زمانے میں شروع ہوئی ہے۔ یہ خیالات بھی بعض ذہنوں میں پائے جاتے ہیں کہ اس عمارت پر غلاف چڑھانا بے جا اسراف ہے، کیوں نہ اتنا روپیہ غریب انسانوں کی تن پوشی پر صرف کیا جائے؟

کسی فعل کے متعلق جب معتبر و مستند ذرائع سے ثابت ہو جائے کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کیا ہے، یا وہ آپ کے سامنے ہوا ہے اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا، تو اس کے بارے میں یہ گمان کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ وہ بدعت ہے۔ کعبے کے متعلق یہ بات احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ فتح مکہ سے پہلے جبکہ یہ گھر کفارِ قریش کی تولیت میں تھا، اس پر غلاف چڑھا ہوا تھا اور فتح کے بعد جب وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تولیت میں آیا تو نہ صرف یہ کہ آپ نے اسے باقی رکھا، بلکہ غلاف چڑھانے کے طریقے پر خود عمل کیا اور غلاف چڑھانے کے اس فعل کا ذکر تعظیم و تکریم کے ساتھ فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ:

"رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے مسلمان یوم عاشورہ (۱۰ محرم) کا روزہ رکھا کرتے تھے اور یہ وہ دن تھا جب خانۂ کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تھا۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت عبداللہؓ بن مسعود ہجرت سے پہلے کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میں خانہ کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا تھا کہ تین آدمی آئے۔ ایک قبیلۂ ثقیف کا تھا، دو اس کے قریشی داماد تھے۔ تینوں بڑے موٹے تازے تھے مگر عقل و فہم سے عاری۔ انہوں نے آپس میں کچھ باتیں کیں۔ پھر ایک نے کہا، تمہارا کیا خیال ہے یہ باتیں جو ہم نے کی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو سن لیا ہے؟ دوسرے نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ جب ہم زور سے بات کرتے ہیں تو اللہ اس کو سن لیتا ہے اور جب آہستہ بولتے ہیں تو وہ اسے نہیں سنتا۔ تیسرے نے کہا اگر وہ کچھ سنتا ہے تو پھر ساری باتیں سنتا ہے۔"

یہ دونوں روایات ظاہر کرتی ہیں کہ فتح مکہ سے پہلے اہل عرب خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا کرتے تھے۔ اس کے بعد حضرت انسؓ بن مالک کی حسب ذیل روایت ثابت کرتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کر لیا تو آپؐ نے زمانۂ جاہلیت کے اس طریقے کو برقرار رکھا، حالانکہ جاہلیت کی جتنی یادگاریں اسلام کے خلاف تھیں، ان کو آپؐ نے بلا تاخیر مٹا دیا تھا۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں داخل ہوئے اور آپؐ سر پر خود پہنے ہوئے تھے۔ جب آپ نے خود اتارا تو ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ ابن خطل کعبے کے پردوں سے لپٹا کھڑا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے قتل کر دو۔"

اس روایت کی تائید حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی یہ روایت کرتی ہے جو ان کے صاحبزادے حضرت مصعب بن سعدؒ نے نقل کی ہے۔

"جب فتح مکہ کا دن آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام لوگوں کو امان دی، مگر چار مردوں اور دو عورتوں کے متعلق فرمایا کہ ان کو قتل کر دو خواہ وہ کعبے کے پردوں ہی سے چمٹے ہوئے ہوں۔"

ان روایتوں کے باوجود یہ شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ شاید عین فتح کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاف نہ اتروایا ہو اور بعد میں اس کو اتروا دیا ہو، لیکن ایک دوسری روایت اس شبہ کو رفع کر دیتی ہے۔ اس میں حضرت عروہؓ بن زبیر فتح مکہ کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ اس روز حضرت سعدؓ بن عبادہ نے ابوسفیان کو مخاطب کر کے کہا۔

"آج قتل و خون کا دن ہے، آج کعبہ حلال کر دیا جائے گا۔"

اس بات کی شکایت ابوسفیان نے جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔

"سعد نے غلط کہا، بلکہ آج تو وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ کعبے کی عظمت قائم فرمائے گا اور وہ دن ہے جب کعبے پر غلاف چڑھایا جائے گا۔"

آخری فقرے کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ "اس ارشاد سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ اب ہم کعبے پر غلاف چڑھائیں گے اور ایسا ہی ہوا۔" اور بات صرف اتنی ہی نہیں ہے بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اس حقیقت پر بھی دلالت کرتا ہے کہ کعبے پر غلاف چڑھانا اس کی تعظیم کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقتضیات میں سے ہے۔ اسی بنا پر علماءِ اُمّت اسکے جواز پر متفق ہیں۔ علامہ ابنِ حجر لکھتے ہیں: "کعبے کے لیے وہ تعظیم ہے جو دوسری مساجد کے لیے نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ کعبے کو حریر و دیبا سے ڈھانکنا جائز ہے مگر مساجد میں اس طرح کے پردے ڈالنے کے جواز پر اجماع ہے۔" (فتح الباری، کتاب الحج، باب کسوۃ الکعبہ)

اور یہی بات علامہ بدرالدین عینی بھی ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "اس میں غلافِ کعبہ کے مشروع ہونے کی دلیل پائی جاتی ہے۔"
(عمدۃ القاری، کتاب الحج، باب کسوۃ الکعبہ)

اسرافِ بے جا کا شبہ

رہا یہ شبہ کہ اس میں بے جا اسراف ہے، کیوں نہ یہی کپڑا غریبوں کے تن پوشی پر صرف کیا جائے، تو اس کا جواب ہمیں اس واقعہ میں مل جاتا ہے جو بخاری ابنِ ماجہ اور طبرانی نے نقل کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک صاحب ابووائل، خانۂ کعبہ کے کلید بردار شیبہ کے پاس کچھ روپیہ لاکر آئے اور اس مقدّس گھر کے لیے ہدیہ کے "طور" پر پیش کیے۔ شیبہ نے پوچھا کیا یہ تم اپنی طرف سے دے رہے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ ایک شخص کا ہدیہ ہے جو اس نے میرے سپرد کیا تھا، میرا اپنا مال ہوتا تو میں ہدیہ نہ کرتا۔ اس پر شیبہ نے کہا جہاں تم بیٹھے ہو اسی جگہ (یعنی خانہ کعبہ کے اندر) ایک دفعہ حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا میں کعبے کے خزانے میں رتی بھر سونا اور چاندی بھی نہ رہنے دوں گا، سب کچھ فقراءِ مسلمین میں تقسیم کردوں گا۔ میں نے کہا آپ کے دونوں پیشرووں، (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ) نے تو ایسا نہیں کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ وہ تو یقیناً راست رو لوگ تھے، میں انہی کے نقشِ قدم پر چلوں گا۔

اسی سے ملتی جلتی ایک اور روایت عبدالرزاق نے حضرت حسن بصریؒ سے نقل کی ہے کہ حضرت عمرؓ کعبے کے خزانے کو راہِ خدا میں خرچ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ حضرت اُبی بن کعب کے سامنے آپؓ نے اس خیال کا اظہار کیا تو انہوں نے کہا آپ کو یہ کام کرنے کا حق نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: "کیوں؟" انہوں نے جواب دیا،

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام ہدایا اور نذر کے اموال کو جوں کا توں رہنے دیا تھا جو زمانۂ جاہلیت سے کعبے کے خزانے میں چلے آرہے تھے۔

اب یہ ظاہر ہے کہ سونے چاندی کے وہ ظروف تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باقی رہنے دیئے جو خانۂ کعبہ کے لیے زمانۂ جاہلیت میں ہدیۃً دیئے گئے تھے۔ تو غلافِ کعبہ پر جو مال خرچ ہوتا ہے وہ اسراف کی تعریف میں کیسے آسکتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل ہی کی وجہ سے علماءِ اسلام میں کبھی خانۂ کعبہ کو ریشمی غلاف پہنانے کے جواز پر اختلاف نہیں ہوا۔ صحابہؓ و تابعین کے زمانے سے ریشمی غلاف پہنانے کا یہ عمل چلا آرہا ہے اور اس مسئلے میں کسی کی اختلافی رائے منقول نہیں ہوئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غلافِ کعبہ کی تاریخ

اب ہم مختصراً یہ بیان کریں گے کہ کعبہ پر غلاف چڑھانے کی ابتداء کب ہوئی اور اس وقت سے آج تک اس کی تاریخ کیا کچھ رہی ہے اس تاریخ کے ماخذ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) فتح الباری شرح صحیح بخاری علامہ ابن حجر (۲) سیرۃ ابنِ ہشام (۳) اخبارِ مکہ، محمد بن عبداللہ الازرقی (۴) شفاء الغرام، تقی الدین الفاسی (۵) الاعلام، قطب الدین الحنفی (۶) تاریخ الکعبہ، عبداللہ باسلامہ (۷) مراۃ الحرمین ابراہیم رفعت پاشا۔

فتح مکہ سے پہلے

غلاف کے بارے میں زمانۂ قدیم کی تاریخ کا کوئی مرتب اور معتبر ریکارڈ موجود نہیں ہے لیکن اس زمانے کی جو روایات علماءِ اسلام تک پہنچی ہیں ان میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کعبہ پر غلاف چڑھایا تھا۔ اس کے بعد صدیوں تک تاریخ خاموش ہے، پھر یہ ذکر ملتا ہے کہ عدنان نے یہ خدمت انجام دی۔ اس کے بعد پھر کئی صدیوں تک تاریخ غائب ہے تیسرا شخص جس کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس نے سُرخ رنگ کے دھاری دار یمنی کپڑے (الوصائل) کا مکمل غلاف کعبے پر چڑھایا، وُہ یمن کا ایک بادشاہ اسعد تھا۔ جس کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دو سو برس پہلے گزرا۔

غلاف کی مسلسل تاریخ ہم کو اُس وقت سے ملتی ہے جب خانۂ کعبہ کا انتظام قبیلۂ قریش کے ہاتھوں میں آیا۔ اس قبیلے کی روایات زمانۂ اسلام تک محفوظ رہی ہیں اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سے اس نے انتظام سنبھالا، اس کے مختلف خاندان ہر سال باری باری کعبے پر غلاف چڑھایا کرتے تھے پھر بنی مخزوم کے ایک سردار ابو ربیعہ نے یہ طے کیا کہ ایک سال غلاف وُہ چڑھایا کرے گا اور ایک سال کا غلاف قریش کا کوئی خاندان اپنی طرف سے چڑھائے۔

اس کے علاوہ زمانۂ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ عرب کے مختلف قبیلے اور قبائلی سردار جب زیارت کے لیے آتے تھے تو کعبے پر لٹکانے کے لیے طرح طرح کے پردے لاتے تھے۔ جتنے لٹکائے جا سکتے تھے اُتنے لٹکا دیئے جاتے اور باقی کعبے کے خزانے میں رکھ دیئے جاتے تھے۔ جب کوئی پردہ بوسیدہ ہو جاتا تو اس کی جگہ دُوسرا پردہ لٹکا دیا جاتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کا واقعہ ہے کہ آپؐ کی دادی کے ایک صاحبزادے (غالباً حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب) گم ہو گئے تھے۔ انہوں نے نذر مانی کہ اگر بچہ مل جائے تو کعبے پر ریشمی غلاف چڑھائیں گی۔ جب وُہ مل گئے تو انہوں نے اپنی نذر پوری کی اور سفید رنگ کا ریشمی غلاف کعبے پر چڑھایا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پہلا موقع تھا جب کعبے پر ریشم کا غلاف چڑھایا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پانچ سال پہلے جب قریش نے کعبے کی از سرِ نو تعمیر کی تو پورے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبیلے نے بڑے اہتمام سے کعبے پر غلاف چڑھایا۔

ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے کہ قبیلہ بنی سلیم کے ایک صاحب اپنی ماں کے ساتھ زیارتِ کعبہ کے لیے گئے ہوئے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اس زمانے میں انہوں نے کعبے پر مختلف قسم کی اور مختلف رنگوں کی چادریں لٹکی ہوئی دیکھی تھیں۔

فتح مکہ کے موقعے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ اعلان کہ فلاں فلاں اشخاص اگر کعبے کے پردوں سے بھی لپٹے ہوئے ہوں تو انہیں قتل کر دیا جائے اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ اس وقت کعبے پر پردے لٹکے ہوئے تھے۔

فتح مکہ کے بعد

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، فتح کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اعلان فرمایا تھا کہ آج وہ دن ہے جب اللہ کعبے کی عظمت قائم فرمائے گا اور اب ہم اس پر غلاف چڑھائیں گے۔ اسی زمانے کا واقعہ ہے کہ ایک عورت غلافِ کعبہ کو خوشبو دینے کے لیے بخور جلا رہی تھی "اتفاقاً" کپڑا آگ پکڑ گیا اور پورا غلاف جل گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے زمانۂ جاہلیت کا لبادہ کعبے پر سے خود اتار دیا اور پھر زمانۂ اسلام میں پہلی مرتبہ مسلمانوں نے اللہ کے گھر پر غلاف چڑھایا۔ یہ روایت علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں حضرت سعیدؓ بن المسیب سے نقل کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اپنے زمانے میں کعبے پر یمنی کپڑے کا غلاف چڑھاتے تھے۔ پھر جب مصر فتح ہو گیا تو حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ قباطی (مصری کپڑے) کا غلاف بنوانے لگے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں غلاف چڑھایا ہے یا نہیں۔ اس بارے میں روایات خاموش ہیں۔ ممکن ہے کہ فتنوں نے آپؓ کو اس خدمت کا موقع نہ دیا ہو۔

قدیم زمانے سے یہ دستور چلا آ رہا تھا کہ جب حج کے بعد سب حاجی رخصت ہو جاتے تھے تو ۱۰ محرم کو کعبے پر غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ اسی طریقے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانے میں بھی عمل ہوتا رہا۔ امیر معاویہؓ نے اپنے عہد میں یوم عاشورہ پر غلاف چڑھانے کے علاوہ ایک اور غلاف عید الفطر کے موقع پر بھی چڑھانا شروع کر دیا۔ یہ بات بھی روایات سے معلوم ہوتی ہے کہ زمانۂ اسلام میں سب سے پہلے امیر معاویہؓ نے ریشمی غلاف بنوایا تھا۔ پھر یزید اور حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنے اپنے زمانے میں اس کی تقلید کی، اور عبدالملک بن مروان کے عہد سے یہی مستقل طریقہ بن گیا جو آج تک جاری ہے۔ اس عمل کی ابتدا جس وقت ہوئی تھی اس وقت بکثرت صحابہ و تابعین اور جلیل القدر فقہاء موجود تھے۔ کسی نے ریشمی غلاف پر اعتراض نہیں کیا۔ اسی وجہ سے بعد کے علماء بھی اس کے جواز پر متفق رہے ہے۔

زمانۂ اسلام سے پہلے مختلف لوگ کعبے پر چڑھانے کے لیے چادریں لایا کرتے تھے۔ اسلامی دور میں غلاف چڑھانا حکومت کی ذمہ داری قرار پا گیا۔ عبدالرزاق کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت کے مطابق ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا ہم کعبے کعبے پر غلاف چڑھائیں؟ آپؓ نے فرمایا اب تمہیں اس کی ضرورت نہیں رہی ہے حکام نے تمہاری طرف سے اس خدمت کو سنبھال لیا ہے۔ ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ نقل ہوئے ہیں کہ کسوۃ البیت علی الامراء "بیت اللہ کا غلاف حکام کے ذمے ہے۔"

عباسی خلافت کے زوال تک غلاف کی تیاری مرکزی حکومت کے انتظام میں ہوتی رہی پھر جب کوئی مرکزی حکومت باقی نہ رہی تو مختلف علاقوں کے سلاطین اپنی طرف سے غلاف بنوا کر بھیجتے رہے اور بسا اوقات بیک وقت کئی کئی غلاف بھی چڑھائے گئے۔ اس سلسلے میں ایک مرتبہ ہندوستان سے بھی (۴۶۶ھ میں) غلاف بنوا کر بھیجا گیا تھا، اور چونکہ اس زمانے میں اسلامی حکومت اُن علاقوں تک محدود تھی جو اب پاکستان میں شامل ہیں اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ غلاف پاکستان سے بن کر گیا تھا۔

۷۵۰ھ میں مصر کے فرمانروا الملک الصالح اسماعیل بن ناصر نے غلاف کعبہ تیار کروانا اپنے ذمے لے لیا اور اس غرض کے لیے تین گاؤں وقف کر دیئے۔ اس وقت سے موجودہ زمانے تک مصر ہی سے غلاف بن کر آتا رہا ہے مصر پر ترکی سلاطین کا قبضہ ہو جانے کے بعد اس وقف میں سات گاؤں کا اور اضافہ کر دیا اور اس عظیم وقف کی آمدنی سے ہر سال کعبے کا غلاف اور ہر پانچویں سال حجرۂ نبوی کے پردے اور منبر نبوی کا غلاف مصر سے بن کر آنے لگا۔ اس کے علاوہ خانہ کعبہ کے اندر کے پردے بھی وقتاً فوقتاً اسی وقف سے بنا کر بھیجے جاتے تھے۔ اُس زمانہ میں اس وقف کی آمدنی ۳۶۶۴۳۶ درہم تھی جسے موجودہ زمانے کے مصری سکے کے لحاظ سے ۵۰ ہزار اور ایک لاکھ درہم مصری پونڈ کے درمیان سمجھنا چاہیئے۔ مگر جب پچھلی صدی کے آغاز میں مصر کے وائسرائے محمد علی پاشا نے ترکی سلطنت سے بغاوت کر کے خود مختاری اختیار کر لی تو اس نے یہ وقف منسوخ کر دیا اور صرف غلاف کعبہ حکومت مصر کے خرچ پر بنوا کر بھیجنا شروع کر دیا۔ کعبے کے اندرونی پردے اور حجرۂ نبوی کے پردے آج تک مصر سے نہیں بھیجے گئے۔

پہلے غلاف مختلف رنگوں کے ہوا کرتے تھے۔ مامون الرشید نے سفید رنگ کا غلاف چڑھایا تھا، محمود غزنوی کے غلاف کا رنگ زرد تھا، مصر کے فاطمی خلفاء سفید رنگ کے غلاف بھیجتے تھے۔ خلیفہ ناصر عباسی (۵۷۵ھ تا ۶۲۲ھ) نے ابتداء میں سبز غلاف بنوایا تھا پھر سیاہ ریشم کا بنوا کر بھیجا۔ اس کے بعد سے سیاہ غلاف ہی بنوایا جاتا رہا اور آج تک یہی طریقہ جاری ہے۔

غلاف کعبہ کے چاروں طرف زری کے کام کی پٹی بنانے اور اس پر کعبہ کے متعلق قرآن مجید کی آیات لکھوانے کا سلسلہ سب سے پہلے ۷۶۱ھ میں مصر کے سلطان حسن نے شروع کیا تھا۔ اس کے بعد سے یہ پٹی لگانے کا طریقہ آج تک چل رہا ہے۔ اس پٹی پر حسب ذیل آیات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لکھی جاتی ہیں۔

ایک طرف: اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبٰرَکًا وَّهُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ فِیْهِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۝ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۝
(آلِ عمران: ۹۶-۹۷)

دوسری طرف: جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْیَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ (المائدہ: ۹۷)

تیسری طرف: وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝ (البقرہ: ۱۲۷-۱۲۸)

چوتھی جانب اس فرمانروا کا نام لکھا جاتا ہے جس نے غلاف کعبہ دنیا کے سیاسی حالات سے غیر متأثر رکھا۔ لڑائیاں ہوتی تھیں سلطنتوں کے تعلقات بنتے اور بگڑتے تھے مگر کعبے کے لیے غلاف جہاں سے آیا کرتا تھا وہیں سے آتا رہا لیکن اس صدی کے آغاز میں دنیا کے سیاسی حالات اس پر بھی اثر انداز ہونے لگے۔ جنگ عظیم اوّل میں جب ترکی سلطنت جرمنی کے ساتھ شریکِ جنگ ہو گئی تو اسے اندیشہ ہوا کہ انگریز مصر سے غلاف کے آنے میں مانع ہوں گے۔ اِس لیے اس نے استنبول سے ایک نہایت شاندار غلاف بنوا کر حجاز ریلوے کے ذریعے سے مدینہ بھیج دیا مگر چونکہ مصر سے عین وقت پر غلاف پہنچ گیا تھا اس لیے وہ ترکی غلاف مدینہ طیبہ میں محفوظ کر دیا گیا۔ ۱۹۲۳ء میں شریف حسین اور حکومتِ مصر کے تعلقات خراب ہو گئے اور مصری حکومت نے عین حج کے موقع پر جدہ پہنچے ہوئے غلاف کو واپس منگوا لیا۔ خوش قسمتی سے اس وقت وہ ترکی غلاف کام آ گیا جو جنگ کے زمانے میں ترکی حکومت نے مدینہ طیبہ بھیج دیا تھا۔ پھر ۱۹۲۸ء میں سلطان ابن سعود اور شریف حسین کی لڑائی کے زمانے میں مصر سے غلاف نہ آیا اور ابنِ سعود نے عراق کا بنا ہوا ایک غلاف چڑھا دیا جو شریف حسین نے احتیاطاً بنوا کر رکھ چھوڑا تھا۔ ۱۹۲۷ء میں ٹھیک یکم ذی الحجہ کو حکومتِ مصر نے غلاف بھیجنے سے انکار کر دیا اور ابنِ سعود کو فوراً مکے میں ایک غلاف بنوانا پڑا۔ پھر ۱۹۲۸ء میں بھی مصری غلاف نہ آیا اور امرتسر سے مولانا داؤد غزنوی اور مولانا اسماعیل غزنوی کے اہتمام میں غلاف بنوا کر بھیجا گیا۔ اِن تجربات کی بنا پر اُسی زمانے میں مکہ معظمہ کے اندر ایک دار الکسوہ قائم کر دیا گیا تھا تاکہ مصر سے آئے دن غلاف نہ آنے کی مصیبت کا مستقل علاج کر دیا جائے۔ اس کارخانے میں مولانا اسماعیل غزنوی مرحوم کی مدد سے ہندوستان کے بہت سے کاریگر فراہم کیے گئے تھے۔ کچھ مدت

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک یہیں غلاف تیار کیا جاتا رہا۔ پھر سعودی حکومت اور مصر کے تعلقات درست ہوگئے اور وہاں سے غلاف کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اب پچھلے سال وہی قضیہ پھر پیش آیا اور سیاسی تعلقات کی خرابی نے مصری غلاف کی آمد کا سلسلہ منقطع کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک مدت دراز کے بعد اس سال پاکستان کی سرزمین پر غلاف کعبہ کا کپڑا تیار ہو رہا ہے۔ پورے غلاف کے لیے ایک ہزار گز کپڑا درکار ہوتا ہے۔ پاکستان سے صرف یہ کپڑا ہی بنا کر بھیجا جائے گا۔ زری کے کام کی بھی مکہ معظمہ کے دارالکسوہ میں تیار کی جائے گی۔

عربی، اُردو اور فارسی زبان میں تفاسیر

احادیث اور دیگر اسلامی کتابوں کا

عظیم مرکز

نعمانی کتب خانہ

حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور

سیرت صحابہؓ پر مستند اور دلچسپ کتاب

"حیاتِ صحابہؓ کے درخشاں پہلو"

دیدہ زیب انداز میں منظر عام پر آچکی ہے۔

آج ہی طلب کیجئے

بشیر احمد نعمانی

صفحات۔ ۵۱۰ قیمت۔ ۱۲۰ روپے

حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولودِ کعبہ
حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی فاضل مدینہ یونیورسٹی

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور اور جلیل القدر صحابی، ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچازاد ہیں۔

واقعہ فیل سے بارہ یا تیرہ برس قبل آپ کی ولادت کعبہ مشرفہ کے اندر ہوئی اور یہ ایک ایسی بے نظیر خصوصیت ہے جو پوری کائنات میں آپ کے سوا کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔ واقعہ یوں ہوا کہ آپ کی والدہ حاملہ تھیں، چند قریشی عورتوں کے ہمراہ بیت اللہ کی زیارت کے لیے تشریف لے گئیں وہیں شدت سے درد شروع ہو گیا۔ بامر مجبوری انہیں کعبہ کے اندر لے جایا گیا۔ اللہ کے حکم سے اسی موقعہ پر وہیں حکیم مولود ہوئے۔ نیچے بچھائے ہوئے کپڑے وغیرہ جو آلود ہوئے، وہ زمزم کے حوض پر دھوئے گئے۔

سخاوت

مصعب کا بیان ہے کہ جب اسلام غالب آیا تو ان دنوں قریش کی مشہور مشورہ گاہ دار الندوہ انہیں حکیم کے زیر تصرف تھا، آپ نے وہ مکان حضرت معاویہؓ کے ہاتھ ایک لاکھ درہم میں فروخت کر دیا۔ طبرانی کی روایت میں ہے کہ آپ نے وہ تمام رقم اللہ کی راہ میں صدقہ کر دی تھی۔

ابن الزبیرؓ نے کہا، آپ نے قریش کی ایک اہم جگہ فروخت کر دی ہے تو کہنے لگے۔ ذَهَبَتِ الْمَكَارِمُ إِلَّا التَّقْوٰى کہ تقویٰ کے علاوہ ایسی تمام خوبیاں برباد ہیں۔

حضرت حکیمؓ بڑے دانا، عقلمند، فاضل متقی، رئیس اور مستغنی قسم کے آدمی تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبولِ اسلام

آپ فتح مکہ کے روز قبولیتِ اسلام سے سرفراز ہوئے۔ یعنی آپ فتح مکہ کے روز مسلمان ہونے والوں میں سے ہیں۔ آپ خود اور آپ کے بیٹے عبداللہؓ، خالدؓ، یحییٰؓ اور ہشامؓ سب صحابی ہیں۔ آپ مؤلفۃ القلوب میں سے ہیں۔ اسلام قبول کیا تو اس کا حق بھی خوب ادا کیا۔

جنگِ بدر میں کفارِ مکہ کی طرف سے مسلمانوں کے مقابلہ میں آئے شکست کھا کر واپس ہوئے اور جان بچائی۔ بیان آتا ہے کہ آپ جب قسم اٹھاتے تو فرمایا کرتے "لَا وَالَّذِي نَجَّانِي يَوْمَ بَدْرٍ" کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے بدر کے دن بچایا اور نجات دی۔

نیکی اور سخاوت

آپ شروع ہی سے بڑے نیک اور سخی تھے۔ آپ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، یا رسول اللہ! میں دورِ جاہلیت میں جو اچھے کام کیا کرتا تھا، کیا مجھے ان کا بھی اجر و ثواب ملے گا؟ تو آپؐ نے فرمایا: تم جو نیکیاں پہلے کر چکے ہو تمہیں ان کا بھی اجر و ثواب ملے گا۔ (صحیح بخاری مع الفتح ۳/۳۰۱ باب من تصدق فی الشرک ثم أسلم) (صحیح مسلم باب حکم عمل الکافر اذا اسلم بعدہ ۲/۱۴۱)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حکیم نے فرمایا: قسم اللہ کی، میں نے جو اچھے کام دورِ جاہلیت میں کیے تھے اب دوبارہ کروں گا۔ چنانچہ آپ نے قبل از اسلام ایک سو غلاموں کو آزاد اور ایک سو اونٹ صدقہ کیے تھے۔ آپ نے دوبارہ اسی قدر غلام آزاد اور اونٹ صدقہ کیے۔

حج کے لیے تشریف لے گئے تو آپ کے ہمراہ سو اونٹ، سو غلام اور ایک ہزار بکریاں تھیں۔ اونٹوں پر شاندار قسم کی چادریں ڈالی ہوئی تھیں۔ حج کے روز میدانِ عرفات میں وہ سب اونٹ اور بکریاں صدقہ، اور تمام غلام آزاد کر دیئے۔ ان غلاموں کی گردنوں میں چاندی کی تختیاں تھیں جن پر یہ الفاظ کندہ تھے۔

عتقاء اللہ عن حکیم بن حزامؓ کہ یہ تمام غلام حکیم بن حزامؓ کی طرف سے لوجہ اللہ آزاد ہیں۔

استغناء

حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے کہ میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مال مانگا، آپ نے دے دیا، میں نے دوبارہ سوال کیا تو آپ نے دے دیا۔ میں نے تیسری بار پھر مانگا تو بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے دے دیا۔ اور ساتھ ہی فرمایا: حکیم! یہ مال خوشنما اور بڑا پسندیدہ ہوتا ہے جو شخص اسے سخاوتِ نفس کے ساتھ یعنی بغیر لالچ کے حاصل کرے، اس کے لیے اس میں برکت ہوتی ہے اور جو شخص لالچ کے ساتھ اسے حاصل کرے، اس کے لیے اس میں برکت نہیں ہوتی، اس کی مثال اس شخص کی ہے۔ جو کھاتا رہے اور سیر نہ ہو۔

اُوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے یعنی دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے میں (حکیمؓ) نے یہ سن کر کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو دینِ حق کے ساتھ مبعوث کیا میں آپ کے بعد کسی سے کوئی سوال نہیں کروں گا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ کو مال دینے کے لیے بلاتے تو آپ لینے سے انکار کر دیتے حضرت عمر فاروقؓ نے بھی آپ کو بلایا تو آپ نے عطیہ لینے سے انکار کر دیا۔ تو حضرت عمرؓ فرمانے لگے!

مسلمانو! گواہ رہنا کہ میں مالِ فئے میں سے حکیم کا حصہ انہیں دیتا ہوں۔ یہ از خود لینے سے انکاری ہیں۔ (یعنی حصہ کی ادائیگی میں ہماری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں یہ خود نہیں لینا چاہتے) چنانچہ حضرت حکیمؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی سے کچھ نہ مانگا۔

(صحیح البخاری ۳/۳۳۵، حدیث نمبر ۱۴۷۲)

وفات

آپ کی وفات ۵۴ھ میں بزمانہ خلافت حضرت معاویہؓ مدینہ منورہ میں بلاط الفاکہۃ اور زقاق الصواغین کے قریب واقع اپنے مکان میں ہوئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بوقتِ وفات آپ کی زبان پر لا الٰہ الا اللہ کے کلمات جاری تھے اور فرما رہے تھے۔ قَدْ كُنْتُ أَخْشَاكَ وَأَنَا الْيَوْمَ أَرْجُوكَ کریا اللہ! میں تجھ سے بہت ڈرتا تھا لیکن آج مجھے تجھ سے (حسنِ سلوک وانجام) کی اُمید ہے۔

عجیب اتفاق

وفات کے وقت آپ کی عمر ایک سو بیس برس تھی۔ عجیب اتفاق ہے کہ آپ کی نصف عمر دورِ جاہلیت میں اور نصف عمر بحالتِ اسلام میں گذری۔

ولادت فی الکعبہ کے متعلق اہلِ علم کے اقوال

اہلِ علم نے آپ کی کعبہ میں ولادت کی تصریح کی ہے بعض نے تو صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ آپ سے پہلے اور بعد کوئی دوسرا شخص بیت اللہ میں مولود نہیں ہوا۔

شیعہ حضرات امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے متعلق دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی بھی ولادت کعبہ کے اندر ہوئی تھی مگر ان کے بارے میں یہ کسی مستند تاریخی حوالہ سے پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچ سکے۔

۱۔ امام مسلم بن حجاجؒ کی شہادت

امام موصوف فرماتے ہیں۔ وُلِدَ حکیم بن حزام فی جوف الکعبۃ وعاش مأۃ وعشرین سنۃ۔ (صحیح مسلم باب ثبوت خیار المجلس للمتابعین ۱۰/۱۷۶)

کہ حکیم بن حزام کی ولادت کعبہ مشرفہ کے اندر ہوئی اور انہوں نے ایک سو بیس سال عمر پائی۔

۲۔ امام سیوطیؒ کی شہادت

کان مولدہ فی جوف الکعبۃ

تدریب الراوی، طبع جدید ۲/۳۵۸۔

۳۔ وُلِدَ فی جوف الکعبۃ،

زہر الغرسین للسیوطیؒ ص ۴۹

کہ حکیم کی ولادت کعبہ کے اندر ہوئی۔

۴۔ امام نوویؒ کی شہادت

امام صاحب صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں ومن مناقبہ انہ ولد فی الکعبۃ۔

قال بعض العلماء لا یعرف احد شارکہ فی ھذا۔

شرح صحیح مسلم ۲/۱۴۲۔ کہ حکیم بن حزام کی ولادت کعبہ کے اندر ہوئی۔ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ کوئی دوسرا شخص اس خصوصیت میں ان کا شریک نہیں۔

۵۔ وُلِدَ حکیم فی جوف الکعبۃ ولا یعرف احد ولد فیہا غیرہ واما ما روی ان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ولد فیہا فضعیف عند العلماء۔

تہذیب الاسماء واللغات للنووی ۱/۱۶۶

کہ حکیم کی ولادت کعبہ کے اندر ہوئی۔ کوئی دوسرا شخص اس میں مولود نہیں ہوا۔ حضرت علیؓ کے بارے میں جو یہ بات کہی جاتی ہے تو اہل علم کے نزدیک یہ قول ضعیف ہے۔

۶۔ قال الزبیر بن بکار: کان مولد حکیم فی جوف الکعبۃ۔ تدریب الراوی ۲/۳۵۹

تہذیب التہذیب ۲/۴۴۷

۷۔ عن علی بن غنام یقول ولد حکیم بن حزام فی جوف الکعبۃ، دخلت امہ الکعبۃ فمخضت فیہا فولدت فی البیت۔ المستدرک للحاکم ۳/۴۸۲

۸۔ مصعب بن عبد اللہ کہتے ہیں: کانت ولدت حکیماً فی الکعبۃ ولم یولد قبلہ ولا بعدہ فی الکعبۃ احد۔

المستدرک للحاکم ۳/۴۸۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ان کی والدہ نے انہیں کعبہ میں جنم دیا۔ ان سے پہلے اور بعد کوئی بھی کعبہ کے اندر پیدا نہیں ہوا۔ اس روایت پر امام حاکم لکھتے ہیں کہ اس آخری بات میں مصعب کو وہم ہوا۔ متواتر روایات سے ثابت ہے کہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی ولادت کعبہ میں ہوئی تھی۔

المستدرک ۳/۴۸۳۔

۹۔ قال شیخ الاسلام: ولا یعرف ذلك لغیرہ وما وقع فی المستدرك ان علیاً ولد فیها، ضعیف تدریب الراوی ۲/۳۶۰

شیخ الاسلام فرماتے ہیں یہ خصوصیت ان کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں۔ مستدرک میں حضرت علیؓ کے بارے میں جو منقول ہے، وہ ضعیف ہے۔

۱۰۔ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں: ولد فی الکعبة کہ حکیم کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔

الاستیعاب ۱/۳۶۳

۱۱۔ ولد حکیم فی جوف الکعبة ولا یعرف احد ولد فیها غیرہ واما ماروی ان علی بن ابی طالب ولد فیها فضعیف عند العلماء۔

عنوان النجابة ص۶۲

کہ حکیم کی ولادت کعبہ کے اندر ہوئی۔ اور کوئی دوسرا شخص اس خصوصیت میں ان کا شریک نہیں۔ حضرت علیؓ کے بارے میں یہ بات اہل علم کے نزدیک ضعیف ہے۔

۱۲۔ ولد فی جوف الکعبة قبل قدوم الفیل بثلاث عشرة سنة۔

علامہ تذہیب تہذیب الکمال ص۹۱

کہ حکیم کی ولادت عام الفیل سے تیرہ برس قبل کعبہ کے اندر ہوئی۔

ہارڈ ویئر کا جملہ سامان اعلیٰ معیار،
عمدہ کوالٹی مناسب قیمت پر
دستیاب ہے۔
شاہد آئرن سٹور
ڈنیاپور، ضلع لودھراں
تشریف لائیے۔ اپنی پسند کا سامان
منتخب کیجئے۔
پروپرائیٹر
چوہدری محمد علیم
ڈنیاپور، کہروڑ روڈ ضلع لودھراں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضائل المدینۃ المنورۃ

حافظ محمد حنیف مدنی ایم اے

الم تکن ارض اللہ واسعۃ
فتھاجروا فیھا[1]

اسماء مدینہ :- یثرب۔ المدینۃ المنورہ، طابہ۔ طیبہ۔ الطیبہ۔ السکینہ۔ الجابرہ۔ ا۔ المجبورہ۔ منیرہ۔ الجنۃ۔ المحبوبۃ[2] دار الایمان۔ دار الہجرہ۔ مظلۃ الاسلام۔ دار الاخبار۔ ارض اللہ۔ دار السنۃ۔ کتب تاریخ میں ان اسماء کے علاوہ اور بھی بہت سے نام درج ہیں۔ بعض علماء کرام نے سو کے قریب نام ذکر کیے ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے ایک ہزار اسماء گرامی بیان فرمائے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو طابہ نام بہت پسند تھا اس کے علاوہ طیبہ اور طیبۃ بھی آپ کے محبوب اسماء میں سے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک سے واپس ہوئے تو مدینہ کے قریب آتے ہی آپ نے فرمایا (ھذہ طابۃ) گویا کہ آپ کو یہ نام بہت محبوب تھا۔ جیسے کہ حدیث پاک میں آتا ہے۔ ان اللہ امرنی ان اسمی المدینۃ طابۃ[3] اللہ تعالی نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں مدینہ کا نام طابہ رکھوں۔ بہرکیف یہ مقدس اسماء اس شہر مبارکہ کی طہارت اور پاکیزگی پر دلالت کرتے ہیں اللہ تبارک وتعالی نے اس پاک سرزمین کو شرک کی نجاست سے پاک رکھا اس کی آب وہوا نہایت پاکیزہ ہے۔ اس ارض مقدس کی مٹی اور درو دیوار سے بھی اہل ایمان نہایت نفیس اور عمدہ خوشبو پاتے ہیں۔ جیسے کہ عبد اللہ ابن عطار اپنی عقیدت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

بطیب رسول اللہ طاب نسیمھا فما المسک والکافور والصندل والند طیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک خوشبو سے مدینہ طیبہ کی ہوا بھی معطر ہو گئی ہے اسکے سامنے مشک و کافور اور صندل کی خوشبو ہیچ ہے۔

یثرب کی وجہ تسمیہ

[1] القرآن۔ [2] فتح الباری ج ۴ ص ۸۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک کا نام یثرب تھا جب ان کی اولاد زمین میں متفرق مقامات پر جاکر آباد ہوئی تو یثرب نے اس سرزمین میں قیام کیا اس لیے اس وادی کو یثرب کے نام سے شہرت ہوئی ۔[1]

لفظ یثرب مشتق یثرب سے جس کے معنی فساد کے ہیں ، یا تثریب سے ہے جس کے معنی مواخذہ اور عتاب کے ہیں ۔

اور پھر یثرب ایک کافر کا نام ہے لہٰذا ایک کافر کے نام پر اس متبرک و مقدس مقام کا نام رکھنا ہرگز اس کے شایان شان نہیں تھا اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمان صادر فرمایا کہ اس شہر کو یثرب نہ کہا جائے ۔[2]

ہجرت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کا انتخاب کیا

جب آپ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو آپ کو تین شہروں میں سے ایک کا اختیار دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کا انتخاب کیا جیسے کہ امام ترمذی نے نقل کیا ہے ، عن جریر بن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ اوحیٰ الیّ ، ایّ ھؤلاء الثلاثۃ نزلت فھی دار ھجرتک ۔ المدینۃ اوالبحرین ، او قنسرین جریر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری طرف وحی کی کہ ان تینوں مقاموں میں سے جہاں آپ جائیں وہ آپ کا ہجرت کا مقام ہے ، مدینہ ، بحرین ، قنسرین ۔[3]

مکہ کی طرح مدینہ منورہ کے بعض حصے حرم میں شامل ہیں

جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرام کیا تھا اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اے اللہ میں تیرا بندہ اور پیغمبر ہوں اور میں جبل عیر سے جبل ثور تک حرم مدنی قرار دیتا ہوں ، ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے ۔ اللّٰھم ان ابراھیم خلیلک و نبیّک و انک حرمت مکۃ علیٰ لسان ابراھیم اللّٰھم انا عبدک و نبیک وانی احرم ما بین لابتیھا ۔

اے اللہ ! حضرت ابراہیم تیرے خلیل اور نبی تھے ان کی زبان پر تو نے مکہ کو حرام قرار دیا ۔ اے اللہ میں تیرا بندہ اور پیغمبر ہوں میں مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیان تک حرام قرار دیتا ہوں ۔[4]

---

[1] ۔ المسوی موطا امام مالک ج ا ص ۵۵۲ ۔

[2] ۔ سیرۃ الحلبیہ ج ۲ ص ۹۳ بحوالہ تاریخ مدینہ منورہ ص ۴۸ ۔

[3] ۔ سنن الترمذی حدیث رقم ۴۰۱۵ ۔

[4] ۔ ابن ماجہ ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس طرح حرم مکی میں درخت کاٹنا گھاس کاٹنا شکار کرنا منع ہے اسی طرح سے حرم مدنی میں بھی یہ تمام کام کرنا منع ہیں، حدود مدنی میں کسی کو اجازت نہیں ہے کہ جس طرح دُوسرے شہروں میں اپنی مرضی کرتا ہے اس شہر میں بھی اپنی خواہش کو پُورا کرتا پھرے۔

مدینہ میں سکونت اختیار کرنے کی فضیلت

مدینہ کو مسکن بنانا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جھولیاں بھرنا ہے۔ وُہ انسان بہت خوش نصیب ہے جسکو اس مبارک مقدس مقام کی سکونت نصیب ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من صبر علی لاوائها و شدتها كنت له شهيدًا او شفيعًا يوم القيامة (المدينه)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے سُنا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ فرماتے تھے کہ جو کوئی (مدینہ میں) مصیبتوں اور پریشانیوں پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کی سفارش کرونگا[1]

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا کہ مدینہ بھٹی ہے۔ جس طرح بھٹی لوہے کو صاف کر دیتی ہے۔ اسی طرح سے مدینہ انسان کو صاف کر دیتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح البخاری میں فرمان رسُول ذکر کرتے ہیں" سعید بن یسار یقول سمعت ابا هريرة يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم امرت بقرية تاكل القرى يقولون يثرب وهي المدينة تنفي الناس كما ينفي الكير خبث الحديد[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مجھے ایک ایسی بستی میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے جو ساری بستیوں کو کھالے گی لوگ اس بستی کو یثرب کہتے ہیں۔ اس کا نام مدینہ ہے۔ وُہ بُرے آدمیوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس دل کے اندر خبث ہو وُہ صاحب دل سرزمین مقدس میں نہیں رہ سکتا۔ کتب احادیث میں ایک بدّو کا واقعہ ذکر کیا جاتا ہے جو کہ مدینہ طیبہ میں رہتا تھا اس کو شدّت سے بخار ہو گیا جس کی وجہ سے مدینہ شریف میں رہنے سے گھبرا گیا۔ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میری بیعت توڑ دیں میں یہاں نہیں رہ سکتا، حضور علیہ السلام نے بیعت توڑنے سے انکار کر دیا۔ اس نے دوبارہ سہ بارہ اصرار کیا۔ مگر حضور علیہ السلام مسلسل انکار فرماتے رہے آخر وُہ مدینہ طیبہ سے بھاگ نکلا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ بھٹی کی مانند ہے بُرے کو نکال باہر کر دیتا ہے اور اچھے کو خالص کر دیتا ہے۔

---

[1] رواہ مسلم شرح النووی ج ۵ ص ۱۵۲

[2] صحیح البخاری بشرح السندی ج ۱ ص ۱۴۱ مسلم شریف ج ۵ ص ۱۵۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخری زمانہ میں مسلمان ہجرت کرکے مدینہ چلے جائیں گے

آخری زمانہ جو کہ فتنوں و فسادوں کا زمانہ ہوگا برائی عام ہو جائے گی۔ عدالتوں میں انصاف بکنا شروع ہو جائے۔ بڑوں سے ادب اور چھوٹوں سے شفقت دلوں سے دور ہو جائے گی خلوص مفقود ہو جائے۔ اس وقت لوگ اپنے شہروں اپنے گھروں کو چھوڑ کر مدینہ میں جا آباد ہونگے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال المدینۃ قبۃ الاسلام ودار الایمان وارض الھجرۃ ومثوی الحلال والحرام[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ اسلام کا قبہ ہے، ایمان کا گھر ہے۔ ہجرت کا مقام ہے اور حلال وحرام معلوم کرنے کا ٹھکانہ ہے۔

ایک اور حدیث میں کچھ اس طرح سے وضاحت کی گئی ہے کہ ایمان سمٹ کر ایسے آجائے گا۔ جیسے سانپ سمٹ کر اپنے بل میں سما جاتا ہے۔ گویا کہ تمام اہل ایمان آہستہ آہستہ مدینہ منورہ کو اپنا مسکن بنالیں گے۔

مدینہ منورہ کے لیے برکت کی دعا

جب آپ ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آتے ہی آپ نے مدینہ منورہ کیلئے برکت کی دعا کی۔ عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ علیہ وسلم اللھم اجعل بالمدینۃ ضعفی مابمکۃ مع البرکۃ۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ مکہ سے دوگنی مدینہ منورہ میں برکت فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ جب پہلا پھل دیکھتے تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاتے تو آپ فرماتے اے اللہ تو ہمارے پھلوں میں برکت عطا فرما اور آپ کی اس دعا کے اثرات آج تک اہل مدینہ پر ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔

طاعون اور دجال مدینہ میں داخل نہیں ہو سکتے

---

[1] فقہ السنۃ ج ۱۔ ص ۶۵۷

[2] صحیح مسلم شرح النووی ج ۵ ص ۱۴۲۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طاعون جو کہ ایک خطرناک بیماری ہے۔ دجال ایک ایسا فتنہ ہے جو کہ ساری زمین میں فساد برپا کرے گا مگر حدود مدنی میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ جیسے کہ روایت ہے "وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی انقاب المدینۃ ملائکۃ لا یدخلھا الطاعون ولا الدجال۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ کی گھاٹیوں پر فرشتے متعین ہیں تاکہ طاعون اور دجال داخل نہ ہو سکے[1]

اہل مدینہ کیساتھ برائی کرنے والا

اس سرزمین مقدس کے باسیوں کے ساتھ اگر کوئی برائی کا ارادہ رکھتا ہو وہ دھوکہ فریب کرے گا تو وہ بھی اسی فریب اور دھوکہ میں آجائے گا میرے پیارے پیغمبر علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت سمعت سعد رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یکید اھل المدینۃ احد الا انماع کما ینماع الملح فی الماء۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے سنا سعد سے اور انہوں نے کہا کہ میں نے سنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا جو کوئی اہل مدینہ کے ساتھ مکر کرے گا۔ وہ ایسے گھل جائے گا۔ جیسے پانی میں نمک گھل جاتا ہے[1]

سب سے پہلے اہل مدینہ کی شفاعت کی جائے گی

جس دن ہر نفس نفسی نفسی پکار رہا ہوگا۔ اس دن سرور کائنات سب سے پہلے شفاعت کے لیے اہل مدینہ کا انتخاب کریں گے جیسے کہ طبرانی کی روایت میں آیا ہے" اول من اشفع من امتی اھل المدینۃ ثم اھل مکۃ ثم اھل الطائف۔

سب سے پہلے میں اپنی امت میں سے اہل مدینہ کی شفاعت کرونگا پھر اہل مکہ کی اور پھر اہل طائف کی[2] اور اس کے بعد پوری امت کی شفاعت کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان میں سے کرے۔

"مدینہ منورہ میں بدعت کرنے والا ملعون ہے۔

---

۱ ۔ فتح الباری ج ۴ ص ۱۰۰ ، مسلم شرح النووی ج ۵ ص ۱۵۳ ، فتح الربانی ج ۲۳ ص ۲۶۲ ۔

۱ ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲۲ حاشیہ سندی

۲ ۔ طبرانی بحوالہ اسلامی خطبات ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس طرح مدینۃ الرسول اور حرم کعبہ میں نیکیاں کرنے کا ثواب زیادہ ملتا ہے اسی طرح سے اگر کوئی وہاں پر برائی کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کو سزا بھی اسی طرح ملے گی، بلکہ بدعتی کو پناہ دینے والا بھی برابر کا مجرم ہے۔ عن علی رضی اللہ عنہ قال ما عندنا شئ إلا کتاب اللہ وھذہ الصحیفۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ حرم ما بین عاہر إلی کذا من احدث فیہا حدثا أو آوی محدثا فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین، لا یقبل منہ صرف ولا عدل[1]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس کتاب اللہ اور اس صحیفہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ جس میں ہے کہ حرم (مدنی) عاہر اور جبل ثور تک ہے۔ جو مدینہ میں بدعت ایجاد کرے گا یا کسی بدعتی کو پناہ دے گا اس پر اللہ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ نہ اس کے فرض قبول کیے جائیں گے اور نہ نفل[1]

مدینہ کی موت

مدینہ کی موت باعث سعادت وموجب شفاعت ہے کیونکہ اہل مدینہ سب سے پہلے اپنی قبروں سے اٹھیں گے۔ اسی لیے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ دعا کیا کرتے تھے۔

اللّٰھم ارزقنی شھادۃ فی سبیلک واجعل موتی فی بلد رسولک صلی اللہ علیہ وسلم[2]

اے اللہ تو اپنے راستے میں مجھے شہادت نصیب فرما اور اپنے رسول کے شہر میں موت دے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

من استطاع ان یموت بالمدینۃ فلیمت بہا فمن مات بالمدینۃ کنت لہ شفیعا او شھیدا[3]

جو مدینہ میں مرنے کی طاقت رکھتا ہو تو اس کو مدینہ ہی میں مرنا چاہیئے اس لیے کہ مدینہ میں مرنے والوں کا میں گواہ اور ضمانتی بنوں گا۔

"مدینہ کی محبت"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو صحابۂ کرام کو مدینہ کی آب وہوا کچھ موافق نہ بیٹھی وبائی امراض پھیل گئیں تو حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر اس بارے میں عرض کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] فتح الباری ج ۴۔ ص ۸۶، مسلم میں مختلف الفاظ کے ساتھ صحیح مسلم ج ۵ ص ۱۴۷۔ فتح الربانی لترتیب مسند احمد ج ۲۳ ص ۲۴۹۔

[2] فتح الباری ج ۱۳ ص ۸۔

[3] رواہ بیہقی بحوالہ خطبات ص ۵۶۷، ج ۱۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعا کرتے ہیں۔

اللھم حبب الینا المدینۃ کما حببت مکۃ او اشد وصححھا وبارک لنا فی صاعھا ومدھا وحول حماھا الی الجحفۃ۔[1]

اے اللہ تو مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں ڈال دے جیسے کہ مکہ کی محبت ہمارے دلوں میں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اس کو ہمارے لیے صحتیاب بنا دے۔ اس کے صاع اور مد میں برکت فرما اور اس کے بخار کو جحفہ میں منتقل فرما حضرت انس فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لاتے تو مدینہ کی دیواروں کو دیکھتے تو مدینہ کی محبت میں سواری کو تیز کر دیتے۔

امام مالک کے دل میں مدینہ کی محبت

جلیل القدر محدث امام مدینہ حضرت امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ کو سرزمین مدینہ کے ساتھ انس اور رغبت اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ آپ نے پوری زندگی دار الہجرہ میں گزاری مدینۃ الرسول سے باہر اس خوف سے تشریف نہ لے جاتے کہ کہیں میری موت حدود مدنی سے باہر نہ آجائے۔ اور میں خاک مدینہ میں دفن ہونے سے محروم ہو جاؤں۔
آپ صرف ایک مرتبہ حج فرض ادا کرنے کی غرض سے مدینہ سے باہر تشریف لے گئے تھے۔

آپ کے اندر حب رسول اس قدر موجزن تھا کہ باوجود بڑھاپے کے کبھی مدینہ میں سوار ہو کر نہیں چلتے تھے۔
آپ ساری زندگی قضاء حاجت کے لیے حرم مدنی سے باہر تشریف لے جاتے رہے سوائے بیماری اور مجبوری کے۔[2]

مدینہ برے لوگوں کو نکال دے گا۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک بدکار اور برے آدمی مدینہ سے نہ نکل جائیں۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شہر سے دجال کا گزر ہوگا مگر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں وہ داخل نہیں ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ان دونوں شہروں کی حفاظت فرمائیں گے اسوقت مدینہ منورہ میں تین مرتبہ زلزلہ آئیگا جس سے ہر کافر اور منافق اس سے نکل بھاگے گا۔
علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ہر وہ آدمی نامراد ہے جس کے ایمان میں خلوص نہیں ہوگا۔
سیدنا عمر بن عبد العزیز جب بھی مدینہ منورہ تشریف لاتے تو ڈرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ ڈر ہے کہ کہیں ہم ان لوگوں میں سے نہ ہو جائیں جنہیں مدینہ نکال دے گا۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو مدینہ کی موت نصیب فرمائے۔ آمین۔

۱؎ مسلم شریف شرح النووی ج ۵ صفحہ ۱۵۰۔

۲؎ تذکرۃ المحدثین ج ۱ صفحہ ۱۳۳ بحوالہ فارغ مدینہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرمین شریفین عالمِ اسلام کے رابطے کا واحد ذریعہ

ابوالحسن ندوی

یہ ایک معلوم اور مسلّم حقیقت ہے کہ مرکزِ حجاز کی حیثیت (جس میں حرمین شریفین واقع ہیں) عالمِ اسلام میں وہی ہے جو جسمِ انسانی کے اندر قلب کی ہے، قلب اگر صحیح و توانا رہتا اور جسم کے ڈھانچہ اور نظامِ صحت میں اپنا فطری رول ادا کرتا ہے، تو جسم بھی زندہ و توانا رہتا ہے، اور جب یہ دِل کمزور یا بیمار ہو جاتا ہے، اور اپنا کام اور طبعی وظیفہ نہیں انجام دے پاتا تو جسم کی زندگی بھی خطرہ میں پڑ جاتی ہے اور اسے طرح طرح کی بیماریاں اور کمزوریاں گھیر لیتی ہیں، اور بڑے حاذق طبیب بھی اسے مصنوعی طریقوں سے زندہ نہیں رکھ سکتے، مشہور حدیث میں جسم و قلب کے اس نازک اور گہرے رشتہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، فرمایا گیا۔

الا ان فی الجسد مضغة
اذا صلحت صلح الجسد
کله، واذا فسدت فسد الجسد
کلهٗ ألا وھی القلب۔

جسمِ انسانی میں گوشت کا ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ جب وہ ٹھیک رہتا ہے تو سارا نظامِ جسمانی ٹھیک ہو جاتا ہے، اور جب وہ بگڑتا ہے تو سارا نظامِ جسمانی بگڑ جاتا ہے، اور وہ قلب ہے۔

اور ایسا اس لیے کہ حجاز وحی کی اولین منزل، اسلام کا سرچشمہ، دعوتِ اسلامی کا منبع، اسلام کا دائمی مرکز، اور اس کا مستقل و ابدی "دارالحکومت" ہے، اس کے ساتھ ہی وہ اسلام کا مثالی و معیاری خطۂ زمین اور کھرے کھوٹے کو معلوم کرنے کی کسوٹی ہے، جس سے اسلامی زندگی، اسلام کی عالمگیر تعلیمات کی صداقت، ہر زمانہ میں ان کے ابدی اور قابلِ عمل ہونے کی صلاحیت کا ثبوت ملتا ہے، اور اس سے اسلامی معاشرہ کے جلال و جمال کی نمود ہے، اس لیے اسلامی دعوت کو اس کے عالمگیر و آفاق گیر ہونے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے باوجود) ایک مرکزی کی ضرورت ہے، جو اس کے قابل عمل اور زمین پر نافذ ہونے کے لیے ایک میزان و معیار کا کام دے اور ان تمام شہروں اور آبادیوں اور معاشروں کے لیے اسوہ و مثال بن سکے جو اس پیغام پر ایمان لائے ہیں، اور اس عقیدہ و دعوت کو سینہ سے لگائے ہوئے ہیں۔

یہ انسان کی فطرت میں ہے کہ اپنے لیے ایک معیاری اور مثالی معاشرہ و ماحول تلاش کرے، اور اس سرچشمہ کی جستجو کرے، جس سے وہ طاقت، اعتماد اور جوش و جذبہ حاصل کرسکے، مذاہب و ادیان ہوں، یا تمدن و معاشرت، اخلاق و عادات ہوں، یا زبان و ادب، تہذیبی اقدار ہوں، یا ذوقِ سلیم، زندگی کے ہر میدان میں یہ اصول کارفرما رہا ہے، چنانچہ ہر دین کا ایک مرکز رہا ہے، جس کے اعمال و روایات اور عرف و عادات کو اس دین کے پیرو سند و حجت کا درجہ دیتے رہے ہیں، اسی طرح ہر تہذیب کا ایک مثالی و معیاری (IDEAL) شہر اور مرکزی مقام رہا ہے، جہاں کی زندگی کے طور طریقوں، تہذیبی آداب اور معاشرتی اقدار کی نقل کی جاتی، اس کی تقلید کرنے میں لوگ فخر محسوس کرتے، اور وہاں کی زندگی کو شائستہ اور مستعلیق زندگی کا نمونہ قرار دیتے رہے ہیں، دنیا کی ہر زبان و ادب کی کوئی ٹکسال رہی ہے، جس کی طرف صحیح و فصیح زبان اور محاوروں اور الفاظ کے استعمال کی صحت اور غلطی معلوم کرنے کے لیے رجوع کیا جاتا رہا ہے، اور اس سلسلہ میں اس کا حوالہ دینا کافی سمجھا جاتا رہا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے عرب اور اسلام پھر حجاز اور اُمتِ اسلامیہ، پھر حرمین شریفین اور مسلمانوں کے قلب و نظر کے درمیان ایک ابدی ربط پیدا کر دیا اور ان کا مستقبل ایک دوسرے سے وابستہ کر دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی (نبوی الہام و حکمت سے کام لیتے ہوئے) جزیرۃ العرب اور اسلام کے اس مقدس و مضبوط رابطہ پر زور دیا ہے، اور اس مرکز کے امن و سلامتی، اور دین پر اس کے شدت سے قائم رہنے کی تاکید فرمائی ہے، کیونکہ راجدھانی اور دارالحکومت کو ہر بے یقینی و تشویش، انارکی و انتشار، اصولی و اعتقادی کشمکش سے پاک ہونا چاہیے، چنانچہ آپ نے اس کے لیے نہایت دوررس اور مستحکم انتظامات کیے، اور اس کی خاطر بڑی حکیمانہ وصیتیں اور ہدایتیں فرمائیں، اور اپنے اصحابؓ اور اپنی اُمت سے اس بارے میں عہد و میثاق لیا ہے، اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ روایت فرماتی ہیں کہ:

کان آخر ما عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان قال: لا یترك بجزیرۃ العرب دینان۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت یہ تھی کہ جزیرۃ العرب میں دو مختلف دین نہ رہیں۔

اور حضرت رافعؓ کی روایت ہے کہ:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أمر أن لا أدع في المدينة
دينا غير الإسلام إلا أخرج.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم مدینہ سے اسلام کے سوا ہر دین کو نکال باہر کریں۔

اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

أخبرني عمر بن الخطاب انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لأخرجن اليهود والنصارى من جزيرة العرب حتى لا أدع فيها إلا مسلما۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میں جزیرہ العرب سے یہود و نصاریٰ کو یقیناً نکال دوں گا، اور مسلمان کے سوا اس میں کسی کو نہ رہنے دوں گا۔

اسی سنت پر خلفائے راشدین نے بھی عمل کیا، چنانچہ وہ بھی جزیرۃ العرب کو اسلام کا قلعہ اور دعوت اسلامی کا راس المال اور پونجی سمجھتے تھے، چنانچہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے جانشین کو جو وصیت کی اس میں یہ بھی تھا کہ "میں انہیں دیہاتی عربوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتا ہوں، کیونکہ وہ عرب کے بیخ وبن اور اسلام کا مادہ وخمیر ہیں"۔

بلاد عجم میں پیدا ہونے والے تقریباً تمام ہی ائمہ و علماء بھی عربوں کو اسلام کا اولین داعی و قائد اور اس کی روح وجوہر کا محافظ وامین سمجھتے تھے، اور عربی زبان کو قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان قرار دیتے تھے، اس وجہ سے ان کا یقین تھا کہ اسلامی ثقافت پر عبور ودسترس، اور قرآن کا گہرا فہم، عربی کے علم اور مہارت کے بغیر ممکن نہیں، اس یقین نے انہیں مجبور کیا کہ وہ عادات واطوار کو عربیت کا رنگ دیں اور خود بھی عربی زبان اور اس کے ادب کو سینہ سے لگائے رہیں، اور اپنی آئندہ نسلوں کو بھی اس کی وصیت کر جائیں، وہ انہیں عجمی عادات واطوار کی تقلید سے بھی منع کریں اس لیے کہ وہ گہرا نفسیاتی اثر رکھتی ہیں، اور یہ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب سے قلبی محبت کے سبب اور اس لیے تھا کہ وہ عرب میں مبعوث ہوئے اور اس دین کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی طرز پسند کیا جو اخلاق وآداب اور رجحان ومیلان میں عربی واقع ہوا ہے۔

عجم کے ائمہ اور علمائے اسلام کی ایک سربرآوردہ شخصیت یعنی حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) نے اپنے ایک رسالہ "المقالۃ الوضیئۃ فی النصیحۃ والوصیۃ" میں اپنے اخلاف کو اس بات کی وصیت کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

"ہم ہندوستان میں غریب الدیار ہیں کیونکہ ہمارے آباؤ اجداد یہاں آکر بس گئے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عربی نسب، اور عربی زبان ہمارا فخر و امتیاز ہے، اس لیے کہ ہمیں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب کرتی ہے، اس نعمت کی قدر یہ ہے کہ ہم بقدرِ امکان اگلے عربوں کی عادات و روایات سے خالی نہ ہوں، جن میں رسول اللہ کی بعثت ہوئی، عجمی رسوم اور ہندوانہ عادات کو اپنے (اسلامی) معاشرہ میں پھیلنے کا موقع نہیں دینا چاہیے..... ہم میں خوش بخت وہی ہے، جسے عربی، صرف و نحو، اور ادبیات سے حصہ ملا، اور قرآن و حدیث سے واقف ہوا، ہمارے لیے حرمین شریفین کی حاضری اور ان کے ساتھ تعلق خاطر بھی ضروری ہے، یہی ہماری سعادت کا راز ہے، اور وہ کم نصیب اور محروم ہے جو ان سے روگردانی کرتا ہے۔"

عالمِ اسلام کے جن علماء اور مفکرین نے اس راز کو پالیا وہ دنیا کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے عالمِ اسلام اور اسلامی قوموں اور جماعتوں کا ربط جزیرۃ العرب سے عموماً اور حرمین شریفین سے خصوصاً ضروری سمجھنے لگے، اور ان کے خیال میں یہ ربط و تعلق گویا نہروں اور تالابوں کے ایک موجِ دریا سے برگ و بار کے درخت سے تعلق کی حیثیت رکھتا ہے، کہ جب وہ اپنے اصل سے کٹ جاتے ہیں، تو ان کی روانی و شادابی ختم ہوجاتی ہے، اور اس اصل سے آنے والا زندگی کا دھارا رُک جاتا ہے، اور وہ خشک ہوجاتے اور مرجھا جاتے ہیں، اس لیے وہ اہلِ فکر اس بات سے ہمیشہ ڈرتے رہے کہ اگر یہ تعلق ختم ہوا تو اسلامی وحدتوں کو عقیدہ، ذہنیت اور ثقافت کے رابطوں میں جوڑنے والا سررشتہ ہی ختم ہوجائے گا، اور ہر ملک میں ایک مخصوص اسلام نظر آئے گا، کہیں ایرانی اسلام، کہیں ترکی اسلام، اسی طرح ہندوستانی، افغانی، یورپی اور امریکی اسلام دشمن عناصر اسلامیت کا منہ چڑاتے نظر آئیں گے اور عالمِ اسلام کے کسی بڑے خطہ میں دین کی تحریف اور اسلام کی تنسیخ عمل میں آئے گی، یا کسی دشمن اسلام کی کوئی سازش کامیاب ہوجائے گی، جس کا مقابلہ کرنا، اور جس پر قابو پانا دشوار ہوجائے گا، یہ حج کی عالمگیر فرضیت کی ایک حکمت اور اس کے بہت سے مصالح میں سے ایک عظیم مصلحت ہے، کیونکہ وہ اسلامی اقوام اور جماعتوں کے ایک ہی زمان و مکان میں (ذی الحجہ کی مخصوص تاریخوں میں مکہ اور اس کے اطراف میں) عالمی اجتماع کا ذریعہ ہے، جسے اللہ نے مسلمانوں کی اجتماع گاہ اور پناہ گاہ بنایا ہے، جہاں پہنچ کر ہر آدمی کو نظر آجاتا ہے کہ اصل اسلام کیا ہے؟ اور عالمِ اسلام کے مختلف حصوں میں اس سے کہاں کہاں انحراف اور اختلاف پیدا ہوا ہے، گویا وہ عالمِ اسلام کا جائزہ لینے کی ایک جگہ اور تقریب ہے۔

اسلام کا گہوارہ اور اسلام کا مبدأ و منتہی ہونے کی وجہ سے حجاز آڑے وقتوں اور آخر زمانہ میں اسلام اور مسلمانوں کی پناہ گاہ ثابت ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمرو بن عوف سے روایت ہے کہ:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان الدین لیأرز الی الحجاز کما تأرز الحیۃ الی جحرھا، ولیعقلن الدین من الحجاز معقل الاروية من رؤوس الجبل۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین حجاز میں اس طرح لوٹ آئے گا، جیسے سانپ اپنے سوراخ میں آجاتا ہے، اور دین حجاز میں اس طرح پناہ گزیں ہو جائے گا، جس طرح پہاڑوں کے اوپر پہاڑی بکرا پناہ گزیں ہو جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ:

ان الاسلام بدأ غریبًا وسیعود غریبًا وھو یأرز بین المسجدین کما تأرز الحیۃ الی جحرھا۔

اسلام اجنبی بن کر شروع ہوا اور اجنبی بن کر لوٹ آئے گا، اور دونوں مسجدوں کے درمیان پناہ لے گا جس طرح سانپ اپنے سوراخ میں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے یہ روایت بخاری شریف میں بھی موجود ہے۔

ان مقامات مقدسہ کی اس اہمیت اور ان کے عالمی ہدایت کا سرچشمہ اور اسلام کی قوت و عظمت کا معیار ہونے کا سبب ہر جگہ اور ہر زمانہ کے علماء اور مفکرین و

قائدین یہاں پیش آنے والے حوادث و حالات اور رجحانات کے سلسلہ میں بہت حساس رہے ہیں، وہ دیکھتے رہے ہیں کہ وہ اسلامی آداب و تعلیمات کا کس حد تک پابند اور دینی روح اور جذبۂ اسلامی کا کس درجہ میں محافظ و امین ہے، یہ روح احتساب علمائے اسلام کی تحریروں اور مختلف اسلامی زبانوں کے شعر و ادب میں ہمیشہ کارفرما رہی ہے، ایران کے بزرگ ترین شاعر و ادیب شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی (م ۶۹۱ھ) کا یہ مصرعہ فارسی و اردو میں ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گیا ہے کہ

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی!

اسی طرح مشہور صوفی شاعر حکیم سنائی غزنوی اپنے زمانہ میں پیش آنے والے حالات اور جزیرۃ العرب و مقامات مقدسہ میں اسلام دشمن طاقتوں کے اثر و نفوذ سے گھبرا اٹھے، انہوں نے ایک قصیدہ میں اپنی قلبی بے چینی کا اظہار اور عالم اسلام کو اس کے انجام بد سے آگاہ کیا، اور اس طرح اہل حجاز اور جزیرۃ العرب کے باشندوں کی غیرت کو ابھارا۔

مرکز اسلام سے دور دراز مقامات پر رہنے والے مسلمانوں نے بھی اپنے مخصوص حالات میں گھرے ہونے کے باوجود اس مرکز کی مخالف اسلام طاقتوں کے غلبہ سے حفاظت و صیانت کو اپنا مقدس ترین فرض اور سب سے بڑی ذمہ داری قرار دیا ہے، اور اسے ہر وطنی مسئلہ اور قومی و ملکی مصلحت پر ترجیح دی ہے، غیرت و حمیت کے اس معاملہ اور جزیرۃ العرب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حرمین شریفین کے لیے فداکاری وجاں نثاری اور وہاں کے حالات وواقعات کو اہمیت دینے کے سلسلہ میں ہندوستانی مسلمانوں کا رول بہت شاندار رہا ہے، انہوں نے جزیرۃ العرب اور حرمین شریفین کے معاملات میں انگریزوں اور حکومت برطانیہ کی مداخلت کی ایسی شدت سے مخالفت کی تھی، کہ اس کے سبب انہیں ہندوستان کی انگریزی حکومت کے عتاب کا نشانہ بننا پڑا تھا، اور اس کی وجہ سے ان کو اپنے ہم وطن ہندوؤں کے حیرت واستعجاب کا بھی سامنا کرنا اور بعض اوقات ان کے طعنے سننے پر بھی مجبور ہونا پڑا تھا، مگر مسلمانوں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اور حرمین شریفین اور جزیرۃ العرب کی آزادی وسلامتی کے لیے دفاعی انجمنیں اور کمیٹیاں قائم کیں، جن میں خلافت کمیٹی نے عالمگیر شہرت حاصل کی، ہندوستان کی ولولہ انگیز تحریک خلافت میں حرمین شریفین کی حفاظت کا جذبہ ہی کام کر رہا تھا، اور سلطنت عثمانیہ سے ان کا جو جذباتی لگاؤ تھا، اس کی اصل وجہ یہی تھی کہ وہ حرمین شریفین کی پاسباں اور متولی ہے، شاعر اسلام ڈاکٹر محمد اقبال کا یہ پرجوش شعر آج بھی زبان وقلم پر آتا رہتا ہے ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

اس کے برعکس اہل مغرب (جن میں مسیحی پادری اور مستشرقین پیش پیش ہیں) عالم اسلام کے اس عالمی مرکز سے قلبی وروحانی تعلق، اس کے گرد جمع ہونے اور اس کے معاملات سے گہری دلچسپی لینے کو ہمیشہ بڑی تشویش کی نظر سے دیکھتے اور اپنی حکومتوں کو اس کے خطرات سے آگاہ کرتے رہے ہیں، چنانچہ جنوری ۱۹۱۱ء میں لکھنؤ میں منعقد ہونے والی بلاد اسلامیہ میں پروٹسٹنٹ مشنریوں کی دوسری کانفرنس کی کارروائی کی روداد میں ہے۔

"پادری ورتز کے بعد سائمن نے ملیشیا میں پان اسلام ازم کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہندوستان میں اسلام سرگرم وفعال نہیں اور غیر منظم ہے، اور بیگانہ حالت میں ہے، لیکن ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیے کہ ہندوستانی اسلام کا تعلق مکہ سے برقرار ہے، اور یہ تعلق ملیشیا کے باشندوں کو اس یقین کی دعوت دیتا ہے کہ وہ ایک بڑے مجموعہ کا حصہ ہیں"۔

اسی اجتماع میں پادری ورتز نے افریقہ میں پان اسلام ازم پر اس طرح اظہار خیال کیا۔

"شہر مکہ اور سلاسل صوفیہ مسلمانوں کے درمیان وحدت کا شعور پیدا کرنے اور غیر اسلامی چیز سے دور اور نفوذ رکھنے میں سب سے بڑے عامل (FACTOR) ہیں"۔

۱۹۶۰ء میں قاہرہ میں منعقد ہونے والی اسی کانفرنس میں ولیم جیفورڈ بالگراف نے کہا تھا۔

"جب قرآن اور مکہ مدینہ بلاد عربیہ کی توجہ سے ہٹ جائیں گے تو اس وقت ہمیں یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موقع مل سکے گا کہ اہلِ عرب کو تمدن کے راستہ پر گامزن دیکھیں جس سے انہیں صرف محمدؐ اور قرآن نے دور کر رکھا ہے۔"

مرکزِ اسلام، حجاز اور حرمین پر براہِ راست تسلط اور سیاسی و انتظامی غلبہ کے خلاف مسلمانوں کے نازک احساسات و جذبات کے تلخ تجربہ اور اندازہ کے بعد مسیحی مشنریوں، پادریوں اور مستشرقین نے ان علاقوں میں براہِ راست مداخلت کے بجائے فکری و تہذیبی علمی و ادبی اثر و نفوذ کے راستہ کو اپنایا، کبھی یونسکو کو آلۂ کار بنایا گیا، کبھی علم و ادب، فلسفہ و سماجی علوم کے ماہرین اور اساتذہ و معلمین اور تکنیکی ماہروں سے کام لیا گیا، کبھی اس کے لیے علمی و ثقافتی مذاکرات (سیمینار) و اجتماعات منعقد کیے گئے، کبھی ان سادہ لوح طلبہ کو استعمال کیا گیا، جن کی ٹولیوں پر ٹولیاں مغرب جا کر امریکی و یورپی اساتذہ کی شاگردی اختیار کرتی، اور مغربی ثقافت کے سرچشموں سے فیضیاب ہوتی ہیں، ان کے نوجوان وہاں سے واپسی پر اپنے ملکوں میں تمدنی و تعلیمی منصوبوں کے نگراں و رہنما بنتے ہیں، چنانچہ یہ طریقۂ کار چیونٹی کی دھیمی چال کی طرح خفیہ رہا، اور افسوس ہے کہ مسلمان عقل و شعور رکھتے ہوئے بھی اس سیاست کی باریکی اور خطرات کو نہیں سمجھ سکے اور اس نے مسلمانوں کے اندر کوئی اضطراب اور بے چینی نہیں پیدا کی اور نہ انہیں غور و فکر پر مجبور کیا، چنانچہ زندگی اور معاشرت پر اس کے گہرے اور دور رس اثرات مرتب ہوئے۔

مشرق و مغرب میں رہنے والے تمام مسلمان جزیرۃ العرب کو ایک طلائی زنجیر اور ایک ہی پیغام و دعوت کی توسیع سمجھتے ہیں، وہ اس کے کسی دور دراز حصہ اور غیر معروف قطعہ زمین کا کوئی مستقل وجود اور منفرد شخصیت تسلیم نہیں کرتے، ان کو یہ پورا خطۂ زمین بیت اللہ اور مسجدِ نبوی کے انوار سے مستنیر نظر آتا ہے، بلکہ خود کو کعبہ کے سایہ میں اور بیت اللہ کے صحن میں محسوس کرتے ہیں، اس لیے کہ جزیرۃ العرب اپنی حقیقی زندگی و بیداری، شہرت و عظمت اور تقدس و برکت میں خالصۃً بعثت محمدی اور ظہورِ اسلام کا مرہونِ منت ہے، اس کی سرزمین زبانِ حال سے پکارتی رہتی ہے۔

جمال ہمنشیں در من اثر کرد   وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اور بیدار مغز انتظامیہ کے قیام کے لیے کھڑا کیا، حجاز میں امن و امان قائم ہوا، حاجیوں کے قافلے محفوظ ہوگئے، نہریں کھدیں، پانی کی ریل پیل ہوئی، اور جدید وسائل و ترقیات کے ذریعہ مشکلات پر قابو پایا، اور زندگی کو خوشگوار بنایا گیا، غذائی اشیاء کی ایسی افراط ہوئی، جس کا چند سال پہلے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ سعودی گھرانہ، توحید کی دعوت کا حامل، شرک سے پنجہ آزما، اور دینی، اخلاقی اور معاشرتی اصلاح کا علمبردار بھی تھا، اس نے دین کے شعار کو بلند کیا، اس کے لیے قربانی بھی دی، اور اس کے لیے اپنی جان و عزت کی بازی بھی لگا دی۔

مرحوم و مغفور سلطان عبدالعزیز بن سعود ۱۳۷۲ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۲۵ء) میں حجاز کی طرف ایک ناظم امور اور بڑی سلطنت کے بانی کی حیثیت سے بڑھے، اور اس پر قابض ہو گئے وہ نظم امور، امن وامان کے قیام میں غیر معمولی طور پر کامیاب ہوئے، انہوں نے پرامن حاجیوں پر یلغار کرنے والے سنگ دل اور ناخدا ترس بدوؤں کا خاتمہ کر دیا، ظلم کا ہاتھ روک دیا، حدود شرعیہ کو نافذ کیا، اور لوگوں کے سامنے سادگی اور مساوات کی ایک مثال قائم کی، اور ایسے بڑے بڑے کام انجام دیئے، جن سے ان کی غیر معمولی قابلیت اور خداداد صلاحیت کا اظہار ہوا، ہر انصاف پسند نے ان کارناموں کو تحسین کی نظر سے دیکھا اور مشرق ومغرب کے بڑے مفکرین اور اہل قلم نے ان کا اعتراف کیا، یہ اُمید کی وہ کرن تھی، جس سے عالم اسلام کے مسلمانوں کے دل عام طور پر اور مسلمانانِ ہند کے دل خصوصاً کھل اٹھے، جن کے لیے حجاز کی فکر سب سے بڑی فکر اور سب سے اہم مسئلہ تھا، چنانچہ انہوں نے اس پر دل سے اللہ کا شکر ادا کیا، اور حجاز کے اس انقلاب کا جوش ومسرت کے ساتھ خیر مقدم کیا۔

اس جوش ومسرت میں خاص طور پر وہ لوگ پیش پیش تھے، جو توحید خالص کے عقیدہ کے حامل، شرک و بدعت کے مخالف اور دین کو جہالت وخرافات اور جاہلی عادات سے پاک دیکھنے کے مشتاق تھے، راقم السطور کی نشو ونما بھی ایسے ہی دینی ماحول میں ہوئی تھی، اور اس نے وہ زمانہ دیکھا تھا، جب حجاز کی سعودی حکومت ہر بزم وانجمن کا موضوع گفتگو تھی، اسے وہ خوشی اچھی طرح یاد ہے، جو اس وقت صحیح الخیال مسلمانوں کے دلوں کو حاصل ہو گئی تھی، وہ بڑی بڑی توقعات جزیرۃ العرب کے اس انقلاب سے وابستہ کر رہے تھے، اور ایسا کرنا غلط بھی نہ تھا، کیونکہ حجاز میں قائم ہونے والی حکومت کی تاریخ اس دعوت وعزیمت اور زہد وقربانی کی تاریخ سے پیوستہ ووابستہ ہے، سلف صالحین میں سے بہتوں کا یہ حال تھا کہ حج کے سفر میں (جو اس وقت بادبانی کشتیوں پر بڑی مشقت کے ساتھ ہوتا تھا) جب پہلے پہل ان کی نگاہ جزیرۃ العرب کے کسی چٹیل اور بنجر حصہ پر پڑتی تھی تو وہ اللہ کی حمد کرتے ہوئے بے اختیار سجدہ میں گر جاتے تھے کہ اسی کے لطف وکرم سے انہیں یہ سعادت عظمیٰ حاصل ہوئی اور پہلی مرتبہ جزیرۃ العرب کی پاک سرزمین کی زیارت سے انہوں نے اپنی آنکھیں روشن کیں، وہ اس قطعۂ زمین کو اپنے دل کا ایک ٹکڑا سمجھتے تھے۔

مسلمانوں اور جزیرۃ العرب کے درمیان اس ایمانی وجذباتی تعلق سے قطع نظر جزیرۃ العرب ہی حرمین شریفین اور حجاز کی محافظ ومضبوط فصیل ہے، اسے اس وجہ سے بھی اس کو اجنبی مداخلت اور ان خارجی وداخلی اثرات وتحریکات سے پاک ہونا چاہیئے، جو اس مقدس مذہبی جزیرہ کے لیے چیلنج کی حیثیت رکھتی ہیں، اسی لیے جزیرۃ العرب کو مختلف ادیان ومذاہب کی کشمکش کی آماجگاہ بننے سے بچانے کی جو تاکیدی ہدایت فرمائی گئی ہے، اس کا تعلق صرف حجاز سے نہیں بلکہ پورے جزیرہ نمائے عرب سے ہے۔

اس بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں مرکز اسلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجاز اور حرمین شریفین کے حالات میں کچھ ایسی ابتری واقع ہوئی کہ یہ بلاد مقدسہ بھی (شرفائے مکہ بالخصوص شریف حسین کے دورِ حکومت میں) برطانوی اثرات کے تابع ہو گئے، امن مفقود ہو گیا، جہالت اور ناخواندگی نے ہر طرف اپنا سایہ پھیلایا، عقائد میں فساد آ گیا، دورِ جاہلیت کی بھی بعض رسوم رواج پا گئیں، اقتصادی حالت زبوں تھی، فقر و فاقہ کا دور اور بدامنی اور طوائف الملوکی کا ہر طرف دور دورہ تھا، جس کے سبب لوگوں کا حج اور اس کے ارکان ادا کرنا ایک جہاد اور کسی ہفت خواں سر کرنے سے کم نہ تھا، بدامنی کے ساتھ راستوں کی دشواری، پانی کی قلت و نایابی، حجاج کے قافلوں کا دن دہاڑے لٹنا، اور زاد راہ کا نہ ملنا زبان زد خلائق تھا، مگر حکومت بے بس تھی، اور اس کا نظم و نسق مفلوج تھا، حاجی حج کے لیے گھر سے نکلتے وقت ایسا محسوس کرتے تھے گویا وہ محاذ جنگ پر روانہ ہو رہے ہوں اس لیے اپنی اولاد کو اس طرح وصیت کر جاتے تھے، جیسے لڑائی پر جانے والا کرتا ہے، اسی ماحول میں، اور فقر و جہالت دُنیا سے بے خبری و بے تعلقی، اور بدحالی کی فضا میں ایک نسل جوان ہو گئی۔

بالآخر خدائے حکیم و رحیم کی قدرت ظاہر ہوئی اس نے آلِ سعود کو اصلاح حال، قیام امن، سڑکوں کی تعمیر، ملک کی خوشحالی، عوام کی تعلیم، ایک مضبوط حکومت تھی، جو مصلح کبیر شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کی دعوت و تحریک سے شروع ہوئی تھی، اس دعوت کا اس دینی جوش و جذبہ کے پیدا کرنے میں بڑا ہاتھ تھا، جو ہمیشہ اہم معرکوں کے سر کرنے اور عظیم سلطنتوں کے قیام میں سب سے بڑا کارگر ہتھیار ثابت ہوا ہے، اس حکومت کو اپنی تاریخ کے ہر دور میں شیخ کے فاضل و محترم خانوادہ کی تائید حاصل رہی اور وہ مجاہد داعیوں کے کندھوں اور جانباز شہداء کی مبارک قربانیوں کے سہارے کھڑی ہو گئی۔

قلب صحرا سے ابھرنے والی یہ نومولود حکومت اس عظیم مملکت بننے تک حکومت و سلطنت، معاشرت و ثقافت کے نازک ترین تجربات سے دوچار ہوئی اور اسے اپنے عبوری دور میں خاندانوں کے نہیں، بلکہ حکومتوں اور تہذیبوں کے مشکل ترین عبوری مرحلہ سے گزرنا پڑا، یہ مرحلہ سیاسی، انتظامی اور اقتصادی مشکلات پر قابو پانے اور مختلف نظریات رکھنے والی پڑوسی حکومتوں سے تعلقات کا مرحلہ تھا، ایک طرف دین کے روح و جوہر، اپنی عربی اسلامی خصوصیات اور دوسری طرف روح عصر اور زمانہ کے تقاضوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کا نیا تجربہ تھا، جو اعلیٰ درجہ کی ذہانت اور اعلیٰ درجہ کی استقامت کا طالب و متقاضی ہے۔

اس تجربہ کی کامیابی پر حکومت کے میدان میں اسلام کی عملی صلاحیت، نئی تہذیب کے مقابلہ کی طاقت اور ان بلاد مقدسہ کی سلامتی اور شخصیت کی حفاظت کا انحصار ہے، اس لیے ہر زمانہ میں اس حکومت کو ایسے مسلم مفکرین کی شدید ضرورت رہی ہے، جو اس ملک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے محبت وخلوص کے ساتھ اصابت رائے، فکری پختگی کا جوہر بھی رکھتے ہوں، اور ملکی و وطنی اور ذاتی اغراض ومفادات سے یکسر بالاتر ہوں، وہ انعام الٰہی کے مستحق اور ہر اس شخص کی دعا وشکریہ کے حقدار ہیں، جسے عصر حاضر میں اسلام اور مسلمانوں کی فکر ہے، اور جو اپنا اور مسلمانوں کا انجام و مستقبل ان بلاد مقدسہ کے ساتھ وابستہ سمجھتا ہے۔

عربی، اردو، فارسی میں تفاسیر
احادیث اور دیگر اسلامی کتابوں کا مرکز

سبحانی اکیڈمی

تشریف لائیے اور اپنی پسندیدہ
کتب کا انتخاب کیجئے۔

پروپرائیٹر
نذیر احمد سبحانی

اردو بازار لاہور

محكم دلائل وبراہين سے مزين، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مكتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعمیراتِ کعبہ

دورِ ابراہیمی سے عصرِ حاضر تک

الشیخ احمد عبدالغفور عطار
ترجمہ
سعید مجتبیٰ السعیدی

مؤرخین اور مکہ مکرمہ کے تاریخ نویسوں کی تحریر کے مطابق سب سے پہلے فرشتوں نے کعبہ شریف کی تعمیر کی۔ ان کے بعد بالترتیب حضرت آدم علیہ السلام، شیث اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کو تعمیر کیا۔

تعمیرِ ابراہیمی

قرآنِ کریم اور سنت میں صرف تعمیرِ ابراہیمی کا ذکر ملتا ہے۔

کچھ مؤرخین نے لکھا ہے کہ بناءِ ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے بعد عمالقہ نے ان کے بعد بنو جرہم نے بھی کعبہ کی تعمیر میں حصہ لیا۔

زبیر بن بکار قاضیٔ مکہ اپنی کتاب "النسب" میں لکھتے ہیں کہ جب قصی بن کلاب کو بیت اللہ شریف کی تولیت سپرد ہوئی انہوں نے اخراجات جمع کر کے بیت اللہ کو گرایا اور نئے سرے سے ایسی تعمیر کی کہ پہلے والے اس جیسی تعمیر نہ کر سکے۔

"شفاء الغرام" میں "الفاسی المکی" نے ابن بکار کی سند کے علاوہ دوسری سند سے قصی کی تعمیر کا ذکر کیا ہے۔

"الفاکہی" لکھتے ہیں کہ تعمیرِ ابراہیمی کے بعد قصی بن کلاب نے بیت اللہ کی تجدید کی اور اس کے بعد قریش نے بنایا۔

"الماوردی" اپنی کتاب "الاحکام السلطانیہ" میں لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے بعد قریش میں سب سے پہلے قصی بن کلاب نے بیت اللہ کی تجدید کی (۱) (شفاء الغرام ۱/۹۴)۔

تعمیرِ قریش

تعمیرِ قریش تاریخی طور پر ثابت ہے۔ ایک دفعہ یوں ہوا کہ ایک عورت کعبہ کو معطر کرنے کی خاطر آگ پر خوشبو ڈال کر لائی۔ اتفاقاً آگ کا ایک انگارہ اڑا جس سے بیت اللہ کے غلافوں کو آگ لگ گئی اور اس کے سبب بیت اللہ کی عمارت کمزور ہو گئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ بیت اللہ کی تعمیر میں پتھروں کو جوڑ جوڑ کر ایک دوسرے کے اوپر رکھا گیا تھا۔ مسلسل سیلابوں کے آنے کی بنا پر پتھر گرتے رہے اور عمارت کمزور پڑ گئی۔

ممکن ہے کہ یہ دونوں چیزیں بیت اللہ کی عمارت کی کمزوری کا سبب بنی ہوں کیونکہ ہم نے تیز قسم کے سیلابوں کو حرم کے اندر داخل ہوتے اور بیت اللہ تک پہنچتے دیکھا ہے جیسا کہ ہم کعبہ کی خوشبو کی دھونی دیتے وقت بخور (ایک خوشبو جو آگ کے انگاروں پر رکھ کر استعمال کی جاتی ہے) سے آگ کی چنگاریاں اڑتی دیکھتے ہیں۔

عمارتِ کعبہ کے کمزور ہو جانے پر قریش نے بیت اللہ کو گرانے اور نئے سرے سے تعمیر کا ارادہ کیا۔ وہ لوگ پہلے تو ڈرے لیکن بعد میں جرأت کا مظاہرہ کیا کیونکہ ان کا ارادہ نیکی کا تھا۔ اس تعمیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک ہوئے تب آپ کی عمر مبارک پینتیس ۳۵ برس تھی اور یہ واقعہ آپ کی بعثت سے پانچ سال قبل ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔ جب تعمیر مکمل ہو گئی تو حجرِ اسود کو اس کی جگہ رکھنے پر قبائل کا آپس میں شدید اختلاف ہو گیا قریب تھا کہ فتنہ بھڑک اٹھتا۔ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ وہی اس مبارک پتھر کو اس کی جگہ پر رکھے تاکہ یہ بات ان کے لیے ہمیشہ ہمیشہ قابلِ فخر رہے۔

آخر کار وہ سب لوگ اس بات پر متفق ہوئے کہ دوسرے روز جو شخص سب سے پہلے باب بنی شیبہ کے راستے سے بیت اللہ میں داخل ہوا سے سب لوگ اپنا فیصل تسلیم کریں گے۔ اتفاق کی بات کہ یہ شرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا۔ آپ کو دیکھ کر سب لوگ پکار اٹھے کہ یہ شخص امانت دار ہے اور ہم اس کے فیصلے پر راضی ہیں۔

ان لوگوں نے سارا قصہ آپ کو بیان کیا۔ آپ ایک کپڑا لائے اور خود حجرِ اسود اٹھا کر اس پر رکھ دیا اور ہر قبیلہ سے ایک ایک آدمی کو بلایا کہ کپڑے کی اطراف سے پکڑ کر اسے اٹھائیں اور یوں ہر قبیلہ کو اس بابرکت کام میں شریک ہونے کا موقع مل گیا۔ جب وہ لوگ حجرِ اسود کو اٹھا کر اس کی جگہ کے قریب پہنچے آپ نے اپنے دستِ مبارک سے اٹھا کر اس کی جگہ پر ٹکا دیا۔

بعض احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی بنائے قریش کا ذکر بھی ملتا ہے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں۔

۱۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے فرماتے ہیں کہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔ (صحیح بخاری)

۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تیری قوم کا کفر سے نکلنے کا نیا نیا وقت نہ ہوتا تو میں کعبہ کو گرا کر ابراہیمی بنیادوں پر تعمیر کرتا اور اس کے پیچھے کی جانب دروازہ بناتا۔ قریش نے جب بیت اللہ کو تعمیر کیا تو اخراجات کی کمی کے سبب ان بنیادوں سے کم

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کردیا۔ (صحیح مسلم ۹/۸۹ باب نقض الکعبہ وبناءھا)

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے علم ہے کہ تیری قوم (قریش) نے جب بیت اللہ کو تعمیر کیا تو اسے ابراہیمی بنیادوں سے چھوٹا کر دیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ اسے ابراہیمی بنیادوں پر کیوں نہیں لوٹا دیتے؟ آپ نے فرمایا، تیری قوم کا ترکِ کفر کا زمانہ نیا نہ ہوتا تو ضرور کرتا۔ (ایضاً صحیح مسلم ۹/۸۹)۔

۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ فرما رہے تھے کہ اگر تیری قوم کا کفر سے توبہ کا زمانہ نیا نیا نہ ہوتا تو میں کعبہ کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتا، اور اس کا دروازہ زمین کے ساتھ بناتا اور حطیم کو بھی تعمیر میں شامل کر دیتا۔ (ایضاً ص ۹/۹۰)

۵۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میری خالہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ اگر تیری قوم نئی نئی شرک سے نہ آئی ہوتی تو میں کعبہ کو گرا دیتا اور اسکا دروازہ زمین کے ساتھ ملا دیتا اور شرقی اور غربی دو دروازے بناتا۔ اور حطیم میں سے چھ ہاتھ جگہ مزید بیت اللہ میں شامل کر دیتا کیونکہ قریش نے تعمیر کے وقت اسے چھوڑ کر دیا۔ ان احادیث سے قریش کا کعبہ کو تعمیر کرنا یقینی طور پر ثابت ہو جاتا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی خواہش تھی کہ آپ دوبارہ بیت اللہ کو تعمیر کریں (ایضاً ص ۹/۹۱)

تعمیرِ ابن زبیر رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خواہش کا بخوبی علم تھا لیکن اُن کے پاس کوئی ایسے وسائل نہ تھے کہ اس خواہش کو پورا کر سکتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ابنِ زبیر کو اس خواہش کی تکمیل کا موقعہ اس وقت دیا جب یزید بن معاویہ اموی کے دور میں شامیوں نے کعبہ پر منجنیقوں، آتشگیر مادوں اور آگ کے ساتھ حملہ کیا۔ یہاں تک کہ کعبہ شریف کی عمارت کمزور ہو گئی۔

تمام روایات اس بات پر متفق ہیں کہ شامیوں نے کعبہ کو آگ لگا دی تھی۔ حافظ ابنِ حجرؒ فتح الباری اور اپنی دیگر تصانیف میں لکھتے ہیں کہ شامیوں نے کعبہ شریف کو آگ لگا دی، منجنیقوں کے ذریعہ پتھر مار کر بیت اللہ کو گرا دیا۔ یہ واقعہ ۶۴ ہجری کا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت عطاءؒ تابعی کا بیان ہے وہ فرماتے ہیں کہ یزید بن معاویہ کے دور میں جب شامیوں نے بیت اللہ پر حملہ کر کے اسے آگ لگا دی تو عبداللہ بن زبیر نے اسے یوں ہی رہنے دیا، تاکہ ایام حج میں جب اطراف عالم سے لوگ حج کے لیے آئیں اور بیت اللہ کی حالت دیکھیں گے تو لوگ شامیوں کے خلاف بھڑک اٹھیں گے جب لوگ واپس ہونے لگے تو انہوں نے لوگوں سے کہا:۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجھے کعبہ کے بارہ میں مشورہ دو آیا میں اسے گرا کر دوبارہ تعمیر کروں یا جو حصے کمزور ہوئے ہیں انہیں درست کر دوں؟

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس موقع پر مجھے یہ رائے سوجھی کہ جو حصے کمزور ہوئے ہیں ان کی اصلاح کر دی جائے اور بیت اللہ کو اور پتھروں کو اسی حالت میں رہنے دیا جائے جو حالت اس کی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور لوگوں کے مسلمان ہونے کے وقت تھی!

ابن زبیرؓ نے کہا: اگر تم میں سے کسی کا اپنا گھر جل گیا ہوتا تو نیا بنائے بغیر نہ رہتا۔ اور اللہ کا گھر یوں ہی رہے؟ میں اپنے رب سے تین بار استخارہ کر کے کوئی پختہ ارادہ کروں گا۔ تین روز گزرنے پر ابن زبیرؓ نے پختہ ارادہ کر لیا کہ اسے گرا دے۔ لوگ گرانے میں ابتدا کرنے سے خوف زدہ ہوئے کہ اس کام کی ابتدا کرنے والے پر اللہ کی طرف سے عذاب آجائے گا۔ آخر کار ایک آدمی اوپر چڑھا اور اوپر سے پتھر گرائے۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ اسے تو کچھ نہیں ہوا وہ بھی اس کے ساتھ مل گئے اور اسے زمین سے ملا دیا۔ ابن زبیرؓ نے کچھ ستون کھڑے کر کے تعمیر اونچی ہونے تک کے لیے پردے لٹکا دیئے۔

اور ابن زبیرؓ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا تھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر لوگوں کا ترک کفر کا زمانہ نیا نیا نہ ہوتا اور میرے پاس نئی تعمیر کے لیے خرچہ ہوتا تو میں ضرور حطیم میں سے پانچ ہاتھ اس میں شامل کر دیتا اور لوگوں کے داخل ہونے اور نکلنے کے لیے ایک ایک دروازہ بنا دیتا۔ ابن زبیرؓ نے اس تعمیر میں حطیم میں سے پانچ ہاتھ زیادہ کر دیے۔ جب بنیاد بلند ہو گئی تو اس کے اوپر تعمیر کی۔ پہلے کعبہ کا طول اٹھارہ ہاتھ تھا جب ابن زبیرؓ نے پانچ ہاتھ بڑھانے کا ارادہ کیا تو اسے تھوڑا جانتے ہوئے دس ہاتھ کا اضافہ کر دیا اور داخل ہونے اور نکلنے کے لیے دو دروازے بنا دیے۔ (صحیح مسلم ۹/۹۲-۹۳-۹۴)

حضرت مجاہدؒ کا بیان ہے کہ حضرت ابن زبیر خود بیت اللہ کی دیوار پر چڑھے اور اسے گرا دیا۔

حضرت ادریسؒ کا بیان ہے کہ بیت اللہ کو گرانے کے بعد جو سامان قابلِ استعمال تھا اسے علیحدہ کر دیا اور جو ناکارہ ہو گیا تھا اسے کعبہ کے اندر گڑھا کھود کر دفن کر دیا۔ ابن زبیرؓ نے حطیم کی جانب سے ابراہیمی بنیادوں کی تلاش میں خوب محنت اور کوشش کی مگر ناکام رہے جب بنیادوں کو مزید کھودا تو مل گئیں۔ ابن زبیرؓ خود گڑھے میں اترے، دیکھا کہ وہ اونٹنی کے پستان کی مانند گول دار پتھر ہیں، لوگوں نے زور سے ان پتھروں کو حرکت دی تو بیت اللہ کی بنیادیں گریں۔

انہوں نے ایسی بنیادیں دیکھیں جو ایک دوسری کے ساتھ خوب ملی ہوئی تھیں۔ انہوں نے اللہ کی تحمید اور تکبیر بیان کی، لوگوں کو بلا کر ان میں سے معززین کو بنیادوں کی گہرائی میں اتار کر ان کا مشاہدہ کرایا، سب لوگوں نے مضبوط بنیادوں کو ملاحظہ کر لیا تو انہوں نے لوگوں کو اس بات پر گواہ بنا لیا۔

کعبہ کی یہ تعمیر ابراہیمی بنیادوں پر مکمل ہوئی یہ ایک انتہائی مضبوط تعمیر تھی جس میں ابن زبیرؓ نے پوری سخاوت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور قوت صرف کی۔ ایک قول کے مطابق یہ تعمیر وسط جمادی الآخرۃ ۶۴ھ کو اور دوسرے قول کے مطابق رجب ۶۴ھ کو شروع ہو کر ۱۵ رجب ۶۵ھ کو مکمل ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی یہ تعمیر تھی جو ابراہیمی بنیادوں پر ہوئی ان سے پہلے اور بعد کسی کو یہ توفیق نہیں ملی تعمیر کی تکمیل پر ابن زبیرؓ، اہل مکہ اور عام مسلمانوں کی خوشی دیدنی تھی۔ اہل مکہ نے اس موقعہ پر شکرانے کے طور پر تنعیم تک کا سفر پیدل کیا اور آکر عمرہ کیا۔ ابن زبیرؓ بھی عام لوگوں کے ہمراہ تھے۔ نیز ابن زبیر اور باقی اہل مکہ نے اس عظیم کام کے اتمام پر اونٹ ذبح کیے۔

تعمیر عبدالملک بن مروان

جب عبدالملک بن مروان اموی خلیفہ بنا تو اس نے شامیوں کا ایک لشکر تیار کر کے حجاج بن یوسف ثقفی کی سرکردگی میں ابن زبیرؓ سے مقابلہ کے لیے مکہ کو روانہ کیا۔ حجاج نے کعبہ کے قریب جبل ابی قبیس کے اوپر منجنیق نصب کی اور اس کے لشکری کعبہ پر سنگباری کرنے لگے جیسا کہ اس سے قبل یزید کے دور میں یہ کام کر چکے تھے۔

ابن الاثیرؒ نے اپنی مشہور کتاب الکامل میں لکھا ہے۔ (ج ۴ ص ۲۳ طبعہ منیریہ مصر)۔

جب حجاج نے ابن زبیرؓ کا محاصرہ کر لیا تو جبل ابی قبیس کے اوپر منجنیق نصب کر کے بیت اللہ پر سنگباری شروع کر دی۔ یہی عبدالملک اس چیز کو یزید کے زمانہ میں ناپسند کرتا تھا مگر اب خود یہ کام کرنے کا حکم دیا۔ اسی لیے لوگ کہا کرتے تھے۔

"یہ شخص دینی لحاظ سے پسپا ہو چکا ہے"۔

ابن الاثیرؒ مزید لکھتے ہیں۔ جب منجنیق کے ذریعہ بیت اللہ پر پہلا پتھر پھینکا گیا آسمان کڑکا اور بجلی چمکی، پہاڑوں میں بادلوں کی گرج بلند ہوئی۔ شامیوں نے اس کا احساس کرتے ہوئے ہاتھ روک لیے تو خود حجاج آگے بڑھا اس نے اپنے ہاتھ سے منجنیق میں پتھر رکھا اور پھینکا صبح ہوئی تو بھی کڑک ہوئی اور ان میں سے بارہ آدمیوں کو ہلاک کر دیا۔ اور شامیوں نے شکست کھائی۔

شامیوں کے پھینکے ہوئے پتھر بیت اللہ پر پڑ رہے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ نمازیوں، طواف کرنے والوں رکوع اور سجود کرنے والوں کو بھی لگ رہے تھے، اور بیت اللہ حجاج اور اس کے شامی لشکریوں کے پتھروں کا نشانہ بنا ہوا تھا یہ مذموم عمل اس وقت تک جاری رہا جب ان ظالموں کے ہاتھوں ۱۷ جمادی الاولیٰ ۷۳ھ کو ابن زبیرؓ شہید ہوئے۔ ان کا کام پورا ہو گیا تو انہوں نے ظالم خلیفہ عبدالملک بن مروان کو (جس نے انہیں بیت اللہ پر سنگباری کا حکم دیا تھا) کو خط لکھ کر اپنی کامیابی کی خبر دی۔

ان لوگوں نے اسی پر ہی اکتفا نہ کی بلکہ جب عبدالملک نے بیت اللہ کی ایک جانب کو گرانے کا حکم دیا تو انہوں نے کعبہ کی دشمنی میں انتہا کر دی۔

صحیح مسلم "باب نقض الکعبۃ وبناءھا" میں ہے کہ جب ابن زبیرؓ شہید ہو گئے تو حجاج نے عبدالملک بن مروان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو خط لکھ کر اس واقعہ کی خبر دی اور بتایا کہ ابن زبیرؓ نے جہاں بنیاد رکھی ہے اسے مکہ کے معززین نے خود ملاحظہ کیا ہے تو جواباً عبدالملک نے لکھا۔

ہمارا ابن زبیر کی گندگی سے کوئی تعلق نہیں اس نے جو طول میں اضافہ کیا ہے اسے رہنے دو اور حطیم کی جانب جو زیادتی ہے اس جانب کی دیوار کو سابقہ جگہ پر کر دو۔ اور اس نے جو نیا دروازہ بنایا ہے اسے بھی بند کر دو۔ چنانچہ حجاج نے بیت اللہ کو گرا کے سابقہ نقشہ کے مطابق بنا دیا۔

عبدالملک بن مروان نے کسی کی بات پر کان نہ دھرا اور نہ ہی اہلِ مکہ میں سے کسی کی گواہی پر اعتماد کیا اور اپنا ظالمانہ فیصلہ نافذ کر دیا۔ اور ظالم حجاج نے ظالم عبدالملک کے امر کو پورا کر دیا اسطرح بیت اللہ شریف لوگوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنتا رہا۔

عبدالملک کی جرأت یہاں تک بڑھی کہ ایک دفعہ دمشق میں جلیل القدر صحابی حضرت حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ کی موجودگی میں کہنے لگا کہ بیت اللہ کی تعمیر کے سلسلہ میں ابن زبیرؓ جو کہتا تھا میرا خیال ہے کہ اس نے یہ بات حضرت عائشہؓ سے نہیں سُنی ہو گی۔ اس موقعہ پر حضرت حارث بولے کہ میں نے بھی وہی حدیث حضرت عائشہؓ سے سُنی ہے۔ عبدالملک بولا آپ نے کیا سُنا ہے؟ اس پر حضرت حارثؓ نے وہی حدیث دہرائی، تو عبدالملک نے کچھ دیر لاٹھی سے زمین کو کریدا پھر بولا، کاش کہ میں اس کے کیے کو رہنے دیتا۔ (صحیح مسلم ۹/۹۴-۹۵)۔

صحیح مسلم میں ابو قزعہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ عبدالملک بن مروان بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا اسی دوران کہنے لگا "اللہ ابو خبیب ابن زبیرؓ کا ستیاناس کرے وہ ام المؤمنینؓ پر جھوٹ باندھتا تھا (اور پھر ساری حدیث پڑھ کر سنائی) یہ سُن کر حضرت حارثؓ بولے: امیر المؤمنین! ایسا نہ کہیں کیونکہ میں بھی ام المؤمنینؓ سے یہ حدیث سُن چکا ہوں۔ اس پر عبدالملک نے کہا، اگر یہ حدیث بیت اللہ کے گرانے سے پہلے سُن لیتا تو میں بیت اللہ کو ابن زبیرؓ کی تعمیر پر رہنے دیتا۔
(صحیح مسلم ۹/۹۵)

امام مسلم کی بیان کردہ یہ تمام احادیث عبدالملک کی سوءِ نیت پر دلالت کرتی ہیں کہ ابن زبیر کے خلاف غصہ کی بناء پر وہ انہیں بار بار جھوٹا کہتا تھا حالانکہ اسے اس کے اپنے گورنر حجاج کے خط سے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ ابن زبیرؓ نے ابراہیمی بنیادوں کو تلاش کر کے اور اہلِ مکہ کو گواہ بنا کر بنیاد رکھی تھی۔

پس عبدالملک کا صحیح بات سے غلط کی طرف رجوع کرنا اور اس کے ساتھ ساتھ مطاف کے اندر اللہ کے سامنے حاضر ہو کر متفق علیہ بات کے بارہ میں ابن زبیرؓ کو جھوٹا کہنا اور ان پر بددعا کرنا بہت بڑا جرم ہے کیونکہ اسے ام المؤمنینؓ والی حدیث معلوم تھی اور وہ جانتا تھا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور پھر حجاج کے خط سے بھی اس کی تائید ہوئی اور حضرت حارثؓ نے بھی گواہی دی کہ اس نے بھی یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے سُنی ہے نیز سب جانتے ہیں کہ ابن زبیرؓ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو کنیتیں تھیں ابوبکر اور ابو خبیب۔ پہلی کنیت احترام کے لیے اور دُوسری توہین اور گستاخی کے لیے بولی جاتی ہے۔ اس نے جان بوجھ کر دُوسری کنیت سے ان کا ذکر کیا۔

حضرت ابن زبیرؓ نے کعبہ کی تعمیر میں جو حصّہ شامل کیا عبدالملک کا اسے خارج کرنے کا حکم بھی سراسر زیادتی تھی کیونکہ ابن زبیرؓ نے تو خالصتہً وُہ کام کیا تھا جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عین تمنا کے مطابق تھا۔ لیکن لوگوں کے نومسلم ہونے اور وسائل کی کمی کے سبب آپ نہ کر سکے۔ ابن زبیرؓ کا یہ عمل بالکل دُرست تھا، کیونکہ حطیم بیت اللہ ہی کا حصّہ ہے وُہ تو قریش کی تعمیر کے وقت اخراجات کی کمی کے سبب تعمیر میں نہ آسکا چونکہ وُہ بیت اللہ کا حصّہ تھا یہی وجہ ہے کہ لوگ طواف کے وقت حطیم کے باہر سے طواف کیا کرتے تھے۔ اسی لیے جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عُمرے اور حج ادا فرمایا تو ہر موقعہ پر آپ نے طواف حطیم کے باہر سے کیا۔ نیز مسلمانوں کو حکم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسکِ حج سیکھ لیں نیز ابن زبیرؓ کا حطیم کو بیت اللہ میں شامل کرنا بھی دُرست تھا کیونکہ وُہ بیت اللہ کا حصّہ ہے۔ اس کو مزید تقویت آپ کے اس ارادہ سے بھی ملتی ہے۔ جس میں آپ نے حطیم کو بیت اللہ میں شامل کرنے کی تمنا کا اظہار فرمایا لیکن بعض اسباب کی بنا پر آپ نے اس کی تعمیل نہ فرمائی (ان کا ذکر اُوپر آچکا ہے۔)۔

بہت سے مُسلمان لاعلمی اور ناواقفیت کی بنا پر موجودہ تعمیر کو مکمل سمجھتے ہوئے حطیم کے اندر سے ہی طواف کا چکر کاٹ لیتے ہیں۔ انہیں حطیم کے بارہ میں صحیح معلومات نہیں۔ اس قسم کا طواف شرعی طواف نہیں ہوتا۔ کیونکہ بیت اللہ کا طواف تو تب پُورا ہوگا۔ جب بیت اللہ کی تعمیر اور حطیم دونوں کے گرد چکر لگائے جائیں میں نے کئی بار بہت سے حاجیوں کو اسی طرح ناقص طواف کرتے دیکھا اور انہیں صحیح بات بتا کر دوبارہ طواف کرایا۔

ابن زبیر کا حطیم کو بیت اللہ میں شامل کرنا ٹھیک تھا اور عبدالملک کا اسکے منہدم کرنا غلط اور مسلمانوں کے اجماع کے خلاف تھا۔ اور حجاج بن یوسف کا عبدالملک کے حکم کو نافذ کرنا تعمیر نہیں بلکہ تخریب تھی۔

بعد میں ہارون الرشید نے ابن زبیر کے مطابق بیت اللہ کو دوبارہ تعمیر کرکے حطیم کو بھی اس میں شامل کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر امام مالک نے اسے اللہ کا واسطہ دیا کہ بیت اللہ کو اب اسی حال پر رہنے دو تاکہ آنے والے بادشاہ اس اللہ کے گھر کو کھیل کا ذریعہ نہ بنالیں اور لوگوں کے دلوں سے اس کی توقیر کم نہ ہو جائے۔ اس بات سے ہارون الرشید نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔ کیا ہی اچھا ہو کہ بیت اللہ کو دوبارہ تعمیر کرکے ابن زبیر کی تعمیر کے مطابق بنایا جائے اور جو حصّہ عبدالملک نے نکال دیا اسے نئے سرے سے شامل کر دیا جائے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ارادہ کی تکمیل ہوگی۔ امام مالکؒ کا قول ایک اجتہاد ہے مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ارادہ اس سے بدرجہا افضل اور بہتر ہے۔

تعمیر سلطان مراد خان

۱۹ رشعبان ۱۰۳۹ھ بدھ کے روز صبح سے شدید سردی کے ساتھ ساتھ انتہائی تیز بارش ہوئی اور جمعرات کی رات تک مسلسل ہوتی رہی یہاں تک کہ مکہ میں سیلاب آگیا اور سیلاب کا پانی مسجد حرام ہی نہیں بلکہ خود بیت اللہ کے بلند و عالی دروازہ کے راستے اندر پہنچ گیا اور باقی مکہ کے گھروں میں بھی پانی داخل ہوگیا۔ اور بہت سے لوگ اس سیلاب کی بھینٹ چڑھ گئے بعض لوگوں کے اندازے کے مطابق ایک ہزار آدمی لقمۂ اجل بنے باقی نقصانات اس کے علاوہ ہیں۔

۲۰ رشعبان ۱۰۳۹ھ جمعرات کو عصر کے بعد بارش کی بنا پر کعبۃ اللہ کی شمالی دیوار اور شرقی اور غربی دیواروں کے کچھ حصے منہدم ہوگئے اس سے اہلِ مکہ کو بے حد و بے شمار پریشانی اور غم لاحق ہوا۔

شریفِ مکہ نے فوری طور پر کعبہ کے مجاوروں مکہ کے فقہاء، علماء، قاضی، مفتی حضرات اور معززین شہر کو بلا کر معائنہ کیا۔ سب نے متفقہ طور پر پاس کیا کہ کعبہ کے اندر سونے کی قندیلیں اور سونے کا پرنالہ وغیرہ اٹھا کر کسی دوسری جگہ محفوظ رکھ لیا جائے۔

اہلِ مکہ نے مسجد حرام کی صفائی کی کعبہ کی دیواروں کے اور اندر سے پتھر اٹھا اٹھا کر مسجد حرام میں ایک مقام پر رکھے۔

مکہ کے اہلِ حل وعقد نے پاس کیا کہ خلیفۃ المسلمین سلطان مراد خان[1] رابع کو خط لکھا جائے۔ اس کے ساتھ انہوں نے علماء کا فتویٰ بھی روانہ کیا اور تجویز پیش کی کہ طواف کرنے والوں کے لیے فی الحال عارضی طور پر عبداللہ بن زبیر کی سنت کے مطابق لکڑی کی تعمیر شروع کر دی جائے۔ چنانچہ لکڑی والی عمارت کی تعمیر سے ۲۳ شوال ۱۰۳۹ھ کو فراغت ہوئی۔

اس حادثہ کا علم جب والیٔ مصر محمد علی پاشا کو ہوا تو اس نے فوری طور پر اپنا مندوب مکہ بھیجا جو ۱۹ رشوال ۱۰۳۹ھ کو وہاں پہنچا اور مکہ کے سربرآوردہ لوگوں سے مل کر ممکنہ انتظامات مکمل کیے تاکہ حج میں رکاوٹ نہ ہو۔ حج مکمل ہوگیا اور طواف کرنے والوں نے لکڑی کی تعمیر کا طواف کیا جس پر شریفِ مکہ نے سبز ریشم کا غلاف چڑھا دیا تھا، حجرِ اسود اپنی متعین جگہ پر رکھا گیا تھا اور لوگ اسے بوسے دیتے تھے حالانکہ انہیں خوب معلوم تھا کہ ابھی بیت اللہ کی تعمیر شروع بھی نہیں ہوئی۔

ظاہر ہے کہ تعمیر کعبہ کو سلطان مراد نے بہت اہمیت دی۔ محمد رفعت پاشا کی کتاب مرآۃ الحرمین ۱/۷۵ میں ہے کہ ۱۰۳۹ھ میں جب بارشوں کے سبب بیت اللہ کی عمارت منہدم ہوگئی تو سلطان مراد خان الرابع نے اس کی تجدید کی تعمیر کے لیے غلہ مصر سے منگوایا اور ۱۰۴۰ھ

---

[1] : سلطان مراد خان الرابع ۱۰۱۸ھ میں پیدا ہوا۔ ۱۰۳۲ھ میں مسندِ خلافت پر متمکن ہوا اور ۱۰۴۹ھ میں وفات ہوئی۔ اس سے قبل تین خلفاء اس کے ہمنام گزر چکے تھے۔ اسلیے یہ مراد خان الرابع (چوتھا) کہلایا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بروز اتوار مکہ پہنچا اور ۱۸ ربیع الثانی کو وہ بحری جہاز سامان لے کر آگیا، جس پر تعمیرات کا سامان تھا۔

علماء مکہ، بیت اللہ کے مجاورین، شریف مکہ اور ناظم تعمیر سب کی رائے تھی کہ کعبہ کے چاروں طرف پہلے ایک باڑ بنادی جائے تاکہ طواف کرنے والے اور عام لوگ معماروں کے کام میں خلل انداز نہ ہوسکیں۔ مکی معماروں نے لکڑی کی ایک مضبوط باڑ کھڑی کر دی اور بادشاہ کے مندوب کا انتظار کرنے لگے وہ ۲۳ ربیع الثانی کو پہنچا۔ اب یہ دونوں مندوب معماروں کے پاس تھے۔

۲۷ ربیع الثانی کو پھر بارش ہوئی اور اس سے مغربی دیوار میں سے ایک بہت بڑا اور کچھ چھوٹے پتھر مزید گر گئے، مکہ اور مصر کے معماروں اور کام کے نگرانوں نے دوبارہ معائنہ کیا اور تعمیر کعبہ کا کام تین مکی معماروں کے سپرد ہوا ان کے نام یہ ہیں،

علی بن شمس الدین، محمد زین الدین اور اس کا بھائی عبدالرحمن زین الدین۔ اس بارہ میں قاضی نے ایک تحریر بھی لکھ دی۔ ان معماروں کی نگرانی میں مصری معمار بھی کام میں شریک ہوئے، تعمیر کے دوران جن چیزوں کی ضرورت پیش آسکتی تھی وہ سب مہیا کر لینے کے بعد جمادی الاولیٰ ۱۰۴۰ھ کو تعمیر شروع کر دی۔ ان معماروں نے تعمیر کعبہ میں اپنی تمام تر کوشش صرف کرکے ۲/ ذوالحجہ ۱۰۴۰ھ کو کام مکمل کرلیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ ان معماروں کا اس کام کو رمضان ۱۰۴۰ھ کے آخر تک مکمل کرنے کا پروگرام تھا لیکن درمیان میں دو ماہ کا تعطل آگیا۔ یہ بات سنگ مرمر کی ایک تختی سے معلوم ہوئی جس پر یہ عبارت کندہ ہے۔ کہ خادم الحرمین سلطان مراد خاں کو رمضان ۱۰۴۰ھ میں تعمیر کعبہ کا شرف حاصل ہوا۔

سعودی تعمیر

جب حکومت سعودیہ عربیہ نے ۱۳۷۵ھ میں مسجد حرام کی تاریخ میں سب سے بڑی عمارت کا پروگرام بنا کر اسے عملی جامہ پہنایا، تعمیر کے نگرانوں نے بیت اللہ کی چھت اور بعض دیواروں میں کمزوری محسوس کی تو اس وقت کے سربراہ مملکت سعود بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس کے بھی ٹھیک کرنے کا حکم صادر کیا اور یہ معاملہ اپنے ولی عہد ملک فیصل بن عبدالعزیز مرحوم کے سپرد کیا۔

۱۸ رجب ۱۳۷۷ھ جمعہ کے روز صبح سویرے ایک عظیم الشان تقریب ملک فیصل کی صدارت میں منعقد ہوئی جس میں تمام اسلامی اور عربی ممالک کے مندوبین اور نمائندے شریک تھے یہ سب لوگ کام میں مصروف ہوئے، خود ملک فیصل اور باقی حاضرین نے گارا اور پتھر اٹھائے اور ہزاروں طواف کرنے والوں، عمرہ کرنے والوں اور باقی اہل مکہ کے ہمراہ کام کیا یہ تعمیر اور اصلاح اوپر کی چھت میں کی گئی اور نئی چھت ڈالی گئی دیواروں کی بھی اصلاح ہوئی۔ نیز بیت اللہ کے اندر رخام کے پردہ میں جو قابل اصلاح حصہ تھا مرمت کر دیا گیا۔

یہ ہیں وہ تعمیرات جو کعبہ میں ہوتی رہیں حضرت ابراہیم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسماعیل علیہا السلام کی تعمیر کے بعد علی الاطلاق سب سے اچھی، بہترین اور افضل تعمیر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی تھی، کیونکہ انہوں نے بڑی محنت کرکے ابراہیمی بنیادوں کی تلاش کرکے ان پر تعمیر کی جن کی تجدید خود حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرما چکے تھے۔

شاید اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو توفیق دیں اور وہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرح تعمیر کرتے ہوئے حطیم کو بھی بیت اللہ کی عمارت میں شامل کردے۔ اور باذن اللہ وہ تعمیر آخری ہو۔

اللہ تعالیٰ اپنے مکرم گھر، بلدِ امین مکہ مکرمہ، اہلِ مکہ کی اور تمام مسلمانوں کی حفاظت فرمائے جو اپنی نمازوں اور دعاؤں میں بیت اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمائیں۔ آمین۔

اعلیٰ، عمدہ، نفیس اور دیدہ زیب اسلامی، تاریخی
اور ادبی کتابوں کا عظیم مرکز
مکتبہ رحمانیہ
اردو بازار لاہور
اپنی دلپسند کتابوں کے انتخاب
کیلئے تشریف لائیے۔
پروپرائیٹر
مقبول الرحمان
مکتبہ رحمانیہ
اردو بازار لاہور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تولیتِ کعبہ

پروفیسر غلام احمد حریری

کعبہ کی تولیت پہلے حضرت اسماعیلؑ کے ہاتھ میں رہی، پھر اُن کی اولاد کے زیرِ تصرف آئی اور پھر ان کے ننھیال اس پر قابض ہوئے جب حضرت ابراہیمؑ نے مکہ سے نقل مکانی فرمائی تو آپ کے لختِ جگر حضرت اسماعیلؑ کعبہ کے متولی قرار پائے، جو تعمیر کعبہ میں آپ کے ساتھ شریک تھے۔ اس میں کوئی نزاع وجدال اس لیے بپا نہ ہوا کہ قریش مکہ آپ کے فضل و کمال کو تسلیم کرتے تھے۔ آپ کا عصر و عہد، ایمان و توحید کا عہد تھا۔ آپ کے بارہ بیٹے تھے جن میں سب سے بڑے کا نام ثابت تھا۔ یہ سب ایمان و ایقان کی گود میں پلے بڑھے۔

بیت اللہ کا حج ایک فریضہ تھا جس کے احکام و ارکان کو ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سُنت کے مطابق ادا کیا جاتا تھا۔ حضرت اسماعیلؑ نے ایک سو سنتیس[۱۳۷] سال عمر پائی۔ مکّہ میں وفات پائی اور جوارِ کعبہ میں "حجرِ اسماعیل" نامی جگہ میں مدفون ہوئے۔ یہ جگہ مسجد الحرام میں واقع ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کی والدہ حضرت ہاجرہ بھی یہی مدفون ہیں۔

حضرت اسماعیلؑ کے بعد آپ کے بیٹے ثابت کعبہ کے متولی قرار پائے اور اپنے والد کی سیرت پر گامزن رہے۔ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد خوب پھلی پھولی۔ کچھ عرصہ کے بعد کعبہ کی تولیت اولادِ اسماعیل کے ہاتھوں سے نکل کر اُن کے ننھیال بنو جرہم تک منتقل ہو گئی۔ یہ بیت اللہ کی حُرمت و عظمت کا تقاضا تھا کہ انتقالِ تولیت کے سلسلہ میں کوئی نزاع بپا نہ ہو۔ اس لیے کہ مکہ میں جدال و قتال حرام ہے نیز اس لیے کہ اولادِ اسماعیل نے اپنے ننھیال بنو جرہم سے اس ضمن میں جھگڑنا پسند نہ کیا۔

اولادِ اسماعیل کا عصر و عہد، ایمان و توحید کا دَور تھا۔ پھر ان کی اگلی پُشت جو مکہ میں بکثرت آباد تھی اسی ڈگر پر گامزن رہی۔ اُن میں بہت سے لوگ دعوتِ دین کا کام کرتے رہے اور اپنے اعداء و دُشمنان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر تو غلبہ انہیں حاصل تھا ہی، جناب ثابت کے بعد کعبہ کی تولیت ان کے بھائیوں کے پاس رہی اور پھر ان کے ننھیال بنو جرہم بلا جدال و قتال اس پر قابض ہو گئے اس لیے کہ اولادِ اسماعیل کعبہ کی حرمت پر پختہ ایمان رکھتی تھی اور کسی قیمت پر اس کو توڑنے کی روادار نہ تھی۔

بنو جرہم میں سے اولیں شخص جو کعبہ کا متولی بنا حارث بن مضاض جرہمی تھا۔ وہ صرف مکہ کے بالائی علاقہ کا حکمران تھا جہاں قعیقعان (کا پہاڑ) واقع ہے مکہ کے زیریں علاقہ پر سمیدع حکمران تھا، جو قنطوراء کا قائد اور عمالیق کا بادشاہ تھا جو شخص مکہ سے گزرتا یہ دونوں اس سے عاشور وصول کرتے تھے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کے مابین کامل یگانگت نہ تھی۔ ایک دفعہ تو ایسے نزاع نے جنم لیا جو قتال پر منتج ہوا اور اس کے نتیجے میں عمالیق کعبہ کے متولی قرار پائے، بعد ازاں ایسی کایا پلٹ ہوئی کہ بنو جرہم پھر سے کعبہ کے متولی اور مکہ کے حاکم بن گئے۔ المسعودی "مروج الذہب"[1] بنو جرہم کے بارے میں رقمطراز ہے۔

"بنو جرہم تین صدیوں تک کعبہ کے متولی رہے، ان کا آخری بادشاہ الحارث بن مضاض الاصغر بن عمرو بن الحارث بن مضاض الاکبر" تھا۔ انہوں نے کعبہ کی عمارت میں ابراہیمی بنیادوں میں توسیع کی اور انہیں بلند کیا۔"

المسعودی اور دیگر مورخین نے ذکر کیا ہے کہ بنو جرہم نے حرم میں بغاوت و سرکشی کا ارتکاب کیا۔ جس کی حد یہ ہے کہ ان میں سے اِساف نامی ایک شخص نے نائلہ نامی عورت کے ساتھ حرم کے اندر زنا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی مورتیاں بنا دیں جن کو ان کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ مگر یہ باغی بنو جرہم کعبہ کی قیادت و سیادت پر تا دیر قائم نہ رہ سکے اور آفاتِ سماوی نے ان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، جس کی وجہ سے بکثرت ان میں سے ہلاک ہو گئے جو لوگ ان میں سے بچ گئے تھے وہ بھی اس قوت و شوکت سے محروم ہو گئے جو بنو اسماعیل کو نصیب ہوئی تھی۔ چنانچہ باقی ماندہ بنو جرہم کو مکہ سے نکال دیا گیا اور وہ قبیلہ جہینہ کے پاس "اضم" نامی جگہ میں بسے جہاں رات کو آنے والے سیلاب نے ان کو تہس نہس کر دیا۔

نتیجے کے طور پر کعبہ کی تولیت پھر سے بنو اسماعیل کے ہاتھوں میں آ گئی اور ان میں سے بنو ایاد بن نزار بن معد کعبہ کے متولی قرار پائے۔ تاہم نزار کے بیٹوں ایاد اور مضر کے مابین ایک نزاع رونما ہوا جس کے نتیجہ میں ان میں جنگ شروع ہو گئی جو مضر کے غلبہ اور ایاد کی شکست پر منتج ہوئی اور یہ قبائل مکہ چھوڑنے اور عراق کی جانب نقل مکانی پر مجبور ہوئے، ایاد اور اس کے خاندان کو اس امر کا بخوبی احساس تھا کہ وہ شکست خوردہ ہیں حالانکہ وہ کعبہ کے متولی رہ چکے ہیں، چنانچہ انہوں نے قبیلہ مضر کو حجر اسود سے محروم کرنا چاہا، وہ اسے اکھیڑ کر لے گئے اور کہیں دبا دیا۔ بنو خزاعہ کی ایک خاتون اس راز سے آگاہ تھی، اس نے اپنے قبیلہ

۱؎ ۔ مروج الذہب ۲/ ۳ طبع اول بیروت ۱۳۸۵ھ مکتبہ اندلس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والوں کو بتایا، جو مکہ جایا کرتے تھے اور ایاد و مُضر کی اُس باہمی جنگ میں شریک نہ تھے جو قبیلہ ایاد کی ہزیمت اور اُن کے عراق چلے جانے پر اختتام پذیر ہوئی تھی۔

مسعودی (مروج الذہب ۲/۲۹) میں لکھتے ہیں کہ قبیلہ ایاد والوں نے حجرِ اسود کو اکھاڑا اور کسی جگہ دفن کر دیا۔ قبیلہ خزاعہ کی اِس عورت نے اپنے ہم قبیلہ لوگوں کو اس راز سے آگاہ کر دیا۔ انہوں نے مضر والوں سے کہا کہ وہ حجرِ اسود اس شرط پر واپس کریں گے کہ انہیں پھر سے کعبہ کا متولی بنا دیا جائے چنانچہ انہوں نے یہ شرط مان لی اور بنو خزاعہ کعبہ کے متولی قرار پائے۔ اُن میں سے عمرو بن لحی اولیں شخص تھا جو اس منصب پر فائز ہوا۔ بنو خزاعہ اب مکہ اور بیت اللہ کے جملہ امور کے نگران تھے اور عمرو بن لحی ان کا واحد رئیس تھا۔

کعبہ، صنم پرستی کے سائے میں

حضرت ابراہیمؑ کا دینِ توحید حجاز میں بالعموم اور مکہ میں بالخصوص چھایا ہوا تھا حضرت ابراہیم علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کی جانب منسوب ہونے کی وجہ سے اس کو دینِ ابراہیمی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ حج اور عبادت کے احکام و فرائض اسی دین کے مطابق ادا کیے جاتے تھے۔ جب بنو خزاعہ اقتدار پر قابض ہوئے تو دینِ ابراہیمی کی تاریخ کا عظیم انقلاب رونما ہوا یعنی عمرو بن لحی خزاعی کے ذریعے مکہ میں صنم پرستی نے پَر پُرزے نکالے اور مرورِ ایام سے اس کا فردالی کے ہاتھوں کعبہ پر اس کا تسلط ہو گیا۔

حافظ ابنِ کثیر البدایہ والنہایہ میں قمطراز ہیں،

بنو خزاعہ تولیتِ کعبہ کے منصب پر تقریباً تین سو سال اور بقول بعض مؤرخین پانچ سو سال تک فائز رہے یہ اس لیے بدترین حکمران تھے کہ ان کے رئیس عمرو بن لحی کے عہد میں یہاں صنم پرستی کا آغاز ہوا اور اسی ملعون حاکم نے یہاں پہلی مرتبہ اس کا ڈول ڈالا۔ یہ بڑا دولتمند شخص تھا، کہا جاتا ہے کہ اس نے بیس اونٹوں کی آنکھیں پھوڑی تھیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بیس ہزار اونٹوں کا مالک تھا۔ عربوں کی عادت تھی کہ جب کسی شخص کی ملکیت میں ایک ہزار اونٹ ہو جاتے تو وہ ان کو نظرِ بد سے بچانے کے لیے اُن میں سے ایک اونٹ کی ایک آنکھ پھوڑ دیتا۔ الازرقی نے بھی اسی پر روشنی ڈالی ہے۔" (البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۱۸۷)

السہیلی لکھتے ہیں

"بعض دفعہ عمرو بن لحی موسمِ حج میں حاجیوں کے لیے دس ہزار اونٹ ذبح کر دیتا۔ ہر سال کپڑے کے دس ہزار جوڑے تقسیم کرتا۔ عربوں کو کھانا کھلاتا اور گھی و شہد ملا کر ان کے لیے حلوہ تیار کرتا اور ستو گھول کر پلاتا اس کو عربوں میں وہ عزت و عظمت حاصل تھی کہ اس کے قول و فعل کو شریعت کا درجہ دیا جاتا تھا۔"

مشہور سیرت نگار ابنِ ہشام فرماتے ہیں:۔

"مجھے بعض اہلِ علم نے بتایا کہ عمرو بن لحی کسی کام سے مکہ سے عازمِ شام ہوا۔ جب ارضِ بلقاء کے مقام مآب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں پہنچا جہاں ان دنوں عملاق کے بیٹے عمالیق حکمران تھے تو انہیں بتوں کو پوجتے دیکھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عمالیق عملیق بن لاوذ بن سام بن نوحؑ کی اولاد تھے۔ عمرو نے پوچھا یہ تم کن کی پرستش کرتے ہو؟ کہنے لگے یہ بُت ہیں، ہم ان کو پوجتے ہیں، ان سے بارش مانگتے ہیں تو بارش برسنے لگتی ہے اور مدد طلب کرتے ہیں تو ہمیں مدد دیتے ہیں، اس نے کہا کیا تم مجھے ایک بُت نہیں دے سکتے جسے میں عرب میں لے جاؤں کہ وہ بھی ان کو پوجنے لگیں؟ چنانچہ انہوں نے اُسے ہبل نامی بُت دیا جسے اُس نے لا کر مکہ میں نصب کر دیا اور لوگوں کو اس کی تعظیم و عبادت کا حکم دیا۔"

ابن اسحاق لکھتے ہیں،

"لوگوں کا خیال ہے کہ بنو اسماعیل میں صنم پرستی کا آغاز یوں ہوا کہ جب سرزمین مکہ ان کے لیے تنگ ثابت ہوئی اور وہ کشادگی کی تلاش میں باہر جانے لگے تو جاتے وقت ازراہِ تعظیم حرم کا ایک پتھر ہمراہ لے جاتے، جہاں قیام کرتے کعبہ کی طرح اُس کا طواف کرتے۔ نوبت بایں جا رسید کہ بعد ازاں جو پتھر انہیں پسند آتا اُس کی پوجا کرنے لگتے۔ مرورِ ایام سے یہ طرزِ عمل انہیں یاد نہ رہا۔

بروایت صحیح ابو رجاء عطاردی فرماتے ہیں کہ دورِ جاہلیت میں جب ہمیں کوئی پتھر نہ ملتا تو ہم تھوڑی سی مٹی جمع کر کے اُس پر بکری کا دودھ دوہتے اور پھر اس کا طواف کرنے لگتے"۔

ابن اسحاق مزید فرماتے ہیں،

"اہلِ عرب نے حضرت ابراہیم و اسماعیل کے دین کے عوض اور مذاہب اختیار کر لیے۔ انہوں نے بُت پرستی کا آغاز کیا اور امم سابقہ کی گمراہیوں کو اپنا شیوہ بنایا تاہم ہنوز ان میں ایسے لوگ باقی تھے جو ابراہیمی روایات کے پابند تھے۔ مثلاً بیت اللہ کی تعظیم طواف، حج و عمرہ، وقوفِ عرفات و مزدلفہ، قربانی، حج و عمرہ کا تلبیہ، وہ ان سب باتوں پر عمل پیرا تھے مگر اس کے ساتھ ساتھ کچھ باتیں اپنی طرف سے بھی اسمیں شامل کر لیا کرتے تھے"۔

صاحب مروج الذہب ۲/۲۹ پر لکھتے ہیں کہ خزاعہ بیت اللہ کے امور کے متولی قرار پائے۔ ان میں سے پہلا شخص جو اس منصب پر فائز ہوا عمرو بن لُحی تھا۔ اس کا نام حارثہ بن عامر تھا۔ اس نے ابراہیمی دین کو تبدیل کر کے عربوں کو صنم پرستی کی چاٹ لگا دی۔ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ یہ شخص ملک شام گیا تو اس نے دیکھا کہ لوگ صنم پرستی میں مشغول ہیں۔ انہوں نے اسے بھی ایک بُت دیا جو اس نے کعبہ میں نصب کر دیا قبیلہ خزاعہ والوں کو مزید قوت حاصل ہوئی اور عمرو بن لُحی کی دست درازی اور بڑھ گئی۔

توحید کی تاریخ میں یہ عظیم انقلاب تھا۔ عمرو بن لُحی نے صنم پرستی کو توحید کی جگہ لا کھڑا کیا اور اس کو ابراہیمی دین کا مرتبہ و مقام دے دیا۔ ایسا بلا وجہ نہیں ہوا، بلکہ اس کے کچھ قومی، سیاسی اور مذہبی اسباب بھی تھے، اور وہ یہ کہ یہ شخص حجاز، مکہ اور کعبہ کا تنہا حکمران اور متولی تھا۔ ابراہیمی دین صرف اس محدود خطے میں محصور و مقید تھا۔ یہ دین قدیم مذاہب سے یکسر مختلف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جُداگانہ نوعیت کا تھا۔ اس لیے اس کی سیادت و قیادت کا سوال خارج از بحث ہے، مذاہب کی باہمی چپقلش کی صورت میں اس دین کا صنم پرستی میں مدغم ہو کر محو ہو جانا کچھ بعید نہ تھا۔ اندریں صورت صنم پرستوں کا اتحاد اس امن و سکون کا موجب بن سکتا تھا جس کا عمرو بن لحی طلب گار تھا۔

عمرو بن لحی نے تولیت کعبہ کے بلند پایہ منصب سے یہ فائدہ اٹھانا چاہا کہ اس کے ذریعے عرب کے مختلف شعوب و قبائل کو اس کے گرد جمع کرے۔ اسے بخوبی معلوم تھا کہ مکہ و حجاز کے علاوہ دوسرے لوگوں کے تعظیم کعبہ میں شریک ہونے کی قوت و شوکت میں اضافہ ہوتا ہے اور عربی قومیت کو مزید تقویت حاصل ہوتی ہے جس کے بل بوتے پر وہ عرب کے متفرق قبائل کے بکھرے ہوئے شیرازہ کو متحد کر سکتا ہے چونکہ مکہ تجارتی قافلوں کا اہم مرکز تھا۔ اس لیے شمالی عربوں کے کعبہ کے ساتھ ربط و ضبط رکھنے سے حاکم کعبہ کے اثر و نفوذ میں اضافہ ایک لازمی امر تھا چنانچہ عمرو نے شمالی عرب سے بت منگوا کر وسط کعبہ میں رکھ دیے اور ان کو اللہ ماننے لگا۔

اس میں شبہ نہیں کہ شمالی عرب کے بتوں کی خدائی کو جب حاکم کعبہ کی طرف سے تسلیم کر لیا گیا۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ شمالی عربوں کی تعظیم کعبہ میں مزید ترقی ہوئی۔ جب وہ دیکھنے لگے کہ وسط کعبہ میں ہمارے بت بھی نصب ہیں، شمالی عرب تجارتی مقاصد کے پیش نظر مکہ آنے پر مجبور رہتے جب وہ اپنے بتوں کو کعبہ میں پاتے تو وہ اس سے اور زیادہ مانوس ہوتے اس طرح وہ مکہ اور حجاز والوں کے ساتھ تعظیم کعبہ میں شریک ہو گئے۔ یہ فطری بات ہے کہ بتوں کے معاملہ میں اتحاد و یگانگت و موانست کے جذبات پیدا کرنے کی موجب ہوئی۔ جب کعبہ اور دیگر اصنام کے مابین فرق و اختلاف مٹ گیا تو دونوں کے ساتھ عقیدت رکھنے والے بھی باہم شیر و شکر ہو گئے۔ شمالی عرب کے بتوں کو کعبہ میں لانے کا مقصد عمرو بن لحی کے نزدیک یہ بھی تھا کہ اس طرح وہ عربوں کے شیرازہ کو متحد کر سکے گا اور وہ رومیوں اور فارسیوں کی طرح ایک قومیت بن کر ان کے سامنے سینہ سپر ہو جائیں گے۔ شمالی عربوں کے تعظیم کعبہ میں جنوبی عربوں کے ساتھ شریک ہونے سے ان کے مابین وحدت و اخوت کا ایک ان ٹوٹ رشتہ قائم ہو جائے گا۔ اگر اہل مکہ توحید پر قائم رہتے تو شمالی عربوں کے ساتھ ان کا شقاق و افتراق بدستور رہتا اور ان کے مابین مودت و محبت کے علائق استوار نہیں ہو سکتے تھے۔

ظاہر ہے کہ اقتصادی اور تجارتی مصالح سے وہ ربط باہمی پیدا نہیں ہو سکتا جو دین و عقیدہ کی وحدت سے استوار ہوتا ہے، مصالح پر مبنی ارتباط کتنا بھی قوی کیوں نہ ہو وہ دینی یگانگت جیسا تعلق پیدا نہیں کر سکتا جب دینی اور دنیوی مصالح باہم دگر یکجا ہو جاتے ہیں تو اس کے نتیجہ میں ایسی وحدت جنم لیتی ہے جو بوجوہ اکمل و اقوی ہوتی ہے۔ اس طرح ارض مکہ و حجاز میں عمرو بن لحی کے ہاتھوں یہ عظیم انقلاب بپا ہوا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کے نتیجہ میں شرک اور صنم پرستی نے دینِ توحید کی جگہ لے لی۔

اگر عمرو بن لحی صحیح معنی میں مومن ہوتا تو حجاز و مکہ کی تاریخ میں ایسے عظیم انقلاب کو بپا نہ کرسکتا۔ اُس کے ہاتھوں اس انقلاب کا ظہور و شیوع اُس کے ضعیف الایمان ہونے کا آئینہ دار ہے۔ بنو خزاعہ بھی اپنے آمر و حاکم عمرو بن لحی ہی کی طرح ضعیف الایمان تھے۔ اسی لیے انہوں نے اپنے زعیم و رئیس کی دعوتِ صنم پرستی پر بجوش لبیک کہا اور خندہ جبینی سے اُس کا استقبال کیا۔ اس طرح وُہ ابراہیمی دین سے دُور ہو کر ظلم و فساد اور سرکشی میں گھر گئے۔ اللہ کے اوامر و نواہی سے بہرے ہو کر وُہ صنم پرستی کی پستی میں گر گئے۔ عمرو بن لحی کی دعوتِ شرک کے بعد صنم پرستی سرزمینِ مکہ میں پھلنے پھولنے لگی حتیٰ کہ یہاں کی دینی زندگی عرب اور دیگر دیار و بلاد کی طرح بت پرستی کا مرقع بن گئی۔

عرب بھر میں صنم پرستی کے پھیل جانے کا یہ مطلب نہیں کہ وہاں ایسے موحدین کا وجود عنقا تھا جو شرک و بُت پرستی سے بیزار اور اللہ وحدہٗ لاشریک کے سچے پرستار تھے۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ وہاں ایسے افراد موجود تھے جو ابراہیمی دین پر قائم تھے، وُہ صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے۔ مگر احکام کی بنا اکثریت پر رکھی جاتی ہے اور چند افراد کے الگ ہونے سے یہ احکام متاثر نہیں ہوتے۔ اس لیے کہ صنم پرستی بلادِ عرب میں پھیل چکی تھی اور اُن میں حجاز و مکہ بھی شامل تھے۔

ابراہیمی دین جو حجاز و مکہ میں قبول عام رہ چکا تھا، چند افراد کے قلوب و اذہان میں پناہ گزیں ہو چکا تھا۔ باقی لوگوں نے دینِ توحید کے عوض بُت پرستی کو اپنا لیا تھا جو عرب بھر میں پھیل چکی تھی۔

کعبہ قریش کی تولیت میں

کعبہ بنو خُزاعہ کی تولیت میں رہا۔ حُلَیل بن حبشیہ رئیسِ بنو خزاعہ اس طاقتور قبیلے میں سے کعبہ کا آخری متولی تھا۔ کعبے کا متولی ہونے کے ساتھ ساتھ وُہ حاکمِ مکہ بھی تھا۔ اس عزّ و شرف میں بنو خزاعہ کا کوئی حریف و سہیم نہ تھا۔ جب حُلَیل عمر رسیدہ ہو کر بیمار پڑا تو اس نے یہ منصب اپنی بیٹی حُبّیٰ کو سونپ دیا۔ اُس نے عذر کیا کہ وُہ کعبے کا دروازہ کھولنے اور بند کرنے سے قاصر ہے۔ چنانچہ حُلَیل نے یہ منصب ابو غبشان سلیم بن عمرو کو تفویض کر دیا۔

طبری رقمطراز ہیں:۔

"قُصَی نے بیت اللہ کی تولیت ابو غبشان سے شراب کی ایک مشک اور ایک بوڑھے اونٹ کے عوض خریدی۔ جب خُزاعہ کو پتہ چلا تو وُہ قُصَی پر برس پڑے۔ اس نے اپنے بھائی سے مدد طلب کی اور وُہ خزاعہ کے خلاف نبرد آزما ہوا۔ بالآخر بنو خزاعہ طاعون جیسی ایک بیماری میں مُبتلا ہوئے اور قریب تھا کہ سب کے سب ہلاک ہو جائیں۔ اندریں اثنا وُہ مکہ چھوڑ کر چلے گئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ قصی بیت اللہ کا متولی اور مکّے کا حاکم قرار پایا۔ قصی نے قبائل قریش کے بکھرے ہوئے شیرازے کو متحد کیا اور اس طرح "مُجمع" (جمع کرنے والا) کہلایا۔ (تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۵۶)

قصی کی داستانِ حیات

طبری نے ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ حبیب حُلیل بن حبشیہ ہی نے قصی کو وصیت کی اور کہا تھا کہ تم خزاعہ کی نسبت کعبہ کی تولیت اور مکہ کی امارات و ریاست کے زیادہ اہل ہو۔

ابن سعد رقمطراز ہیں:۔

"جب قصی نے حلیل بن حبشیہ کی بیٹی حُبی سے شادی کی اور اس کے یہاں اولاد پیدا ہوئی تو حلیل نے کہا "قصی کی اولاد میری اور میری بیٹی کی اولاد ہے اس لیے میں وصیت کرتا ہوں کہ قصی کعبہ کا متولی اور مکّہ کا حاکم ہے اور وہی اس کا زیادہ مستحق ہے۔"

(طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۸۰ طبع بیروت ۱۹۶۰ء)

طبری فرماتے ہیں:۔

"بیان کیا جاتا ہے کہ جب حلیل بن حبشہ نے وفات پائی اور قصی کی اولاد خوب پھلی پھولی اور عزّ و شرف اور مال و دولت سے بہرہ ور ہوئی تو قصی نے سمجھا کہ وہ بیت اللہ کی تولیت اور مکّہ کی قیادت و سیادت کا خزاعہ اور بنو بکر سے زیادہ استحقاق رکھتا ہے۔ نیز یہ کہ قریش آلِ اسماعیل ہیں سے چیدہ و برگزیدہ اور خالص النسب ہیں، چنانچہ اُس نے اس ضمن میں قریش و بنو کنانہ کے بعض اشخاص سے گفتگو کی اور ان کو ترغیب دلائی کہ خزاعہ اور بنو بکر کو مکّہ سے نکال دیا جائے۔ اور کہا کہ ہم اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ انہوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا اور اس کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ قصی نے اپنے اخیافی بھائی رزاح بن ربیعہ بن حرام العذری کو بھی اپنی مدد کے لیے بلایا۔ رزاح اس مقصد کے لیے اپنے بھائیوں، حُنّ، محمود اور جلہمہ سمیت نکلا اور وہ سب مکّہ پہنچے۔ الغوث بن مُرّ کے بیٹے جو صُوفہ کہلاتے تھے لوگوں کے ساتھ میدانِ عرفات سے رخصت ہوتے اور جب تک اُن میں سے کوئی شخص جمرہ پر کنکر نہ پھینکے کوئی شخص اس میں پہل کرنے کی جسارت نہ کرتا۔ آئندہ سال صُوفہ نے حسبِ دستور اسی طرح کیا۔ قصی عقبہ کے مقام پر، قریش، قضاعہ اور کنانہ کی رفاقت میں ان سے ملا اُس نے کہا ہم اس برتری کے زیادہ سزاوار ہیں۔ صُوفہ نے اسے تسلیم نہ کیا اس کے نتیجہ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھسان کا رن پڑا اور صوفہ بھاگ نکلے۔
رزاح نے قصی سے کہا لوگوں کو اس کی اجازت دے دو، چنانچہ اس نے اجازت دے دی اور جو کچھ لوگوں کے ہاتھ لگا تھا وہ ان کے پاس ہی رہنے دیا۔ یہ منصب آج تک قصی کی اولاد میں چلا آتا ہے۔ خزاعہ اور بنو بکر والے پشیمان ہو کر اس سے الگ ہو گئے قصی نے اُن کے ساتھ لڑنے کے لیے لوگوں کو جمع کیا اور فریقین میں سخت جنگ ہوئی۔ وادی فریقین کی لاشوں سے پٹ گئی پھر صلح کی بات چلی اور یعمر بن عوف بن کعب کو ثالث بنایا گیا۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ قصی بن کلاب بیت اللہ کی تولیت اور مکہ کی قیادت کا بنو خزاعہ سے زیادہ مستحق ہے۔ نیز یہ کہ قصی کے ہاتھوں خزاعہ اور بنو بکر کے جو آدمی مارے گئے وہ ان کی دیت ادا نہیں کرے گا بخلاف ازیں خزاعہ اور بنو بکر قریش اور بنو کنانہ کے مقتولوں کی پاداش ادا کریں گے اس نے فیصلہ کیا کہ قصی بیت اللہ اور مکہ کے امور کا واحد کفیل ہوگا۔ اُسی روز سے اُسے یعمر شداخ (خون کو رائیگاں کرنے والا) کہا جانے لگا کیونکہ اس نے بہت سے مقتولوں کے خون کو رائیگاں کر دیا تھا (یعنی ان کی دیت ادا کرنے کا حکم نہیں دیا تھا)۔ (تاریخ طبری)

قصی بن کلاب کی والدہ کا نام فاطمہ بنت سعد بن سیل تھا اور وہ ازد شنوءۃ کے قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ اُس کے بطن سے زہرہ اور قصی پیدا ہوئے قصی کا نام زید تھا۔ یہ ابھی بچہ تھا کہ باپ نے وفات پائی۔ زہرہ جوان ہو کر پیرانہ سالی کو پہنچا۔ اُن کی ماں نے ابھی نکاح نہیں کیا تھا۔ قبیلہ قضاعہ کا ایک شخص ربیعہ بن حرام نامی مکہ آیا اور اُس نے زہرہ اور قصی کی والدہ فاطمہ سے نکاح کر لیا۔ چونکہ زہرہ بڑا تھا۔ اُس لیے اُسکی والدہ نے اسے وہیں چھوڑ دیا اور قصی کو ہمراہ لے کر اپنے خاوند کے ساتھ چلی گئی۔ وہ اس وقت والدہ کا دودھ چھوڑ چکا تھا۔ چنانچہ وہ قبیلہ قضاعہ کے بلاد و دیار اور بنو عذرہ کی سرزمین میں ملک شام کے اشراف کے درمیان پلا بڑھا۔ اس خاوند سے فاطمہ کے بطن سے رزاح پیدا ہوا۔ رزاح کے دوسری والدہ سے تین بھائی اور تھے جن کے اسماء حُنّ، محمود اور جُلہُمہ تھے۔

قصی جوان ہوا۔ ایک روز قضاعہ کے ایک نوجوان سے اُس کا جھگڑا ہو گیا۔ اُس نوجوان نے کہا۔
تم ہمارے قبیلہ میں سے نہیں ہو، تم اپنی قوم کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے؟ قصی اپنی ماں کے خاوند ربیعہ ہی کو اپنا والد سمجھتا تھا اور اُسے قصی بن ربیعہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ جب اُس نے یہ بات سنی تو اپنی ماں کے پاس جا کر اُس کے بارے میں دریافت کیا۔ ماں نے جواب دیا بخدا بیٹے! تم حسب و نسب اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتبہ ومقام کے اعتبار سے اُس سے افضل ہو، تمہارا والد کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لوئی ہے اور تمہاری قوم مکّہ میں بیت اللہ کے قرب وجوار میں آباد ہے، پھر قصی نے جو بلادِ قضاعہ کی طرف چلے جانے کی وجہ سے قصی کہلاتا تھا۔ اپنے عزیز واقارب کے یہاں مکّہ جانے کا ارادہ کیا چنانچہ وُہ بنو قضاعہ کے حجاج کے ہمراہ شہرِ حرام میں گھر سے نکلا، پہلے اپنے بھائی زہرہ کے پاس گیا جو اُس وقت بوڑھا اور نابینا ہو چکا تھا، جب قصی نے اپنا تعارف کروایا تو وُہ پہچان گیا، (قصی مکّہ پہنچ گیا) اُس نے بنو خزاعہ کے رئیس اور حاکم مکّہ حلیل بن حبشیہ سے اُس کی لڑکی حُبّی کا رشتہ مانگا اور اس کے ساتھ نکاح کر لیا، جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔ جب قصی نے خزاعہ اور بنو بکر پر غلبہ حاصل کر لیا اور وُہ مکّہ چھوڑ کر چلے گئے تو بکھرے ہوئے قریش اُس کے پاس جمع ہو گئے۔ جمع ہونے کی وجہ سے انہیں قریش کہا جانے لگا، قریش کے معنی عربی زبان میں جمع ہونے کے ہیں۔

ابن اسحاق رقمطراز ہیں:۔

"قصی بیت اللہ شریف اور مکّہ کے حکمران قرار پائے۔ اور ان کی قوم اِدھر اُدھر سے اُٹھ کر مکہ آ گئی۔ اس طرح وُہ اپنی قوم اور اہلِ مکّہ کے بادشاہ قرار پائے بنو کعب میں سے قصی اولین شخص تھے جو بادشاہ بنے" اور اُن کی قوم ان کی مطیع ہو گئی۔ حجابت، سقایہ، رفادہ، ندوہ اور لواء کے تمام مناصب جلیلہ اُن کی تحویل میں تھے۔ اُس نے مکّہ کو تقسیم کر کے ہر قطعہ ایک خاندان کے لیے وقف کر دیا۔ اس طرح تمام لوگوں نے اپنی جگہ سنبھال لی۔

قصی ہمارے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے جدِ چہارم تھے۔ انہوں نے ایسے طریقے ایجاد کیے جو پہلے رائج نہ تھے۔ اور نہ ہی کسی نے بعد ازاں اُن کو آج کی تاریخ ۱۳۹۷ھ (۱۹۷۷ء) تک رائج کیا۔ چنانچہ وُہ اوّلین شخص تھے جس نے مزدلفہ میں اس لیے آگ روشن کی تاکہ اس کی روشنی میں میدانِ عرفات سے لوٹنے والے حجاج کرام بسہولت مشعر الحرام کو پہچان سکیں بعض مستشرقین نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں لکھا ہے کہ مزدلفہ میں جو آگ جلائی جاتی تھی وُہ آگ کی دیوی کے لیے بطور قربانی کے تھی، اُن کی یہ بات ظن وتخمین کی آئینہ دار ہے۔ اس لیے کہ عربوں کے لاتعداد بتوں میں آگ کی دیوی نہیں تھی۔ یہ آگ صرف حجاج کی رہنمائی کے لیے جلائی جاتی تھی کہ وُہ مشعر الحرام کو پہچان سکیں، رہنمائی کے لیے آگ جلانا عربوں میں معروف ہے۔ یہ اُن کی مشہور آگوں میں سے ایک تھی۔

رِفادہ

قُصی نے جو عظیم تر رسم ایجاد کی وُہ رِفادہ تھی، رفادہ سے وُہ کھانا مُراد ہے۔ جو حاجیوں کو ایامِ حج میں اس وقت تک کھلایا جاتا ہے جب وُہ مکّہ، منیٰ اور عرفات کو چھوڑ کر وطن لوٹ آتے ہیں۔ اُن سے کھانے کا کوئی معاوضہ وصول نہیں کیا جاتا۔ رِفادہ کی رسم دورِ جاہلیت سے چلی آتی ہے۔ اہلِ مکّہ بیت اللہ آنے والے مہمانوں کے ساتھ حُسنِ سلوک اور نیکی کے نقطۂ خیال سے یہ اخراجات برداشت کیا کرتے تھے۔ حجاج اور اہلِ مکّہ کے نفوس میں تغیر آ جانے کی وجہ سے رِفادہ کی رسم باقی نہ رہی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابنِ اسحاق فرماتے ہیں ،

" رفادہ کو قصیّ نے اہلِ مکہ پر فرض قرار دیتے ہوئے کہا تھا اے گروہِ قریش! تم اللہ کے پڑوسی، مکہ کے رہنے والے اور حرم کے متولی ہو۔ حجاج کرام اللہ کے مہمان اور بیت اللہ کے زائر ہیں لہٰذا وہ مہمانی کے بہت حقدار ہیں، اس لیے ایامِ حج میں واپسی تک تم ان کے لیے کھانے پینے کا سامان مہیا کیا کرو۔ وہ اس کی تعمیل کرنے پر رضامند ہو گئے۔ چنانچہ وہ ہر سال اپنے مال میں سے کچھ حصہ نکال کر قصیّ کو دے دیا کرتے تھے اور وہ ایامِ منیٰ میں ان کے لیے کھانا تیار کرتے تھے۔ اس کے عصرو عہد سے لے کر آغازِ اسلام تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر آغازِ اسلام سے لے کر آج دن تک یہ رسم باقی ہے یہی وہ کھانا ہے جو سلطان ہر سال منیٰ میں لوگوں کے لیے تیار کرواتا ہے حتیٰ کہ مناسکِ حج اختتام پذیر ہو جاتے ہیں"

سقایہ، حجابہ، لواء، ندوہ

سقایہ کا مطلب بلا معاوضہ حجاج کے لیے پانی مہیا کرنا ہے تاکہ انہیں اس کے حصول میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔

حجابہ سے کعبہ کی تولیت مراد ہے۔ لواء جھنڈا نصب کرنے کو کہتے ہیں، ندوہ سے وہ کمیٹی گھر مراد ہے جو قصیّ نے اس لیے بنایا تھا تاکہ وہاں بلاد واقوام کے متنازعہ امور کا فیصلہ صادر کیا جائے۔ جب قصیّ بڑی عمر کو پہنچا تو اس نے دیکھا کہ اُس کا بڑا بیٹا عبدالدار دوسرے تین بھائیوں سے پیچھے رہ گیا ہے۔ اس کے عین برخلاف اُس کے تین بھائی عبد مناف، عبد العزیٰ اور عبد شمس، مجد و شرف اور قیادت وسیادت پر چھا گئے تھے۔ قصیّ چاہتا تھا کہ میرا یہ بیٹا بھی دوسرے بھائیوں کی سطح پر آجائے اُس نے عبدالدار سے کہا بخدا میں تمہیں اُن کے برابر دیکھنا چاہتا ہوں اگرچہ وہ تم پر سبقت لے گئے ہیں۔ اُن میں سے کوئی شخص کعبہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ جب تک تم اسے نہ کھولو۔ قریش تمہارے بغیر لڑائی کا جھنڈا نصب نہیں کر سکیں گے۔ تمہارے پلائے بغیر مکہ کا کوئی شخص پانی نہیں پی سکے گا اور جب تک تم کھانا نہ کھلاؤ گے کوئی حاجی کھانا نہ کھا سکے گا۔ قریش متنازعہ امور کا فیصلہ صرف تمہارے گھر میں کر سکیں گے۔ چنانچہ قصیّ نے دارالندوہ عبدالدار کے حوالے کر دیا اور وہ اس میں اپنے امور کا فیصلہ کیا کرتے تھے۔ نیز قصیّ نے اُسے حجابہ، لواء، سقایہ اور رفادہ کے مناصب بھی سپرد کر دیے۔ (تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۶۰)

مکہ کی حکومت اور تولیتِ کعبہ کی قصیّ کی طرف واپسی تاریخِ اسلام کا اہم واقعہ ہے۔ قصیّ نے شوریٰ کے ذریعے فیصلہ صادر کرنے کا آغاز کیا اور بڑے بڑے کاموں کی طرح ڈالی۔ تولیتِ کعبہ کا منصب اپنی اصلی جگہ پر واپس آ گیا۔ قصیّ اور اس کے جانشین آلِ اسماعیل علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کے گل سر سبد تھے۔ دورِ جاہلیت میں بھی وہ حسب و نسب کے اعتبار سے سب سے افضل تھے وہ سب سے بڑھ کر سخی اور نیک کاموں میں سبقت کرنے والے تھے۔

قریش کی عظمت و فضیلت میں جو ترقی ہوئی اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا سہرا قصی کے سر ہے۔ اُن کے مجد و شرف میں بڑا اضافہ ہوا، دیار و بلاد میں اُن کا نام روشن ہوا اور اُن کے فیصلے نافذ ہونے لگے۔ کعبہ کا مرتبہ و مقام بڑھ گیا۔ مکہ کو دُنیا کا مقدس ترین شہر تصور کیا جانے لگا اور جزیرۂ عرب میں وُہ ایک اہم تجارتی شہر بن گیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ کعبہ کی وجہ سے مکہ کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ بلادِ عرب میں یہ مقام اور کسی شہر کو حاصل نہ تھا۔ اسکی آبادی میں بے پناہ اضافہ ہوا اور قبائل آباد ہونے کے لیے اُس کا رُخ کرنے لگے۔ اور حجاج کرام تو ہر سال مکہ میں آیا ہی کرتے تھے۔ قریش نے عربوں کے احترام کا جو شیوہ اختیار کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مکہ مختلف قبائل کی باہمی چپقلش اور سیاسی انقلابات و تغیرات سے محفوظ ہو گیا اور اس کی عظمتِ رفتہ لوٹ آئی۔ مکہ نے لوگوں کے مرکز و مامن کی حیثیت اختیار کر لی اور اب وُہ امن و سلامتی کا شہر قرار پایا اس کے ساتھ ساتھ مکہ بلادِ عرب کا اہم تجارتی مرکز بھی بن گیا۔

قریش کی ذات میں تمام مفاخر جمع ہو گئے تھے

وُہ مکہ، کعبہ اور حرم کے متولی تھے اور بیت اللہ کو آنیوالے وفود کو وُہ کھلاتے پلاتے تھے۔ وُہ دولتمند تاجر، اصحاب الرّأی اور صُلح و امن کے داعی تھے۔ قریش میں بنو ہاشم سب سے افضل تھے۔ وُہ اخلاقِ فاضلہ، نسبی شرافت اور حسب و نسب میں سب سے بڑھ کر تھے انہیں جو برتری حاصل تھی وُہ محض اس لیے نہ تھی کہ وُہ دینی و دنیوی ریاست پر فائز تھے نہ اس لیے کہ وُہ طاقتور، بہادر، سخی اور اعلیٰ حسب و نسب کے حامل تھے۔ بلکہ اس لیے کہ وُہ ایسے فضائل و فواضل سے بہرہ ور تھے جو ان میں کہیں باہر سے نہیں بلکہ اُن کے اندر سے پیدا ہوئے تھے۔ اس طرح اُن کے اعمال و اقوال اسی اصل شریف اور باطنی وصف کا نتیجہ تھے۔ نیکی کا کوئی کام نہ تھا۔ جس کے وُہ اہل نہ ہوں اور اس کی طرف پہل کرنے والے نہ ہوں۔ کوئی بُرائی نہ تھی جس سے وُہ سب لوگوں سے بعید تر نہ ہوں اور اس کے شدید دشمن نہ ہوں۔ وُہ حق کے اہل اور اس کے حامی تھے یہ بات انہیں گوارا نہ تھی کہ اُن سے باطل کا صدور ہو۔ اس سے بڑھ کر انہیں یہ بھی گوارا نہ تھا کہ اُن کے دیکھتے سُنتے باطل وقوع پذیر ہو۔ اگر باطل کا ظہور ہو جاتا تو وُہ اس کے خلاف نبرد آزما ہو جاتے، حتّٰی کہ حق نکھر کر سامنے آجائے۔

بنو ہاشم نے چاہا کہ مکہ کو جو تقدس و عظمت حاصل ہے اُسے آخری حد تک پہنچا دیا جائے۔ اسکی صورت یہ ہے کہ جو شخص بھی مکہ میں داخل ہو وُہ ہر قسم کے جور و استبداد سے مامون رہے تاکہ مکہ صحیح معنی میں لوگوں کے لیے ملجأ و مامن قرار پائے۔ اس نیک کام کی تکمیل کے لیے حلف برداری کی ضرورت تھی جس میں اللہ تعالیٰ اور لوگوں کو گواہ بنا دیا جائے۔ چنانچہ بنو ہاشم، بنو اسد، بنو زُہرہ اور بنو تیم نے حلف برداری میں حصّہ لیا۔ بنو ہاشم اس حلف برداری کے محرک تھے جس سے انکا مقصد احقاقِ حق اور ابطالِ باطل تھا۔ تاکہ تمام حلف اٹھانے والے ظالم کے خلاف متحد ہو جائیں اور مظلوم کو حق دلانے کے سلسلہ میں ایکدوسرے کے مددگار ہوں۔ یہ غیور لوگ حلف برداری کی اس رسم میں بنو ہاشم کے ساتھ شریک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے۔ اس حلف برداری کو حلف الفضول کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے بیس سال قبل حلف الفضول میں حصّہ لیا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک بیس برس تھی۔ حلف الفضول کا واقعہ حرب الفجار کے بعد پیش آیا تھا۔ چنانچہ حرب الفجار شوال میں وقوع پذیر ہوئی اور حلف الفضول ذوالقعدہ میں بعض مؤرخین کے نزدیک حرب الفجار شعبان میں ہوئی تھی۔

حلف برداری کی تحریک زبیر بن عبدالمطلب نے پیش کی تھی۔ چنانچہ بنو ہاشم، بنو زہرہ اور تیم مکہ میں عبداللہ بن جدعان کے گھر میں جمع ہوئے۔ رسولِ کریم بیس سال کی عمر میں اس میں شریک ہوئے۔ سب نے عہد کیا کہ مکہ میں جو بھی اندرونی یا بیرونی مظلوم ہوگا اس کا ساتھ دیں گے، وہ ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کریں گے، حتیٰ کہ اُس سے مظلوم کا حق وصول کریں۔ اسکو حلف الفضول کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس حلف برداری کی وجہ یہ ہوئی کہ قبیلہ زبید کا ایک شخص مکہ میں کچھ سامان لایا جو اُس نے عاص بن وائل کے پاس فروخت کر دیا، مگر اس کی قیمت ادا نہ کی۔ اس نے چند لوگوں سے پناہ چاہی مگر کسی نے عاص کے خلاف اُسے پناہ نہ دی، بلکہ اُلٹا اسے ڈانٹا۔ چنانچہ وُہ اپنی مظلومیت کا اعلان کرنے کے لیے مجبور ہو گیا۔ زبیر بن عبدالمطلب نے اس کی بات منظور کر لی اور حلف برداری کی تحریک پیش کی۔ حلف اُٹھانے کے بعد وُہ لوگ عاص بن وائل کے پاس گئے اور قبیلہ زبید والے شخص کا سامان چھین کر اُسے دے دیا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد ارشاد فرمایا۔

"میں حلف اٹھانے کے لیے عبداللہ بن جدعان کے گھر میں حاضر ہوا تھا اگر حلف برداری کے عوض مجھے سُرخ اونٹ بھی دیے جاتے تو میں انہیں ہرگز قبول نہ کرتا اگر ظہورِ اسلام کے بعد بھی ایسی تحریک پیش کی جائے تو میں اسے قبول کروں گا۔"

اس حلف میں بالعموم سب لوگوں کے حقوق اور بالخصوص اُن لوگوں کے حقوق شامل تھے جو مکہ میں آیا کرتے تھے۔ اس طرح قبیلہ زبید والے شخص کی مظلومیت اس حلف برداری کی موجب بنی۔ اس قسم کا ایک اور واقعہ بھی اُن دنوں پیش آیا تھا۔ ان کے وقوع پذیر ہونے پر حلف اٹھانے والے گئے اور مظلوم کو اس کا حق واپس دلایا۔ متقدمین کہتے ہیں کہ حلف الفضول جیسا واقعہ آج تک نہ تو کہیں رونما ہوا ہے اور نہ ہم نے اس کے بارے میں سُنا ہے۔ مگر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد جیسے اکابر سے ایسے واقعہ کا رونما ہونا کچھ بعید نہیں۔ اس لیے کہ وُہ ایسے بلند پایہ اخلاقِ جلیلہ سے متصف تھے کہ قبائل عرب میں اُن کی نظیر نہ تھی۔ کعبہ کی تولیت قریش میں اسی لیے لوٹ آئی کہ وُہ اس منصب کے لیے سب سے موزوں تر تھے۔ آخر وُہ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد تھے اور ان کے اخلاقِ فاضلہ نے ان کو وراثتِ ابراہیمی کا سب سے زیادہ مستحق بنا دیا تھا۔ وُہ تولیتِ کعبہ کے اس لیے طلب گار نہ تھے کہ یہ حصولِ دولت کا ذریعہ ہے۔ کتب تاریخ وسِیَر میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرقوم ہے کہ وہ اس عظیم کام کو انجام دینے کے سلسلہ میں اپنی گرہ سے روپیہ پیسہ خرچ کرتے تھے۔

ہم قبل ازیں ذکر کر چکے ہیں کہ قصی نے اپنے بڑے بیٹے عبدالدار کو تولیتِ کعبہ کا دینی منصب تفویض کیا تھا۔ اس نے اپنے بیٹے عثمان کو یہ منصب سونپا اور اپنے باپ کی وفات کے بعد وہ اس پر فائز ہوا۔ اس کے بعد ابوطلحہ عبداللہ بن عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار کعبہ کا متولی بنا، پھر عثمان بن طلحہ بن عبداللہ بن عبدالعزیٰ اس منصب پر فائز ہوا۔

جب ۸ھ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو یہ عہدہ عثمان بن طلحہ کے پاس تھا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے چابی لی اور عثمانؓ و بلالؓ کی معیت میں کعبہ میں داخل ہوئے۔ جب آپ کعبہ سے باہر آئے تو حضورؐ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ حجابتِ کعبہ کو سقایہ کے منصب کے ساتھ ملا دیا جائے جو قبل ازیں ہمارے پاس چلا آتا ہے اس ضمن میں مندرجہ ذیل آیت کریمہ نازل ہوئی۔

"إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰى أَهْلِهَا"

(النساء۔ ۵۸)

بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو دے دیا کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر مسلمانوں کو سنائی۔ پھر عثمان بن طلحہ کو بلا کر کعبہ کی کنجی اسے دے دی۔ پھر آپؐ نے آیت کریمہ کی تائید کرتے ہوئے فرمایا۔

"ابوطلحہ کے بیٹو اللہ کی یہ امانت لے لو، بطریق معروف اسے سنبھالے رکھو اور استعمال کرو، یہ ہمیشہ کے لیے تمہارے پاس امانت ہے۔ اس کو کوئی ظالم ہی تم سے چھین سکے گا"

اس وقت سے لے کر آج تک یہ کنجی ان کے قبضہ میں چلی آتی ہے۔ اسی لیے ان کو "حجبہ" کہا جاتا ہے جو کہ حاجب کی جمع ہے۔ حجابت کی جانب منسوب کرکے ان کا بلفظ جمع "حَجَبِیُّون" اور بصیغہ مفرد "حَجَبِیّ" کہا جاتا ہے۔ ان کو شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ کی جانب منسوب کرکے "آل الشیبی" کہتے ہیں۔

دشمن میرا کیا بگاڑ لیں گے میری جنت تو میرے سینے میں ہے۔ جہاں جاؤں وہ میرے ساتھ ہوتی ہے۔ قید و حبس میری خلوت، قتل میرے لیے شہادت اور جلا وطنی میری سیاحت ہے۔

(امام ابن تیمیہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرم شریف کی مرکزیت اور اُس کا احترام

ڈاکٹر ماجد علی خان

دُنیا میں عبادت کیلئے سب سے پہلا گھر

بیت اللہ الحرام یعنی کعبہ دُنیا میں اللہ کی عبادت کے لیے تعمیر کردہ پہلا گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ﴿آل عمران:۹۶﴾

"بے شک سب سے پہلا گھر جو مقرر ہوا، لوگوں کے واسطے وہ گھر ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے، وہ برکت والا اور تمام جہاں کے لوگوں کا رہنما ہے۔"

اس طرح قرآن ساری دُنیا کے مقامات، یہاں تک کہ تمام مساجد کے مقابلے میں بیت اللہ حرام یعنی کعبہ کا شرف وافضلیت بیان کرتا ہے اور یہ شرف وافضلیت کئی وجہ سے ہے۔ اول اس لیے کہ وہ دنیا کی تمام سچی عبادت گاہوں میں سب سے پہلی عبادت گاہ ہے۔ دُوسرے یہ کہ وہ برکت والا ہے، اور تیسرے یہ کہ پُورے جہان کے انسانوں کے لیے ہدایت ورہنمائی کا ذریعہ ہے۔ اس آیت کے الفاظ کا خلاصہ یہ ہے کہ سب سے پہلا گھر جو منجانب اللہ لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا ہے وہ ہے جو مکہ میں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دُنیا میں سب سے پہلا عبادت خانہ کعبہ ہے۔ اس کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ دُنیا کے سب گھروں میں پہلا گھر عبادت ہی کے لیے بنایا گیا ہو، اس سے پہلے نہ کوئی عبادت خانہ ہو اور نہ گھر یا دولت خانہ۔ اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ لوگوں کے رہنے سہنے کے مکانات پہلے بھی بن چکے ہوں، مگر عبادت کے لیے پہلا گھر بنا ہو۔ چنانچہ ابن جریر طبری اپنی مشہور تفسیر "جامع البیان فی تفسیر القرآن" میں ان دونوں صورتوں کی تائید میں عُلمائے کے اقوال نقل کرتے ہیں۔ پہلی صورت کی دلیل میں کہ کعبہ سے پہلے اس دُنیا میں کوئی مکان نہیں تھا، انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ، قتادہ، مجاہد، سدی اور اعمش وغیرہ کے اقوال نقل کیے ہیں جب کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دُوسری صورت کی تائید ہیں کہ کعبہ اس دُنیا میں عبادت خانہ تو پہلا ہی ہے گو کہ اس سے قبل رہنے کے دُوسرے مکانات بھی ہو سکتے ہیں طبری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حسن بصری ؒ، سالم اور سعید بن المسیب وغیرہ حضرات کے اقوال نقل کیے ہیں۔

بیہقی نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ حضرت آدم و حوّا علیہما السّلام کے دُنیا میں آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل ؑ کے ذریعے ان کو یہ حکم بھیجا کہ وُہ بیت اللہ (کعبہ) بنائیں۔ ان حضرات نے حکم کی تعمیل کر لی تو ان کو حکم دیا گیا کہ اس کا طواف کریں اور ان سے کہا گیا کہ وُہ اوّل الناس یعنی سب سے پہلے انسان ہیں اور یہ گھر اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ ہے۔ یعنی پہلا گھر ہے جو لوگوں کے واسطے مقرر کیا گیا ہے۔ ابنِ کثیر نے ابنِ ابی حاتم کی سند کے ساتھ ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا کی تفسیر میں فرمایا کہ "اس سے قبل دُوسرے گھر بھی (دُنیا میں) موجود تھے۔ لیکن یہ اللہ کی عبادت کے لیے بنا ہوا سب سے پہلا گھر ہے۔"

ان اور ان جیسی دُوسری روایات سے یہ بات تو ظاہر ہے کہ اگر کعبہ مشرفہ دُنیا کا پہلا گھر نہیں ہے تو کم سے کم سب سے پہلی عبادت گاہ ضرور ہے قرآن کریم میں جہاں یہ ذکر ہے کہ کعبہ کی تعمیر بامرِ خداوندی حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السّلام نے کی ہے وہیں اس کے اشارات بھی موجود ہیں کہ ان بزرگوں نے اس کی ابتدائی تعمیر نہیں فرمائی بلکہ سابق بنیادوں پر اسی کے مطابق تعمیر ہوئی اور کعبہ کی اصل بنیاد پہلے ہی سے تھی۔ قرآن کریم کے ارشاد وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ سے بھی ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے کہ قواعد بیت اللہ یعنی اس کی بنیادیں پہلے سے موجود تھیں۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السّلام کو تعمیر بیت اللہ کا حکم دیا گیا تو فرشتے کے ذریعے ان کو بیت اللہ کی جگہ سابق بُنیادوں کی نشان دہی کی گئی جو ریت کے تودوں میں دبی ہوئی تھی۔

بہر حال آیت مذکورہ سے کعبہ کی ایک یقینی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ وُہ دُنیا کا سب سے پہلا گھر یا کم از کم سب سے پہلا عبادت خانہ ہے، یہ فضیلت دُنیا کی کسی اور عبادت گاہ یا مسجد کو حاصل نہیں ہے۔ صحیحین کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابوذر ؓ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے دریافت کیا کہ دُنیا کی سب سے پہلی مسجد کون سی ہے؟ آپؐ نے فرمایا، "مسجدِ حرام ....."

بیتُ اللہ کی برکات

مندرجہ بالا آیت کریمہ میں بیتُ اللہ کی دُوسری فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ وُہ مبارک ہے۔ لفظ مبارک، برکت سے مشتق ہے۔ برکت کے معنی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑھنا اور ثابت رہنا پھر کسی چیز کا بڑھنا اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا وجود کھلے طور پر مقدار میں بڑھ جائے اور اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ اگرچہ اس کی مقدار میں کوئی خاص اضافہ نہ ہو، لیکن اس سے کام اتنے نکلیں جتنے عادۃً اس سے زائد سے نکلا کرتے ہیں، اس کو بھی معنوی طور پر زیادہ کہا جا سکتا ہے۔

بیت اللہ کا بابرکت ہونا ظاہری طور پر بھی ہے، اس کے ظاہری برکات میں یہ مشاہدہ ہے کہ مکہ اور اس کے آس پاس ایک خشک ریگستان اور بنجر زمین ہونے کے باوجود اس میں ہمیشہ ہر موسم میں ہر طرح کے پھل اور ترکاریاں اور تمام ضروریات مہیا ہوتی رہتی ہیں کہ صرف اہلِ مکہ کے لیے نہیں بلکہ اطرافِ عالم سے آنیوالوں کے لیے بھی کافی ہو جاتی ہیں۔ قرآن کریم میں ہے یأتی اِلَیْهِ ثَمَرٰتُ کُلِّ شَیْءٍ یعنی اس میں باہر سے لائے جاتے ہیں، ثمرات ہر چیز کے، ان الفاظ میں اس کی طرف واضح اشارہ بھی موجود ہے۔ یہ تو ظاہری برکات کا حال ہے جو مقصود کی حیثیت نہیں رکھتیں اور معنوی و باطنی برکات کا حال ہے کہ اس کا شمار نہیں ہو سکتا بعض اہم عبادات بیت اللہ کے ساتھ مخصوص ہیں، ان میں جو اجرِ عظیم اور برکاتِ روحانی ہیں، ان سب کا مدار بیت اللہ پر ہے، مثلاً حج و عمرہ۔ بعض دوسری عبادات کا بھی مسجد حرام میں ثواب بدرجہا بڑھ جاتا ہے۔ احادیث کی روایات کے مطابق مسجدِ حرام میں پڑھی گئی، ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ملتا ہے۔ حج کے فضائل کے سلسلے میں یہ حدیث بہت عام ہے کہ جو حج کو صحیح طور پر ادا کرنے والا مسلمان پچھلے گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پاک و صاف پیدا ہوا ہے، یہ سب کے سب بیت اللہ کی معنوی اور روحانی برکات ہیں جن کو مذکورہ بالا آیت کے آخر میں ان الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

مبارکًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

بیت اللہ کی ۲ اہم خصوصیات

مذکورہ بالا آیت کے بعد اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی کچھ خصوصیات ذکر کی ہیں۔ ارشاد ہے۔

فِيهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۗ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۗ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(آل عمران: ۹۷)

"اس میں کھلی نشانیاں ہیں، من جملہ ان کے ایک مقام ابراہیم ہے اور جو شخص اس میں داخل ہو جاتا ہے وہ امن والا ہو جاتا ہے اور اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمے اس مکان کا حج کرنا ہے یعنی اس شخص کے ذمے جو کہ طاقت رکھے وہاں تک جانے کی اور جو شخص منکر ہو تو اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے۔"

اس کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی نے ایک قول نقل کیا ہے کہ اس آیت میں من جملہ دیگر خصوصیات کے تین خصوصیات کا جن کو قرآن مجید نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیات کہا ہے خاص طور سے ذکر ہے۔" ایک مقام ابراہیم دُوسرے یہ کہ جو شخص اس میں داخل ہو جائے وُہ محفوظ ہو جاتا ہے اور تیسرے یہ کہ دُنیا کے لوگوں (یعنی مسلمان) کے لیے اس کا حج کرنا فرض ہے۔ اس سلسلے میں علماء کے دیگر اقوال بھی ہیں لیکن کچھ مفسّرین نے اسی قول کو ترجیح دی ہے

اس طرح حرم شریف کی ایک بڑی نشانی یا خصوصیت مقام ابراہیم ہے، مقام ابراہیم وُہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے کعبے کی تعمیر کی تھی اور بعض روایات کے مطابق یہ پتھر تعمیر کی بلندی کے ساتھ ساتھ خود بخود بلند ہوتا جاتا تھا اور نیچے اُترتے وقت نیچا ہوتا جاتا تھا۔ اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کا نشان آج تک موجود ہے جو خود ایک معجزہ ہے۔

آیتِ مذکورہ میں بیت اللہ کی دُوسری خصوصیت یہ بتلائی گئی ہے کہ جو اس میں داخل ہو جائے وُہ امن والا یعنی مامون و محفوظ ہو جاتا ایک تو تشریعی اعتبار سے ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو یہ حکم ہے کہ جو شخص اس میں داخل ہو جائے اس کو نہ ستاؤ نہ قتل کرو۔ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر کے یا کوئی اور جرم کر کے وہاں چلا جائے اس کو بھی اس جگہ سزا نہ دی جائے۔ بلکہ اس کو اس پر مجبور کیا جائے کہ وُہ حرم سے باہر نکلے، حرم سے باہر آنے پر سزا جاری کی جائے گی۔

ائمہ متقدمین میں سے سعید بن المسیب، قتادہ، حسن بصری، عبدالرزاق اور معمر وغیرہ کا یہ قول ہے کہ اسلام کے بعد اللہ کی مقرر کردہ حدود حرم میں جاری کی جا سکتی ہیں، چنانچہ چور کا ہاتھ کاٹا جا سکتا ہے، زانی پر حد جاری کی جا سکتی ہے اور اسی طرح قاتل کو بجرم قتل، قتل کیا جا سکتا ہے جبکہ مجاہد، سعید بن جبیر، حماد، عطاء وغیرہ حضرات کی رائے یہ ہے کہ ایسے شخص کو جس نے حرم کا ارتکاب کیا ہو حرم سے باہر نکالا جائے اور پھر حد جاری کی جائے۔

حرم میں داخل ہونے والے کا مامون و محفوظ ہونا

ایک اور وجہ سے بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تکوینی طور پر ہر قوم و ملت کے دلوں میں بیت اللہ کی تعظیم و تکریم ڈال دی ہے اور وُہ سب عمومًا ہزاروں اختلاف کے باوجود اس عقیدے پر متفق ہیں کہ اس میں داخل ہونے والا اگرچہ مجرم یا ہمارا دشمن ہی ہو تو حرم کا احترام اس کا متقضی ہے کہ وہاں اس کو کچھ نہ کہیں، حرم کو عام جھگڑوں، لڑائیوں سے محفوظ رکھا جائے۔ زمانہ جاہلیت کے عرب اور ان کے مختلف قبائل خواہ کتنی ہی عملی خرابیوں میں مبتلا تھے مگر بیت اللہ اور حرم محترم کی عظمت پر سب جان دیتے تھے۔

آج اس کے برخلاف بعض مسلمان حرم کے احترام کو بالائے طاق رکھ کر اس کو سیاست کا اکھاڑہ بنانا چاہتے ہیں۔ حرم محترم کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو سیاست سے بالاتر رکھا جائے۔ سیاسی نعرہ بازیاں بھی حرم کے احترام کے خلاف ہیں، یہ تو حرم مکہ کی بات ہے، جس کا احترام قرآنی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرم مدینہ کے احترام کو برقرار رکھنے کے لیے حضرت علیؓ نے دارالخلافہ کو وہاں سے منتقل کر دیا اور کوفہ کو دارالخلافہ بنایا تاکہ نہ صرف اس زمانے کی سیاسی چپقلش اور اختلافات سے بلکہ تا قیامت سیاسی جھگڑوں سے حرم مدینہ کے مبارک مقام کو محفوظ رکھا جائے۔ جب صحابہؓ کے دل میں حرم مدینہ کے احترام و عظمت کا یہ حال تھا تو پھر حرم مکہ کے احترام و عظمت کا کیا مقام ہوگا، ہر مسلمان اس پر غور کر سکتا ہے فتح مکہ میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دین کی اہم مصلحت اور بیت اللہ کی تطہیر کی خاطر صرف چند گھنٹوں کے لیے حرم میں قتال کی اجازت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی تھی اور فتح مکہ کے بعد آپؐ نے بڑی تاکید کے ساتھ اس کا اعلان و اظہار فرمایا تھا کہ یہ اجازت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تطہیر بیت اللہ کی غرض سے تھی اور وہ بھی چند گھنٹوں کے لیے تھی، اس کے بعد ہمیشہ کے لیے پھر اس کی وہی حرمت ثابت ہے جو پہلے سے تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حرم کے اندر قتل و قتال نہ مجھ سے پہلے حلال تھا نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہے اور میرے لیے بھی صرف چند گھنٹوں کے لیے حلال ہوا تھا پھر حرام کر دیا گیا۔

جب سے اب تک تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع رہا ہے اور عامۃ الامت بیت اللہ اور حرم کو اس درجہ واجب الاحترام سمجھتے رہے ہیں کہ اس میں نہ صرف قتل و قتال بلکہ لڑائی جھگڑے جس میں سیاسی جھگڑے بھی شامل ہیں، کو بدترین گناہ سمجھتے رہے ہیں اور یہ ساری دنیا میں صرف بیت اللہ اور حرم محترم ہی کی خصوصیت ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مکہ میں ہتھیار اٹھائے۔ حضرت عبداللہ بن عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جبکہ آپ مکہ کے ایک بازار میں کھڑے تھے۔

"(اے مکہ) اللہ کی قسم تو اللہ کی زمین کا سب سے بہتر حصہ ہے اور میں اللہ کی محبوب زمین سے محبت کرتا ہوں، اگر مجھے تجھ سے نکالا نہ جاتا تو میں کبھی یہاں سے نہ جاتا۔ جس سرزمین سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اتنی محبت ہو، اس کو ہنگامہ آرائیوں کی آماجگاہ بنانا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔

بیت اللہ کی مرکزیت

بیت اللہ الحرام کی مرکزیت پر پوری امت کا اجماع ہے، اس کی خاص وجہ نہ صرف اس کی فضیلت خصوصیات اور اللہ کی عبادت کے لیے تعمیر کیا گیا، پہلا گھر ہونا ہے، بلکہ تمام امتِ مسلمہ کے لیے اس کا قبلہ ہونا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ
فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ
شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ
فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُوْتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ○

(البقرہ: ۱۴۴)

"بے شک ہم آپ کے مُنہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں، اس لیے ہم آپ کو اسی قبلے کی طرف متوجہ کریں گے جس کے لیے آپ کی مرضی تھی تو پھر (اب سے) اپنا چہرہ (نماز میں) مسجد حرام (کعبہ) کی طرف کیا کیجئے اور (اے مسلمانو) تم سب لوگ (بھی) جہاں کہیں بھی موجود ہو، اپنے چہروں کو اسی (مسجد حرام) کی طرف کیا کرو اور یہ اہلِ کتاب بھی یقیناً جانتے ہیں کہ یہ (حکم) بالکل ٹھیک ہے اور ان کے پروردگار ہی کی طرف سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی کارروائیوں سے بالکل بے خبر نہیں ہے۔"

ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں شروع میں تقریباً سولہ سترہ مہینوں تک بیت المقدس کی طرف منہ کرنا شروع کیا، لیکن آپؐ کی دلی خواہش رہی تھی کہ نماز میں قبلہ بیت اللہ ہی ہو چنانچہ اس اشتیاق میں آپؐ بار بار آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھتے تھے کہ شاید فرشتہ وحی اس حکم کو لے کر نازل ہو، چنانچہ بالآخر وحی کے ذریعے آپ کو بیت اللہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوا اور تمام مسلمانوں کو بھی اسی کا حکم دیا گیا۔ اس طرح اللہ کا یہ مُبارک گھر امتِ مسلمہ کے لیے ایک قطعی مرکز کی حیثیت سے مسلّم ہو گیا۔ اس حکم سے امتِ مسلمہ کے لیے کسی ایک جہت کو قبلہ بنا کر اپنی ایک وحدت کا عملی مظاہرہ بھی مقصود تھا۔ کسی بھی اجتماعی نظام کا سب سے اہم اور بنیادی اصُول افرادِ کثیرہ کی وحدت اور اجتماعیت ہے۔ یہ وحدت جتنی زیادہ قوی ہو گی اتنا ہی اجتماعی نظام مستحکم اور مضبُوط ہو گا۔ پھر نقطۂ وحدت متعین کرنے میں مختلف زمانوں میں لوگوں کی مختلف رائیں رہی ہیں، کسی قوم نے رنگ اور زبان کو اور کسی نے وطن اور جغرافیائی خصُوصیات کی وحدت کو بُنیاد قرار دیا۔ اللہ کے دین اسلام نے جو درحقیقت تمام انبیاء علیہم السلام کا متفقہ دین ہے نقطۂ وحدت عقیدۂ توحید کو قرار دیا اور تمام دُنیا کے انسانوں کو ایک خدائے واحد کی عبادت اور اس کی اطاعت پر متحد ہونے کی اور اس کے آخری رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم کی لائی ہوئی شریعت پر مجتمع ہونے کی دعوت دی۔ اس حقیقی وحدت پر جمع ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کچھ صوری وحدتیں بھی لازمی کر دیں۔ ان صوری وحدتوں میں ایک اہم چیز سمت قبلہ کی وحدت بھی ہے۔ نماز اور حج چونکہ اجتماعی عبادتیں ہیں اس لیے ان عبادتوں میں اس وقت کو قائم رکھنا ضرُوری قرار دیا گیا۔ اس طرح بیت اللہ الحرام اس اُمت کی وحدت کی ایک اہم اور بُنیادی نشانی ہے۔ اگر اُمت کا کوئی گروہ یا طبقہ وحدت کی اس نشانی اور اُمت کی اس مرکزیت پر ضرب لگانے کی کوشش کرتا ہے تو دراصل وُہ پوری اُمت میں انتشار پیدا کرنے کا ذمہ دار قرار دیا جائے گا۔ جماعت کی نماز کے سلسلے میں اس وحدت کو یہاں تک برقرار رکھا گیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ اگر امام کسی ایک مسلک کا ہو اور مقتدی کسی دوسرے مسلک کے، تب بھی اس امام کی اقتدا علماء کے نزدیک جائز ہوگی۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

صحابہ و تابعین میں بھی اور ان کے بعد کے دور میں بھی فروعی مسائل میں مختلف شکلوں پر عمل رہتا تھا، مثلاً کچھ لوگ نماز میں بسم اللہ جہراً پڑھتے تھے۔ اسی طرح اور بھی بہت سے مسائل میں مختلف طریقے رائج تھے، لیکن اس اختلاف کے باوجود سب ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، مثلاً امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگرد، نیز امام شافعیؒ وغیرہ مدینہ منورہ کے مالکی المذہب اور دوسرے مسلک کے اماموں کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ ایک بار ہارون رشید نے پچھنے لگوا کر نماز پڑھائی اور امام ابویوسف نے ان کے پیچھے نماز پڑھی اور پھر نماز کا اعادہ بھی نہیں کیا۔ امام احمد بن حنبل بھی نکسیر پھوٹنے اور پچھنے لگوانے کے بعد وضو کرنا ضروری سمجھتے تھے، لیکن ان سے جب پوچھا گیا کہ اگر آپ کسی ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھیں جس کے جسم سے خون نکلا ہو تو کیا آپ ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے؟ تو انہوں نے فرمایا، بھئی میں امام مالک اور سعید بن المسیب کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھوں گا؟"

اس طرح ان تمام اکابر ائمہ و مجتہدین کا یہ عمل رہا ہے کہ ایک مسلک کے امام کے پیچھے دوسرے مسلک کا آدمی نماز پڑھ سکتا ہے۔ اگرچہ امام کا بعض مسائل میں مقتدی سے اتنا گہرا اختلاف ہی کیوں نہ ہو جس کی وجہ سے وضو کی تکمیل یا غیر تکمیل کا فرق ہو۔ اس کی غرض امت کی اجتماعیت کو باقی رکھنا اور اس کے شیرازے کو منتشر ہونے سے روکنا ہے۔ اس دور میں بھی اس امت کی وحدت کو برقرار رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اجتماعی امور میں فروعی اور اختلافی مسائل کو نظر انداز کیا جائے اور ایک مرکز پر متحد ہوا جائے، اور مرکز بیت اللہ الحرام سے بڑھ کر کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

بیت اللہ سے دنیا کے ہر مسلمان کو روحانی اور قلبی لگاؤ اور گہرا تعلق ہے اور یہ ایمان کا تقاضا ہے کہ اس پاک گھر سے دنیا کے ہر کونے میں بسنے والا مسلمان اپنے روحانی اور قلبی تعلق کو قائم رکھے پاکستان اور ہندوستان میں رہنے والے مسلمان بھی امتِ مسلمہ کی ایک اہم اکائی ہونے کی وجہ سے اس روحانی اور قلبی تعلق کو پوری طرح محسوس کرتے ہیں، اگر حرم پاک میں کوئی گروہ یا طبقہ کسی قسم کا فتنہ و فساد برپا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو یہاں کا مسلمان بھی دنیا کے دیگر تمام مسلمانوں کی طرح اس سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متاثر ہوتا ہے اور اس کو اس کے سدِ باب کی ایک دینی اور فطری فکر دامن گیر ہوتی ہے۔

بیت اللہ الحرام ایک ایسی مبارک جگہ ہے جہاں ہر سال حج کے موقع پر دنیا کے کونے کونے سے آئے ہوئے مسلمان جمع ہوتے ہیں، ان میں مختلف مکاتبِ فکر اور مختلف خیالات کے لوگ ہوتے ہیں، ظاہر ہے ان سب کے سیاسی افکار بھی یکساں نہیں ہو سکتے، پھر یہ بھی ضروری ہے کہ مختلف ممالک اور خطوں کے رہنے والے مسلمان اپنے اپنے ممالک اور خطوں کے مقامی حالات سے بھی متاثر ہوں گے۔ اگر یہ لوگ حج کے موقع پر ان سیاسی اختلافات کو ابھاریں اور مختلف مکاتبِ فکر کے نظریات کو ہوا دیں تو حج ایک اجتماعی عبادت اور اللہ کی طرف سے عائد کردہ ایک اہم رکن ہونے کی بجائے سیاسی اکھاڑہ بن جائے گا۔ جس نے نہ صرف بیت اللہ اور حرم شریف کے تقدس کو ٹھیس لگے گی بلکہ امت کے اندر زبردست انتشار بھی پیدا ہوگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جس عبادت کا مقصد اُمت کو ایک نقطۂ وحدت پر جمع کرنا ہے وہ خود اس انتشار کا شکار بن جائے گی اور اس کا اثر پورے عالمِ اسلام پر پڑے گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ حج کو اور حرم شریف کو ہر قسم کے اختلافات سے پاک وصاف رکھا جائے تاکہ مسلمان اس میں سکون، امن اور عافیت کے ساتھ اللہ کو یاد کر سکیں اور دُنیا بھر کے انسانوں کے سامنے وحدت کا ایک ایسا نمونہ پیش کر سکیں جو دُوسری قوموں میں نہیں مل سکتا۔

قرآن جب بیت اللہ کی طہارت کے بارے میں بیان کرتا ہے تو اس سے اس کا مطلب ہر قسم کی طہارت ہے یعنی طہارتِ ظاہری بھی اور طہارتِ معنوی بھی۔ طہارتِ معنوی سے مُراد وہ طہارت ہے جس کی وجہ سے حرم شریف ان تمام عوامل سے پاک رہے جن کی وجہ سے اس کے امن وسکون کو ٹھیس لگے اور اس کی زیارت کرنے والے مومنین کی عبادت میں خلل آئے۔ اس بات کا عہد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لیا تھا، ارشادِ خداوندی ہے۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ (البقرہ: ۱۲۵)

(اور وہ وقت بھی قابلِ ذکر ہے کہ) جس وقت ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کیلیے معبد اور (مقام) امن (ہمیشہ سے) مقرر رکھا اور مقامِ ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ اور ہم نے (حضرت) ابراہیم اور (حضرت) اسماعیل (علیہما السلام) کی طرف حکم بھیجا کہ میرے (اس) گھر کو خوب پاک رکھا کرو، بیرونی اور مقامی لوگوں (کی عبادت) کے واسطے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے واسطے"۔

مفسرین اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طَہِّرَا بَیْتِیَ" اس میں بیت اللہ کو پاک کرنے کا حکم ہے جس میں ظاہری نجاسات اور گندگی سے طہارت بھی داخل ہے اور باطنی نجاسات کفر و شرک اور اخلاقِ رذیلہ، بغض وحسد، حرص و ہوا، تکبر و غرور، ریا و نام و نمود سے پاک کرنا بھی شامل ہے اور اس حکم طہارت کے لفظ "بیتی" میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ حکم تمام مساجد کے لیے عام ہے کیونکہ ساری مساجد بیوت اللہ ہیں، جیسا کہ ارشاد ہے۔ فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ۔۔۔۔ ابن کثیر مجاہد اور سعید بن جبیر کا قول نقل کرتے ہیں کہ طَہِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّائِفِیْنَ سے مراد یہ ہے کہ اس کو (یعنی بیت اللہ کو) بتوں سے نیز فحش گوئی، جھوٹ اور خفیف حرکتوں سے بھی پاک رکھا جائے۔ امام فخرالدین رازی بھی اس سلسلے میں یہ نقل کرتے ہیں کہ بیت اللہ کی طہارت کا مطلب یہ ہے کہ اس کو بتوں سے شرک سے نیز گناہوں سے پاک رکھا جائے۔

سیاسی اور اسی قسم کے دیگر مظاہروں میں حرص و ہوا، تکبر و غرور، ریا و نام و نمود اور بعض مرتبہ بغض و حسد جیسے اخلاق رذیلہ، برائیاں اور گناہ شامل ہوتے ہیں، اس لیے حرم شریف میں اس قسم کے مظاہرے اور دیگر حرکتیں، حرم پاک کی طہارت کے خلاف ہیں جس کا حکم نص قطعی سے ثابت ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ وہ گروہ اور طبقے جو ان تمام امور میں ملوث ہیں، ان حرکات سے باز آئیں گے اور بیت اللہ کی عظمت کو برقرار رکھیں گے۔ تاکہ نہ صرف تمام امت مسلمہ بلکہ انسانیت اس کی برکات سے منتفع ہو اور اس امت میں ایک بار پھر اتحاد اور اخوت پیدا ہو، نیز آپس کی چپقلش، اختلافات اور لڑائی جھگڑے دور ہوں۔

معیاری، عمدہ اور دلکش
کتابت اور ڈیزائننگ
کا مرکز
باجوہ دار الکتابت
ریاض فالودہ شاپ
چوک پرانی انار کلی لاہور
خطاط
ذاکر حسین باجوہ تلمیذ سید انور حسین نفیس رقم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہِ زمزم کی تاریخ

شیخ الحدیث
مولانا محمد اسحق

چاہ زمزم ایک مبارک کنواں ہے جس کا ظہور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے سب سے پہلے تعمیر ہونے والے گھر مسجد حرام سے چند سال پہلے ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے اس گھر اور مکہ معظمہ کی تاریخ لکھنے والا مورخ اس بابرکت کنوئیں کی تاریخ سے صرف نظر نہیں کر سکتا کیونکہ یہ مسجد حرام، مکہ معظمہ اور پورے ملک عرب کی آبادی کا بنیادی سبب ہے یہ مبارک کنواں مسجد حرام کے اندر خانہ کعبہ سے چند گز کے فاصلہ پر واقع ہے اور دنیا کے کروڑوں انسانوں کے لیے برکت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے ہر سال حج کے لیے حاضر ہونے والے لاکھوں انسان اس سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں اور واپسی کے وقت چھوٹے بڑے ڈبوں میں بند کرکے تبرک کے لیے اپنے ساتھ لاتے ہیں جو مختلف مقاصد کے لیے کروڑوں انسانوں کے استعمال میں آتا ہے۔

چاہِ زمزم کا معجزانہ ظہور اور خانہ خدا کی آبادی

اس بابرکت کنوئیں کے معجزانہ ظہور کی تفصیل اصح زین کتاب صحیح بخاری سے پیش کی جاتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے مسجد حرام اور مکہ معظمہ کو آباد کرنا چاہا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے شیر خوار بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور اس کی والدہ حضرت ہاجرہ کو اپنے گھر سے سینکڑوں میل دور ایک لق و دق صحراء میں جہاں گرمی سے جھلستے ہوئے پہاڑوں اور جھلستے ہوئے ریگستان کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ بیت اللہ کے پاس زمزم سے ذرا اوپر درخت کے نیچے اتارا جہاں ہو کا عالم تھا اور کسی انسان کے وجود کا تصور بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ماں بیٹا کو وہاں چھوڑا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ اور کھجوروں کی ایک تھیلی رکھی اور کچھ کہے سُنے بغیر واپس گھر کی طرف چل پڑے ان کی بیوی حضرت ہاجرہ ان کے پیچھے دوڑی اور کہنے لگی اے ابراہیم! آپ ہمیں اس ویران بیابان میں چھوڑ کر کہاں چلے؟ جس میں دل بہلانے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے ان کی بیوی نے پیچھے دوڑتے ہوئے ان سے کئی دفعہ پوچھا لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھا آخر بیوی نے کہا کیا آپ اللہ کے حکم سے ایسا کر رہے ہیں؟ تو اس کے جواب میں صرف ہاں کہا اور چلے گئے۔ بیوی یہ کہہ کر واپس آ گئی کہ اگر اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے تو وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک گھاٹی پر پہنچ کر جہاں سے وہ ماں بیٹا نظر نہیں آتے تھے خانہ خدا کی طرف پلٹ کر دیکھا اور یہ دُعا کی۔

الٰہی! میں اس لق و دق وادی میں جہاں کھیتی باڑی کا نام و نشان نہیں ہے۔ تیرے گھر کے پاس اپنی اولاد کو چھوڑ چلا ہوں تاکہ یہ تیری عبادت کریں اور نماز پڑھیں الٰہی! لوگوں کے دل ان کی طرف پھیر دے اور پھلوں کے ذریعے ان کو رزق پہنچا تاکہ یہ تیرا شکر ادا کریں!

اسماعیل علیہ السلام کی والدہ بچے کو دُودھ پلاتی، وہ پانی پیتی اور وہ کھجوریں کھاتی تھی آخر ایک وقت آیا۔ کھجوریں اور پانی ختم ہوگیا وہ بے چین ہوگئی اور بچہ پیاس سے تڑپنے لگا، وہ یہ منظر دیکھ کر اپنے قریب صفا پہاڑی پر چڑھ گئی اور چاروں طرف دیکھنے لگی کہ شاید کوئی آدمی نظر آجائے اس سے پانی لے کر بچے کا حلق تر کرے مگر بے سُود ا صفا سے نیچے اُتری، وادی میں پہنچ کر اپنی قمیض اٹھائی اور ایک مصیبت زدہ آدمی کی طرح دوڑنے لگی دوسرے کنارہ پر واقع مروہ پہاڑی پر چڑھی اور چاروں طرف نظر دوڑائی کہ کوئی آدمی نظر آئے جس سے پانی کا گھونٹ لے کر بچہ کو پلائے اور اس کی زندگی بچائے مگر لاحاصل! اس پریشانی کی حالت میں اس نے صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگائے مگر کامیابی کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں جب وہ ساتویں دفعہ مروہ پر چڑھیں تو اس طرف سے جہاں بچہ جان بلب تڑپ رہا تھا ایک آواز سنائی دی وہ دوڑنے کی وجہ سے ہانپ رہی تھیں پوری طرح سے بات سمجھ نہ آئی تو اپنے آپ سے کہا خاموش! پھر ہمہ تن متوجہ ہو کر سُننے لگیں پھر آواز سنائی دی تو کہنے لگیں آواز تو میں نے سُن لی ہے اگر کچھ مدد کر سکتے ہو تو کرو بچہ کی طرف واپس آئیں تو دیکھا کہ چاہِ زمزم کے پاس ایک فرشتہ کھڑا ہے۔ اس نے زمین پر ایڑی ماری تو پانی بہنے لگا حضرت ہاجرہؓ نے مٹی سے بند باندھ کر اس کو بہنے سے روکا اور اس کو اپنے مشکیزے میں بھرا جب وہ پانی بھرتیں تو نیچے سے جوش مار کر اور پانی نکل آتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحم فرمائے اگر وہ پانی کو نہ روکتیں اور اپنے مشکیزے بھی نہ بھرتیں تو زمزم ایک سدا جاری رہنے والا چشمہ ہوتا اسماعیل علیہ السلام کی والدہ نے خود بھی پانی پیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اپنے بچہ کو بھی پلایا فرشتہ نے کہا ضائع ہونے سے نہ ڈرو یہاں اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ جس کو یہ بچہ اور اس کا باپ تعمیر کریں گے اور اس کے پاس رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ کبھی ضائع نہیں کرے گا۔

مکہ معظمہ میں خاندان جرہم کی آبادی

حضرت ہاجرہ نے اسی طرح اپنے لخت جگر کے ساتھ وحشت اور تنہائی میں کچھ عرصہ گذارا پھر قبیلہ بنو جرہم کی ایک جماعت آئی جو کداء نامی گھاٹی سے گذر کر مکہ کے نشیبی حصہ میں اُتر پڑی انہوں نے وہاں ایک پرندہ کو چکر لگاتے دیکھا اور کہا یہ پرندہ پانی پر چکر لگاتا ہے مگر ہم اس وادی میں کئی دفعہ آئے گئے ہیں یہاں پانی کا نام ونشان نہیں ہے پھر انہوں نے ایک یا دو قاصد بھیجے جنہوں نے وہاں پانی دیکھا اور واپس جا کر انہیں بتایا کہ یہاں پانی موجود ہے چنانچہ یہ لوگ ادھر منتقل ہو گئے۔ حضرت ہاجرہ کو دیکھ کر بولے۔ بی بی جی! اگر اجازت ہو تو ہم بھی یہاں آپ کے پاس آباد ہو جائیں حضرت ہاجرہ بولی۔ ہاں آباد ہو سکتے ہو مگر پانی میں تمہارا کوئی حق نہیں ہوگا وہ بولے ٹھیک ہے پانی میں ہمارا کوئی حق نہیں ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ حضرت اسمٰعیل کی والدہ نے ان کو اس لیے اجازت دے دی کہ وہ بھی دل بہلانے اور رونق کی خاطر آبادی چاہتی تھیں۔ انہوں نے اپنے اہل وعیال منگوا لیے اور مکانات بنا کر وہاں رہنے لگے اس طرح وہاں کئی خاندانوں سے مل کر ایک گاؤں آباد ہو گیا وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ حضرت اسمٰعیل جوان ہو گئے اور انہوں نے ان سے عربی زبان بھی سیکھ لی۔ اسماعیل علیہ السلام ہونہار تھے انہوں نے ان کی صلاحیت دیکھ کر اپنی ایک لڑکی سے ان کی شادی کر دی۔ اُدھر ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بال بچوں کو دیکھنے کے لیے آنا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے ترکہ کو دیکھنے کے لیے آئے اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر نہیں تھے ان کی بیوی سے پوچھا وہ بولی ہمارے کھانے کے لیے کچھ شکار کرنے کے لیے باہر گئے ہیں حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا تمہارا حال کیسا ہے؟ اور گذارہ کس طرح ہو رہا ہے؟ وہ بولی ہمارا بہت بُرا حال ہے اور بڑی تنگی سے وقت گذار رہے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا اچھا میں چلتا ہوں تمہارا خاوند آئے تو اسے میری طرف سے السلام علیکم کہنا اور انہیں یہ بھی کہنا کہ اپنی دہلیز بدل دے حضرت اسماعیلؑ آئے تو انہوں نے کچھ اُنس محسوس کیا اور اپنی بیوی سے پوچھا میری غیر حاضری میں کوئی آیا تھا؟ اس نے کہا ہاں ایسا ایسا ایک بڈھا شخص آیا تھا تمہارے متعلق پوچھتا تھا۔ میں نے بتایا پھر پوچھا تمہارا گذارہ کس طرح ہو رہا ہے؟ میں نے کہا ہم بڑی تنگی اور مشکل سے زندگی بسر کر رہے ہیں حضرت اسماعیلؑ نے پوچھا وہ جاتے ہوئے کچھ کہہ گئے تھے؟ وہ بولی ہاں تمہیں سلام کہتے اور یہ بھی کہا کہ اپنے خاوند سے کہنا کہ اپنے گھر کی دہلیز بدل دے یہ سن کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت اسماعیلؑ بولے وہ میرے باپ تھے وہ کہہ گئے ہیں کہ میں تمہیں طلاق دے دوں جاؤ اپنے والدین کے پاس چلی جاؤ۔ حضرت اسماعیلؑ نے اسے طلاق دے دی اور ان میں سے ایک دوسری عورت سے شادی کر لی۔

حضرت ابراہیمؑ کا دوسرا پھیرا

کچھ عرصہ کے بعد پھر آئے۔ اس وقت بھی حضرت اسمٰعیلؑ سے ملاقات نہ ہوئی، ان کی بیوی پر داخل ہوئے اسمٰعیلؑ کے بارہ میں پوچھا تو اس نے جواب دیا۔ باہر پہاڑوں پر شکار کرنے گئے ہیں، تھوڑی دیر تک آجائیں گے پھر ان کی حالت اور گذران کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ ہم اللہ کے فضل سے خوشحال ہیں اس نے ہمیں سب کچھ دیا ہے کسی چیز کی کمی نہیں پھر پوچھا تمہاری خوراک کیا ہے؟ بولی گوشت اور پانی حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی الٰہی! ان کے لیے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما اس وقت غلہ میسر نہیں تھا ورنہ آپ اس کے لیے بھی دعا فرماتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مکہ کے علاوہ اگر کوئی شخص ان دونوں چیزوں کو اپنی خوراک بناتا ہے تو یہ اُس کو موافق نہیں آتیں ابراہیم علیہ السلام یہ کہہ کر پھر واپس چلے گئے کہ اپنے خاوند کو السلام علیکم کہنا نیز کہنا کہ اپنی دہلیز کو قائم رکھے اسماعیلؑ گھر آئے تو پوچھا کہ میرے بعد کوئی آیا تھا؟ ان کی بیوی بولی ہاں! ایک خوبصورت اور خوش لباس بزرگ آئے تھے بڑے نیک خصلت معلوم ہوتے تھے انہوں نے تمہارے متعلق پوچھا میں نے بتایا، پھر پوچھا ہماری گذران کیسی ہے؟ میں نے کہا اللہ کا شکر ہے ہم بڑے خوشحال ہیں اور اطمینان سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ حضرت اسماعیل نے پوچھا انہوں نے تمہیں کچھ وصیت بھی کی تھی؟ بولی ہاں آپکو سلام کہتے تھے اور یہ بھی کہا کہ اپنی دہلیز کو قائم رکھیں حضرت اسماعیل نے کہا وہ میرے والد تھے دہلیز تم ہو وہ مجھے حکم دے گئے ہیں کہ تمہیں اپنے گھر آباد رکھوں۔

حضرت ابراہیمؑ کا تیسرا پھیرا اور بیت اللہ کی تعمیر

کچھ عرصہ کے بعد ابراہیم علیہ السلام پھر آئے اسوقت اسماعیل علیہ السلام درخت کے نیچے زمزم کے پاس بیٹھے تیر درست کر رہے تھے اپنے والد کو آتا دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے جس طرح باپ اپنے لڑکے اور لڑکا اپنے باپ سے ملتا ہے ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے حضرت ابراہیمؑ نے کہا اسماعیل! میرے رب نے مجھے ایک کام کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسماعیل نے کہا آپ جی اللہ کا حکم بجا لایئے ابراہیم علیہ السلام بولے اس سلسلہ میں تم میری مدد کرو گے؟ اسماعیل نے کہا ضرور مدد کرونگا ابراہیم علیہ السلام ایک ٹیلے کی طرف اشارہ کرکے بولے میرے رب نے مجھے یہاں ایک گھر تعمیر کرنے کا حکم دیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد ان دونوں باپ بیٹا نے اس ٹیلے پر بیت اللہ کی بنیادیں اٹھائیں اسماعیل علیہ السلام پتھر لاکر دیتے اور ابراہیم علیہ السلام دیوار تعمیر کرتے تھے تا آنکہ دیوار اونچی ہوگئی اور دیوار پر پتھر لگانا مشکل ہوگیا۔ پھر اسماعیل ایک پتھر جس کو مقام ابراہیم کہتے

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں لائے ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہو کر دیوار بناتے اور اسماعیل علیہ السلام پتھر لا کر دیتے تھے اور دونوں کی زبان پر یہ دعا جاری تھی الٰہی! ہم سے یہ عمل قبول فرما بلاشبہ تو سننے والا اور جاننے والا ہے دونوں باپ بیٹا دیوار بناتے بناتے بیت اللہ کے اردگرد گھومتے تھے اور دعا کرتے تھے۔ ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم۔

چاہِ زمزم کی نئے سرے سے کھدائی

حضرت اسماعیلؑ کے بعد چاہ زمزم پر بنو جرہم کا قبضہ ہو گیا اور انہوں نے کسی وجہ سے اس کو بھر دیا اس کو بند ہوئے صدیاں گذر گئیں اہل مکہ نے دوسرے کئی کنوئیں بنا لیے اور ان سے کام چلاتے رہے زمزم کو وہ لوگ بھول ہی گئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب کو سرداری حاصل ہوئی اور وہ قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے تو ان کو کئی دفعہ خواب میں زمزم کو دوبارہ جاری کرنے کا اشارہ ہوا پھر ایک دن خواب میں جگہ کی بھی تعیین ہوئی تو وہ اپنے بیٹے حارث کو لے کر مقرر جگہ پر کھدائی کرنے لگے اس جگہ اس وقت دائیں بائیں دو بت اساف اور نائلہ نصب تھے اور اہل مکہ وہاں ان کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے انہوں نے پہلے کچھ مخالفت کی لیکن حضرت عبدالمطلب کی وجاہت اور دبدبہ کی وجہ سے کچھ نہ کر سکے۔ حضرت عبدالمطلب قریش کی مخالفت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کنواں کھودتے رہے جب پانی نکل آیا اور وہ چیزیں برآمد ہو گئیں جو جرہم نے کنواں بند کرتے وقت اس میں پھینکی تھیں تو قریش نے عبدالمطلب سے مطالبہ کیا کہ یہ کنواں اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کی جان بچانے اور شہر آباد کرنے کے لیے جاری کیا تھا آپ کی طرح ہم بھی ان کی اولاد میں اس لیے ہمیں بھی اس کی تعمیر اور تولیت میں شریک کریں مگر عبدالمطلب نے ان کی یہ درخواست بھی مسترد کر دی اور کہا اللہ تعالیٰ نے اس کی تعمیر جدید کے لیے کئی دن متواتر مجھے خواب میں بشارت دی ہے نیز میں نے کھدائی کر کے اس کو برآمد کیا ہے لہٰذا یہ اعزاز میرے لیے ہی مخصوص ہے اس میں کسی دوسرے آدمی کی شرکت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا قریش حضرت عبدالمطلب کے خلاف اس وقت بھی کچھ نہ کر سکے اپنے مطالبہ سے دست بردار ہو گئے اور زمزم کی تولیت اور حجاج کو پانی پلانے کا اعزاز حضرت عبدالمطلب اور ان کی اولاد کو حاصل رہا۔ (البدایہ والنہایہ ابن کثیر)

عہدِ نبوی میں یہ اعزاز کسے حاصل تھا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاہ زمزم کی تولیت اور حجاج کو پانی پلانے کا اعزاز حضرت عبدالمطلب کے بیٹوں میں سے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل تھا، یہی وجہ ہے کہ جب ایام منیٰ میں سب حاجیوں کے لیے لازم تھا کہ وہ منیٰ میں رات گذاریں آپ نے حضرت عباس کو مکہ معظمہ میں رات گزارنے کی اجازت دی تھی جو کہ وہ حجاج کو پانی پلانے کے کام کی نگرانی کر رہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے اپنے بیٹے فضل کو کہا جاؤ اپنی ماں کے ہاں سے پانی لاؤ آپ نے فرمایا مجھے یہیں سے پانی پلا دو۔ حضرت عباس بولے یارسول اللہ! اس میں لوگ میلے کچیلے ہاتھ ڈالتے ہیں آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں یہی پانی لاؤ۔ پیٹ بھر کر وہی پانی پینے کے بعد آپ چاہ زمزم پر آئے جہاں حضرت عباس کے آدمی پانی کھینچ کر حاجیوں کو پلا رہے تھے آپ نے فرمایا۔ یہ کام کرو تم نیک کام کر رہے ہو اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ تم پر غالب آجائیں گے تو میں بھی اپنے کندھے پر رسی رکھ کر پانی کھینچتا۔

آبِ زمزم کی فضیلت

آبِ زمزم کو دنیا کے سب پانیوں پر فضیلت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معراج کی رات جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حطیم میں سوئے ہوئے تھے جبریل علیہ السلام آئے آپ کے سینہ کو زیر ناف بالوں تک چاک کیا دل نکالا اس سے کچھ حصہ باہر پھینکا پھر سینہ کو زمزم کے پانی کے ساتھ دھویا اس میں ایمان اور حکمت کو بھرا پھر آپ کو براق پر سوار کر کے معراج کے لیے لے گئے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس سے آبِ زمزم کی فضیلت ظاہر ہے کہ آپ کا سینہ دھونے کے لیے اسی پانی کو استعمال کیا۔ متفق علیہ۔

زمزم کا پانی جس مقصد کیلئے پیا جائے وہ حاصل ہو جاتا ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماء زمزم لما شرب رواہ احمد وابن ماجہ یعنی زمزم کا پانی جس مقصد کے لیے پیا جائے وہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے اگر بیماری سے شفا کے لیے پیئو تو اللہ تعالیٰ شفا دیتا ہے۔ اگر بھوک کے لیے پیئو تو اللہ تعالیٰ بھوک دور کرتا ہے اگر پیاس کے لیے پیئو تو اللہ تعالیٰ پیاس دور کرتا ہے یہ کنواں حضرت جبرائیل کا پیدا کردہ ہے اور حضرت اسماعیلؑ نے اس کو پی کر اپنی پیاس اور بھوک بجھائی تھی۔ (دار قطنی بحوالہ نیل الاوطار جلد پنجم ص۳۴)

حضرت ابوذر بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ میں ایمان کی طلب کے لیے گیا تیس دن اور رات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی ایک رات آپ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ آئے حجرِ اسود کو بوسہ دیا، طواف کیا اور نماز پڑھی میں نے آپ کو پہچان لیا اور سب سے پہلے اہلِ اسلام کی طرح آپ کو سلام کیا اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ! آپ نے وعلیک السلام ورحمۃ اللہ کہہ کر جواب دیا اور پوچھا آپ کون ہیں؟ میں نے کہا میں قبیلہ غفار کا ایک آدمی ہوں یہ سن کر آپؐ نے اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھا اور خاموش ہو گئے۔ میں نے سمجھا کہ آپ نے قبیلہ غفار کی طرف میرے انتساب کو مکروہ سمجھا ہے میں نے ہاتھ بڑھا کر آپ کے ہاتھ کو آپ کی پیشانی سے دور کرنا چاہا مگر آپ کے ساتھی نے ایسا کرنے سے روک دیا اور وہ آپ کو مجھ سے زیادہ جانتے تھے۔ دیر کے بعد آپ نے اپنا سر اٹھایا اور مجھ سے پوچھا کہ آپ کب سے یہاں رہتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں؟ میں نے کہا مجھے یہاں رہتے ہوئے تیس دن اور رات ہوگئے ہیں۔ آپ نے پوچھا کھانا کہاں سے کھاتے تھے؟ میں نے کہا میں نے کھانا وغیرہ کچھ نہیں کھایا صرف زمزم کا پانی پیتا ہوں میں پہلے سے موٹا ہوگیا ہوں میرے پیٹ پر شکنیں پڑگئی ہیں اور بھوک کا کوئی اثر محسوس نہیں کیا آپ نے فرمایا یہ مبارک پانی ہے اس کے پینے سے جس طرح پیاس بجھتی ہے کھانے کی بھی کوئی حاجت نہیں رہتی (صحیح مسلم) اس کے علاوہ حضرت امام شافعیؒ، عبداللہ بن مبارکؒ اور حافظ ابن حجرؒ وغیرہ علماء نے اپنے تجربات لکھے ہیں کہ ہم نے جس غرض کے لیے آب زمزم نوش کیا وہ غرض بفضلہ تعالیٰ پوری ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پانی نہایت مرغوب تھا۔

آبِ زمزم پینے کے آداب

حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس ایک آدمی آیا انہوں نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا میں زمزم کا پانی پی کر آیا ہوں حضرت ابن عباس نے پوچھا اس پانی پینے کے آداب بھی ملحوظ رکھے ہیں؟ اس نے کہا وہ آداب کیا ہیں؟ حضرت ابن عباس نے کہا قبلہ رُخ ہو کر پیئو، پہلے بسم اللہ پڑھو، پھر تین سانس لے کر خوب پیٹ بھر کر پیئو۔ فارغ ہونے کے بعد الحمد اور کہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہمارے اور منافقوں کے درمیان یہ فرق ہے کہ وہ زمزم کا پانی پیٹ بھر کر نہیں پیتے دارقطنی نے یہ لفظ زیادہ کیے ہیں اگر تم دشمن سے پناہ لینے کے لیے پیئو تو اللہ تعالیٰ تمہیں دشمن سے پناہ دے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس زمزم کا پانی پی کر یہ دُعا کرتے تھے الٰہی! میں تجھ سے علم نافع، رزق واسع اور ہر بیماری سے شفا طلب کرتا ہوں علامہ دینوری لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم امام سفیان بن عیینہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے ان سے پوچھا آپ نے زمزم کا پانی پی کر دُعا کی قبولیت کی جو حدیث بیان کی ہے وُہ صحیح ہے؟ انہوں نے کہا ہاں صحیح ہے وُہ بولا میں نے پھر زمزم کا پانی پینے کے بعد یہ دُعا کی ہے کہ آپ مجھے ایک سو حدیث پڑھائیں آپ نے فرمایا اچھا بیٹھو اور اس کو پُوری ایک سو حدیث کا درس دیا۔

(نیل الاوطار ص۵ الجزء الخامس)

ھذا ما آخر ما اردنا ایرادہ فسبحان اللہ العظیم

حافظ محمد اسحاق عفی عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زم زم دُنیا کا بہترین پانی

سید محبوب

"بحیرہ مردار" کا پانی دنیا کا بدترین پانی سمجھا جاتا ہے، اور قدرتی حیات آفرین اثرات سے یکسر محروم ہے، بلکہ کہا جاتا ہے کہ اس میں ذی روح کے لیے مہلک اثرات پائے جاتے ہیں، یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس زمانے میں "بحیرہ مردار" کا یہ مہلک پانی سطح زمین پر نمودار ہوا، ٹھیک اِس زمانہ میں فاران کی بے آب وگیاہ اور "غیر ذی زرع" وادی میں "زمزم" کے نام سے ایک دُوسرے پانی کی نمود ہوئی جو اپنی حیات آفرینی میں دُنیا کے دُوسرے پانیوں سے سبقت لے گیا۔ ان دونوں کی ابتداء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد سے ہوتی ہے، ذیل کے مضمون میں "زمزم" کے حالات بیان کیے گئے ہیں!

زمزم کی تاریخ

بیت اللہ کے قریب مشرق کی جانب کھڑے ہوں تو مَطاف کے متصل بائیں جانب بیت اللہ سے ۲۰ ذراع کے فاصلہ پر مقام ابراہیم کے نزدیک زمزم کا مشہور اور بابرکت تاریخی کنواں واقع ہے زمزم کی تاریخ چار ہزار سال قبل سے شروع ہوتی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اولاد سے محروم تھے ایک روز انہوں نے خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں فرزند کے لیے دُعا کی قرآن حکیم میں ہے۔

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِينَ ٥
فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيمٍ ٥
(سورۂ صافات)

"اے پروردگار! مجھے ایک نیکوکار لڑکا عطا فرما پس ہم نے اسے (ابراہیم) ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی"۔

قبولیتِ دُعا کے نتیجہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چھوٹی بیوی حضرت ہاجرہ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تورات میں ہے کہ حضرت ہاجرہ کو فرشتہ نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے تولد کی بشارت دی اور کہا کہ!

"اپنے فرزند کا نام اسمٰعیل رکھنا"

(کتاب پیدائش باب ۱۶ آیت ۱۱)

عبرانی (Hebrew) زبان میں اسماعیل کا تلفظ "شماعِ ایل" ہے یہ دو لفظوں سے مرکب ہے۔ عربی زبان کا لفظ "سماع" سُننا کے لیے عبرانی میں "شماع" بولا جاتا ہے اور "ایل" اللہ کے مترادف ہے۔ اس لفظ کے معنی ہیں "خُدا کا سُننا" چونکہ حضرت اسماعیلؑ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا قبول فرمائی تھی۔ اس لیے ان کا نام "شماع ایل" رکھا گیا تھا۔ اسماعیل اس کی تعریب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا تھا۔

"اسماعیلؑ کے حق میں میں نے دُعا سُنی دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اُسے آبرومند کروں گا اور اس کو بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اس کو بڑی قوم بناؤں گا۔

(کتاب پیدائش باب نمبر ۱۸ آیت نمبر ۲)

حضرت ہاجرہؑ کے بطن سے حضرت اسماعیلؑ کا پیدا ہونا، حضرت سارہؓ پر جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بڑی بیوی تھی بہت شاق گذرا انہوں نے شوہر سے اصرار کیا کہ

"ہاجرہؑ اور اس کا بچہ میری نظروں کے سامنے نہ رہیں ان کو علیحدہ کسی جگہ رکھو" حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ اصرار بے حد ناگوار گزرا مگر اللہ تعالیٰ نے اِن کو مطلع کیا کہ

"ہاجرہؑ۔ اسماعیلؑ اور خود تیرے لیے مصلحت اس میں ہے کہ سارہ جو کچھ کہتی ہے، اُسے مان لے اور غم نہ کر"

(کتاب پیدائش باب ۲۱ آیت ۱۲)

صحیح بخاری کتاب الانبیاء میں حضرت عباسؓ سے دو طویل روایتیں منقول ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ

"حضرت ابراہیمؑ ہاجرہ اور ان کے شیر خوار بچے کو لے کر چلے اور جہاں آج کعبہ ہے وہاں ایک درخت کے نیچے زمزم کے موجودہ بالائی مقام پر ان کو چھوڑ دیا وہ جگہ ویران اور غیر آباد تھی پانی کا بھی نام و نشان نہ تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پانی کا ایک مشکیزہ اور ایک تھیلی میں کھجوریں اِن کے پاس چھوڑ دیں۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس جانے لگے تو ہاجرہ ان کے پیچھے یہ کہتی ہوئی چلیں "اے ابراہیمؑ تم ہمیں ایسی وادی میں چھوڑے جاتے ہو جہاں نہ کوئی انسان ہے نہ مونس و غمخوار"

ہاجرہؑ برابر کہتی جاتی تھیں مگر ابراہیم علیہ السلام خاموش چلے جا رہے تھے آخر ہاجرہؑ نے دریافت کیا۔

"کیا خُدا نے تمہیں اس کا حکم دیا ہے" حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا:

"ہاں یہ خُدا کے حکم سے ہے" حضرت ہاجرہؑ نے یہ سُنا تو کہنے لگیں۔

اگر یہ خُدا کے حکم سے ہے تو وہ ہمیں ہرگز ضائع نہیں کرے گا"

حضرت ابراہیم علیہ السلام چلتے چلتے ایک ٹیلہ پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسی جگہ پہنچے۔ جہاں ان کے اہل و عیال نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ تو اس جانب جہاں آج کعبہ ہے رُخ کیا اور ہاتھ اٹھا کر یہ دُعا مانگی۔

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ ○

اے میرے پروردگار ایسی وادی میں جہاں کھیتی کا نام و نشان نہیں ہے میں نے اپنی اولاد تیرے محترم گھر کے قریب لا کر اس لیے بسائی ہے "تاکہ یہ تیری نمازیں پڑھیں پس تو" اپنے فضل و کرم سے ایسا کر لوگوں کے دل ان کی جانب مائل ہو جائیں۔ اور ان کے لیے زمین کی پیداوار سے رزق مہیا کر دے تاکہ تیرے شکر گزار ہوں"۔

حضرت ہاجرہؓ چند روز تک مشکیزے سے پانی پیتی، تھیلی سے کھجوریں کھاتی اور اپنے بچے اسمٰعیل کو دودھ پلاتی رہیں۔ آخر وہ وقت بھی آ گیا کہ نہ پانی رہا نہ کھجوریں وہ سخت پریشان ہوئیں۔ جب حالت دگرگوں ہونے لگی اور بچہ بھی بھوک و پیاس سے تڑپنے لگا تو حضرت ہاجرہؓ اپنے نورِ نظر کو چھوڑ کر دور جا بیٹھیں تاکہ اس حالتِ زار میں بچے کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھیں، پھر کچھ سوچ کر قریب کی پہاڑی صفا پر چڑھیں کہ شاید کوئی شخص مل جائے یا کہیں پانی نظر آ جائے، مگر کچھ نظر نہ آیا پھر دوڑ کر بچے کے پاس آ گئیں

پھر دوسری جانب کی پہاڑی مروہ پر چڑھ گئیں جب وہاں بھی کچھ نظر نہ آیا۔ تو تیزی سے دوڑ کر وادی میں اتر آئیں سات مرتبہ اسی طرح کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر پہنچ کر فرمایا۔

"حضرت ہاجرہؓ جب ساتویں دفعہ مروہ پر پہنچیں تو انہوں نے ایک آواز سنی اور کہا "اگر تم مدد کر سکتے ہو تو سامنے آؤ"۔

دفعتًہ انہوں نے اللہ کے فرشتے (جبریلؑ) کو زمزم کے مقام پر دیکھا فرشتے نے زمین میں ٹھوکر ماری جس سے پانی اُبلنے لگا۔ حضرت ہاجرہؓ نے دیکھا تو پانی کے چاروں طرف منڈیر بنانے لگیں۔ مگر پانی اُبلتا رہا۔

اس جگہ پہنچکر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ اُمِّ اسمٰعیل پر رحم فرمائے۔ اگر وہ "زمزم" کو اس طرح نہ روکتیں تو وہ آج ایک بڑا چشمہ ہوتا"۔

حضرت ہاجرہؓ نے پانی پیا اور حضرت اسماعیل کو دودھ پلایا۔ فرشتے نے ان سے کہا "ہاجرہ! خوف اور غم نہ کرو! اللہ تعالیٰ تمہارے بچے کو ضائع نہ کرے گا جہاں اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، جس کی تعمیر اس بچے اور اس کے باپ کے مقدر میں ہو چکی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اس خاندان کو ہلاک نہیں کرے گا۔

(صحیح بخاری کتاب الانبیاء)

تورات میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے لکھا ہے کہ

"مشکیزے کا پانی ختم ہو گیا۔ بچے کو ایک جھاڑی میں ڈال دیا اور بچے سے تھوڑی دور ایک تیر کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برابر ہٹ کر غم زدہ بیٹھ گئی اور اس نے کہا "بچے کو اپنی آنکھ سے مرتے نہیں دیکھوں گی اور الگ بیٹھ کر گریہ وزاری کرنے لگی۔

خدا نے بچے کی آواز سنی اور خدا کے فرشتے نے آسمان سے ہاجرہ کو پکار کر کہا "ہاجرہ ڈر نہیں۔ خدا نے بچے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے سن لی، اٹھ اور بچے کو اٹھا اور اپنے ہاتھ سے اس کو سنبھال کر میں اسے ایک بڑی قوم بناؤں گا۔

خدا نے ہاجرہؓ کی آنکھ کھول دی اس کو پانی کا کنواں نظر آیا وہ گئی اور مشکیزے کو پانی سے بھر لیا۔ اور بچے کو پانی پلایا۔" (کتاب پیدائش باب ۲۱ آیت ۱۵-۱۹)

زم زم کو جاری ہوئے چند ہی روز گزرے تھے کہ حجاز کا ایک قبیلہ "بنی جرہم" اس وادی کے قریب آکر ٹھہرا دیکھا تو تھوڑے فاصلے پر پرندے اتر رہے ہیں جرہم نے کہا یہ پانی کی علامت ہے چنانچہ وہ اس جگہ پر پہنچے دیکھا تو واقعی پانی کا چشمہ موجود ہے جرہم نے حضرت ہاجرہؓ سے وہاں قیام کرنے کی اجازت مانگی انہوں نے اس شرط پر اجازت دے دی کہ پانی کی ملکیت میں حصہ دار نہیں ہو سکتے جرہم نے یہ بات بخوشی قبول کر لی۔ اور وہیں مقیم ہو گئے۔

(صحیح بخاری کتاب الانبیاء)۔

زمزم کا نام

زمزم متعدد ناموں سے موسوم ہے لسان العرب میں اس کے حسب ذیل نام تبلائے گئے ہیں۔

زمزم، مکتومہ، مضنونہ، شباعۃ، سقیا، الرواء، رکضۃ جبریل، شفاء سقم طعام طعم، حفیرۃ عبدالمطلب زمزام، زمازم

(لسان العرب جلد ۱۵ صفحہ ۱۶۶)

زمزم کی وجہ تسمیہ

مورخین کا بیان ہے کہ زمزم زمزمہ سے ماخوذ ہے۔

روی عن الحربی سمیت زمزم بزمزمۃ الماء وھو صوتہ۔

(تاریخ عمارۃ مسجد الحرام ص۱۷)

"حربی سے روایت ہے کہ زمزم کو زمزم اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے پانی کے نکلنے سے زمزمہ پیدا ہوتا ہے عربی لغت میں زمزم اور زمزمہ کے معنی ہیں کہ دور سے گنگناہٹ سنائی دینا بکھری ہوئی چیز کو جمع کرنا حفاظت کرنا زمزم۔ زمزام زمزم، زمازم بہت پانی، کھاری پانی۔"

(مصباح اللغات مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی)

فرشتے کے زمین پر ایڑھی مارنے سے جب پانی نکلنا شروع ہوا تو اس سے جو زمزمہ (آواز) حضرت ہاجرہؓ نے سنا اسی پر اس کو زمزم کہہ کر پکارا گیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ سریانی زبان میں زمزم کے معنی ٹھہر ٹھہر کے ہیں چشمے سے جب پانی اُبلنے لگا تو حضرت ہاجرہ نے منڈیر بنا کر اس کو روکنا چاہا۔ اس موقع پر بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا "زم، زم" اس لیے یہ چشمہ زم زم کے نام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے موسوم ہو گیا۔

(فتاویٰ عثمانی جلد ۱ صفحہ ۲۲)

تورات میں اس طرح موسوم کرنے کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ خود حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا نام بھی اس طرح رکھا گیا تھا۔ جس کی تفصیل کہ پہلے بیان ہو چکی ہے۔

زمزم کی تولیت

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جب بڑے ہو گئے تو انہوں نے قبیلہ جرہم کی ایک خاتون سے شادی کر لی خدا تعالیٰ نے انہیں ۱۲ بیٹے دیئے اور یہ سب حسب بشارت ربانی خاندان کے بارہ سردار ہوئے ان میں سے ایک کا نام قیدار تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِن ہی کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد ان کے بڑے فرزند نابت (نبایوط) زمزم کے متولی ہوئے۔ نابت کے انتقال کے بعد اِن کے نانا مضاض نے اِس منصب پر قبضہ کر لیا۔

(اخبار مکہ ص ۴۸)

عرصہ تک بنی جرہم میں مضاض کی اولاد زمزم کی نگہبانی کرتی رہی۔ یہاں تک کہ عرب کے ایک قبیلہ خزاعہ نے زمزم کو بنی جرہم سے چھین لیا جرہم کے سردار عمر بن حارث نے جب یہ متاعِ عزیز چھنتی دیکھی تو زمزم کو بند کر کے بے نام ونشان کر دیا۔ پانچویں صدی عیسوی میں آلِ اسماعیل کو اپنے ایک پُر جوش اور باہمت سردار قصی بن کلاب کی قیادت میں پھر بیت اللہ کی نگہبانی کا منصب جلیل حاصل ہو گیا۔ قصی کی چوتھی پشت میں عبد المطلب کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے اور پورے قریش میں دانشمندی اور قابلیت میں کوئی ان کا ہمسر نہ تھا۔ ان کی بڑی خواہش تھی کہ زمزم کو جو عرصہ سے بند اور بے نام ونشان تھا کسی طرح اس کا پتہ چل جائے تو اسے پھر سے جاری کر دیں۔ ایک مرتبہ عبد المطلب نے اس کا نشان دیکھا صبح کو اپنے فرزند حارث پہلوٹے بیٹے کو ساتھ لیکر جگہ کھود دی۔ تو زمزم موجود تھا پھر از سرِ نو پانی جاری ہو گیا۔

زمزم کی فضیلت

زمزم کا پانی صرف پیاس ہی نہیں بجھاتا بلکہ اس میں غذائیت بھی ہے وہ جسم کو پروان چڑھاتا اور قوت ہاضمہ کو مدد دیتا ہے۔ اس نے حضرت ہاجرہؓ کو حصول معاش سے مطمئن کر دیا۔ زمزم کی فضیلت میں کُتب احادیث میں متعدد روائتیں منقول ہیں صحیح مسلم میں حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ وہ جب آغاز اسلام کے زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خبر سن کر مکہ مکرمہ آئے تو ان کو پورے ایک مہینے تک بارگاہِ نبوت میں حاضری کا موقع نہ مل سکا زادِ راہ کچھ بھی موجود نہ تھا۔ صرف زمزم کا پانی پی کر یہ مدت بسر کی، خود ان کا بیان ہے کہ

سَمِنْتُ حَتّٰی تَکَسَّرَتْ عُکَنُ بَطْنِیْ

وَمَا اَجِدُ عَلٰی کَبِدِیْ سَخْفَۃً

رجوع (صحیح مسلم مطبوعہ مصر جلد ۱۶ ص ۳۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"میں بھوک کے ضعف کا کوئی اثر نہیں پاتا تھا۔"
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر آبِ زمزم کے بارے میں فرمایا۔

إِنَّهَا مُبَارَكَةٌ إِنَّهَا طَعَام

(صحیح مسلم ایضاً)

معجم کبیر طبرانی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ہم زمزم کو شباعہ بھی کہتے ہیں یعنی سیر کرنے والا کیونکہ اس کے پینے سے پیٹ بھرتا ہے۔ اور ہم اہل وعیال کے لیے اُسے اچھی چیز پاتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خیر الماء علی وجه الارض ماء زمزم۔

"بہترین پانی دنیا میں آبِ زمزم ہے۔"

(معجم کبیر طبرانی وابنِ حبان بحوالہ تاریخ عمارۃ المسجد الحرام ص۸۶)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک تیسری روایت دارقطنی میں یوں منقول ہے۔

مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ فَإِنْ شَرِبْتَهُ تَسْتَشْفِي بِهِ شَفَاكَ اللّٰهُ وَإِنْ شَرِبْتَهُ لِشِبَعِكَ أَشْبَعَكَ اللّٰهُ وَإِنْ شَرِبْتَهُ لِقَطْعِ ظَمَائِكَ قَطَعَهُ اللّٰهُ وَهِيَ هَزْمَةُ جِبْرِيْلَ وَسُقْيَا اللّٰهِ لِإِسْمَاعِيْلَ!

"زمزم کا پانی جس غرض کے لیے پیا جائے وہی غرض پوری کرتا ہے اگر اس کو کوئی شفا کی غرض سے پیئے گا تو اللہ تعالیٰ تجھ کو شفا دے گا اور اگر کوئی سیر ہونے کے لیے پیئے گا تو اللہ تعالیٰ تجھ کو سیر کرے گا اور اگر پیاس بجھانے کے لیے پیئے گا تو اللہ تعالیٰ کا اسماعیل کو پانی پلانا ہے۔"

حاکم نے مستدرک میں اس پر اتنا زیادہ کیا ہے۔

وَإِنْ شَرِبْتَهُ مُسْتَعِيْذًا أَعَاذَكَ اللّٰهُ۔

(دارقطنی ومستدرک بحوالہ عمارۃ المسجد الحرام ص۱۸۷)

اگر تو اس کو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنے کے لیے پیئے گا تو وہ تجھے پناہ دے گا۔

جامع صغیر میں ہے۔

لَا يَجْتَمِعُ مَاءُ زَمْزَمَ وَنَارُ جَهَنَّمَ فِي جَوْفِ عَبْدٍ

"زمزم کا پانی اور جہنم کی آگ دونوں انسان کے شکم میں جمع نہیں ہو سکتے۔"

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ زمزم کا پانی خود اپنے ہاتھ سے نکالا جائے اور قبلہ کی جانب رُخ کر کے خوب سیر ہو کر پیا جائے اور ہر سانس پر نظر اٹھا کر بیت اللہ کو دیکھے۔ اور بچا ہوا پانی اپنے مُنہ اور جسم پر مل لیا جائے اور اگر ہو سکے تو کچھ اپنے اوپر بھی ڈال لے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دستِ مبارک سے کھینچ کر آبِ زمزم نوش فرمایا تھا۔

(فتاویٰ عالمگیری وطبقات ابنِ سعد جلد دوم ص۱۳۱)

زمزم پیتے وقت یہ دُعا مسنون ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَآءً مِّنْ کُلِّ دَآءٍ۔

"اے اللہ مجھے فائدہ پہنچانے والا علم عطا فرما، اور میرے رزق میں وسعت دے اور میری بیماری سے مجھے شفا بخش"۔

زمزم کا پانی بیٹھ کر پینے کی بجائے کھڑے ہو کر پینا مسنون ہے بخاری میں حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آب زمزم کھڑے ہو کر پیا۔ (صحیح بخاری کتاب الاشربہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آب زمزم بہت مرغوب تھا فتح مکہ کے بعد حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مکہ کے نامور خطیب سہیل بن عمرؓ کو خط لکھ کر زمزم طلب فرمایا مکتوب گرامی میں تحریر تھا کہ

اِنْ جَاءَ کِتَابِیْ لَیْلًا فَلَا تُصْبِحَنَّ اَنْھَارًا فَلَا تُمْسِیَنَّ حَتّٰی تَبْعَثْ اِلَیَّ مِنْ مَّاءِ زَمْزَمَ۔

(رسالت نبویہ صفحہ ۱۵۴)

چنانچہ حضرت سہیلؓ نے آب زمزم کی دو مشکیں اونٹ پر لدوا کر خدمتِ اقدس میں مدینہ منورہ بھیج دیں۔

مرحوم سلطان ابنِ سعود اور برطانوی وزیر اعظم مسٹر چرچل کی ایک ملاقات میں سلطان کے خادم نے آب زمزم کا ایک گلاس مسٹر چرچل کو پیش کیا، اس کا تذکرہ کرتے ہوئے چرچل نے لکھا ہے کہ

"سلطان کے خادم نے مجھے آب زمزم کا ایک گلاس پیش کیا جو اتنا شیریں اور لذیذ تھا کہ میں نے زندگی بھر کبھی نہیں پیا۔"

(روزنامہ پیام وطن دہلی ۲۹ نومبر ۱۹۵۵ء)

زمزم کی کیمیائی تحلیل

موجودہ سائنسی دور میں زمزم کے پانی کی کیمیائی تحلیل سے اس میں حسب ذیل معدنی اجزا کا انکشاف ہوا ہے۔

۱۔ میگنیشیم سلفیٹ۔
۲۔ سوڈیم سلفیٹ۔
۳۔ سوڈیم کلورائیڈ۔
۴۔ کیلشیم کاربونیٹ۔
۵۔ پوٹاشیم نائٹریٹ۔
۶۔ ہائیڈروجن سلفائڈ۔

ان اجزاء میں حسب ذیل خواص پائے جاتے ہیں۔

۱۔ میگنیشیم سلفیٹ

کا استعمال اعضاء کی حرارت کو دور کرتا ہے۔ قے متلی اور درد سر کے لیے بے حد مفید ہے، دست آور ہوتا ہے اور استسقاء کے لیے بڑا نفع بخش ہے جسم کے فاسد مادے کو ختم کر کے مضر اجزا کی بیخ کنی کرتا ہے۔

۲۔ سوڈیم سلفیٹ

یہ ایک قسم کا نمک ہے جو قبض کو رفع کرتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجع المفاصل کے لیے فائدہ مند ہے ذیابطیس، خونی پیچش، پتھری اور استسقاء کے مریضوں کے لیے مفید سمجھا جاتا ہے۔

۳۔ سوڈیم کلورائیڈ

انسانی خون کے لیے یہ نمک بہت اہمیت رکھتا ہے۔ تنفس کی صفائی اور جسمانی نظام کی برقراری کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ آنت اور پیٹ کے مسلسل درد اور ہیضے میں بے حد نفع بخش سمجھا جاتا ہے متعدد قسم کے زہروں کے لیے بہترین تریاق ہے خصوصاً کوئلے کے دھوئیں کی زہریلی گیس کاربن مانو اکسائڈ کے اثرات فوراً اس سے دور ہو جاتے ہیں۔ یہ نمک اعضاء کی کمزوری کو بھی دور کرتا ہے۔

۴۔ کیلشیم کاربونیٹ

خوراک کو ہضم کرنے، پتھری کو توڑنے اور وجع المفاصل کے لیے مفید ہے اعضاء کی حدت اور لو کا اثر زائل کرنے

۵۔ پوٹاشیم نائیٹریٹ

تھکن اور لو کے اثر کو زائل کرتا ہے۔ پیشاب آور ہے دمہ کے لیے بھی مفید ہے پسینہ خوب لاتا ہے زمزم کے پانی کو ٹھنڈا رکھنے میں اس کا بڑا حصہ ہے۔

۶۔ ہائیڈروجن سلفائیڈ

تمام جلدی امراض خصوصاً خنازیر کے لیے نفع بخش سمجھا جاتا ہے۔ شدید زکام میں اسکے استعمال سے راحت محسوس ہوتی ہے جراثیم کش ہے اس لیے اس کے استعمال سے ہیضے کے جراثیم ختم ہو جاتے ہیں یہ قوتِ حافظہ اور دوسری دماغی قوتوں کو تقویت پہنچاتا ہے اور غذا کو ہضم کر کے بھوک بڑھاتا ہے اور لوابیر کے مریضوں کے لیے بھی مفید ثابت ہوا ہے۔ ہائیڈروجن سلفائیڈ زمزم میں خاص طور سے موجود ہے تازہ زمزم پینے سے اس کا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے غرضیکہ آبِ زمزم نہ صرف ہر قسم کے جراثیم سے پاک ہے۔ بلکہ بہت سے فوائد کے لحاظ سے خاص اثر رکھتا ہے۔ بعض قدرتی چشمے جو زمین کے طبقات میں کیمیاوی اجزاء کے مخزن سے گزر کر ابلتے ہیں، مخصوص خواص رکھتے ہیں اور اکثر ممالک میں پائے جاتے ہیں۔ جن سے ہزاروں انسان مستفید ہوتے ہیں اسی قسم کے ایک چشمہ کا ذکر قرآن مجید میں حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعہ میں بھی ملتا ہے۔

ارْكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ (سورہ ص)

"اے ایوب اپنا پاؤں مار دیہ نہانے کی ٹھنڈی جگہ اور پینے کا پانی ہے"

حضرت ایوب علیہ السلام اسی پانی کو پی کر اور اسی سے غسل کر کے اپنی طویل بیماری سے صحت یاب ہوئے تھے۔

زمزم کو جاری ہوئے چار ہزار سال گزر چکے ہیں روزانہ بیشمار آدمی اسکا پانی پیتے ہیں اور تبرک کے طور پر آبِ زمزم دنیا کے ہر خطے میں پہنچتا ہے اور ہر وقت اسکا پانی نکلتا رہتا ہے مگر اس میں کبھی کمی نہیں آئی۔ آبِ زمزم کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ خواہ کتنی ہی مدت تک رکھا رہے، مگر اس میں بو پیدا نہیں ہوتی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمزم ماضی اور حال کے آئینے میں

مولانا عبدالمالک مجاہد صاحب
الریاض - سعودی عرب

حجاج کرام جب حج سے واپس تشریف لاتے ہیں تو اپنے ہمراہ جہاں دوسری سوغات لاتے ہیں وہاں آب زمزم بھی لاتے ہیں اور اس کو تبرکاً تقسیم کرتے ہیں دنیا بھر میں کون سا مسلمان ایسا ہوگا جو آب زمزم پینا نہ چاہتا ہوگا۔

آب زمزم کا ذکر آتے ہی وہ تصور ذہن میں آجاتا ہے کہ ایک ماں پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ کے درمیان دوڑ رہی ہے۔ اور اس کا اکلوتا فرزند پانی نہ ملنے کے سبب اپنی ایڑیاں رگڑ رہا ہے رحمت خداوندی کو جوش آتا ہے اور سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے قدموں سے پانی کا وہ چشمہ پھوٹتا ہے جو رہتی دنیا تک مسلمانوں کو سیراب کرتا رہے گا۔

زمزم کی تاریخ بڑی طویل ہے اگر اس کو مکمل طور پر لکھا جائے تو یہ ایک کتاب کا تقاضا کرتی ہے۔ میں نے اس مختصر سے مضمون میں اپنے قارئین کو زمزم کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کرنے کی کوشش کی ہے جو ان کے لیے یقیناً نئی ہوں گی۔

اس بات کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا اور کئی لوگ ابھی زندہ ہیں جنہوں نے زمزم کو کنوئیں سے ڈول کے ذریعے نکلتا دیکھا ہوگا۔ زمزم کے کنوئیں اور بیت اللہ شریف کے چاروں کناروں پر مٹی کے بڑے بڑے گھڑے ہوتے تھے جو اس متبرک پانی سے بھر دیئے جاتے تھے۔ ان گھڑوں پر ہر قسم کے لوگ بیٹھے ہوتے تھے جو پانی کو برف سے ٹھنڈا کرتے اور اس کو فروخت کرتے تھے ان کے علاوہ لوگ مشکیں اور مٹی کی صراحیاں اٹھائے حرم شریف میں گھومتے پھرتے رہتے تھے۔ اور لوگوں کو پانی پلاتے تھے اور ان سے پیسے وصول کرتے تھے۔

جیسے جیسے حج کا زمانہ یا رمضان المبارک کا موسم آتا ان کے ریٹ بڑھتے جاتے۔ جہاں تک حفظان صحت کے اصولوں کا تعلق ہے اس کا بہت کم خیال رکھا جاتا۔ مٹی کے گھڑے مدتوں صفائی کے بغیر رہتے حجاج کرام کو پانی کے حصول میں بہت زیادہ مشکلات کا سامنا تھا۔ جن جگہوں پر مٹی کے گھڑے رکھے ہوتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے وہاں ہر وقت ہجوم رہتا تھا۔ اس عالم میں عورتوں بچوں اور بوڑھے لوگوں کو خاصی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ پھر زم زم کی قیمت بھی اکثر حجاج پر گراں گزرتی تھی۔

زمانہ بدلا، حالات بدلتے دیر نہیں لگتی۔۔۔

جب سے آل سعود کی حکومت آئی ہے حرمین الشریفین کی صفائی اور انتظامات میں اتنی تبدیلیاں کی گئی ہیں کہ عام آدمی کے تصورات سے بالاتر ہیں۔ میرے ذاتی مشاہدات کی حد تک یہ ہے کہ جب بھی مکہ مکرمہ گیا پہلے سے سہولتوں میں اضافہ دیکھا۔ اور آج سے محض چند سال پہلے جن لوگوں نے حج کی سعادت حاصل کی ہے اگر وہ دوبارہ مکہ مکرمہ جائیں تو سہولتوں کو دیکھ کر حیران رہ جائیں کہ کس تیزی کے ساتھ حجاج کی مشاکل اور تکالیف کو دور کیا گیا ہے۔ آدمی بے اختیار ہو کر حکومت کو دعائیں دینے لگتا ہے کہ یہ واقعی اس حکومت کا کام ہے جو اس قدر سہولتیں بہم پہنچاتی ہے اور یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ ان سہولتوں کو دیکھنے کے بعد ان افراد سے نفرت اور بیزاری محسوس ہوتی ہے جو حرمین شریفین کو کھلا شہر قرار دینے کے حق میں دن رات بیان بازی کرتے ہیں۔ چونکہ اس مضمون کا تعلق محض آب زم زم تک ہے لہٰذا ہم اسی پر گفتگو کریں گے۔

آج زم زم کے بارے میں ماضی کی تمام مشکلات کو الحمد للہ دور کر دیا گیا ہے۔ پانی کو صاف کرنے اس کو ٹھنڈا کرنے اور تقسیم کرنے کے لیے جدید ترین وسائل اور آلات استعمال کیے جا رہے ہیں۔ سب سے پہلے زم زم کو خود کار بڑے ٹیوب ویلوں کے ذریعے کنویں سے نکالا جاتا ہے۔ اور اس کو باب فتح کے قریب واقع اسٹیشن تک پہنچایا جاتا ہے۔ یہ اسٹیشن جدید ترین مشینوں سے لیس ہے پہلے پانی کو فلٹر کیا جاتا ہے تاکہ پانی تمام قسم کی آلائشوں سے پاک ہو جائے۔ پھر اس کو پانی ٹھنڈا کرنے والی خود کار مشینوں سے گزارا جاتا ہے۔ یہ پانی بڑے بڑے ٹینکوں میں رکھا جاتا ہے جس کے درجہ حرارت کو کنٹرول کرنے کا خاص انتظام ہے۔ پانی کے یہ تین بڑے بڑے ٹینک باب قریش باب عرفہ اور باب منیٰ پر واقع ہیں جن پائپوں سے یہ پانی گزرتا ہے ان کو بھی موسمی اثرات سے بچانے کا خاص انتظام ہے اور بیرونی درجہ حرارت یا سورج کی گرمی ان پر اثر انداز نہیں ہوتی ہے۔

ان تینوں بڑے اسٹیشنوں کو جن کو سب اسٹیشن کہا جا سکتا ہے۔ پانی کی تقسیم ہوتی ہے ہر اسٹیشن کو مختلف ۳۰ ٹونٹیوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جن کے ذریعے حرم پاک کے ہر حصے میں پانی پہنچایا جاتا ہے۔ ان ٹونٹیوں والی جگہ پر سٹین لیس سٹیل کے گلاس رکھے گئے ہیں۔ حرم پاک کے گراؤنڈ فلور اور فرسٹ فلور پر ۲۴، ایسے مقامات ہیں جہاں پر چھوٹی ٹونٹیاں لگائی گئی ہیں ان کی مجموعی تعداد ۷۰ ہے۔

اس کے علاوہ حرم شریف میں عام دنوں میں ۲ ہزار کے لگ بھگ واٹر کولر ہیں جن کو حرم شریف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مختلف حصوں، تمام راہداریوں، مطاف اور ستونوں کے ساتھ رکھا گیا ہے۔ ان کولروں کی تعداد رمضان شریف اور ایام حج میں ۵ ہزار کردی جاتی ہے۔۔۔۔ اس کے علاوہ پانی کے بڑے بڑے تین سو بڑے ڈرم ہیں، ہر ڈرم میں ایک ہزار لیٹر پانی کی گنجائش ہے ہر ڈرم کے ساتھ ۴، ٹونٹیاں لگی ہیں۔ گویا ۱۲ سو ٹونٹیاں ان ڈرموں کے ساتھ ہیں جو حجاج اور نمازیوں کو سیراب کرتی ہیں۔ اس سارے کام کے لیے ۳ سو ملازمین متعین ہیں۔ جو صرف پانی کا انتظام و انصرام کرتے ہیں۔ پانی کی سپلائی دن رات جاری رہتی ہے۔ ملازمین کی شفٹیں مقرر ہیں۔ اور پانی کی سپلائی اس عمدہ طریقے سے ہوتی ہے کہ جب بھی حجاج پانی پینا چاہیں انہیں ٹھنڈا اور صاف ستھرا پانی وافر مقدار میں ملتا ہے۔ رمضان شریف اور ایام حج میں ان ملازمین کی تعداد ۱۳ سو ہو جاتی ہے۔

ایک طے شدہ پروگرام کے تحت ہر روز صبح سویرے ان تمام واٹر کولروں کو اپنی جگہ سے اٹھایا جاتا ہے اور ان کو صاف کرنے اور دھونے کے لیے لیبارٹری میں بھجوادیا جاتا ہے اور ان کی جگہ صاف اور دھلے ہوئے واٹر کولر رکھ دیئے جاتے ہیں۔ واٹر کولر کا ڈیزائن اس طرح بنایا گیا ہے کہ اس کے نیچے ایک پیندا بنا ہوا ہے جس میں بچا ہوا یا استعمال شدہ پانی پھینکا جا سکتا ہے۔ کولر کے دائیں اور بائیں طرف گلاس رکھنے کے لیے جگہ بنی ہوئی ہے دائیں طرف لکھا ہوا ہے کہ یہ گلاس استعمال کے قابل ہیں، جب کہ بائیں طرف مستعمل کے الفاظ مرقوم ہیں۔ دن میں ہر تین گھنٹے بعد یعنی آٹھ مرتبہ نئے گلاس رکھے اور پرانے اٹھائے جاتے ہیں۔ عام ایام میں جو گلاس تقسیم کیے جاتے ہیں ان کی تعداد ایک لاکھ روزانہ ہے۔ جبکہ حج کے ایام اور رمضان المبارک میں یہ تعداد بڑھ کر ۵ لاکھ روزانہ ہو جاتی ہے۔

ماضی میں حجاج جب واپس ہوتے تھے تو زمزم کو مدینے لاتے تھے۔ اب حکومت نے حرم سے باہر بھی زمزم کو حجاج تک پہنچانے کا بندوبست کیا ہوا ہے۔ حرم کے باہر العجلہ، باب علی اور باب الشبیکہ پر سبیلیں قائم کی گئی ہیں، العجلہ والی سبیل سعودی حکومت کے بانی شاہ عبدالعزیز کے نام سے منسوب ہے۔ ان سبیلوں سے ملکی، غیر ملکی، حجاج اور زائرین کو مفت پانی مہیا کیا جاتا ہے اسی طرح مختلف شہروں کو بڑے بڑے ٹینکروں کے ذریعے آب زمزم مہیا کیا جاتا ہے۔ مسجد نبوی میں آب زمزم کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ اور زائرین کی سہولت کے لیے ہر روز ۲۰ ٹن سے زیادہ زم زم مدینہ منورہ بھجوایا جاتا ہے۔

چونکہ ہر سال زائرین کی تعداد مسلسل بڑھ رہی ہے لہٰذا خادم الحرمین الشریفین ملک فہد بن عبدالعزیز کی طرف سے اس بات پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے کہ حجاج کو یا زائرین کو زمزم وافر مقدار میں مہیا کیا جائے چنانچہ آئندہ سالوں کے لیے منصوبہ بندی شروع کر لی گئی ہے۔ اس وقت باب فتح کے اوپر جو پانی کا ٹینک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اسکو ناکافی سمجھتے ہوئے، حرم شریف سے تقریباً دس ہزار میٹر کے فاصلے پر کدی کے مقام پر بہت بڑا پانی کا خزانہ بنایا گیا ہے۔ یہ بڑا منصوبہ جو ۱۴۰۷ھ رمضان المبارک میں مکمل ہوا۔ مکمل طور پر کمپیوٹرائزڈ ہے۔

قارئین کے لیے یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہو گی کہ حرم مکی کے سربراہ کے مشورے پر زمزم کے لیے ایک بڑی لیبارٹری قائم کی گئی ہے جو جدید آلات سے آراستہ ہے۔ اس لیبارٹری میں پانی پر تجربات اس کی جانچ پڑتال، اس کی صفائی واٹر کولروں کی ڈیزائن ان کی صفائی، پانی کے ٹینکروں کی صفائی وغیرہ کے اہتمام ہوتے ہیں۔ اس لیبارٹری کو چلانے کے لیے نہایت اعلیٰ تعلیم یافتہ ماہرین مقرر ہیں۔

زمزم کے اس سارے امور کے لیے ایک بڑا ادارہ قائم ہے جو ۲۴ گھنٹے کام کرتا ہے، اور اس میں ۵۰ سے زیادہ سپروائزر مقرر ہیں، انکے علاوہ دلہ کمپنی کے سینکڑوں ملازمین حرمین الشریفین کی صفائی پر مامور ہیں۔

اعلیٰ، عمدہ، نفیس اور پائیدار جوتوں کی
خریداری کے لیے
ملی شوز لبرٹی، مال روڈ، انارکلی لاہور
میں تشریف لائیے۔
پروپرائیٹر
محمد شفیق انصاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ الاسلام
محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ

مفتی اعظم سعودیہ شیخ عبدالعزیز بن باز

چونکہ مصلحین، مبلغین اور مجددین کے بارے میں گفتگو، اُن کے حالات، اوصافِ حمیدہ اور عظیم کارناموں کا تذکرہ نیز ان کے اخلاص اور صداقتِ دعوت پر دلالت کرنیوالی سیرت کی توضیح و تشریح پاکیزہ نفوس کو پسند ہوتی ہے، ان مصلحین کے اعمال و اخلاق کی گفتگو سے دلوں کو مسرت حاصل ہوتی ہے، اور ہر باغیرت دیندار، راہِ حق کا داعی اور دعوت و اصلاح کا خواہشمند اس کو سننے کی تمنا رکھتا ہے، اس لیے میں مناسب سمجھتا ہوں، کہ ایک عظیم انسان، عظیم مصلح اور باغیرت داعی کا تذکرہ کروں، اور وہ ہیں، جزیرہ عرب کے بارہویں صدی ہجری کے مجدد امام شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان بن علی التمیمی الحنبلی النجدی۔

شیخ کے سیرت نگار!

جزیرہ عرب اور اس کے باہر تمام لوگ ہی خاص طور سے علماء، رؤسا اور اعیان و اکابر اس عظیم امام سے بخوبی واقف ہیں۔ لکھنے والوں نے ان کے متعلق مختصر و مفصل بہت کچھ لکھا ہے۔ بہت سے لوگوں نے ان کی شخصیت کو مستقل تالیفات کا موضوع بنایا ہے۔ یہاں تک کہ مستشرقین نے بھی ان کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے، جبکہ دوسرے بہت سے اہلِ قلم نے مصلحین یا عام تاریخ کے ضمن میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ انصاف پسند لوگوں نے ان کو ایک عظیم مصلح اور مجدد اسلام شمار کیا ہے اور انہیں نورِ خداوندی اور ہدایت ربانی کا حامل قرار دیا ہے۔ ایسے تمام لوگوں کا تذکرہ تو بہت مشکل ہے۔ البتہ ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ مؤلف کبیر شیخ ابوبکر حسین بن غنام الاحسائی۔ انہوں نے اس عظیم مصلح کے بارے میں بہت خوب لکھا ہے اور بہت کچھ لکھا ہے۔ ان کی دعوت، سیرت اور جنگوں کا مفصل تذکرہ کیا ہے اور ان کے بہت سے رسائل اور کتاب اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے استنباطات کی بھی تفصیل بیان کی ہے۔

۲۔ شیخ عثمان بن لبشر۔ انہوں نے اپنی کتاب بعنوان المجد فی تاریخ نجد میں شیخ اور ان کی دعوت و سیرت، تاریخ حیات، غزوات اور جہاد وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے۔

۳۔ جزیرۂ عرب سے باہر کے علماء میں سے ڈاکٹر احمدامین (مصری) ہیں جنہوں نے اپنی کتاب "زعماء الاصلاح" میں ان کے بارے میں لکھا ہے اور انصاف سے کام لیا ہے۔

۴۔ شیخ مسعود الندوی نے بھی ان کے بارے میں لکھا ہے اور ان کو مصلح مظلوم کے نام سے یاد کیا ہے۔ ان کی سیرت لکھی ہے اور بہت خوب لکھی ہے۔

۵۔ اور بھی لوگوں نے بہت کچھ لکھا ہے، مثلاً شیخ الامیر محمد بن اسماعیل الصنعانی، جو کہ ان کے ہم عصر تھے اور اسی دعوت کے حامل تھے۔ جب ان کو شیخ کی دعوت کی خبر ملی تو اس سے بہت مسرور ہوئے اور خدا کا شکر ادا کیا۔

۶۔ علامۂ کبیر محمد بن علی الشوکانی صاحب نیل الاوطار نے بھی ان کے متعلق لکھا ہے اور ایک عظیم مرثیہ بھی کہا ہے۔

ان کے علاوہ بھی ایک جم غفیر نے اس شخصیت کو موضوع بحث بنایا ہے اور اہلِ علم ان سے بخوبی واقف ہیں، لیکن پھر بھی لبسا اوقات بہت سے لوگوں پر ان کی سیرت و دعوت مخفی رہ سکتی ہے۔ اس لیے میں نے بھی مناسب سمجھا کہ اس عظیم انسان کی حالت اور اس کی سیرت حسنہ، دعوت صالحہ اور جہاد صادق کا تذکرہ کروں اور ان کے متعلق کچھ باتوں کی وضاحت کروں تاکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں اس عظیم انسان اور اس کی دعوت کے بارے میں کچھ شکوک و شبہات ہیں وہ حقیقتِ حال سے واقف ہو جائیں۔

پیدائش اور تعلیم و تربیت

۱۱۱۵ھ میں اس عظیم امام کی پیدائش ہوئی۔ اور یہی قول زیادہ مشہور ہے۔ ویسے بعض لوگ ان کا سنِ پیدائش ۱۱۱۱ھ بتاتے ہیں۔ اپنی جائے پیدائش شہر عینیہ ہی میں اپنے والد ماجد سے تعلیم حاصل کی۔ عینیہ، نجد کے علاقہ یمامہ میں ریاض سے تقریباً ستر کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک جانا پہچانا شہر ہے۔ یہیں پر موصوف کی پیدائش ہوئی اور پاکیزہ ماحول میں پروان چڑھے۔ ابتدائی عمر میں قرآن پڑھا اور اپنے والد شیخ عبدالوہاب بن سلیمان کے پاس فہم دین اور علوم شرعیہ کے حصول کی جدوجہد میں لگ گئے۔ آپ کے والد ایک بڑے فقیہ جلیل القدر عالم اور اپنے شہر عینیہ کے قاضی تھے۔

سن بلوغت کے بعد فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے بیت اللہ الحرام کا قصد کیا اور حرم شریف کے بعض شیوخ سے علم حاصل کیا۔ پھر مدینہ ——— علی ساکنہا افضل الصلوٰۃ والسلام ——— کا رخ کیا اور وہاں کے علماء سے ملتے رہے۔ ایک مدت تک وہاں قیام کیا اور اس وقت مدینہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو مشہور علماء کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ ان میں سے ایک شیخ عبداللہ بن ابراہیم بن سیف نجدی تھے جو کہ اصلاً مجمعہ کے تھے اور شیخ ابراہیم بن عبداللہ صاحب "العذب الفائض فی علم الفرائض" کے والد تھے اور دوسرے شیخ محمد حیات سندی تھے شیخ کے مدینہ کے اساتذہ میں یہ دونوں زیادہ مشہور ہیں۔ ممکن ہے کہ ان کے علاوہ بھی لوگوں سے علم حاصل کیا ہو جن کو ہم نہیں جانتے۔

اس کے بعد پھر شیخ نے طلب علم کے لیے عراق کا سفر کیا اور بصرہ کا قصد کیا۔ وہاں کے علماء سے ملاقات کی اور ان سے خدا نے جو کچھ چاہا حاصل کیا۔ اور وہاں پر دعوت توحید کا اظہار و اعلان کیا اور لوگوں کو سنت نبوی کی طرف دعوت دی، نیز بتایا کہ تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے اپنا دین اخذ کریں، اس سلسلہ میں وہاں کے علماء سے مناقشے، مباحثے اور مناظرے بھی کیے، وہاں ان کے اساتذہ میں سے ایک شیخ محمد المجموعی کا نام مشہور ہے۔ بصرہ کے علماء سوء ان کے خلاف بپھر گئے اور ان کو نیز ان کے شیخ کو کچھ تکلیفیں بھی پہنچائیں، یہ صورت حال دیکھ کر شیخ وہاں سے نکل پڑے، ان کا ارادہ تھا کہ شام کا رخ کریں، لیکن اخراجات کے ناکافی ہونے کی وجہ سے یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا۔ اس لیے بصرہ سے زبیر کے لیے نکل پڑے اور پھر وہاں سے احساء گئے اور وہاں کے علماء سے ملاقات کر کے دین اور اصول دین میں سے بعض مسائل پر گفتگو کی اور پھر وہاں سے حریملا کا رخ کیا۔ یہ بارہویں صدی کی پانچویں دہائی کا قصہ ہے — واللہ اعلم — اس لیے کہ ان کے والد ماجد عینیہ کے قاضی تھے اور ان کے درمیان اور وہاں کے حاکم کے درمیان بعض اختلافات کی بناء پر وہ ۱۱۳۹ھ میں وہاں سے حریملا منتقل ہو گئے تھے۔ اور شیخ محمد بن عبدالوہاب ۱۱۳۹ھ میں ان کے حریملا منتقل ہو جانے کے بعد ان کے پاس آئے۔ اس اعتبار سے حریملا میں ان کی آمد ۱۱۴۰ھ یا اس کے بعد ہوئی۔

ابتداء دعوت اور سازش قتل

شیخ وہاں پر قیام پذیر ہو گئے اور تعلیم و تعلم، دعوت و تبلیغ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں مشغول ہو گئے اس کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ یہاں تک کہ ۱۱۵۳ھ میں ان کے والد کی وفات ہو گئی اور اس کے بعد وہاں کے بعض لوگوں کی طرف سے انہیں برے برتاؤ کا سامنا کرنا پڑا، حتیٰ کہ بعض کینہ طبیعت لوگوں نے ان کے قتل کا ارادہ کر لیا اور کہا جاتا ہے کہ بعض لوگوں نے ان کی دیوار پھاندنے کی کوشش کی لیکن جب لوگوں کو خبر ہو گئی تو فرار ہو گئے۔ نوبت جب یہاں تک پہنچ گئی تو شیخ رحمہ اللہ عینیہ منتقل ہو گئے۔ شیخ سے ان کینہ طبیعت لوگوں کی ناراضگی کا سبب یہ تھا کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے پابند تھے اور حکام کو برابر اس بات پر ابھارتے رہتے تھے کہ عوام کو لوٹنے اور ان پر زیادتی کرنے والے مجرموں کو سزا دی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے۔ انہیں میں سے یہ کینہ خور لوگ بھی تھے جو وہاں پر عبید (غلاموں) کے نام سے مشہور تھے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ شیخ ان کے خلاف ہیں اور ان کی حرکتیں شیخ کو پسند نہیں ہیں اور اسی وجہ سے وہ حکام کو انہیں سزا دینے اور ان کے جرائم سے روکنے پر آمادہ کرتے رہتے ہیں تو وہ شیخ سے ناراض ہو گئے اور ان کی جان لینے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی اور ان کو بچا لیا۔

عینیہ میں آمد

پھر وہاں سے عینیہ منتقل ہو گئے۔ وہاں کے امیر اس وقت عثمان بن حمد بن معمر تھے۔ شیخ نے ان کے یہاں قیام کیا اور امیر نے ان کو خوش آمدید کہا اور ان سے کہا کہ آپ دعوت و تبلیغ میں لگ جایئے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اور آپ کی ہر طرح کی مدد کے لیے تیار ہیں۔ غرضیکہ ان کے ساتھ بھلائی، محبت اور دعوت سے مکمل موافقت کا اظہار کیا اور اس طرح شیخ دعوت وارشاد اور مرد و عورت پر حلقہ کی ہدایت و رہنمائی میں مصروف ہو گئے۔ عینیہ میں ان کی دعوت مشہور و معروف ہو گئی اور ہر طرف ان کا چرچا ہونے لگا۔ حتی کہ آس پاس کے دیہاتوں کے لوگ بھی آنے لگے۔

ایک دن شیخ نے امیر عثمان سے کہا کہ آؤ ہم زید بن الخطاب کی قبر کا قبہ منہدم کر دیں۔ کیونکہ اس کی بنیاد ہدایت پر نہیں اور نہ اللہ عزوجل کو یہ پسند ہے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر عمارت کھڑی کرنے اور اس پر مسجد بنانے سے منع کیا ہے۔ اس قبہ کی وجہ سے لوگ فتنہ میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ان کے عقیدے بدل گئے ہیں اور شرک پھیل گیا ہے۔ اس لیے اس کا گرا دینا واجب ہے۔ جب امیر عثمان نے اس سے اتفاق کیا تو شیخ نے کہا کہ مجھے خطرہ ہے کہ اہل جبیلہ اس سے بھڑک اٹھیں گے۔ جبیلہ قبر کے پاس ایک گاؤں تھا۔ اس لیے امیر عثمان اپنے ساتھ چھ سو سپاہیوں کو لیکر قبہ گرانے کے لیے نکلا اور ان کے ساتھ شیخ عثمان بھی تھے۔ جب یہ لوگ قبہ کے قریب پہنچ گئے اور اہل جبیلہ کو اس کی خبر پہنچی تو اس کی حمایت و حفاظت کے لیے نکلے۔ لیکن جب امیر عثمان اور اس کے ساتھیوں کو دیکھا تو اپنے ارادوں سے باز رہے اور واپس چلے گئے۔ شیخ نے خود اس کو گرانا شروع کیا اور اللہ عزوجل نے شیخ کے ہاتھوں اس کو ختم کر دیا۔

دعوت سے قبل اہل نجد کی حالت

یہاں پر ہم شیخ کی دعوت سے قبل اہل نجد کی حالت اور ان کی دعوت کے اسباب پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

شیخ کی دعوت سے قبل اہل نجد کی حالت ایسی تھی جس کو کوئی مسلم پسند نہیں کر سکتا تھا۔ شرک اکبر ان کے اندر پوری طرح پھیل چکا تھا۔ یہاں تک کہ قبروں درختوں پتھروں اور غاروں، ولایت کے دعویدار پاگلوں اور مجنونوں کی عبادت کی جاتی تھی۔ ساحروں اور کاہنوں کا دور دورہ تھا۔ ہر معاملہ میں ان سے سوال کیا جاتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ان کی تصدیق کی جاتی اور اس پر کوئی ٹوکنے والا بھی نہ تھا۔ اللہ کے لیے کھڑے ہونے والے اور دین کی نصرت کرنے والے تقریباً ناپید تھے۔ حرمین شریفین کی بھی یہی حالت تھی۔ یمن کی حالت بھی کچھ اس سے مختلف نہ تھی۔ شرک، قبروں پر قبوں کی تعمیر اولیاء سے فریاد و استغاثہ غرضیکہ اس طرح کی یمن میں اتنی چیزیں تھیں کہ ان کا شمار مشکل ہے۔ قبروں، غاروں، درختوں اور ایسے مجنونوں و مجذوبوں کی کچھ کمی نہ تھی جن سے مدد طلب کی جاتی تھی اور اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کی جاتی تھی۔ جنوں سے فریاد و استغاثہ، ان کے لیے بھینٹ چڑھانا اور ان کی امداد کی توقع یا ان کے شر سے بچنے کے لیے ذبح شدہ جانوروں کو گھر کے ایک گوشہ میں چھوڑ دینا، یہ ساری چیزیں بھی نجد ہی کی طرح معروف و مشہور تھیں۔

اظہارِ حق

جب امام محمد بن عبد الوہابؒ نے لوگوں پر شرک کا اس قدر غلبہ دیکھا اور اس پر نکیر کرنے والوں اور اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کا فقدان پایا تو وہ کمربستہ ہو گئے اور دعوت کا عزم کر لیا۔ انہیں مکمل یقین ہو گیا کہ اب جہاد، صبر اور مصائب جھیلنے کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں ہے، اس لیے عینیہ سے تعلیم وارشاد اور نصیحت میں مشغول ہو گئے۔ علماء سے اس سلسلہ میں خط و کتابت کی اس امید پر کہ دین خداوندی کی نصرت و تائید اور اسے شرک و خرافات کی آلائشوں سے پاک کرنے میں ان کا ساتھ دیں، چنانچہ نجد، حرمین شریفین اور یمن کے بہت سے علماء نے ان کی دعوت پر لبیک کہا اور ان سے اتفاق کے خطوط لکھے۔ بہت سے دوسرے لوگوں نے ان کی مخالفت بھی کی اور ان کی دعوت پر نکتہ چینی کی، ان کی مذمت کی اور دور دور رہے۔ ایسے لوگ دو ہی طرح کے تھے۔ یا تو جاہل خرافات پسند، اللہ کے دین کی حقیقت سے ناواقف اور توحید سے ناآشنا تھے۔ ان کے علم کی رسائی اس سے آگے نہ تھی کہ اپنے آباؤ اجداد سے ورثہ میں ملی ہوئی جہالت و گمراہی، شرک و بدعت اور خرافات میں چپٹے رہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان جیسے لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے۔

﴿إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ﴾

ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی ان کے نقشِ قدم کی پیروی کر رہے ہیں۔

یا پھر ایسے معاندین و مکابرین جو کہ علم و فضل کے دعویدار تھے لیکن بغض و حسد کی بناء پر ان کی مخالفت کر رہے تھے تاکہ عوام یہ نہ کہیں کہ عالم ہو کر بھی آپ لوگوں نے آج تک ہم پر نکیر نہیں کی، نہ اس باطل سے منع کیا اور محمد بن عبد الوہاب آئے اور انہوں نے جادۂ حق اختیار کیا۔ بغض و حسد کے جذبات سے مجبور نخوت پسند مولوی عوام سے شرمائے اور عاجل پر یعنی دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کی یہودی سنت کو اختیار کر لیا مگر حق کا ساتھ نہ دے سکے۔

شیخ صبر اور جد و جہد کے ساتھ دعوت میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگے رہے۔ عزم صمیم کے ساتھ اللہ سے مدد مانگی اور کتاب اللہ و دیگر مفید کتابوں کے مطالعہ میں منہمک ہو گئے۔ کتاب اللہ کی تفسیر اور اس سے استنباط میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ ساتھ ہی ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی سیرت کا نہایت غور و فکر کے ساتھ مطالعہ کرنے لگے۔ یہاں تک کہ علم و بصیرت کا وہ خزانہ مل گیا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اور ان کو حق پر ثابت قدم رکھا۔ یقین محکم کے ساتھ ہر قیمت اور ہر انجام جھیلنے کا عزم لیکر اس کو عوام میں پھیلانے اور علماء و حکام سے اس سلسلہ میں خط و کتابت کرنے میں مصروف ہو گئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نیک تمناؤں کو پورا کیا اور ان کے ذریعہ دعوت کو عام کیا۔ حق کی تائید کی اور ان کے لیے حامی و معاون مہیا کر دیئے یہاں تک کہ اللہ کا دین غالب آیا اور اس کا کلمہ بلند ہوا۔

شیخ عیینہ میں تعلیم و ارشاد کے ذریعہ دعوت میں مشغول رہے اور جب دیکھا کہ دعوت کا کما حقہ اثر نہیں ہوا تو عملی طور پر حتی الامکان شرک کے نشانات کا ازالہ شروع کر دیا۔ چنانچہ شیخ نے امیر عثمان بن معمر سے کہا کہ زید بن الخطابؓ کی قبر کا قبہ گرانا ضروری ہے یہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے بھائی تھے اور ۱۲ھ میں مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ جیسا کہ مورخین کا کہنا ہے۔ بعد میں ان کی قبر پر قبہ بنا لیا گیا تھا۔ چنانچہ عثمان نے ان کی تائید کی۔ بحمد اللہ۔ قبہ گرا دیا گیا اور آج تک کے لیے اس کا نام و نشان ختم ہو گیا۔ وللہ الحمد والمنہ۔

اس لیے کہ وہ اخلاص اور نصرتِ حق کے نیک ارادہ سے گرایا گیا تھا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی قبریں تھیں۔ ایک قبر بھی جس کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ کہ یہ ضرار بن الازور کی قبر ہے۔ اس پر بھی ایک قبہ تھا اور اس کو بھی گرا دیا گیا۔ بہت سے غار اور درخت تھے جو اللہ کے سوا پوجے جاتے تھے ان کا بھی نام و نشان مٹا دیا گیا اور لوگ اس سے بچنے لگے۔

جذبۂ ایمان

شیخ قولاً و عملاً اپنی دعوت میں لگے رہے۔ اسی عرصہ میں ان کے پاس ایک عورت آئی اور کئی بار زنا کا اعتراف کیا۔ اس کے ہوش و حواس کے بارے میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ درست ہیں اور کوئی بات نہیں ہے جب وہ اعتراف پر اڑی رہی اور اپنے اقرار سے باز نہ آئی جبر و اکراہ اور کسی شک و شبہ کا بھی اس نے اظہار نہ کیا تو شیخ رحمہ اللہ نے اس کے رجم کرنے کا حکم دیا اور وہ رجم کر دی گئی۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ وہ عیینہ کے قاضی تھے۔ قبوں کے انہدام، عورت کے رجم اور اللہ کی طرف اس عظیم دعوت نیز عیینہ کی طرف لوگوں کی ہجرت کی وجہ سے آپ کا شہرہ بہت بڑھ گیا۔

عیینہ سے خروج اور درعیہ میں آمد

جب اس صورتحال کی اطلاع احساء اور اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معنافات کے حاکم سلیمان بن عریعر الخالدی کو پہنچی تو اس پر شیخ کا یہ معاملہ بڑا گراں گذرا۔ خونریزی لوٹ مار اور آبروریزی تو اہل بادیہ کی عادت ہی ہوتی ہے الا ماشاء اللہ۔ چنانچہ وہ بہت تشویش و پیچ میں پڑا اور گھبرایا کہ یہ پودا کہیں تناور نہ ہو جائے اور اس بدوی امیر کی حکومت چلی جائے۔ اس لیے اس نے عثمان کو دھمکی دی اور اسے لکھ بھیجا کہ عینیہ میں تمہارے پاس جو یہ مُطَوَّع (ملا) ہے اور جس کے بارے میں ایسا ایسا سنا ہے اسے قتل کر دو ورنہ تمہارا خراج جو ہمارے پاس ہے اسے بند کر دیں گے۔ امیر عثمان اس سے خراج میں سونا لیا کرتا تھا اس پر یہ بات بہت گراں گذری اور ڈرا کہ اگر اس کی نافرمانی کی جاتی ہے تو اس کا خراج بند کر دے گا یا مشورہ دیا اور کہا کہ یہ مناسب نہیں کہ آپ انہیں اپنے پاس بلائیں۔ بہتر ہے کہ آپ خود ان کے پاس جائیں اور علم اور داعی خیر کی عزت کریں پھر وہ جنگ کرے گا چنانچہ شیخ سے کہا کہ اس امیر نے میرے پاس ایسا ایسا لکھا ہے۔ اور ہم آپ کو قتل کرنا پسند نہیں کرتے مگر ساتھ ہی ساتھ ہم اس حاکم سے ڈرتے بھی ہیں اور اس سے جنگ نہیں کر سکتے۔ اس لیے آپ یہاں سے باہر نکل جائیں۔ شیخ نے کہا کہ ہماری دعوت اللہ کے دین کی طرف ہے اور کلمۂ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تنقید کی دعوت ہے۔ جو شخص اس دین کو مضبوطی سے تھامے گا اور اس کی نصرت و تائید کرے گا اللہ بھی اس کی مدد فرمائے گا۔ اور اسے دشمنوں کے ملک کا والی بنائے گا۔ اس لیے اگر تم صبر کرتے ہو ثابت قدم رہتے ہو اور اس دعوت خیر کو قبول کرتے ہو تو سن لو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور اس بدوی نیز اس کے علاوہ دوسرے لوگوں کے شر سے تم کو بچائے گا۔ حاکم نے کہا کہ شیخ ہم اس سے جنگ کی طاقت نہیں رکھتے اور اس کی مخالفت نہیں کر سکتے چنانچہ شیخ وہاں سے نکل پڑے اور درعیہ کا رخ کیا۔ امیر عثمان نے سفر کا کوئی انتظام نہیں کیا تھا اور مورخین کے بیان کے مطابق شیخ نے عینیہ سے درعیہ تک کا سفر پیدل کیا۔ صبح کو وہاں سے نکل کر شام کو درعیہ پہنچے۔

امیر درعیہ کی بیعت

شہر کے بالائی حصہ میں ایک صاحب خیر "محمد بن سویلم العرینی کے یہاں شیخ نے قیام کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ کے وہاں اُترنے سے یہ شخص بہت گھبرایا اور اپنی ساری وسعتوں کے باوجود عرصۂ زمین اس پر تنگ ہونے لگا۔ وہ امیر درعیہ سے بہت ڈرا لیکن شیخ نے اطمینان دلایا اور کہا کہ خیر کی خوشخبری سن لو لوگوں میں میری دعوت اللہ کے دین کی طرف ہے اور اللہ عنقریب اس کو غالب کرے گا۔

محمد بن مسعود کو جب شیخ محمد کی خبر پہنچی۔ اور کہا جاتا ہے کہ ان کو خبر دینے والی اس کی بیوی تھی اس کے پاس کچھ لوگ آئے اور کہا کہ امیر محمد کو ان کے بارے میں اطلاع دو۔ اور ان کی دعوت قبول کرنے پر ابھارو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ان کی نصرت وتائید پر آمادہ کرو۔ وہ ایک نیک اور عورت تھی اس لیے جب اس کے پاس امیر درعیہ محمد بن سعود آئے تو ان سے کہا کہ اس عظیم نعمت سے فائدہ اٹھاؤ یہ ایک غنیمت ہے جس کو اللہ تعالے نے تمہارے پاس بھیج دیا ہے۔ ایک عظیم داعی جو اللہ تعالی کی کتاب اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دعوت دیتا ہے، کتنی عظیم نعمت ہے جتنی جلد ممکن ہو سکے اس کو قبول کر لو، جلد ان کی مدد کرو اور اس سلسلہ میں قطعاً کوئی تامل نہ کرو۔ امیر نے یہ مشورہ قبول کر لیا لیکن پھر متردد ہوئے کہ آیا وہ خود ان کے پاس جائیں یا ان کو اپنے پاس بلائیں۔ لیکن ان کو مشورہ دیا گیا اور کہا جاتا ہے کہ اسی عورت نے صلحاء کی ایک جماعت کے سے سعادت وخیر مقدر کر دیا تھا۔ رحمہ اللہ اکرم مثواہ۔

اُنہوں نے یہ مشورہ بھی قبول کر لیا اور شیخ کے پاس محمد بن سویلم کے مکان پر پہنچے، ان سے بات چیت کی اور کہا کہ اے شیخ محمد تائید ونصرت اور امن وتعاون کی خوشخبری سن لیجئے۔ شیخ نے ان سے کہا کہ آپ بھی نصرت وتائید اور اچھے انجام کی خوشخبری سن لیجئے۔ یہ اللہ کا دین ہے اور جو اس کی مدد کرے گا اللہ بھی اس کی مدد کرے گا اور آپ انشاءاللہ عنقریب ہی اس کے آثار دیکھیں گے۔ امیر نے کہا کہ اے شیخ میں آپ سے اللہ اور اس کے رسول کے دین اور اللہ کے راستہ میں جہاد پر بیعت کروں گا۔ لیکن میں ڈرتا ہوں کہ جب ہم آپ کی تائید کریں اور اللہ تعالی آپ کو اعداء اسلام پر غلبہ عطا کرے تو آپ ہمارا علاقہ چھوڑ کر کہیں اور نہ چلے جائیں۔ شیخ نے فرمایا میں اس پر بیعت نہیں کرتا۔ بلکہ بات پر بیعت کر رہا ہوں کہ الدم بالدم والھدم بالھدم۔ (ہمارا خون تمہارا خون اور ہماری تباہی تمہاری تباہی)۔

میں تمہارے ملک سے ہرگز نہیں نکلوں گا۔ پھر نصرت وتائید اور اسی ملک میں سکونت پر بیعت کی۔ نیز یہ کہ وہ امیر کے پاس رہیں گے ان کی مدد کریں گے اور ان کے ساتھ جہاد کریں گے یہاں تک کہ اللہ کا دین غالب ہو جائے اور اس بات پر بیعت مکمل ہو گئی۔

دعوت کا نیا مرکز۔ درعیہ

عینیہ، عرقہ، منفوحہ، ریاض اور اس کے علاوہ دوسرے قرب وجوار کے علاقوں سے لوگ درعیہ آنے لگے اور برابر درعیہ دارالہجرت بنا رہا۔ درعیہ میں شیخ کے قیام، اور آپ کے دروس نیز دعوت وارشاد کی اطلاع پا کر لوگ جوق درجوق وہاں پہنچنے لگے اور شیخ درعیہ میں عزت واحترام اور محبت کے ساتھ تائید ونصرت کے سایہ میں رہنے لگے یہیں پر آپ نے عقائد اور قرآن کریم نیز تفسیر، فقہ، حدیث، اصول حدیث، علوم عربیہ تاریخ اور اس کے علاوہ دیگر علوم نافعہ میں اپنے دروس کی ترتیب دی۔ لوگ بوڑھے جوان ہر طرف سے آکر ان سے علم حاصل کرنے لگے۔ اور اس طرح درعیہ میں علم کا چرچا ہوا۔ دعوت میں لگے رہے اور پھر جہاد شروع کیا اور لوگوں کو اس دعوت میں شرکت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ورا پنے اپنے علاقوں سے شرک کا خاتمہ کرنے کا پیغام دیا۔ اہلِ نجد سے اس کی ابتداء کی اور وہاں کے امراء و علماء سے خط و کتابت کی۔ علماء ریاض اور وہاں کے امیر دھام ن دواس کو لکھا۔ اسی طرح خرج اور وہاں کے علماء و حکام بلادِ جنوب، قصیم وحائل، وشم وسدیر وغیرہ کے علماء و حکام کو خطوط لکھے اور برابر خط و کتابت کرتے رہے۔ اسی طرح علماء احساء، علماء حرمین شریفین اور جزیرۂ عرب سے باہر مصر و شام و عراق اور ہندوستان و یمن وغیرہ کے علماء سے بھی خط و کتابت کی اور برابر کرتے رہے۔ ان کو دلائل بتلاتے رہے اور خلقِ خدا کی اکثریت میں پائے جانے والے شرک و بدعت کی طرف لوگوں کو توجہ دلاتے رہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ دین کی نصرت و تائید کرنے والے بالکل معدوم ہو چکے تھے بلکہ ایسے بہت سے لوگ تھے جیسا کہ عزوجل نے اس دین کی ضمانت دی ہے اس کے مددگار ضرور رہیں گے۔ اور برابر ایک جماعت حق پر غالب رہے گی۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اسی لیے بہت سے ملکوں میں حق کی نصرت کرنے والے لوگ موجود تھے۔ لیکن میں اس وقت صرف نجد کے متعلق گفتگو کر رہا ہوں۔ وہاں پر شر و فساد، شرک و خرافات اس قدر موجود تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جان سکتا ہے۔ وہیں پر ایسے علماء بھی تھے جن میں خیر تھا۔ لیکن وہ دعوت کے لیے کمربستہ نہ ہو سکے۔ اور انہیں اس کے لیے کما حقہ، جدوجہد کرنے کی توفیق نہ مل سکی، یمن اور اس کے علاوہ مقامات پر ایسے بہت سے داعیان حق اور انصارِ حق موجود تھے جنہوں نے اس شرک اور خرافات کی حقیقت کو پہچانا تھا لیکن ان کی دعوت کو وہ کامیابی حاصل نہ ہوئی جو شیخ محمد بن عبدالوہاب کو حاصل ہوئی۔ اور اس کے متعدد اسباب ہیں جن میں چند یہ ہیں۔

۱- ان کو ایسے مددگار اور معاون میسر نہ آسکے۔

۲- بہت سے داعی راہِ حق کی تکلیفوں کی تاب نہ لاسکے اور ثابت قدم نہ رہ سکے۔

۳- بہت سے داعیوں کی ناکامی میں ان کی علمی کم مائیگی کا بھی دخل ہے۔ جس کے ذریعہ وہ لوگوں کی رہنمائی و ہدایت کرے اور مناسب انداز نیز حکمت و موعظت حسنہ کے ذریعہ نصیحت و ارشاد کا فرض ادا کرے۔

ان بے شمار خطوط و رسائل اور جہاد کی وجہ سے شیخ کا شہرہ بہت بڑھ گیا اور دعوت کو استحکام حاصل ہوا۔ ان کے خطوط جزیرۂ عرب اور بیرون جزیرہ علماء کو پہنچنے لگے۔ اور آپ کی دعوت سے ہندوستان، انڈونیشیا، افغانستان، افریقہ مراکش اور اسی طرح مصر و شام اور عراق میں ایک جم غفیر متاثر ہوا اور وہاں پر بہت سے داعیان دین کھڑے ہوئے جن کے پاس معرفت حق اور اس کی طرف دعوت کا جذبہ تھا اور جب ان کو شیخ کی دعوت پہنچی تو ان کا جوش و ولولہ اور زیادہ بڑھ گیا۔ ان کی قوت بڑھی اور دعوت میں مشہور ہوئے، شیخ کی دعوت برابر پھیلتی رہی، عالم اسلامی اور اس سے باہر اس کا ظہور ہوتا رہا اور اب اس آخری دور میں شیخ کی تصنیفات و رسائل اور ان کے ابناء و احفاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(بیٹے پوتے) نیز جزیرہ اور خارج جزیرہ ان کے اعوان و انصار کی کتابیں طبع ہو گئی ہیں، اسی طرح ان کی دعوت سیرت واحوال اور ان کے معاونین کے احوال پر کتابوں کی نشر و اشاعت ہو گئی ہے۔ یہاں تک کہ وہ ہر ملک اور ہر خطہ میں شائع وذائع ہیں۔

دعوت کے مخالفین

لیکن یہ ایک معلوم شدہ حقیقت ہے کہ ہر نعمت کے کچھ نہ کچھ حاسد ہوتے ہیں۔ اور ہر داعی کے بہت سے دشمن ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا ۚ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ ۖ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ.

اور اسی طرح ہم نے شیاطین انس وجن کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے وہ ایک دوسرے کو دھوکہ بازی سے بیہودہ اور لغو باتیں پھونکتے رہتے ہیں، اگر تیرا رب چاہتا تو یہ لوگ ایسا نہ کرتے۔ اس لیے ان کا اور ان کی افترا پردازیوں کا خیال نہ کرو۔

اسی طرح جب شیخ دعوت میں مشہور ہو گئے اور متعدد اہم تصنیفات وتالیفات پیش کیں اور لوگوں کے درمیان اسے شائع کیا اور علماء نے ان سے خط وکتابت کی تو ان کے بھی حساد و مخالفین کی ایک بڑی جماعت ظہور پذیر ہوئی، اور دوسرے بہت سے دشمن بھی میدان میں آ گئے۔ ان کے مخالفین اور دشمنوں کی دو قسمیں ہو گئیں، ایک وہ لوگ جنہوں نے علم اور دین کے نام سے ان سے عداوت برتی اور دوسری قسم ان لوگوں کی جنہوں نے سیاست کی خاطر ان سے دشمنی کی، لیکن علم اور دین کے پردے میں آئے۔ اور ان کے مخالف اور دشمن علماء سے فائدہ اٹھایا جنہوں نے ان سے عداوت کا اظہار کیا تھا اور ان کو حق سے بعید بتایا تھا۔

شیخ رحمہ اللہ اپنی دعوت میں لگے رہے شبہات کا ازالہ کرتے اور دلائل کو واضح کرتے رہے۔ لوگوں کو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق راہِ حق کی طرف رہنمائی وہدایت کرتے رہے لیکن کبھی ان کو خوارج میں شمار کیا جاتا اور کبھی کہا جاتا کہ وہ اجماع کے مخالف ہیں اور اجتہاد مطلق کے دعویدار ہیں اپنے سے پہلے علماء وفقہاء کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اور کبھی اور دوسرے الزامات لگائے جاتے۔

اس کی وجہ بعض لوگوں کے پاس تو کم علمی تھی۔ لیکن دوسرے بہت سے لوگوں نے محض غیروں کی نقالی پر اعتماد کیا اور کچھ لوگ اپنے مراکز کے بارے میں خوفزدہ ہوئے اور سیاست کی بناء پر ان سے دشمنی کی لیکن دین اور اسلام کا لبادہ اوڑھ کر ظاہر ہوئے۔ اور گمراہوں، خرافیوں کی باتوں پر بھروسہ کیا۔

مخالفین کی تین قسمیں

حقیقت میں شیخ کے مخالفین تین طرح کے لوگ تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خرافات پسند علماء جو حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھتے ہیں۔ اور ان کا خیال ہے کہ قبروں پر عمارت کھڑی کرنا۔ ان پر مساجد کی تعمیر کرنا اور اللہ کو چھوڑ کر انہیں پکارنا، فریاد کرنا وغیرہ سب خالص دین و ہدایت ہے۔ اور ان کا عقیدہ ہے کہ جس نے اس کا انکار کیا وہ صالحین اور اولیاء سے بغض رکھتا ہے اور وہ ایسا دشمن ہے کہ جس سے جہاد واجب ہے۔

۲۔ دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو علم کے دعویدار ہیں، لیکن اس شخصیت کی حقیقت اور اس کی دعوت حق سے بے خبر ہیں بلکہ محض غیروں کی نقالی اور گمراہ کن خرافیانہ پروپیگنڈہ کو صحیح سمجھا اور یہ کہ ان کے خلاف انبیاء و اولیاء سے بغض و عداوت اور کرامات کے انکار کے الزامات درست ہیں۔ اس لیے شیخ کی مذمت کی۔ ان کی دعوت پر نکتہ چینی کی اور اس سے متنفر رہے۔

۳۔ تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جنہیں اس دعوت سے اپنے اقتدار اور جاہ و حشم کے لیے خطرہ محسوس ہوا اور خوفزدہ ہو کر اس کی مخالفت کرنے لگے کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ دعوت اسلامی کے مؤیدین کے ہاتھ ان تک پہنچ جائیں اور ان کو اپنے مراکز و مناصب سے اتار دیں اور ان کے علاقوں پر قابض ہو جائیں۔

شیخ اور ان کے مخالفین کے درمیان برابر زبانی جنگ اور مناظرے جاری رہے۔ خط و کتابت ہوتی رہی بحث و مباحثہ چلتا رہا۔ ایک دوسرے کا جواب دیتے رہے۔ ان کے ابناء و احفاد اور معاونین نیز مخالفین کے درمیان بھی یہی سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ اس سے بہت سے رسائل اور جوابات تیار ہو گئے جن کا مجموعہ کئی جلدوں تک پہنچتا ہے اور بحمد اللہ اس کا اکثر حصہ طبع ہو گیا ہے۔

شیخ اپنی دعوت اور جہاد میں لگے رہے۔ امیر درعیہ اور آل سعود کے جد امجد امیر محمد بن سعود ان کی تائید کرتے رہے۔ ۱۱۵۸ھ میں علم جہاد بلند ہوا، جس کی ابتداء زبان و بیان اور دلائل و براہین کی جنگ سے ہوئی اور اسکے بعد دعوت نے جہاد بالسیف کے مرحلہ میں قدم رکھا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ داعی حق کے پاس دین کی حمایت اور اس کو نافذ کرنے والی قوت نہ ہو تو بہت جلد دعوت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس کا شرارہ بجھ جاتا ہے اور اسکے معاونین و مؤیدین ختم ہو جاتے ہیں۔ مخالفین کے قلع قمع، حق کی نصرت و تائید اور باطل کے مٹانے میں قوت اور ہتھیار کا جو عظیم مقام ہے وہ بھی کسی سے مخفی نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت مکہ میں دعوت اسلامی کی جو حالت تھی وہ بھی ہم سب کے سامنے ہے۔ لوگ اس کے قبول کرنے سے ہچکچاتے رہے اور صرف چند افراد نے اسے قبول کیا۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور تائید حق کے لیے تلوار اٹھائی اور علم جہاد بلند کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو لوگ بکثرت اسلام میں داخل ہونے لگے۔ بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کرنے کی طرف پیش قدمی کی اور فتح مکہ کے بعد تو لوگ جوق در جوق اللہ کے دین میں داخل ہونے لگے۔ اور یہ سب کچھ بیان و توضیح کے بعد جہاد کی بناء پر تھا۔ اس لیے جب بیان و توضیح، اقامت دلیل اور جہاد بالسیف کا اجتماع ہو جائے تو حق غالب آتا ہے اور باطل کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں بالکل درست فرمایا ہے۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَ
أَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ
لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا
الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ
وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ
مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ
إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ.

ہم نے اپنے رسولوں کو کھلے نشانات
دے کر بھیجا ہے اور ان کے ساتھ کتاب
اتاری ہے اور ترازو تاکہ لوگ انصاف
کو قائم کریں اور لوہا اتارا جس میں بڑی
قوت اور لوگوں کے لیے منافع ہیں،
تاکہ اللہ ان لوگوں کو نمایاں کر دے
جو اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد
کرتے ہیں۔ اللہ تو قوی اور غالب ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ اس نے رسولوں کو "بینات" یعنی دلائل و براہین دے کر بھیجا ہے جن کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ کی وضاحت کرتے ہیں۔ اور باطل کو نیست و نابود کرتے ہیں اور رسولوں کے ساتھ کتاب نازل کی جس میں ہدایت اور احکام کی وضاحت ہے اور ان کے ساتھ "میزان" نازل کی اور وہ عدل جس کے ذریعہ ظالم و مظلوم کے درمیان انصاف کیا جاتا ہے۔ حق کا قیام ہوتا ہے، ہدایت عام ہوتی ہے اور اس کی ہدایت کی روشنی میں لوگ حق و انصاف پر عمل پیرا ہوتے رہیں۔ اور لوہا اتارا جس میں بھرپور طاقت و قوت ہے۔ یہاں پر حق کے مخالفین کے لیے ڈانٹ اور دھمکی ہے۔ یہ لوہا ان لوگوں کے لیے ہے جن کے سامنے دلائل بیکار ہو جائیں۔ دلائل و براہین ان پر اثر انداز نہ ہو سکیں ایسی صورت میں حق کے غالب کرنے اور باطل کے خاتمہ کا یہی واحد ذریعہ ہے۔ اسی مناسبت سے کہنے والے نے بہت خوب کہا ہے۔

فما هو الا الوحي او حد مرهف
تزيل ظباه اخدعي كل مائل
فهذا دواء الداء من كل عاقل
وهذا دواء الداء من كل جاهل.

دو ہی چیزیں ہیں یا تو وحی یا پھر ایسی تیز
باریک دھار والی تلوار جو ہر بے راہ رو کا
غرور توڑ دے۔ پس یہ (وحی) ہر عاقل کے
مرض کا علاج ہے اور وہ (تلوار) ہر جاہل کے
درد کی دوا ہے۔

اس لیے کہ عقلمند اور صاحب بصیرت انسان دلیل وحجت سے استفادہ کرتا ہے حق کو دلیل کی بناء پر قبول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے۔ لیکن خواہشات نفس کے پیرو جہلاء کو صرف تلوار ہی دُرست کرتی ہے۔

وفات اور اس کے بعد

الغرض شیخ رحمہ اللہ دعوت وجہاد میں تندہی کے ساتھ مصروف رہے اور آل سعود طیب اللہ ثراہم ان کی مدد کرتے رہے۔ ۱۱۵۸ھ سے لیکر ۱۲۰۶ھ میں شیخ کی وفات تک جہاد و دعوت کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس طرح تقریباً پچاس سال تک دعوت و تبلیغ، جدوجہد حق کی خاطر بحث و مباحثہ اور اللہ و رسولؐ کے اقوال کی وضاحت اور دین اسلام کی طرف دعوت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی طرف رہنمائی جاری رہی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے ہاتھوں سارا بلاد نجد ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک فتح کرا دیا۔ لوگ مطیع ہوگئے اللہ کے دین حقیقی کو قبول کیا اور اپنے قبوں مقبروں اور قبروں پر بنی ہوئی مساجد کو منہدم کرا دیا۔ شریعت کی تنقید کی اور اس کی اطاعت کی گذرے ہوئے آباؤ اجداد اور ان کے قوانین کی اندھا دھند اتباع و تقلید کو چھوڑ کر از سر نو راہ حق کی طرف واپس آئے۔ مساجد نمازوں اور دین کی تعلیم سے آباد ہوگئیں۔ زکوٰۃ ادا کی جانے لگی۔ شرع خداوندی کے مطابق روزہ رکھا جانے لگا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر توجہ ہوئی۔ شہروں، دیہاتوں، راستوں اور صحراؤں میں امن وامان قائم ہوا دیہات کے اُجڈ لوگ اپنی غلط روشوں سے باز آئے، اللہ کے دین میں داخل ہوگئے اور حق کو قبول کیا۔ شیخ نے ان کے اندر دعوت کو عام کیا، صحرا اور دیہاتوں میں مبلغ اور داعی بھیجے۔ تمام شہروں اور دیہاتوں کو معلمین، مُرشدین اور قضاۃ بھیجے گئے۔ سارے نجد میں خیر و ہدایت کی لہریں دوڑیں، حق کا پرچار ہوا اور اللہ کے دین کی وضاحت ہوئی۔

شیخ کی وفات کے بعد ان کے ابناء و احفاد اور تلامیذ و انصار دعوت وجہاد میں لگے رہے۔ ان کی اولاد میں سب سے پیش پیش شیخ امام عبداللہ بن محمد، شیخ حسین بن محمد، شیخ علی بن محمد اور شیخ ابراہیم بن محمد اور احفاد میں شیخ عبدالرحمٰن بن حسن، شیخ علی بن حسین، شیخ سلیمان بن عبداللہ بن محمد اور ان کے علاوہ ایک بڑی جماعت آپ کے تلامذہ میں شیخ حمد بن ناصر بن معمر اور علماء درعیہ کی ایک بڑی جماعت تھی اور اُن کے علاوہ بھی بہت سے لوگ مسلسل دعوت وجہاد میں مشغول رہے۔ اللہ کے دین کی اشاعت، خط و کتابت اور تصنیف و تالیف اور دین کے دشمنوں سے جہاد کرتے رہے۔

ان داعیوں اور ان کے مخالفین میں اس کے علاوہ اور کوئی بات نہ تھی کہ انہوں نے اللہ کی توحید عبادت کو اسی کے لیے خاص کر دینے اور اس پر استقامت قبروں پر بنائی ہوئی مسجدوں اور قبوں کو گرانے، شریعت الہیہ کو قائم کرنے اور اس پر ثابت قدمی نیز امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور حدود شریعت کے نافذ کرنے کی دعوت دی تھی۔ ان کے اور دُوسرے لوگوں کے درمیان مخالفت کے ان کے علاوہ اور کچھ اسباب

www.KitaboSunnat.com

نہ تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے لوگوں کی اللہ کی توحید کی طرف رہنمائی کی تھی، اور انہیں اسی کا حکم دیا تھا اللہ کے ساتھ شرک اور اس کے اسباب وذرائع سے منع کیا تھا اور لوگوں پر شریعت اسلام کو لازم کیا تھا اور پھر دعوت کی وضاحت اور دلائل کے بعد بھی جس نے انکار کیا اور شرک پر جمارہا اس نے انہوں نے اللہ عزوجل کی خاطر جہاد کیا اور اس کے علاقہ کا رُخ کیا تاکہ وُہ حق کے سامنے سرنگوں ہو اور اس کی طرف لوٹ آئے یا پھر اس پر حق کو بذریعہ تلوار مسلط کر دیا جائے یہاں تک کہ وُہ اور اس کے علاقہ کے لوگ حق کے مطیع وفرمانبردار ہو جائیں، اسی طرح لوگوں کو ان بدعتوں اور خرافات سے باز رہنے کے لیے کہا جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں نازل کی جیسے کہ قبروں پر عمارت بنانا اور بتے تعمیر کرنا، طواغیت (غیر اللہ) سے فیصلہ کرانا، ساحروں اور کاہنوں سے سوال کرنا اور ان کی تصدیق کرنا وغیرہ جن کا اللہ تعالیٰ نے شیخ اور ان کے معاونین کے ذریعہ خاتمہ کرا دیا۔

مساجد کتاب اللہ اور سنّت مطہرہ، تاریخ اسلامی اور مفید علوم عربیہ کے دروس سے آباد ہوگئیں لوگ مذاکرۂ علم وہدایت اور دعوت وارشاد میں لگ گئے۔ اور کچھ لوگ امور دنیا مثلاً زراعت وصناعت میں مشغول ہوگئے، علم وفضل دعوت وارشاد، اور دنیا و دین کا اجتماع ہوا، ایک شخص علم حاصل کرتا ہے، مذاکرات کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے زراعتی میدان، یا صناعت وتجارت وغیرہ میں بھی مشغول ہے کسی وقت دین میں منہمک تو کچھ دیر دنیا کے کاموں میں مشغول، ایک طرف اللہ کی طرف دعوت اور اس کے راستہ کی طرف رہنمائی ہو رہی ہے تو دُوسری طرف اسی کے ساتھ ساتھ ملک میں موجود طرح طرح کی صنعتوں میں بھی مشغولیت جاری ہے اور اس کے ذریعہ وُہ سب کچھ حاصل ہو رہا ہے جو انہیں بیرونِ ملک سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

دعوتِ حق بسوئے حجاز

داعیانِ حق اور آلِ سعود جب نجد سے فارغ ہو گئے تو ان کی دعوت نے حرمین اور جزیرۂ عرب کے جنوبی علاقوں کا رُخ کیا۔ علماء حرمین میں اس سے قبل اور اس کے بعد بھی خط وکتابت ہو رہی تھی۔ لیکن اصل حرمین قبروں پر قبوں کی تعمیر وتعظیم اور ان کے پاس ارتکاب شرک اور اصحاب قبور سے سوال کی اپنی اپنی روش پر باقی رہے تھے۔ چنانچہ امام سعود بن عبدالعزیز بن محمد شیخ کی وفات کے گیارہ سال بعد حجاز کی طرف روانہ ہوئے، اہلِ طائف سے پنجہ آزمائی کی اور پھر مکہ کے رُخ پڑھے۔ سعود سے قبل امیر عثمان بن عبدالرحمٰن المصنایفی طائف پہنچ چکے تھے اور امیر درعیہ امام سعود بن عبدالعزیز بن محمد کی بھیجی ہوئی اہلِ نجد اور غیر اہل نجد پر مشتمل ایک عظیم طاقت کے ذریعہ ان سے جنگ کی اور طائف پر قبضہ کر لیا، وہاں سے امراء شریف کو نکال دیا۔ دعوت الی اللہ کا بول بالا کیا حق کی طرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہدایت اور شرک سے ممانعت کی حضرت ابن عباسؓ اور ان کے علاوہ جن کی وہاں سفہاء و جہال عبادت کرتے تھے ان سے روکا۔

پھر وہاں سے امیر سعود اپنے والد عبدالعزیزؒ کے حکم سے حجاز کی طرف بڑھے اور مکہ کے ارد گرد فوجیں جمع کر دیں جب شریف مکہ کو معلوم ہوا کہ اطاعت یا فرار کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں ہے تو وہ جدہ فرار ہو گیا، سعود اور ان کے ساتھ کے مسلمان بغیر کسی لڑائی کے شہر میں داخل ہوئے اور مکہ پر ان کا قبضہ ہو گیا، یہاں بھی دعوت کا غلبہ ہوا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کی قبر پر بنے ہوئے قبوں کو منہدم کر دیا گیا اور یہاں پر اللہ عزوجل کی طرف دعوتِ عام ہوئی، علماء مرشدین ناصحین اور شریعت الٰہیہ کے مطابق فیصلہ کرنے والے قضاۃ کی تقرری ہوئی، مکہ کے تقریباً دو سال کے قلیل عرصہ بعد ہی ۱۲۲۰ھ میں مدینہ پر بھی آلِ سعود کا قبضہ ہو گیا اور حرمین شریفین آلِ سعود کے قبضہ میں رہنے لگے۔ یہاں پر مبلغین و مرشدین کی تقرری ہوتی رہی، ملک میں عدل و انصاف اور شریعت الٰہیہ کی تنفیذ ہوتی رہی، یہاں کے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور خاص طور سے فقراء اور اہل حاجت کے ساتھ مواسات اور غمخواری ہوتی رہی، انہیں کتاب اللہ کی تعلیم اور خیر کی طرف رہنمائی کی جاتی رہی، تعلیم و تبلیغ کی خاطر علماء کی ہمت افزائی ہوئی۔ حرمین شریفین اس وقت سے لیکر ۱۲۲۶ھ تک آلِ سعود کے قبضہ میں رہے۔

ترکی اور مصری فوجوں کی یلغار

اس کے بعد ترکی اور مصری فوجیں آلِ سعود سے جنگ کرنے اور ان کو حرمین شریفین سے نکالنے کے لیے حجاز کی طرف بڑھنے لگیں۔ اس کے متعدد اسباب تھے جن میں سے بعض کا پہلے ذکر کر چکا ہوں، دشمنوں اور حساد نیز بصیرت سے محروم خرافات پسند لوگوں نے اور بعض سیاسی لوگ جو اس دعوت کا چراغ بجھا دینا چاہتے تھے اور اس کے بارے میں خوفزدہ تھے کہ مراکز ختم نہ ہو جائیں اور ان کی امیدوں پر پانی نہ پھر جائے، انہوں نے شیخ کی دعوت اور ان کے متبعین و معاونین پر جھوٹے الزامات لگائے اور کہا کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھتے ہیں، اولیاء سے انہیں عداوت ہے اور ان کی کرامات کا انکار کرتے ہیں، اور ان کے بارے میں ایسا ایسا کہتے ہیں جس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین سمجھتے تھے۔ بعض مفاد پرستوں اور جاہلوں نے اس جھوٹے پراپیگنڈے کی تائید کی اور اس کو ان پر کیچڑ اچھالنے، ان سے جہاد کرنے اور ترکوں و مصریوں کو ان کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے کا ایک ذریعہ بنایا، اور اس طرح یہ سارا فتنہ اور جنگ و جدال وجود میں آیا، مصری اور ترکی فوجوں نیز ان کے ہم نواؤں اور آلِ سعود کے درمیان ایک طویل مدت تک برابر کی جنگ ہوتی رہی۔ ۱۲۲۶ھ سے لیکر ۱۲۳۲ھ تک سات سال کا طویل عرصہ جنگ اور حق و باطل کی قوتوں کی معرکہ آرائی میں گزرا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ یہ ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کے کھڑے ہونے کا مقصد صرف اللہ کے دین کا غلبہ اور لوگوں کو توحید باری تعالیٰ کی طرف دعوت اور اس میں لوگوں کی داخل کردہ بدعات وخرافات پر انکار تھا۔

عقائد میں وہ سلف صالح کے طریقہ پر تھے۔

اللہ اور اس کے اسماء وصفات ملائکہ ورسل وکتب یوم آخرت اور تقدیر کے خیر وشر پر ایمان رکھتے تھے۔ توحید باری اور عبادت کو اللہ عزوجل کے لیے خاص کر دینے میں بھی وہ ائمہ اسلام ہی کے طریقہ پر تھے۔ اللہ اور اس کے اسماء وصفات جیسا کہ اس ذاتِ باری تعالیٰ کے لیے زیبا ہے ایمان رکھتے تھے۔ نہ تو صفات خداوندی کا انکار کرتے تھے اور نہ ہی اس کو مخلوق سے تشبیہ دیتے تھے۔ حشر ونشر جزاء وحساب جنت وجہنم پر ایمان رکھتے تھے۔ ایمان کے بارے میں بھی ان کا کہنا وہی ہے جو سلف کہتے تھے کہ وہ قول وعمل کا نام ہے اور اس میں کمی وزیادتی ہوتی ہے۔ اطاعت سے اس میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور معصیت سے نقص ہوتا ہے۔ یہی سب ان کا عقیدہ تھا اور اس طرح وہ سلف ہی کے عقیدہ پر تھے اور قول وعمل ہر طرح سے انہیں کے طریقہ کے پابند تھے۔ اس سے کبھی بھی تجاوز نہیں کیا اور نہ اس سلسلہ میں ان کا کوئی خاص مذہب اور خاص طریقہ ہی تھا۔ بلکہ وہ سلف صالحین صحابہ وتابعین کے طریقہ ہی پر تھے۔ رضی اللہ عن الجمیع۔

انہوں نے نجد اور اس کے اطراف میں اسکا اظہار کیا۔ اسی کی طرف دعوت دی اور معاندین و منکرین سے اسی کی خاطر جہاد کیا اور ان سے اسوقت تک برسرِ پیکار رہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو غلبہ نہیں حاصل ہوا اور حق کی نصرت نہیں ہوئی۔

دعوت الی اللہ، انکار باطل، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں وہ تمام مسلمانوں کے عقیدہ پر ہیں لیکن شیخ اور ان کے معاونین لوگوں کو حق کی طرف دعوت دیتے ہیں، حق کو ان پر لازم کرتے ہیں باطل سے روکتے ہیں۔ اور اس پر نکیر کرتے ہیں اور اس سے منع کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ لوگ اس سے باز آجائیں۔ اسی طرح وہ مستعدی کے ساتھ بدعات وخرافات کی مخالفت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعوت کے ذریعہ اس کا خاتمہ کر دیا۔ چنانچہ یہی تین مذکورہ اسباب ہی شیخ اور ان کے معاندین کے درمیان نزاع اور عداوت کا سبب بنے۔

حقیقت دعوت

۱۔ شرک پر نکیر اور توحید خالص کی دعوت۔

۲۔ بدعات وخرافات مثلاً قبروں پر عمارتیں اور مساجد تعمیر کرنا۔ میلاد کرنا اور دیگر نام نہاد صوفیاء کے ایجاد کردہ طریقوں پر نکیر کرنا اور اس سے روکنا۔

۳۔ وہ لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور اسے بزور نافذ کرتے ہیں۔ پھر جو اللہ کے واجب کردہ احکام کا انکار کرتا ہے۔ اس پر اسے لازم کرتے ہیں اور اس کے ترک کرنے پر سزا دیتے ہیں۔ لوگوں کو برائیوں سے منع کرتے ہیں اس پر ڈانٹتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور حدود قائم کرتے ، ہیں حق کو لازم کرتے ہیں ۔ اور باطل سے منع کرتے ہیں اور اسی طرح حق کا غلبہ ہوا، باطل کا قلع وقمع ہوا، لوگوں کے حالات سدھرے ، بازاروں، مسجدوں اور ہر جگہ ان کے طور طریقے درست ہوئے ، بدعت کا ان سے خاتمہ ہوا، شرک کا تمام ونشان مٹا، منکرات کا دروازہ بند ہوا ، بلکہ جس نے ان کے ملک اور ان کے احوال کا مشاہدہ کیا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ اور ان کے تابعین نیز سلف صالح کا بہترین زمانہ اور ان کے حالات یاد آئے۔

لوگ اپنے انہیں حالات پر چلتے رہے ، اسی طریقہ پر قائم رہے اور ثابت قدمی کے ساتھ اسی کی خاطر جدو جہد کرتے رہے ، یہاں تک کہ آخر وقت میں حبیب شیخ محمدؒ کی اور آپ کے اکثر اولاد ومعاونین رحمہم اللہ کی وفات کے بعد کچھ تبدیلیاں رونما ہوئیں اور بعض منکرات کا اظہار ہوا تو ترکی اور مصری حکومتوں کے ہاتھوں ابتلاء اور آزمائش کا بھی ظہور ہوا جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔

اللہ تعالیٰ کسی قوم کے احوال کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنے آپ کو نہ بدلیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی اس مصیبت کو ان کی غلطیوں کا کفارہ بنا دے ، ان کے گناہوں کی معافی اور ان کے درجات کی بلندی کا سبب بنائے اور ان کے مقتولین کو درجۂ شہادت عطا فرمائے۔ رضی اللہ عنہم ورحمہم۔

حجاز میں دوبارہ داخلہ

الحمد للہ آج تک ان کی دعوت باقی ومنتشر ہے اس لیے کہ مصری لشکر جو نجد میں داخل ہوا اور جو کچھ بھی خون خرابہ اور فساد پھیلایا لیکن اس کے بعد چند سال بھی نہیں گزرے تھے کہ امام ترکی بن عبداللہ محمد بن سعود رحمہ اللہ کے ذریعہ پانچ سال بعد پھر نجد اور اس کے اطراف میں دعوت کا احیاء ہوا ، علماء کرام نجد کے تمام علاقوں میں پھیل گئے اور نجد کے تمام شہروں اور دیہاتوں سے ترکی ومصری کو نکال دیا گیا اور اس کے بعد ۱۲۴۰ھ میں ازسر نو دعوت کو قوت حاصل ہوئی جبکہ درعیہ کی تباہی وویرانی اور آل سعود کی حکومت کا خاتمہ ۱۲۳۳ھ میں ہوا تھا۔ اور لوگوں نے ۱۲۳۳ھ سے ۱۲۳۹ھ تک پانچ سال تک کا زمانہ بالکل افراتفری، بدنظمی، فتنے فساد اور لڑائی جھگڑے میں گذارا۔ ۱۲۴۰ھ میں امام ترکی بن عبداللہ بن محمد بن سعود کے ہاتھوں مسلمانوں کا شیرازہ پھر جمع ہوا اور حق کا ظہور ہوا۔

علماء نے دیہاتوں اور شہروں کے باشندوں کو خطوط لکھے ، لوگوں کا حوصلہ بڑھایا اور ان کو اللہ کے دین کی طرف بلایا۔ طویل جنگوں سے پیدا ہونے والے اس ضمیمے کی تمام معلومات اور روایات مطلق بن بعادی العتیبہ کی کتاب "مختصر تاریخ اسلام" سے حاصل کی گئیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب

مولانا محمد اسحاق بھٹی

محمد بن عبدالوہاب کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔ محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان بن علی بن محمد بن احمد بن راشد بن برید بن مشرف التمیمی۔ وہ ۱۱۱۵ھ (۱۷۰۳ء) میں علاقہ نجد کے شہر عُیَینہ میں پیدا ہوئے۔[1]

محمد بن عبدالوہاب کا مولد "عیینہ" (بضم عین) عربی کے لفظ "عین" کی تصغیر ہے، جس کے معنی چشمے کے ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد میں آٹھویں پشت میں ایک شخص کا نام مشرف تھا، شیخ محمد عبدالوہاب سے پہلے یہ خاندان اسی نام کی رعایت سے آل مشرف کہلاتا تھا۔ اب اس خاندان کو "آل الشیخ" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔[2]

محمد بن عبدالوہاب علاقہ نجد اور خاندانِ مشرف کے جلیل القدر عالم، شیخ الاسلام اور امام ذی احترام تھے، ان کی بزرگی اور جلالتِ قدر کی وجہ سے اس خاندان نے "آل الشیخ" کے نام سے شہرت پائی۔ یہ خاندان دراصل عرب کے مشہور قبیلے بنو مُضَر سے ہے جو قبیلۂ بنو تمیم کی ایک شاخ ہے، اس لیے محمد بن عبدالوہاب کو تمیمی کی نسبت سے پکارا جاتا ہے۔[3]

محمد بن عبدالوہاب کو اللہ تعالیٰ نے ذہانت و فطانت اور ذکاوت و فراست کی بے بہا دولت سے بہرہ مند کیا تھا۔ وہ بچپن ہی میں حصولِ علم کی طرف راغب ہو گئے تھے۔ کھیل کود اور لہو و لعب سے کنارہ کش رہتے تھے۔ قرآن مجید سے انہیں شروع ہی سے تعلقِ خاطر تھا۔ چنانچہ دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ ان کے والدِ گرامی شیخ عبدالوہاب جو خود بھی اپنے دور کے جید عالم تھے، بیٹے کی جودتِ طبع

---

[1] حسین بن غنام، روضۃ الافکار والافہام لمرتاد حال الامام و تعداد غزوات ذوی الاسلام، ۱: ۲۵)

[2] مسعود عالم ندوی: محمد بن عبدالوہاب ص ۲۴)

[3] نواب صدیق حسن خاں، اتحاف النبلاء ص ۳۱۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذہانتِ خداداد، حدتِ فکر اور حصولِ علم کی طرف رغبت سے بہت متعجب اور حیران ہوتے تھے۔[1]

عبدالوہاب چونکہ فقاہت و دانش میں بھی اپنا ایک مقام رکھتے تھے، اس لیے عرصے تک حریملا اور عیینہ کے منصبِ قضا پر بھی فائز رہے۔ وہ اپنے اس بیٹے (محمد) کی تعلیم و تربیت پر خصوصیت سے توجہ دیتے تھے۔ وہ جہاں بیٹے کی غیر معمولی فہم و فراست پر خوش ہوتے وہاں اس کی نیکی، نماز باجماعت کی پابندی اور رشد و ہدایت پر بھی مسرت کا اظہار کرتے۔ پھر اس کی جسمانی ساخت اور قد و قامت بھی ان کے لیے تعجب اور خوشی کا باعث تھی۔ شیخ عبدالوہاب نے محمد کی شادی بارہ سال کی عمر میں کر دی تھی، کیونکہ وہ اس عمر میں ہر لحاظ سے اس مقام پر پہنچ گئے تھے، جہاں اس سے کافی بڑی عمر کے لوگ بھی نہیں پہنچ پاتے۔[2]

محمد بن عبدالوہاب کی ولادت کے زمانے میں شہر عیینہ کے منصبِ امارت پر عبداللہ بن محمد بن حمد بن معمر فائز تھا۔ شیخ محمد نے اسی کے زمانے میں نشو و نما پائی اور تعلیم و تربیت کی منزلیں طے کیں۔[3]

شیخ محمد نے ابتدائی عمر ہی میں اپنے والد شیخ عبدالوہاب سے تفسیر، حدیث، عقائد اور فقہ حنبلی کی کتابیں پڑھ لی تھیں اور ان علوم میں مہارت پیدا کر لی تھی۔ تعلیم کے دورِ آغاز ہی میں انہیں امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم کی کتابوں سے دلچسپی پیدا ہو گئی تھی، چنانچہ ان کی تصنیفات کا انہوں نے خوب مطالعہ کیا اور ان سے بہت متاثر ہوئے (حوالہ مذکور)۔

اس کے بعد انہوں نے ارضِ حجاز کا قصد کیا۔ اس سے ان کا ایک مقصد تو حج بیت اللہ کا فریضہ ادا کرنا تھا، دوسرا مقصد وہاں کے علماء و شیوخ سے تحصیلِ علم کرنا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے وہ مکہ معظمہ گئے اور مناسکِ حج ادا کیے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے، مدینہ منورہ میں اس زمانے میں عالمِ اسلام کے متعدد مشہور اور نامور اصحابِ کمال اور اربابِ علم و فضل کا سلسلۂ درس جاری تھا۔ ان میں ایک عالم شیخ عبداللہ بن ابراہیم بن سیف تھے، جو علوم متداولہ میں گہری نظر رکھتے تھے۔ وہ اصلاً علاقہ نجد کے ایک معروف مقام "مجمعہ" کے رہنے والے تھے اور وہاں سے آکر مدینہ منورہ میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ مدینہ منورہ میں ان کی مسندِ درس آراستہ تھی۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب ان کی خدمت میں گئے اور ان سے مستفید ہوئے۔ شیخ عبداللہ کی رفعتِ علم کا ایک واقعہ خود شیخ محمد بن عبدالوہاب ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز ان کی خدمت میں حاضر تھا کہ فرمایا میں وہ ہتھیار تمہیں دکھاؤں جو میں نے اہل مجمعہ کے لیے تیار کیا ہے؟ میں نے کہا ضرور دکھائیے، وہ مجھے ایک

---

[1]۔ روضۃ الافکار، ۱: ۲۵۔
[2]۔ روضۃ الافکار، ۱: ۲۵۔
[3]۔ احمد بن حجر، الشیخ محمد بن عبدالوہاب، ص ۱۵۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے میں لے گئے جہاں کتابوں کا ایک انبار تھا فرمایا ہم نے ان لوگوں کے لیے یہ ہتھیار جمع کیے ہیں[1]

اس زمانے میں مدینہ منورہ میں برصغیر پاک و ہند کے نامور عالم اور ممتاز محدث شیخ محمد حیات سندھی (متوفی ۱۱۶۵ھ) کا سلسلۂ درسِ حدیث بھی جاری تھا، جب شیخ عبداللہ بن ابراہیم نے محسوس کیا کہ محمد بن عبدالوہاب ان سے استفادہ کر چکے ہیں تو وہ انہیں شیخ محمد حیات سندھی کے حلقۂ درس میں لے گئے، ان سے اپنے عزیز شاگرد کا تعارف کرایا اور ان کی قابلیت و صلاحیت کی تعریف کی، محمد بن عبدالوہاب اسی وقت شیخ سندھی کے حلقۂ تلمذ میں شامل ہو گئے اور ان سے علم حدیث کی تحصیل کی، یہ وہ دور تھا جب بدعات و منکرات کا سیلاب مدینہ منورہ میں بھی پہنچ چکا تھا، اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک روز محمد بن عبدالوہاب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے قریب کھڑے تھے، انہوں نے دیکھا کہ لوگ آنحضرت سے دعا و استغاثہ کر رہے ہیں، اتنے میں ان کے استاذ شیخ محمد حیات سندھی بھی وہاں آ گئے، محمد بن عبدالوہاب نے استاد سے پوچھا "ان لوگوں کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟" استاذ نے جواب دیا۔ اِنَّ هٰٓؤُلَاۤءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۷ [الاعراف] ۱۳۹) یعنی یہ لوگ جس (شغل) میں (پھنسے ہوئے) ہیں، وہ برباد ہونے والا ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں، سب بے سود ہے[2]۔

محمد بن عبدالوہاب چونکہ نہایت ہونہار اور ذہین طالب علم تھے، اور اس پر مستزاد یہ کہ حدیث و سنت کے شیدائی تھے، اس لیے ان کا شمار شیخ محمد حیات سندھی کے خاص شاگردوں میں ہونے لگا، وہ عرصے تک ان کی خدمت میں حاضر اور مشغول استفادہ رہے۔

بعض حضرات نے محمد بن عبدالوہاب کے اساتذہ کی فہرست میں شام کے نامور عالم شیخ علی داغستانی (متوفی ۱۱۹۹ھ) اور مدینہ منورہ کے مشہور محدث محمد بن سلیمان کردی مدنی (متوفی ۱۱۹۴ھ) کو بھی شامل کیا ہے، لیکن مستند اور معاصر کتب تاریخ میں اس کا ذکر نہیں ملتا، علاوہ ازیں سنین اور واقعات بھی اس کی تائید نہیں کرتے۔ شیخ علی داغستانی اپنے عہد کے مشاہیر علمائے دمشق میں سے تھے، ۱۱۲۵ھ میں پیدا ہوئے، تحصیلِ علم کے لیے مدینہ منورہ آئے اور عرصے تک وہاں قیام پذیر رہے۔ شیخ محمد حیات سندھی سے روایتِ حدیث کی اور خود ان سے بھی بہت لوگ مستفید ہوئے ۱۱۵۰ھ میں وطن واپس گئے۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب کے مدینہ منورہ میں قیام کے زمانے میں ان کی عمر بہت کم رہی ہوگی، اس لیے ان سے شیخ کا مستفید ہونا قرین فہم نہیں[3]۔ (مسعود عالم ندوی) رہے محمد بن سلیمان کردی مدنی، تو یہ ۱۱۹۴ھ میں ۶۷ سال کی

---

[1] عنوان المجد فی تاریخ نجد، ۱:۹، ۱۰۔

[2] عنوان المجد، ۱:۱۰ [3] محمد بن عبدالوہاب حاشیہ ص ۲۷، ۲۸۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عُمر پاکر فوت ہوئے، اس حساب سے ان کی ولادت ۱۱۲۷ھ کے لگ بھگ ہوئی ہوگی۔ اس طرح محمدؒ بن عبدالوہاب کے زمانۂ تحصیل میں یہ بالکل نوعمر ہوں گے، ان سے شیخ کا مستفید ہونا بالکل قرینِ قیاس نہیں۔ (حوالہ مذکور حاشیہ ص ۲۹)۔

حُسنِ اتفاق ملاحظہ ہو کہ جس زمانے میں ارضِ نجد کے محمد بن عبدالوہاب مسجدِ نبوی میں طلبِ علم میں مشغول تھے، اسی زمانے میں سرزمینِ ہند کے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مدینہ طیبہ کے مختلف معروف اساتذہ سے تحصیلِ علم میں مصروف تھے، لیکن اساتذہ کے اشتراک اور دونوں کے باہم لقا کا پتا نہیں چلتا۔ البتہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دونوں کا منبعِ فیض ایک ہی ہے اور وہ مسجدِ نبوی ہے۔ دونوں کا سرچشمۂ ہدایت بھی ایک ہے اور وہ کتاب و سنت ہے۔ سید سلیمان ندوی "سلاطینِ نجد کا مذہب"[1]

واقعات سے واضح ہوتا ہے کہ مستقبل کے یہ دونوں مجدد اور عظیم رہنما ایک ہی عہد میں دیارِ حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) میں علمی اور روحانی تربیت حاصل کر رہے تھے۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد دونوں مجددینِ ملت کو ایک ہی قسم کے حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ اس عہد میں نجد اور ہندوستان کی علمی و عملی اور دینی و سیاسی فضا بالکل ایک سی تھی، اس لیے دونوں نے اپنے اپنے حالات کے مطابق ایک ہی انداز سے اپنی تجدیدی مساعی کا آغاز کیا اور ایک ہی اسلوب سے اپنی اصلاحی سرگرمیوں کو آگے بڑھایا، پھر دونوں کو اپنی تبلیغی تگ و تاز کے سلسلے میں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ بھی تقریباً ایک ہی قسم کی تھیں۔

مدینہ منورہ کے جلیل القدر اساتذہ سے استفادے کے بعد محمدؒ بن عبدالوہاب نجد گئے اور وہاں سے عازمِ بصرہ ہوئے۔ بصرے سے وہ شام بھی جانا چاہتے تھے، لیکن زادِ راہ کی کمی کے باعث نہیں جا سکے[2] بغداد اور مصر کے سفر کا بھی کوئی ثبوت نہیں (حوالہ مذکور حاشیہ ص ۳۰) بصرے کے دیہات میں سے ایک قریہ "مجموعہ" ہے، وہاں کے ایک عالم اجل شیخ محمد مجموعی تھے، جن کا سلسلۂ درس وہاں جاری تھا، محمد بن عبدالوہاب ان کی خدمت میں پہنچے اور حصولِ علم میں مشغول ہو گئے۔ ایک مدت تک وہاں اقامت گزین اور مصروفِ استفادہ رہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جذبہ تو ان میں پہلے سے تھا اور یہ خدمت وہ خاص اسلوب کے ساتھ انجام بھی دے رہے تھے، لیکن وہاں جا کر اس میں مزید شدت اور تیزی آگئی اور برملا بدعات کی تردید اور امورِ شرکیہ کی مذمت کرنے لگے، جس کے نتیجے میں باشندگانِ بصرہ کی طرف سے انہیں کئی نوع کی تکلیفوں میں مبتلا کیا گیا اور بالآخر مجبوراً بصرہ چھوڑنا پڑا، بلکہ ان سے ہمدردی اور تعلق کی

---

[1] ماہ نامہ "معارف" اعظم گڑھ، نومبر ۱۹۲۴ء۔

[2] مسعود عالم ندوی، محمد بن عبدالوہاب ص ۲۹۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنا پر شیخ محمد محبوبی کو بھی ہدفِ ستم بنایا گیا سخت تکلیفوں کے بعد وہاں کے لوگوں نے ایک دن دوپہر کے وقت شدید دھوپ میں محمد بن عبدالوہاب کو گاؤں سے نکال دیا۔ پریشانی کے عالم میں انہوں نے "زبیر" کا رُخ کیا، جو بصرے کے قریب ایک قصبہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی حضرت زبیر بن العوام کے نام پر آباد ہے۔ راستے میں پیاس کی شدت سے حلق خشک ہو گیا اور موت سامنے نظر آنے لگی۔ اتنے میں ایک شخص سے مُلاقات ہوئی جس کا نام ابو حمیدان تھا۔ وہ ایک با خدا شخص تھا جو کرائے کے گدھے رکھتا تھا۔ اس نے شیخ کو دیکھا تو ان کی شخصیت سے نہایت مرعوب اور متاثر ہوا۔ آگے بڑھ کر ان کو پانی پلایا اور اپنے گدھے پر سوار کر کے انہیں زبیر پہنچایا۔ وہ خود بھی زبیر کا رہنے والا تھا۔ زبیر کے لوگ کتاب و سنت کے متبع تھے۔ اب بھی وہ اتباعِ کتاب و سنت میں ممتاز ہیں۔[1]

زبیر سے چل کر وہ "احسا" پہنچے اور شیخ عبداللہ بن محمد بن عبداللطیف شافعی کے ہاں ٹھہرے جو احسا کے ذی مرتبت عالم تھے۔ احسا سے حریملا کا قصد کیا۔ یہاں یہ یاد رہے کہ ان کے والد شیخ عبدالوہاب ۱۱۳۹ھ میں عیینہ کی سکونت ترک کر کے حریملا میں آبسے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب عیینہ میں وبا پھوٹی اور بہت سے لوگ اس کی وجہ سے مر گئے تو اس میں عیینہ کے والی عبداللہ بن معمر کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بھتیجا محمد بن حمد جو "خرفاش" کے لقب سے معروف تھا، عیینہ کا والی بنا۔ لیکن بعض معاملات میں اس کے اور شیخ عبدالوہاب کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا، جس نے ایک نزاع کی شکل اختیار کر لی۔ چنانچہ اس نے شیخ عبدالوہاب کو منصبِ قضا سے الگ کر دیا اور ان کی جگہ ایک شخص احمد بن عبداللہ کو قاضی مقرر کر دیا۔ اس کے بعد شیخ عبدالوہاب عیینہ سے حریملا منتقل ہو گئے جو علاقۂ نجد کا ایک مشہور مقام ہے۔[2]

قیامِ حریملا کے زمانے میں شیخ محمد اپنے والدِ گرامی شیخ عبدالوہاب کے پاس مقیم رہے۔ وہاں انہوں نے کتاب و سنت کی دعوت اور شرک و بدعت کی تردید کو اپنا نصب العین قرار دیا۔ لیکن اس میں تیزی آئی تو باپ اور بیٹے میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اسی طرح باشندگانِ حریملا اور شیخ محمد کے درمیان بھی نزاع و اختلاف کی صورت رونما ہو گئی۔ لیکن شیخ کسی قسم کی پروا کیے بغیر کتاب و سُنت کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف رہے۔ یہ سلسلہ کئی سال جاری رہا، تا آنکہ ۱۱۵۳ھ میں ان کے والد شیخ عبدالوہاب انتقال کر گئے۔ والد کی وفات کے بعد انہوں نے اپنی دعوت و تبلیغ کے دائرے کو مزید پھیلایا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ اب حریملا کے لوگ ان کی دعوت کو قبول کرنے اور ان کے نقطۂ نظر کو ماننے لگے۔[3]

---

[1]: (عنوان المجد، ۱: ۱۰-۱۱)۔

[2]: عنوان المجد، ۱: ۱۱۔ [3]: عنوان المجد، ۱: ۱۱۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب التوحید جو اثباتِ توحید اور ردِ شرک میں ان کی معروف کتاب ہے، اسی زمانے میں حریملا میں معرضِ تصنیف میں آئی۔[1]

جس زمانے میں محمد بن عبدالوہاب نے اپنی تبلیغی مساعی کا آغاز کیا، اس زمانے میں پورے عالمِ اسلام میں شرک و بدعت کا دور دورہ تھا اور لوگوں کی بہت بڑی اکثریت منکرات و نواہی میں مبتلا تھی۔ نجد جو جزیرۃ العرب کے قلب میں واقع ہے بالخصوص اخلاقی انحطاط کا شکار اور مشرکانہ عقائد کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ وہاں کے ایک مقام جبیلہ میں حضرت زید بن خطاب کی قبر کی پرستش ہوتی تھی اور لوگ حلِ مشکلات کے لیے اس پر دعائیں کرتے اور صاحبِ قبر سے مرادیں مانگتے تھے۔ درعیہ میں بھی بعض صحابہ کے نام سے قبروں اور قبوں کو منسوب کیا جاتا تھا، جاہل عوام ان کو مرکزِ عقیدت قرار دیتے اور ان پر اعتکاف کرتے تھے۔ انھوں نے حضرت ضرار بن ازور کی بھی ایک جعلی قبر بنا رکھی تھی، جس پہ وہ لوگ فریاد اور استغاثہ کرتے تھے درعیہ میں ایک غار تھا جس میں انتہائی شرم ناک برائیوں کا ارتکاب ہوتا تھا، ایک پرانا درخت تھا، جس سے اولاد سے مایوس عورتیں، حصولِ اولاد کے لیے ہم کنار ہوتی تھیں، اور کنواری لڑکیاں اس درخت سے شادی کے لیے التجا کرتی تھیں۔ اس نوع کی تمام برائیوں اور شرکیہ رسوم کا ارتکاب دین اور مذہب کے نام پر کیا جاتا تھا۔ جو علمائے حق اس سے نفرت کرتے تھے، وہ اپنے اندر کسی کو روکنے کی جرأت نہ رکھتے تھے۔[2]

خطۂ عرب کو ان آلائشوں سے پاک اور برائیوں سے صاف کرنے کے لیے محمد بن عبدالوہاب نے جو دعوت شروع کی، وہ نہایت سادہ اور مختصر تھی اور اس کی موٹی موٹی اور قابلِ ذکر شقیں یہ تھیں۔

۱۔ خدا کی تمام صفات صرف اسی کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں، کوئی دوسرا ان میں شریک نہیں۔

۲:۔ خدا کی ذات و صفات کے متعلق قرآن اور صحیح حدیث میں جو نصوص وارد ہیں، ان پر بغیر کسی تاویل کے اسی طرح ایمان لانا چاہیے، جس طرح ان کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان کے باطن اور گہرائی میں نہیں جانا چاہیے۔

۳:۔ تمام پیغمبر اللہ کے بندے ہیں اور صفاتِ ربانی سے خالی ہیں۔

۴:۔ اولیائے کرام کی ایسی تعظیم نہیں کرنی چاہیے۔ نہ ان کے ساتھ ایسی عقیدت رکھنی چاہیے جو صرف پیغمبروں کے لیے خاص یا اللہ کے لیے مخصوص ہے۔

۵:۔ قبروں اور مزاروں کی ایسی تعظیم نہ کی جائے جو بت پرستانہ ہو۔

۶:۔ جو چیزیں خدا کی قدرت اور قبضے میں ہیں،

---

[1] :۔ روضۃ الافکار، ۱: ۳۰۔

[2] :۔ روضۃ الافکار، ۱: ۷۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیرِ خدا سے طلب نہ کی جائیں، نہ مُردوں سے مانگی جائیں، اگرچہ وہ کتنے ہی نیک ہوں، کسی سے استغاثہ اور استعانت نہ کی جائے۔

۷:۔ قبروں پر قبے، گنبد، عمارتیں اور چبوترے نہ بنائے جائیں، اس لیے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے، اور یہ قبر پرستی اور شرک باللہ کا ذریعہ بنتے ہیں۔

قیامِ حریملا کے زمانے میں محمد بن عبدالوہاب کی دعوت زور شور سے جاری تھی۔ حریملا، عیینہ، درعیہ اور ریاض میں اس کے اثرات تیزی سے پھیل رہے تھے اور بہت سے لوگ ان کی تبلیغ اور مواعظ سے متاثر ہو کر ان کے حلقۂ عقیدت میں داخل ہو گئے تھے۔ حریملا کے لوگوں نے تو ان سے اس طرح وابستگی اختیار کر لی تھی کہ ہر موقعے پر ان کے ساتھ رہتے تھے، متعدد افراد ان کی تعلیم و دعوت کے مبلغ بن گئے تھے اور ان کے حلقۂ درس میں شامل ہو کر تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتابیں درساً درساً پڑھنا شروع کر دی تھیں۔ تاہم کچھ لوگ ان کے مخالف بھی تھے، جو نہ ان کی دعوت وارشاد کو سُننا چاہتے تھے اور نہ ان کے وجود کو برداشت کرتے تھے، اس لیے کہ بدعات ان کے اندر اس قدر راسخ ہو چکی تھیں اور قسم قسم کی برائیوں نے ان میں اس طرح گھر کر لیا تھا کہ وہ انہیں چھوڑنے پر کسی صورت میں بھی تیار نہ تھے۔ لیکن اکثریت ان کی دعوت سے متاثر لوگوں کی تھی[1]

مذہبی حالات کے علاوہ علاقۂ نجد کے سیاسی حالات بھی اس زمانے میں نہایت ابتر تھے۔ ہر علاقے کا الگ الگ حاکم اور امیر تھا، اور یہ سب امیر اور حاکم کسی نہ کسی انداز میں ایک دوسرے کے مخالف اور حریف تھے۔ ان حالات میں پورے نجد میں دعوتِ توحید کو عام کرنے اور کامیابی سے ہم کنار ہونے کے لیے کوئی مؤثر اور مضبوط قدم اٹھانا مشکل تھا۔ خود حریملا میں جہاں محمد بن عبدالوہاب فروکش تھے دو خاندان اقتدار کے لیے باہم دست وگریباں تھے، تمام حالات پر غور کرنے کے بعد ۱۱۵۷ھ (۱۷۴۴ء) میں

محمد بن عبدالوہاب نے پورے نجد کو ایک امیر کے ماتحت اور ایک جھنڈے کے نیچے جمع کرنے کا عزم کیا، ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ جب تک کسی علاقے کے امیر کی ہمدردی حاصل نہ کی جائے اور صاحبِ قوت ونفوذ حاکم سے تعلقات استوار نہ کیے جائیں، دعوتِ توحید کو پھیلانا اور خالص اسلام کی نشر واشاعت کرنا آسان نہیں۔ اُن حالات میں ان کا یہ نقطۂ نظر نہایت صائب اور درُست تھا۔ چنانچہ انہوں نے عیینہ کے امیر عثمان بن محمد سے خط وکتابت کی اور اسے قبولِ حق پر آمادہ پایا تو حریملا سے عیینہ منتقل ہو گئے۔ امیرِ عیینہ نہایت اعزاز سے پیش آیا اور ان کی انتہائی تکریم بجا لایا، اپنی ایک عزیزہ کی جس کا نام جوہرہ بنت عبداللہ بن معمر تھا، ان سے شادی بھی کر دی، اس کی وجہ سے تعلقات مزید مستحکم ہو گئے۔ محمد بن عبدالوہاب نے صاف لفظوں میں اسے کہا کہ "اگر تم لا الٰہ الا اللہ کی امداد پر

[1] :۔ روضۃ الافکار، ۱: ۲۹۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیار ہو جاؤ تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں غلبہ عطا فرمائے گا اور نجد اور اہلِ نجد کی زمامِ قیادت تمہارے ہاتھ میں ہو گی۔" عثمان نے کلمۂ حق کی امداد کا وعدہ کیا اور محمد بن عبدالوہاب نے علی الاعلان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت کا آغاز کر دیا، اور رفتہ رفتہ اہلِ عیینہ ان کی دعوت کو قبول کرنے لگے۔[1]

اس اثنا میں محمد بن عبدالوہاب نے بدعات اور شرک کے بعض مرکزوں کو ختم کرنے کا عزم کیا جس میں وہ کامیاب رہے۔ علاقے کے مختلف مقامات میں جن درختوں کی تعظیم و توقیر کی جاتی تھی، انہیں بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا، زید بن خطاب (جو جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے تھے) کے نام سے مقام جبیلہ میں ایک قبر بنائی گئی تھی اور اس پر قبہ تعمیر کیا گیا تھا، اس کو منہدم کیا، اس وقت یہ انتہائی مشکل کام تھا اس کے علاوہ بدعت اور خلافِ شرع امور کے اور بھی بہت سے اڈوں کو ختم کیا، جہلا سے لے کر علما و مشائخ تک سب منکرات و منہیات میں ملوث تھے اور صرف ایک محمد بن عبدالوہاب کی صدائے حق تھی جو نجد کی فضا میں بلند ہوئی اور پورے علاقے میں پھیل گئی۔ اس سلسلے میں بعض مقامات میں لڑائی کا خطرہ بھی ہوا، اور معصیت کے مرتکب لوگوں نے شیخ کا مقابلہ کرنا چاہا، مگر شیخ بھی دفاع کے لیے پوری طرح تیار تھے۔ ان کوششوں میں طوعاً و کرہاً امیر عیینہ عثمان بن معمر نے بھی شیخ کا ساتھ دیا۔[2]

شیخ محمد بن عبدالوہاب نے امیر عثمان بن معمر کو نماز باجماعت کی پابندی کی تاکید کی اور اس میں سستی کرنے والوں کے لیے سزائیں تجویز ہوئیں۔ حکام نے لوگوں پر جو طرح طرح کے ٹیکس عائد کر رکھے تھے، شیخ کے حکم سے وہ سب ختم کر دیے گئے، صرف زکوٰۃ کی ادائیگی ضروری قرار دی گئی۔ شیخ نے قیامِ عیینہ کے دوران تبلیغی رسائل اور مختلف قبائل کے سرکردہ افراد کے نام خط و کتابت کا سلسلہ بھی شروع کیا جو تمام عمر جاری رہا۔ جو لوگ شیخ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر ان کے حلقے میں داخل ہو گئے تھے ان کے لیے تبلیغ و اشاعت سے متعلق باقاعدہ ہدایات جاری کی جانے لگیں اور دعوت کا سلسلہ بہت آگے بڑھ گیا۔ جن لوگوں نے اب تک کتاب و سنت کا نام تک نہیں سنا تھا یا عمداً اس پر عمل سے گریزاں تھے، وہ نہایت خوشی سے اس پر عمل کرنے لگے، اور داعیِ قرآن و حدیث اور قامعِ بدعات و محدثات کی حیثیت سے تھوڑے ہی عرصے میں شیخ کی حیثیت وہاں بہت مستحکم ہو گئی، یہاں تک کہ حدود اللہ کا نفاذ بھی ہونے لگا۔ لیکن اس اثنا میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس کے نتیجے میں شیخ کو عیینہ کی سکونت ترک کرنا پڑی۔ وہ واقعہ یہ تھا کہ ایک شادی شدہ عورت شیخ کے پاس آئی اور ان کے سامنے ارتکابِ زنا کا اعتراف کیا۔ شیخ نے اس پر ہر لحاظ سے جرح کی۔ لیکن وہ اپنے اعتراف پر قائم رہی اور جو بات پہلی مرتبہ کہی تھی، بار بار وہی کہتی رہی۔ اس نے مسلسل چار دن شیخ کے سامنے اپنے گناہ کا اقرار کیا، اس کے بعد شیخ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا، چنانچہ عیینہ کے امیر عثمان بن معمر

۱؎ : عنوان المجد۔ ۱ : ۱۰۔

۲؎ : عنوان المجد، ۱ : ۱۲۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ اسے سنگسار کرنے کا فرض انجام دیا اور سب سے پہلا پتھر عثمان ہی نے اٹھایا۔[1]

یہ بہت بڑی خبر تھی جو تمام علاقے میں تیزی کے ساتھ پھیل گئی، برائیوں کے عادی لوگ اس سے بالخصوص پریشان اور مضطرب ہوئے۔ اس زمانے میں قطیف اور احسا کا حاکم سلیمان بن محمد بن عزیز الحمیدی تھا، جو بہت عیاش اور آوارہ مزاج تھا۔ اس کو یہ خبر پہنچی تو نہایت برہم ہوا۔ اسے یہ خطرہ تھا کہ اگر حدودِ شرع کا نفاذ ہونے لگا تو خود اس کی اپنی بے راہ روی اور احکام شریعت سے انحراف کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ اس نے عیینہ کے امیر عثمان کو یہ تہدید آمیز خط لکھا کہ جو عالم اور فقیہ تمہارے ہاں عیینہ میں مقیم ہے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس نے یہ یہ اقدامات کیے ہیں، اسے قتل کر دو۔ ورنہ ہماری طرف سے جو کچھ تمہیں ملتا ہے وہ سب بند کر دیا جائے گا۔

سلیمان کی طرف سے عثمان کو مال و متاع کے علاوہ بارہ سو دینار سالانہ رقم ملتی تھی جو اس کے لیے بہت کافی تھی، اس لیے عثمان اس خط سے پریشان ہوا۔ اس پریشانی کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اس کا ذہن ابھی دعوتِ توحید اور کلمہ حق سے پوری طرح مانوس نہیں ہوا تھا اور اس کا سینہ امورِ خیر کا محرم نہیں بنا تھا۔ چنانچہ اس پر طمعِ دنیا غالب آئی اور اس نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کو قطیف و احسا کے حاکم سلیمان کے پیغام سے مطلع کیا۔ شیخ نے اس کو تسلی دی اور کہا کہ جو دعوت لے کر میں اٹھا ہوں وہ کلمۂ لا الٰہ الا اللہ، ارکان اسلام اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت ہے۔ اگر تم اس پر مضبوطی سے قائم رہو گے اور اس کو پھیلانے کے لیے میدان میں نکل آؤ گے تو اللہ تمہارے دشمنوں پر تمہیں غلبہ عطا فرمائے گا۔ سلیمان کی طرف سے تمہیں گھبرانے اور پریشان ہونے کی ہرگز ضرورت نہیں۔ اگر تم دعوت میں ثابت قدم رہو گے تو میں اُمید رکھتا ہوں کہ نجد کے تمام بلاد و قصبات میں تمہیں تمکن اور غلبہ حاصل ہو گا۔[2]

شیخ کی ان باتوں سے عثمان پہلے تو متاثر ہوا اور چاہا کہ ان کی تبلیغ کے راستے میں رکاوٹ نہ پیدا کی جائے لیکن اس کے بعد وہ سلیمان سے اتنا مرعوب ہوا، اور زوالِ دنیا سے اس قدر پریشان ہوا کہ قدم لڑکھڑا گئے اور شیخ کی حمایت پر قائم نہ رہ سکا۔ اس نے شیخ کو دوبارہ پیغام بھیجا کہ سلیمان نے ہمیں آپ کے قتل کا حکم دیا ہے اور ہم اس کے حکم سے سرتابی کی طاقت نہیں رکھتے لیکن ہماری مروت اور شرافت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ ہم اپنے شہر اور گھر میں آپ کو موت کے گھاٹ اتار دیں۔ اس لیے آپ کو اختیار ہے جہاں چاہے چلے جائیں، مگر ہمارے علاقے سے نکل جائیں۔ اس کے بعد اس نے ایک سپاہی فرید کو شیخ کے ساتھ بھیجا اور انہیں عیینہ کے حدود سے باہر کر دیا۔

---

[1] روضۃ الافکار، ۲: ۲۰۲۔

[2] عنوان المجد، ۱: ۱۳۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ کے اس اخراج کا واقعہ بھی نہایت دردناک اور عبرت انگیز ہے۔ سخت دُھوپ اور شدید گرمی کے موسم میں شیخ آگے آگے پا پیادہ جا رہے تھے، ہاتھ میں صرف ایک پنکھا تھا، پیچھے پیچھے فرید گھوڑے پر سوار تھا۔ عثمان نے فرید کو شیخ کے قتل کا حکم دے رکھا تھا۔ شیخ قرآن کی یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (۶۵ [الطلاق] ۲) یعنی جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لیے (حفاظت کی راہ) نکال دیتا ہے۔ اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے، جہاں سے وُہ گمان بھی نہیں کر سکتا۔

فرید سپاہی نے راستے میں شیخ سے کوئی بات نہیں کی۔ اس کا اپنا بیان ہے کہ جب اس نے شیخ پر تلوار چلانے کا ارادہ کیا تو کسی غیبی طاقت سے اس کا ہاتھ روک لیا، اس کے قدم لڑکھڑا گئے اور اس پر شیخ کی صداقت کا اس درجے رُعب طاری ہوا کہ اس کو خود اپنی جان کا خطرہ محسوس ہونے لگا۔ اسی حالت رُعب و دبدبے میں وہ واپس عیینہ آگیا۔[1]

عثمان بن معمر کے حدودِ امارت سے نکل کر شیخ درعیہ پہنچے۔ سب سے پہلے عبداللہ بن سویلم کے مکان پر گئے۔ ایک رات اور دُوسرے دن وہیں مقیم رہے اس کے بعد اپنے شاگرد شیخ احمد بن سویلم کے ہاں منتقل ہو گئے یہ ۱۱۵۸ھ کا واقعہ ہے۔

اس زمانے میں درعیہ کا امیر محمد بن سعود تھا جو آگے چل کر نجد و حجاز کی موجودہ سعودی سلطنت کا بانی ہوا۔ یہ امیر سیرت و اخلاق اور بلندیٔ کردار میں ابتدا ہی سے اچھی شہرت کا مالک تھا۔ رعایا سے حسنِ سلوک کا برتاؤ کرتا اور ہمدردی و خیر خواہی سے پیش آتا تھا۔ اسی بنا پر لوگ اس کی تکریم کرتے اور اس کے حسنِ معاملہ سے متاثر تھے۔ اس کو شیخ کے درعیہ میں ورود کا پتا چلا تو بہت خوشی کا اظہار کیا اور اپنے بھائیوں (ثنیان اور مشاری) کے ساتھ احمد بن سویلم کے مکان پر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سب بھائیوں نے شیخ کا شکریہ ادا کیا اور امداد و فرماں برداری کا یقین دلایا۔ (یہ حسین بن غنام کے عربی الفاظ کا ترجمہ ہے۔ ملاحظہ ہو[2]) لیکن اس سلسلے میں عثمان بن بشر النجدی الحنبلی لکھتے ہیں، عیینہ کے حدُود سے نکل کر شیخ محمد بن عبدالوہاب عازم درعیہ ہوئے اور عصر کے وقت وہاں پہنچے۔ درعیہ میں ایک بلند بخت شخص محمد بن سویلم العرینی کے مکان پر اترے، وُہ انہیں دیکھ کر نہایت پریشان ہوا، اور امیر محمد بن سعود کے ڈر سے گھبرا اٹھا، لیکن اخلاق سے مجبور تھا، انہیں کچھ نہ کہہ سکا۔ شیخ نے اس کو خوف زدہ دیکھ کر نصیحت کی اور تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مصیبتوں سے نجات دلائے گا اور ہماری تکلیفیں دور فرمائے گا۔[3]

---

[1] عنوان المجد، ۱: ۱۴۔

[2] روضۃ الافکار، ۲: ۳۔

[3] عنوان المجد، ۱: ۱۴۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند ہی روز میں محمد بن سویلم کا گھر (جہاں محمد بن عبدالوہاب فروکش تھے) دعوتِ توحید کا مرکز بن گیا۔ شروع شروع میں لوگ چھپ چھپ کر وہاں آتے اور شیخ سے استفادہ کرتے۔ اہلِ علم ان سے بالخصوص مستفید ہوتے۔ لیکن یہ صورتِ حال زیادہ اطمینان بخش نہ تھی، سلسلۂ دعوت کو آگے بڑھانے اور اس کے دائرے کو وسیع کرنے کے لیے شیخ نے امیر محمد بن سعود سے رابطہ پیدا کرنا چاہا، مگر اس سے پہلے امیر کے بھائیوں ثنیان اور مشاری سے گفتگو کرنا مناسب جانا۔ بھائیوں نے امیر کی بیوی موضیٰ سے بات کی جو بڑی نیک اور سمجھدار خاتون تھی۔ وہ شیخ کے علم و فضل سے بہت متاثر ہوئی۔ اس نے امیر کو سمجھایا کہ اللہ نے محمد بن عبدالوہاب کی شکل میں ہمیں بہت بڑی نعمت عطا فرمائی ہے۔ اس کی قدر اور مدد کرنی چاہیے، اس میں دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی ہے۔

امیر محمد بن سعود جو پہلے ہی اخلاقِ حسنہ کا مالک اور بلند کردار تھا، نیک بخت بیوی کی باتوں سے اثر پذیر ہوا، اور شیخ کی محبت اس کے دل میں اتر گئی۔ وہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور ان سے ملاقات کی۔ دعوت و تبلیغ کے موضوع پر گفتگو شروع ہوئی تو شیخ نے دعوت کے بنیادی اور اساسی اصول بیان کیے۔ یعنی دینِ اسلام کی حقیقت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کا طریق عمل و منہج تبلیغ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت اور جہاد فی سبیل اللہ کی اہمیت۔ شیخ نے ان منکرات و معاصی کا بھی تفصیل سے ذکر کیا جو نجد کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی تھیں اور اہل نجد جن کے مرتکب تھے۔ پھر ان برائیوں کو ختم کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی اور اصلاح احوال کی تمام صورتوں کو وضاحت سے بیان کیا۔ امیر محمد بن سعود نے شیخ کی تقریر غور سے سنی، وہ ان کے اخلاص اور اسلوبِ بیان سے انتہائی متاثر ہوا۔ اس نے شیخ کو یقین دلایا کہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کی تبلیغ و اشاعت کے لیے آپ کے ساتھ پورا تعاون کیا جائے گا اور یہ بات ہم سب کے فرائض میں شامل ہے، اس سلسلے میں مخالفینِ توحید کے ساتھ جہاد بھی کیا جائے گا۔ لیکن میری دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ اگر ہم نے آپ کی مدد کی، اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور اس نے ہمیں فتح و نصرت عطا فرمائی تو آپ ہمارا ساتھ نہیں چھوڑیں گے ہمارے ساتھ ہی رہیں گے، دوسرے یہ کہ فصل کی کٹائی کے موقع پر میں اہل درعیہ سے کچھ محصول لیتا ہوں جو پہلے سے مقرر ہے، آپ مجھے اس سے نہیں روکیں گے[۱]

شیخ نے جواب دیا، پہلی شرط نہایت خوشی کے ساتھ منظور ہے، میں ہر حال میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔ میرا خون تمہارا خون اور میری موت، تمہاری موت۔ رہی دوسری شرط، تو اس کے متعلق یقین رکھو کہ اللہ تمہارے لیے فتوحات کے دروازے کھول دے گا اور تمہیں مالِ غنیمت میں سے اتنا کچھ مل جائے گا جو اس خراج اور محصول سے کہیں زیادہ اور بہتر ہوگا۔ (حوالہ

---

[۱] :۔ عنوان المجد، ۱ : ۱۵۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکور ص ۱۶) شیخ کی گفتگو اور وعظ ونصیحت سے محمد بن سعود اس درجے متاثر ہوا کہ ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر حلقۂ بیعت میں داخل ہوگیا۔ اس کے ساتھ اس کے بھائیوں، امرا و وزرا اور اس کے تمام انصار واعوان نے بھی بیعت کرلی۔ اس وقت جن مشہور اور سرکردہ لوگوں نے شیخ کی بیعت کی ان میں امیر محمد بن سعود کے بھائیوں ثنیان بن سعود، مشاری بن سعود اور فرحان بن سعود کے نام بھی شامل ہیں، ان کے علاوہ درعیہ کے معززین اور علماء میں سے شیخ احمد بن سویلم، شیخ عیسیٰ بن قاسم، محمد حزیمی، عبداللہ بن دغیثر، سلیمان الوشیقری حمد بن حسین اور اس کے بھائی محمد بن حسین کے نام خصوصیت سے لائق تذکرہ ہیں[1] یہ لوگ محمد بن عبدالوہاب کی دعوتِ کتاب وسنت کے اوّلین کارکن تھے جنہوں نے ہر موقع پر شجاعت وجواں مردی کا ثبوت بہم پہنچایا۔ ان کے نام آج تک عزت سے لیے جاتے ہیں اور ان کی اولاد کو سعودی حکمرانوں کے دربار میں اعزاز کی مستحق سمجھا جاتا ہے[2]

محمد بن عبدالوہاب سے بیعت کے بعد امیر محمد بن سعود اپنے رفقا ومعاونین سمیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سرگرم ہوگیا اور درعیہ اور اس کے اطراف وجوانب میں اللہ کی توحید کا نعرہ گونجنے لگا۔ اس سے اثر پذیر ہوکر حریملا، عیینہ اور دیگر مختلف مقامات کے لوگ اپنے علاقوں کی سکونت ترک کرکے درعیہ کا رخ کرنے اور شیخ کے حلقۂ بیعت میں داخل ہونے لگے، جن میں امیر عیینہ عثمان بن معمر کے قریبی عزیز بھی شامل تھے۔ کلمۂ حق کو بلند اور دعوتِ توحید کو عام کرنے کے لیے سلسلۂ جہاد بھی شروع ہوگیا۔ اس کے نتیجے میں محمد بن سعود کے مال ودولت میں اس قدر فراوانی ہوئی کہ وہ پھلوں اور فصل کی کٹائی کے موقع پر اہل درعیہ سے جو محصول اور خراج وغیرہ وصول کرتا تھا، اس کی کوئی ضرورت باقی نہ رہی۔ یہ تمام خبریں امیر عیینہ عثمان بن معمر کو بھی پہنچ رہی تھیں، اسے شیخ کی فتوحات اور کامیابیوں کا پتا چلا تو اپنے اس کردار پر بہت نادم ہوا جو اس نے کچھ عرصہ پیشتر شیخ کے قیام عیینہ کے زمانے میں ادا کیا تھا۔ چنانچہ وہ متعدد رؤسائے عیینہ کو ساتھ لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا، ان سے معافی مانگی اور عیینہ واپس تشریف لے جانے کی التجا کی۔ شیخ نے جواب دیا کہ اس کا فیصلہ میں نہیں کرسکتا، اب معاملہ محمد بن سعود کے ہاتھ میں ہے۔ عثمان نے محمد بن سعود سے بات کی تو اس نے شیخ کو عیینہ بھیجنے سے انکار کردیا، اور عثمان اپنے ساتھیوں سمیت واپس چلا گیا[3]

محمد بن عبدالوہاب کی آمد سے قبل درعیہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا اور نجد کے دیگر مقامات کی طرح یہاں بھی جہالت کا دور دورہ اور مختلف برائیوں کا بازار گرم تھا لیکن محمد بن عبدالوہاب کی آمد کے ساتھ ہی درس وتدریس

---

[1] :۔ (روضۃ الافکار، ۲: ۴)۔

[2] :۔ (مسعود عالم ندوی، محمد بن عبدالوہاب ص ۴۲ بحوالہ قلمی نسخہ ۱۲: ۱۳)

[3] :۔ عنوان المجد، ۱: ۱۶۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور وعظ ونصیحت کے حلقے قائم ہو گئے۔ وہ لوگوں کو خود کتاب وسنت کی تعلیم دیتے اور توحیدِ خالص سے روشناس کراتے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا دائرۂ اثر چند ہی روز میں بہت بڑھ گیا اور کثیر تعداد میں لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے۔ ۱۱۵۹ھ میں امیرِ عیینہ عثمان نے بھی حاضر خدمت ہو کر بیعت کی اور اپنے علاقے میں حدودِ شرعیہ کے نفاذ کا عہد کیا۔ باشندگانِ حریملا بھی حلقۂ بیعت میں داخل ہوئے جیسے جیسے دعوت وتبلیغ کا سلسلہ وسیع ہوتا گیا، استفادہ کرنے والوں سے درعیہ کی آبادی بڑھتی گئی، اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ امیرِ جہاد محمد بن سعود تھا۔ اس کو مالِ غنیمت اور زکاۃ وغیرہ کی رقمیں باقاعدہ وصول ہونے لگیں لیکن جو رقم وصول ہوتی وہ شیخ کی خدمت میں پیش کر دیتا اور شیخ اُسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے۔ محمد بن سعود اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کی مسلسل مساعی اور مجاہدانہ تگ وتاز سے بہت جلد نجد کا اچھا خاصا علاقہ فتح ہو گیا ۱۱۷۹ھ (۱۷۶۵ء) میں محمد بن سعود کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹے عبدالعزیز کو امیر مقرر کیا گیا۔ اس کے عہد میں فتوحات کا دائرہ مزید وسیع ہوا، اور ربیع الثانی ۱۱۸۷ھ (جولائی ۱۷۷۳ء) میں ریاض پر بھی مکمل قبضہ کر لیا گیا، جو محلِ وقوع کے لحاظ سے قلبِ نجد میں واقع ہے۔ بعد ازاں رفتہ رفتہ محمد بن عبدالوہاب کے ساتھی پورے نجد پر قابض ہو گئے۔

فتحِ ریاض کے بارے میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اس کے حاکم کا نام دہام بن دواس تھا، یہ شخص انتہائی ظالم اور محمد بن عبدالوہاب کا سخت مخالف اور دشمن تھا۔ اس نے شیخ کی درعیہ میں آمد کے بعد ان لوگوں کو شدید سزائیں دینا شروع کر دی تھیں جو شیخ کی دعوت قبول کر رہے تھے اور اس کے علاقے — ریاض اور منفوحہ — میں اقامت گزیں تھے۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب اور امیر محمد بن سعود کو بھی اس کی بے پناہ زیادتیوں کی اطلاعات پہنچ رہی تھیں۔ جب شیخ نے دیکھا کہ یہ شخص متبعینِ حق پر ظلم وستم میں حد سے بڑھ گیا ہے اور اس نے داعیانِ توحید کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے تو مجبوراً اس کا مقابلہ کرنے اور اس کے خلاف تلوار اٹھانے کا حکم دیا۔ چنانچہ امیر محمد بن سعود اپنے بھائیوں، بیٹوں اور دیگر مجاہدین کے ساتھ میدانِ جہاد میں اُترے اور معاندینِ حق سے معرکہ آرا ہوئے۔ جنگ وجہاد کا یہ سلسلہ ۱۱۵۹ھ سے لے کر ۱۱۸۷ھ تک کم وبیش تیس سال جاری رہا۔ بالآخر عبدالعزیز بن محمد بن سعود نے ۱۱۸۷ھ میں ایسا زوردار حملہ کیا کہ دہام بن دواس شہر چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا، اور ریاض امیر عبدالعزیز کے قبضے میں آگیا۔[1]

دریں اثنا گردونواح کی دوسری طاقتیں بھی میدان میں نکل آئیں اور محمد بن عبدالوہاب اور امیرِ درعیہ محمد بن سعود کے خلاف زبردست محاذ قائم کر لیا۔ اس مخالفت وعداوت اور محاذ آرائی میں دو طاقتوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ایک طاقت مختلف علاقوں کے چھوٹے بڑے امیروں اور حکمرانوں کی تھی، جو محمد بن عبدالوہاب کی روزافزوں کامیابیوں اور ان کے بڑھتے ہوئے سیاسی اثرات سے

---

[1] عنوان المجد، ۱ : ۷۲۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوف زدہ تھے اور اپنی خود مختاری ان کو معرضِ خطر میں نظر آرہی تھی۔ اس گروہ میں ریاض کا امیر دہام بن دواس، احسا کا سلیمان، اور بنو خالد، قطیف کا ابن مغلق اور بصرے کا ابن ثوینی پیش پیش تھے۔ دوسری طاقت ان علمائے سو کی تھی جن کے "فضل و کمال" کی پوری عمارت خلافِ شرع عقائد اور غلط رسوم و عوائد کی بنیادوں پر استوار تھی۔ یہ لوگ علم کے اجارہ دار بنے ہوئے تھے۔ ان میں محمد بن سحیم اور اس کا بیٹا ابراہیم خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں، انہوں نے شیخ کی دعوت کی شدید مخالفت کی اور ان کے متعلق بے حد بہتان طرازی اور الزام تراشی سے کام لیا۔ ان کے خلاف مختلف لوگوں کے نام رسالے لکھ کر بھیجے اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ کی کامیابی کی صورت میں خود ان لوگوں کا ذاتی مفاد خطرے میں تھا۔[۱]

لیکن علما وامرا کی شدید عداوت اور عناد کے باوجود روز بروز دعوتِ توحید پھیلتی اور حق وصداقت کی آواز بلند ہوتی گئی۔ اُس عصر کے جلیل القدر علمائے ربانی میں سے امیر محمد بن اسماعیل یمنی صنعانی (متوفی ۱۱۸۲ھ) متعدد کتابوں کے مصنف اور علوم پر مجتہدانہ نظر رکھتے تھے۔ انہیں شیخ کی دعوت کا پتا چلا تو نہایت خوش ہوئے اور شاندار قصیدہ لکھا جو اہلِ علم میں بہت مقبول ہوا۔ محمد بن اسماعیل یمنی چونکہ اپنے علاقے اور زمانے کی بااثر شخصیت اور صاحبِ فضل و کمال تھے، اس لیے محمد بن عبدالوہاب کو ان کے قصیدے اور تائید سے بڑی تقویت حاصل ہوئی۔[۲]

رفتہ رفتہ حالات اس قدر بدلے کہ محمد بن عبدالوہاب کے بڑے بڑے مخالف بھی ان کی بات ماننے اور ان کی دعوت کو صحیح قرار دینے پر مجبور ہو گئے، جن میں ان کے بھائی سلیمان بن عبدالوہاب بھی شامل ہیں۔

سلیمان اپنے والد عبدالوہاب کی وفات کے بعد حریملا کے منصبِ قضا پر فائز ہوئے۔ ابتدا میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کے سخت مخالف تھے، ان کے رد میں "الصواعق الالٰہیہ فی الرد علی الوہابیہ" کے نام میں ایک رسالہ بھی لکھا۔ لیکن ۱۱۹۰ھ میں بھائی کی دعوتِ حق قبول کر کے حاضرِ خدمت ہوئے۔ شیخ نے ان کی بہت تکریم کی، بڑی عزت سے پیش آئے اور درعیہ میں اپنے پاس ٹھہرایا۔ سلیمان بن عبدالوہاب کے قبولِ حق سے شیخ کی قوت بہت بڑھ گئی اور دعوت کا دائرہ مزید وسیع ہوا۔ منیخ اور زلفی وغیرہ شہروں کے لوگ بھی حلقۂ بیعت میں داخل ہوئے۔[۳]

یہ حسنِ اتفاق ہے کہ جیسے جیسے قبولِ حق کا دائرہ وسیع ہوتا گیا، سیاسی حالات بھی سازگار ہونے گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ محمد بن عبدالوہاب کی ذات ہر لحاظ سے طاقت کا مرکز قرار پا گئی، نجد زیرنگیں آ گیا اور ہر طرف صدائے حق بلند ہونے لگی۔

محمد بن عبدالوہاب نے محمد بن سعود اور اپنے

---

[۱]:۔ احمد عبدالغفور عطار، محمد بن عبدالوہاب ص ۷۱۔

[۲]:۔ تفصیل کے لیے دیکھیے عنوان المجد، ۱: ۶۵-۶۸۔

[۳]:۔ روضۃ الافکار، ۲: ۹۶۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھیوں کو اس وقت جہاد کا حکم دیا تھا، جب نجد کے مختلف علاقوں کے حکمرانوں نے ان کے حق پرست اور موحد ساتھیوں پر قسم قسم کے مظالم ڈھانے شروع کر دیے تھے اور ان کے خلاف ہنگامہ آرائی و الزام تراشی میں حد سے بڑھ گئے تھے۔ جب محمد بن عبدالوہاب اور ان کے ساتھی مجبور ہو کر میدانِ جہاد میں اترے تو اللہ نے ان کو کامیابی سے نوازا، مخالفینِ حق پر فتح عطا فرمائی اور پھر دعوتِ دین کے محاذ اور سیاسی محاذ دونوں پر ان کا پرچم کامرانی لہرانے لگا۔ نجد اور اطرافِ نجد میں نہایت خوش گوار دینی اور سیاسی تبدیلیاں ہوئیں، لوگوں کے اخلاق و عقائد میں غیر معمولی انقلاب پیدا ہوا اور پورا ماحول یکسر بدل گیا۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ محمد بن عبدالوہاب کو خوش قسمتی سے تین ایسے اولوالعزم مجاہد ملے، جنہوں نے ان کی دعوت کو عام کرنے اور ان کے مقاصد کی تکمیل میں پوری جدوجہد کی۔ وہ مجاہد علی الترتیب یہ تھے: محمد بن سعود (متوفی ۱۱۷۹ھ) عبدالعزیز بن محمد بن سعود (۱۲۱۸ھ) اور سعود بن عبدالعزیز (متوفی ۱۲۲۹ھ) ان تینوں نے محمد بن عبدالوہاب کا زمانہ پایا اور ان کی ہدایات کے مطابق کام کیا۔ اس مجاہدانہ تگ و تاز اور دعوتِ دین میں سرگرمی کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کے ساتھ آلِ سعود کا نام بھی وابستہ ہو گیا اور ان کا سلسلۂ فتوحات شیخ کے بعد بھی بدستور بڑھتا گیا، یہاں تک کہ سعود بن عبدالعزیز جب ۸ محرم ۱۲۱۸ھ (۳۰ اپریل ۱۸۰۴ء) کو فاتح کی حیثیت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوا تو وہاں کے باشندوں کی طرف سے کوئی مزاحمت نہیں ہوئی اور سعود نے شرک و منکرات کے سلسلے کے تمام اعلام و عوائد کو ختم کر ڈالا۔[1]

محمد بن عبدالوہاب کی دعوتِ دین کی جدوجہد کو "وہابی تحریک" کے نام سے موسوم اور مشہور کیا گیا۔ محمد بن عبدالوہاب فقہی لحاظ سے حنبلی عالمِ دین تھے لیکن مسائل و فروع میں کتاب و سنت کے پابند تھے اور اپنے مخاطبوں کو بھی اسی کی تبلیغ و تلقین کرتے تھے۔ تاہم ان کے مخالفوں نے ان کو "وہابی" کہنا شروع کر دیا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ لوگوں پر یہ اثر پڑے کہ یہ اسلام سے کوئی الگ دین اور علیحدہ مذہب ہے، جس کی یہ اتباع کرتے ہیں۔ دوسرے اس کے معنی حکومتِ وقت سے بغاوت اور نافرمانی کے ہیں۔ یعنی وہابیت اور بغاوت دونوں کو مترادف قرار دیا گیا۔ گزشتہ دو صدیوں میں اصلاح و تجدید اور ردِّ بدعات کے لیے مسلمان ملکوں میں جو تحریک بھی اٹھی، اتفاق سے اس میں سیاسی رنگ نمایاں تھا، اس لیے انگریزوں اور اہلِ بدعت نے اس کو وہابیت کے نام سے موسوم کیا اور اس کے ڈانڈے نجد کی وہابیت سے ملا دیے۔ مغرب کی سنوسی تحریک مسائلِ فقہ میں نجد کے اصحابِ دعوت و تبلیغ سے بالکل الگ تھی، اسے بھی محمد بن عبدالوہاب کی تحریکِ دعوت کا نتیجہ قرار دیا گیا۔ برصغیر پاک و ہند میں سید احمد شہید اور مولانا اسماعیل شہید کی دعوتِ جہاد اور ردِّ بدعات کو بھی نجد سے وابستہ کر دیا گیا، صرف اس لیے کہ تردید

---

[1]: مسعود عالم ندوی، محمد بن عبدالوہاب ص ۸۳۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرک وبدعت کے ساتھ ساتھ یورپ کی اُن طاقتوں سے جہاد کا داعیہ بھی ان میں موجود تھا، جو اس زمانے میں مختلف اسلامی ملکوں پر قبضہ جمانے کے لیے کوشاں تھیں۔

اس نام میں مخالفوں کی نیت اگرچہ صاف نہیں تھی تاہم اس میں کوئی حرج بھی معلوم نہیں ہوتا۔ اگر اس تحریکِ دعوت وتجدید کی نسبت اس کے بانی کی طرف کی جائے تو اس کا نام چوں کہ محمد تھا، لہٰذا اس کے پیروؤں کو "محمدی" کہنا چاہیے تھا، لیکن اس کی نسبت داعیِ تحریک کے باپ عبدالوہاب کی طرف کی گئی اور اس طرح داعی اور اس کے متبعین کو "وہابی" اور دعوت وتحریک کو "وہابیت" کا نام دیا گیا۔ وہاب چونکہ اللہ کا نام ہے اس لیے اس تحریکِ تجدید اور دعوتِ حقہ کو اگر وہاب یعنی اللہ کی بخشش اور موہبت سے تعبیر کیا جائے تو اس کو وہابی یا وہابیت کے نام سے موسوم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بدعات ومحدثات کے مخالفوں اور متبعین سنتِ رسولؐ پر لفظ وہابی کا اطلاق ہونے لگا۔ اللہ نے جو وہاب ہے، اس صدائے حق کو عام کیا اور پوری دُنیا کے مسلمان اس سے اثر پذیر ہوئے، پھر نجد وحجاز میں جو بدعات ومنکرات پھیل گئی تھیں اور مکے اور مدینے میں جو برائیاں عام ہو گئی تھیں، اللہ کی خاص مہربانی اور موہبت سے اس تحریک کے نتیجے میں رفتہ رفتہ سب کا خاتمہ ہو گیا اور اسلام کا جھنڈا پورے شکوہ سے لہرانے لگا۔

محمد بن عبدالوہاب غیر معمولی شخصیت کے مالک اور بے شمار خصوصیات کے حامل تھے۔ بہت بڑے عالم، عظیم مدبر، بالغ نظر رہنما اور حالات کے تقاضوں سے آگاہ تھے۔ اپنے دور کی سیاسیات کے نشیب وفراز کو خوب سمجھتے تھے۔ انہوں نے جس دعوت کا آغاز کیا، اس کے نتائج وثمرات اپنی زندگی میں دیکھے جو دینی بھی تھے اور دنیوی بھی۔ نجد کا تمام علاقہ ان کے سامنے ان کی رہنمائی میں فتح ہوا۔ امیر نجد اور اس کے خاندان (آل سعود) کے سب لوگ ان کے حکم کی تعمیل کے لیے ہر آن تیار رہتے، اس لیے کہ ان کی ساری عزت وتکریم اور فتوحات وحکمرانی کا اصلی باعث محمد بن عبدالوہاب کی ذات تھی۔ علاقۂ نجد کے باشندے اور مجاہد، ان ہی کو جانتے، ان ہی سے رابطہ رکھتے اور ان پر جان قربان کرتے تھے۔

محمد بن عبدالوہاب اس قدر اثر ورسوخ کے مالک تھے کہ چاہتے تو خود سلطنت پر قبضہ کر لیتے یا اس میں اپنی اولاد کا حصہ رکھتے، مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ نہ خود زمامِ حکومت ہاتھ میں لی، نہ اپنی اولاد واحفاد کے لیے اس کے طالب ہوئے۔ انہوں نے حکومت وسلطنت کی ذمے داریوں سے اپنے آپ کو یکسر الگ رکھا، لیکن اس کے باوجود امیر محمد بن سعود اور اس کے جانشین امیر عبدالعزیز ان کے مشورے اور حکم کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھاتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دونوں خاندان (آل شیخ اور آلِ سعود) خلوص کے ساتھ اپنی اپنی جگہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہیں اور دونوں کے باہمی روابط نہایت مضبوط اور مستحکم ہیں۔ بہت سے دینی نوعیت کے اہم اور بنیادی مناصب پر آل شیخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اہلِ علم فائز ہیں، اور وہ دیانت اور خلوص سے اپنی ذمے داریوں کو نبھا رہے ہیں۔

محمد بن عبدالوہاب کم و بیش ساٹھ سال تک لوگوں کو مستفید کرتے رہے۔ درس و تدریس کا سلسلہ بھی قائم رکھا، جو بہت وسیع تھا۔ بے شمار لوگوں نے ان سے علم حاصل کیا، جن میں ان کے خاندان کے حضرات اور نجد و حجاز کے مختلف علاقوں کے شائقینِ علم شامل ہیں۔ ان کے شاگردوں کی فہرست بہت وسیع ہے۔

محمد بن عبدالوہاب نے مختلف علاقوں کے حکمرانوں اور امیروں کو تبلیغی نوعیت کے مکتوبات اور رسائل بھی لکھے جن کا بے انتہا فائدہ ہوا، بہت سی غلط فہمیاں رفع ہوئیں اور دعوت و تبلیغ کے بارے میں شکوک و شبہات کا خاتمہ ہوا۔ اس کے علاوہ انہوں نے متعدد کتابیں تصنیف کیں، جو دین اور اس کی اشاعت سے متعلق بہترین معلومات پر محیط ہیں۔ ان میں غالباً سب سے پہلی تصنیف (۱) کتاب التوحید ہے جس میں اللہ کی وحدانیت اور دین کے اصولی مسائل کی کتاب و سنت کی روشنی میں وضاحت کی گئی ہے۔ اصحابِ علم نے اس کتاب کو محمد بن عبدالوہاب کی تمام تصنیفات سے زیادہ لائقِ اعتنا گردانا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ بہت عرصہ پیشتر مشہور عالمِ دین مولانا محمد سورتی (متوفی ۷ اگست ۱۹۴۲) نے کیا تھا۔ جو قیامِ پاکستان سے پہلے اور اس کے بعد شائع ہوتا رہا۔ مولانا عطاء اللہ ثاقب (رئیس السنۃ المحمدیہ لاہور) نے بھی اس کا ترجمہ کیا ہے جو چھپ چکا ہے۔

کتاب التوحید کی قبولیتِ عامہ اور اس کے مندرجات کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اب تک اس کی آٹھ شرحیں معرضِ کتابت و اشاعت میں آ چکی ہیں جو یہ ہیں (۱) فتح المجید شرح کتاب التوحید۔ از عبدالرحمٰن بن حسن آل الشیخ۔ یہ ایک ضخیم اور مبسوط شرح ہے۔ اس کا اردو ترجمہ عطاء اللہ ثاقب (رئیس السنۃ المحمدیہ، لاہور) نے کیا، جو ہدایۃ المستفید کے نام سے موسوم ہے اور تین جلدوں میں ہے (۲) قرۃ عیون الموحدین فی تحقیق دعوۃ الانبیاء والمرسلین۔ یہ شرح بھی عبدالرحمٰن بن حسن آل الشیخ کی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے اور عطاء اللہ ثاقب (رئیس السنۃ المحمدیہ، لاہور) نے کیا ہے۔ دو جلدوں میں شائع ہو چکا ہے (۳) تیسیر العزیز الحمید شرح کتاب التوحید۔ یہ شرح محمد بن عبدالوہاب کے پوتے سلیمان بن عبداللہ نے کی ہے۔ (۴) ابطال التندید، از حمد بن علی بن عتیق (۵) الدر از احمد بن حسن نجدی۔ کتاب التوحید کی یہ شرح پہلی مرتبہ ۱۳۱۱ھ میں دہلی سے شائع ہوئی تھی۔ (۶) القول السدید، از عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی۔ (۷) افادۃ المستفید، از عبدالرحمٰن بن حمد بن محمد الجیلی (۸) الجدید فی شرح کتاب التوحید، از محمد بن عبدالعزیز سلیمان القرعاوی۔ کتاب التوحید کی یہ تمام شرحیں کئی مرتبہ بیروت اور ریاض وغیرہ سے چھپ چکی ہیں۔

کتاب التوحید کے علاوہ محمد بن عبدالوہاب کی دیگر تصنیفات یہ ہیں (۲) مختصر زاد المعاد، اردو ترجمہ عطاء اللہ ثاقب (۳) مسائل الجاہلیۃ، اردو ترجمہ از مترجم مذکور (۴) تفسیر کلمۃ التوحید، اردو ترجمہ از مترجم مذکور (۵) معنی الطاغوت ورؤس انواعہ، اردو ترجمہ از مترجم مذکور (۶) احکام الصلوٰۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اردو ترجمہ از مترجم مذکور (۷) نواقض الاسلام، اُردو ترجمہ از مترجم مذکور (۸) کشف الشبہات اردو ترجمہ از مترجم مذکور (۹) فضائل القرآن، اُردو ترجمہ محمود احمد غضنفر (۱۰) اربعہ قواعد من قواعد الدین، اُردو ترجمہ از محمود احمد غضنفر (۱۱) کتاب الکبائر، اُردو ترجمہ از محمود احمد غضنفر۔ آخری تین کتابوں کے اُردو ترجمے مرکز الدعوۃ الاسلامیہ، لاہور کی طرف سے شائع ہوئے (۱۲) الاصول الثلاثۃ وادلتہا (۱۳) تلقین اصول العقیدۃ للعامۃ (۱۴) ثلاث مسائل (۱۵) مختصر سیرۃ الرسول (۱۶) ھذہ مسائل۔ اس میں بعض حضرات کے جواب میں علمی نوعیت کے ۱۳۵ مشکل مسائل کی عقدہ کشائی کی گئی ہے (۱۷) مختصر تفسیر سورۃ الانفال (۱۸) بعض فوائد صلح الحدیبیۃ (۱۹) الاصل الجامع لعبادۃ اللہ وحدہ (۲۰) ستۃ مواضع من السیرۃ (۲۱) فضل الاسلام (۲۲) نصیحۃ المسلمین (۲۳) اصول الایمان (۲۴) تفسیر بعض سورۃ القرآن (۲۵) احادیث فی الفتن والحوادث (۲۶) الرسائل الشخصیۃ، یہ ان اکیاون خطوط و مکتوبات کا مجموعہ ہے، جو محمد بن عبدالوہاب نے مختلف علاقوں اور قبیلوں کے ملوک و امراء کے نام تحریر کیے اور نہایت مؤثر ثابت ہوئے (۲۷) مبحث الاجتہاد والخلاف (۲۸) کتاب الطہارۃ (۲۹) الرد علی الرافضۃ (۳۰) الخطب المنبریہ (۳۱) فتاویٰ و مسائل (۳۲) تفسیر آیات القرآن الکریم (۳۳) القواعد الاربع (۳۴) مفید المستفید فی کفر تارک التوحید (۳۵) ستۃ اصول عظیمۃ مفیدۃ (۳۶) رسالہ فی توحید العبادۃ (۳۷) شروط الصلوٰۃ وارکانہا وواجباتہا (۳۸) احکام تمنی الموت (۳۹) اربع قواعد تدور الاحکام علیہا یہ کتاب مسائل فقہ سے متعلق ہے (۴۰) مختصر الانصاف والشرح الکبیر، یہ کتاب بھی فقہ سے متعلق ہے۔ (۴۱) مجموع الحدیث، یہ کتاب حدیث سے متعلق ہے اور چار جلدوں پر مشتمل ہے۔

محمد بن عبدالوہاب کی یہ تصنیفات الگ الگ بھی چھپ چکی ہیں اور مؤلفات الشیخ الامام محمد بن عبدالوہاب کے نام سے یکجا بھی سولہ ضخیم جلدوں میں، جامعہ محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض کی طرف سے شائع کر دی گئی ہیں۔ ان میں سے بعض کتب و رسائل کا مختلف زبانوں میں ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔

محمد بن عبدالوہاب نے اکیانوے سال کی عمر پا کر شوال یا ذیقعدہ ۱۲۰۶ھ (جون یا جولائی ۱۷۹۲ء) میں وفات پائی۔

ماخذ: (۱) حسین بن غنام جلد اوّل و ثانی۔ ناشر عبدالمحسن بن عثمان ابابطین صاحب المکتبۃ الاھلیہ، الریاض نجد۔ طابع شرکۃ مکتبہ و مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی واولاد۔ مصر ۱۳۶۸ھ — ۱۹۴۹ء[1]

(۲) عثمان بن بشر النجدی الحنبلی۔ مطابع القصیم ریاض[2] جلد اوّل طبع ثالث ۱۳۸۵ھ جلد ثانی طبع ثالث ۱۳۸۸ھ[3]

(۳) احمد بن حجر بن محمد آل ابوطامی آل بن علی مقدمہ و تصحیح عبدالعزیز بن باز۔ طبع ثانی مکہ مکرمہ ۱۳۹۵ھ۔

---

[1]: تاریخ نجد المسمّٰی روضۃ الافکار والافہام لمرتاد حال الامام وتعداد غزوات ذوی الاسلام۔

[2]: عنوان المجد فی تاریخ نجد۔

[3]: الشیخ محمد عبدالوہاب۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

④ احمد عبدالغفور عطار[1] طبع ثانی، بیروت، ۱۳۹۲ھ ۱۹۷۲ء ⑤ الاستاد مسعود عالم الندوی[2] عربی ترجمہ و تعلیق، عبدالعلیم عبدالعظیم البستوی۔ المقدم الدکتور محمد تقی الدین الہلالی۔ طبع اوّل، ۱۳۹۷ھ — ۱۹۷۷ء۔ ⑥ صدیق حسن خاں نواب[3] بتصحیح و تعلیق عبدالحکیم شرف ناشر: شرف الدین الکتبی واولادہ، بمبئی الہند۔ طبع ثانی ۱۳۸۳ھ / ۱۹۶۳ء۔ ⑦ عبدالرحمٰن بن حسن الجبرتی المصری طبع مصر، ۱۲۹۷[4] ⑧ محمد حامد الفقی طبع مصر[5] ⑨ محمود شکری الالوسی طبع قاہرہ۔ ۱۳۴۳ھ[6] ⑩ منیر العجلانی[7] ⑪ نواب صدیق حسن خاں[8] مطبع نظامی، کان پور ۱۲۸۸ھ ⑫ مسعود عالم ندوی[9]، ناشر: مکتبہ چراغ راہ، کراچی طبع چہارم۔ ۱۳۷۰ھ ⑬ سید سلیمان ندوی، مضمون "سلاطین نجد کا مذہب"[10] اعظم گڑھ۔ نومبر ۱۹۲۴ء۔

محمد اسحاق بھٹی

ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ۔ لاہور

---

[1] :- محمد بن عبدالوہاب۔ [2] :- محمد بن عبدالوہاب مصلح مظلوم و مفتری علیہ۔ [3] :- التاج المکلل من جواہر ماثر الطراز الآخر والاوّل۔ [4] :- عجائب الآثار فی التراجم و الاخبار۔ [5] :- اثر الدعوۃ فی جزیرۃ العرب۔ [6] :- تاریخ نجد۔ [7] :- تاریخ البلاد العربیۃ السعودیۃ [8] :- اتحاف النبلاء۔ [9] :- محمد بن عبدالوہاب۔ [10] :- معارف۔

پیچیدہ۔ مزمن امراض کے موثر علاج کیلئے تشریف لائیں۔

غازی ہیلتھ کلینک

بند روڈ۔ چوک یتیم خانہ لاہور

معروف معالج

① ڈاکٹر محمد اسلم غازی

② ڈاکٹر محمد سلیم غازی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند علمائے نجد

محمد اسحاق بھٹی

مملکتِ سعودیہ میں نجد کا علاقہ علم و عمل کے اعتبار سے بڑا پر ثروت اور ممتاز علاقہ ہے۔ اس میں بے شمار علماء و فضلاء اور محدثین و فقہاء پیدا ہوئے، جنہوں نے اپنے عہد کے میدانِ عمل میں بڑی شہرت پائی اور نہایت صاف ستھری اور پاکیزہ زندگی بسر کی۔ یہ اصحابِ کمال اور اربابِ فضل وہاں کے مختلف قبائل و شعوب سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہاں ان عمدہ حال حضرات میں سے چند بزرگوں کے حالات اختصار کے ساتھ بیان کیے جاتے ہیں۔

شیخ صالح سالم آل بنیان

تقویٰ و تدین کے اس پیکرِ حسین اور اخلاقِ حسنہ کے مالک اس عالی مرتبت عالم کی ولادت ۱۲۵۶ھ کو شہر "حائل" میں ہوئی جو مملکت عربیہ سعودیہ کے شمالی حصے میں واقع ہے۔ اس زمانے میں آلِ رشید کی حکومت تھی۔

شیخ صالح سالم نے اسی شہر میں نشوونما پائی۔ اور وہیں کے اساتذہ سے ابتدائی کتابیں پڑھیں، پھر عمر کی کچھ منزلیں طے کیں تو وہاں کے مشاہیر علماء و مشائخ کی خدمت میں حاضری دی جن میں شیخ عبدالعزیز بن صالح المرشدی اور شیخ عوض بن محمد المحی کے اسمائے گرامی خاص طور سے لائقِ تذکرہ ہیں۔ ان حضرات سے انہوں نے بہت استفادہ کیا اور مختلف فنون کی کتابیں پڑھیں۔

اس کے بعد حائل میں آلِ شیخ یعنی خاندانِ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کے مشہور عالم علامہ شیخ عبداللہ بن عبداللطیف تشریف لائے۔ یہ اس علاقے اور عہد کے بڑے صاحبِ علم و فضل بزرگ تھے۔ یہ ۱۳۱۳ھ کی بات ہے اور اس زمانے میں نجد کے حاکم امیر محمد بن رشید تھے، انہی کی درخواست پر شیخ عبداللہ عازمِ حائل ہوئے تھے۔

شیخ عبداللہ نے وہاں آتے ہی مسندِ تدریس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آراستہ کی اور جو لوگ ان کے حلقۂ تلامذہ میں شریک ہوئے ان میں شیخ صالح سالم کا نام نامی بھی شامل ہے۔ انہوں نے شیخ عبداللہ سے خوب استفادہ کیا اور اس وقت جو علوم و فنون اس نواح میں پڑھائے جاتے تھے، سب کا بہ غور و تعمق سے حاصل کیے، یہاں تک کہ ان کا شمار حائل اور اس کے قرب و جوار میں سلفیہ کے جلیل القدر علماء میں ہونے لگا۔ وہ اس علاقے میں سلفی عقیدے کی تبلیغ و اشاعت اور اس کے حفظ و دفاع کے سلسلے میں نہایت مشہور و ممتاز تھے۔

اس کے بعد حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ ان کے آبائی شہر "حائل" میں ان کے مخالفین کا ایک گروہ پیدا ہو گیا اور مخالفت کی تہہ میں اصل بات عقیدۂ سلفیہ میں ان کا بے پناہ رسوخ تھا، اس میں یہ اس درجے متشدد تھے کہ اس کے کسی حصے سے کسی صورت میں لچک اور نرمی کے قائل نہ تھے اس مسئلے نے اتنی شدت اختیار کر لی کہ معاملہ نہایت خطرناک حدود میں داخل ہو گیا۔ اس وقت حائل کے امیر عبدالعزیز بن متعب بن رشید تھے، انہوں نے اس مشکل ترین معاملے کو ختم کرنے کی یہ صورت پیدا کی کہ شیخ صالح سالم کو حائل سے "تیما" بھیج دیا۔

شیخ صالح سالم کی بنیادی مقصد تو عقیدۂ صحیحہ کی ترویج و اشاعت تھا، چنانچہ انہوں نے اس کے لیے تیما کا عزم کیا اور اس شہر کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ اسی وعظ و نصیحت، رشد و ہدایت اور درس و تدریس کا سلسلہ تیما میں شروع کر دیا گیا جو اس سے قبل حائل میں جاری تھا۔ اس سے لوگ نہایت مستفید ہوئے اور ان کا ایک ایسا حلقہ قائم ہو گیا جو دین کی نشر و اشاعت کے لیے ہر آن آمادہ و تیار رہتا تھا۔

شیخ موصوف کے اسلوبِ تبلیغ سے لوگوں کی تاثر پذیری کو دیکھ کر اس نواح کے امیر عبدالعزیز بن رشید نے کہا تھا:

لو ارسلته إلى الشيطان لأسلم

کہ میں اگر اس شخص کو شیطان کے پاس بھی تبلیغ کے لیے بھیج دوں تو وہ اس کی باتوں سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لے۔

بعد ازاں وہ واپس اپنے شہر "حائل" آ گئے تھے اور وہاں حسبِ سابق دعوتِ دین اور تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ پھر جب آلِ عبید بن رشید کے حاکم سعود بن حمود نے حائل کی زمامِ امارت ہاتھ میں لی تو ۱۳۲۶ھ میں انہوں نے شیخ ممدوح کو حائل کا قاضی مقرر کر دیا تھا۔ عہدۂ قضا قبول کرتے وقت انہوں نے امیر سے دو امور پر عمل پیرا رہنے کا اختیار حاصل کیا تھا۔ ایک یہ کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں آزاد ہوں گے، اس باب میں نہ ان پر کوئی پابندی عائد کی جائے گی اور نہ اس راہ میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کی جائے گی۔ دوسرے یہ کہ وہ تمام فیصلے شرعی احکام کے مطابق کریں گے، عرب قبائل میں فیصلوں کے سلسلے میں جو دستور چلا آ رہا ہے، وہ اس کو قابلِ عمل نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرار دیں گے، نہ اس ضمن میں عرب قبائل کے سرداروں کی عادات و اطوار لائقِ اعتنا گردانیں گے۔

ان کی یہ دونوں شرطیں تسلیم کی گئیں اور وہ عمر بھر اس منصبِ جلیلہ پر فائز رہے۔ ان کے عہدِ قضا میں حائل کی مسندِ امارت پر یکے بعد دیگرے چار امیر متمکن ہوئے اور وہ چاروں ان کے دیانت دارانہ طرزِ عمل کی وجہ سے ان پر انتہائی خوش تھے، ان میں پہلے امیر سعود بن حمود تھے، جن کے دورِ امارت میں وہ قاضی مقرر ہوئے، دوسرے سعود کے بھائی سلطان بن حمود تھے، تیسرے سبہان اور چوتھے زامل تھے جو آلِ سبہان سے تعلق رکھتے تھے۔

شیخ صالح سالم بہت بڑے عالم و مبلغ، مقرر و مدرس، عادل و منصف اور نہایت عمدہ خصال اور بلند مرتبہ شخص تھے۔ ان کے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع تھا جس میں برصغیر پاک و ہند کے بعض اہلِ علم بھی شامل تھے۔ ان تلامذہ میں سے مندرجہ ذیل حضرات کے اسمائے گرامی لائقِ تذکرہ ہیں۔

۱۔ شیخ حمود بن حسین الشغدلی۔
۲۔ شیخ صالح بن سلیمان الملق۔
۳۔ شیخ محمد بن حمید الصریری۔
۴۔ شیخ محمد بن عبدالعزیز ہندی۔
۵۔ شیخ ناصر بن محمد الدرسونی۔
۶۔ شیخ علی بن عبدالعزیز الاحمد۔
۷۔ شیخ امیر طلال بن نائف بن طلال آل رشید۔
۸۔ شیخ ناصر بن سعد الهویدی۔
۹۔ شیخ عثمان بن عبدالکریم آل عبیدی۔
۱۰۔ شیخ خلف بن عبداللہ آل خلف۔
۱۱۔ شیخ سالم بن صالح (یہ صالح ممدوح کے صاحبزادے ہیں)

شیخ صالح بن سالم نے ۱۸ صفر ۱۳۳۰ھ کو اپنے شہر حائل میں وفات پائی۔

شیخ صالح کے تین بیٹے تھے ایک کا نام سالم، دوسرے کا نام علی اور تیسرے کا نام عبدالکریم تھا یہ تینوں اللہ کے فضل سے اپنے دور کے عالم و فاضل، مفتی و خطیب اور عالی کردار بزرگ تھے۔

شیخ صالح بن عبدالعزیز آل شیخ

شیخ صالح کا نسبی تعلق آلِ شیخ سے ہے اور چوتھی پشت سے ان کا سلسلۂ نسب شیخ محمد بن عبدالوہاب سے ملتا ہے اور وہ اس طرح کہ صالح بن عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بن حسین بن شیخ محمد بن عبدالوہاب!

شیخ صالح کے جدِ امجد شیخ عبدالرحمٰن تھے جو امیر ترکی کے عہد میں منصبِ قضا پر فائز تھے، پھر امیر ترکی کے بیٹے امیر فیصل کے دور میں بھی وہ اس منصب پر متمکن رہے۔

صالح کی ولادت "سلمیہ" میں ہوئی اور طفولیت کا زمانہ اسی شہر میں گزرا۔ اس سے کچھ عرصہ بعد ان کے والد شیخ عبدالعزیز وفات پا گئے تو ان کی والدہ سلمیہ سے ریاض چلی گئیں، ان کے بہت سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعزہ و اقارب اور ننھیال کے بعض سرکردہ لوگ وہیں آباد تھے، ریاض میں ان کے چچازاد شیخ حسن بن حسین بھی اقامت گزیں تھے، انہوں نے صالح کو اپنی کفالت میں لے لیا اور ان کی والدہ سے نکاح کر لیا۔ اب یہ اپنے چچا اور والدہ کے گھر میں نہایت آرام و سکون میں رہ رہے تھے۔ وہیں انہوں نے حصولِ علم کا آغاز کیا اور لکھنے پڑھنے کو اپنا اصل مشغلہ قرار دیا۔ قرآنِ مجید حفظ کیا اور بعض دیگر درسی کتابیں پڑھیں۔ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی متعدد چھوٹی بڑی کتابیں باقاعدہ سبقاً سبقاً پڑھیں اور ان کے مضامین و مندرجات کو اچھی طرح سمجھا، علاوہ ازیں دیگر مصنفین کی کتابیں جو مختلف علوم و فنون پر مشتمل ہیں کامل غور سے پڑھنے کا موقع ملا۔

پھر جب عالم جوانی کو پہنچے تو تجارت کی طرف متوجہ ہوئے، لیکن تحصیلِ علم کا جذبہ بدستور قائم رہا اور عقیدہ و عمل میں رسوخ و پختگی کی دولت سے ذہن و فکر کی گہرائیاں ہمیشہ مالامال رہیں، اس میں کسی آن لچک اور نرمی پیدا نہیں ہوئی۔

اس اثنا میں انہوں نے اس دور کے ممتاز اصحاب علم شیخ عبداللہ بن عبداللطیف، شیخ عبداللہ خرجی، شیخ محمد بن فارسی اور شیخ محمد بن محمود سے تحصیلِ علم کا سلسلہ جاری رکھا اور جلد ہی تفسیر حدیث، فقہ، اصول اور دیگر علوم میں مہارت پیدا کر لی۔

۱۳۲۷ھ میں حالات نے ایک خوش گوار کروٹ لی اور انہیں سلطان عبدالعزیز (ابن سعود) نے ریاض شہر کا قاضی مقرر کر دیا۔ یہ بہت بڑا اعزاز تھا جو والی مملکتِ سعودی عرب کی طرف سے انہیں عطا کیا گیا، انہوں نے دیانت و عفت اور حسن و خوبی سے معدلت گستری کے تقاضے پورے کیے اور عدل و انصاف کی پاکیزہ قدروں کا بے حد احترام کیا۔

۱۳۵۲ھ میں جب کہ وہ مسندِ قضا پر متمکن تھے دردِ سر اور آشوبِ چشم کی بیماری میں مبتلا ہو گئے، اور یہ بیماری روز بروز شدید سے شدید ہوتی گئی۔ بالآخر انہوں نے منصبِ قضا سے استعفا دے دیا اور ۱۳۵۴ھ میں علاج کے لیے مصر تشریف لے گئے، کچھ عرصہ وہاں کے ماہر اور تجربہ کار معالجوں کے زیرِ علاج رہے، لیکن افاقہ نہیں ہوا، جس طرح مرض کی حالت میں گئے تھے، اسی طرح واپس آ گئے۔

اس عالمِ اجل نے ۱۳۷۲ھ کو وفات پائی

شیخ عبدالرحمٰن بن عبداللہ آلِ شیخ

شیخ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب

شیخ عبدالرحمٰن جو علاقہ نجد اور آلِ شیخ کے جید عالم تھے، شیخ محمد بن عبدالوہاب کے پوتے تھے، یہ ۱۲۱۹ھ کو درعیہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پلے بڑھے ابتدائی علوم کی تحصیل بھی وہیں کی۔ جب ابراہیم پاشا کے ہاتھوں سقوطِ درعیہ کا واقعہ پیش آیا اسوقت ان کی عمر چھبیس برس تھی۔ اسی زمانے میں یہ اپنے والد کے ساتھ مصر گئے اور قاہرہ میں سکونت اختیار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی۔ وہاں جاکر جامعہ ازہر میں داخلہ لیا اور طلب علم میں مشغول ہو گئے۔ جامعہ ازہر میں اساتذہ کے بڑے بڑے حلقے قائم تھے اور ہر حلقے میں مختلف مقامات کے طلبا شامل تھے۔ شیخ عبدالرحمٰن نے وہاں کے ماحول کو بے حد غنیمت جانا اور بڑی محنت، لگن اور دلجمعی سے تحصیلِ علم کی، حتّٰی کہ اس دور کے کبارِ علماء میں ان کا شمار ہونے لگا۔

ان کے گھر (قاہرہ) میں خود ان کے والد (عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب) اور چچازاد (شیخ عبدالرحمٰن بن حسن) کا سلسلۂ درس جاری تھا، ان دونوں بزرگوں سے یہ گھر میں بھی استفادہ کرتے تھے، عقائد اور توحید کے بارے میں ان کے حدودِ مطالعہ بہت وسیع تھے، اس فن کے تمام معلومات اپنے والد گرامی قدر اور ابن عم سے حاصل کیے، علومِ تفسیر وحدیث، اصول، فقہ اور لغت وغیرہ کے علوم جامعہ ازہر کے اساتذہ سے پڑھے۔

ایک دور میں جامعہ ازہر کے نصاب سے حنبلی فقہ اور مذہب حنابلہ سے متعلق علوم کو خارج کر دیا گیا تھا۔ پھر ایسا دور آیا کہ شیخ عبدالرحمٰن بن عبداللہ جب جامعہ ازہر سے فارغ ہوئے تو وہاں کے اربابِ انتظام نے ان کو جامعہ ازہر میں اُستاد مقرر کر لیا اور پھر دنیائے اسلام کی اس عظیم درس گاہ میں انہوں نے فقہ حنبلی کا دوبارہ اجرا کیا۔ کہا جاتا ہے کہ جہاں وہ فقہ حنبلی پر عمیق نگاہ رکھتے تھے وہاں دیگر علوم وفنون میں بھی انہیں مہارتِ تامہ حاصل تھی اور وہ بڑے اعتماد اور شوق سے درس دیتے تھے۔ طلباء ان کے طریق تدریس سے بہت متاثر تھے۔ پھر ایک بڑی خوبی ان میں یہ بھی کہ صلاح وتقویٰ اور زہد وعبادت میں بہت نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔

جامعہ ازہر کے حلقہ ہائے دروس کو ہمیشہ بڑی اہمیت حاصل رہی ہے اور وہاں کے اساتذہ وطلباء کو لوگوں نے ہر دور میں لائق احترام گردانا ہے، لیکن شیخ عبدالرحمٰن کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ ان کو اپنے عہد میں سب سے زیادہ اکرام وتکریم کی نظر سے دیکھا گیا۔ کثرتِ معلومات، صالحیت، تدین اور افادہ و استفادہ کے اعتبار سے ان کا درجہ بڑا بلند تھا۔ خلق کثیر نے ان سے اخذ علم کیا اور بے شمار تلامذہ کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کا اعزاز حاصل ہوا۔

ان کی اولاد میں سے تین بزرگوں احمد، عبداللہ، اور محمد نے بڑی شہرت پائی اور علوم وفنون کے مختلف میدانوں میں ان حضرات نے خوب تگ وتاز کی۔ پھر آگے چل کر ان تینوں کی اولاد نے بھی اپنے اپنے انداز میں بے حد خدمات سرانجام دیں۔ ان میں سے بعض حضرات نے مستقل طور سے مصر میں سکونت اختیار کر لی تھی اور اپنے ذوق وطبیعت کے مطابق وہاں علمی وتصنیفی کاموں میں مشغول ہو گئے تھے، بعض حضرات نے حالات سازگار ہونے کے بعد ریاض میں آکر تحریر ونگارش یا درس وتدریس کے سلسلے شروع کر دیے تھے۔

شیخ عبدالرحمٰن بن عبداللہ نے ۱۲۷۴ھ کو قاہرہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں وفات پائی ۔

شیخ عبدالعزیز بن محمد آل شیخ

آلِ شیخ کے اس عالمِ نبیل عبدالعزیز کا سلسلۂ نسب صرف دو واسطوں سے شیخ محمد بن عبدالوہاب تک پہنچتا ہے۔ شیخ عبدالعزیز بن محمد بن علی بن شیخ محمد بن عبدالوہاب ۔

شیخ عبدالعزیز نے اپنے عہد کے مشاہیر وکبار علمائے نجد و حجاز سے حصولِ علم کیا ۔ جن میں شیخ علامہ عبدالرحمٰن بن حسن اور شیخ عبداللطیف بن عبدالرحمٰن کے اسمائے گرامی خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں ۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد آلِ شیخ کے اس جلیدعالم دین کو اللہ نے بڑی شہرت سے نوازا اور عوام وخواص میں انہوں نے بڑی عزت پائی ۔

امیر محمد بن رشید جب نجد کی مسندِ امارت پر فائز ہوئے تو ان کو سدیر اور مجمعہ کا قاضی مقرر کیا گیا ۔ بعد ازاں ریاض شہر کا منصب قضا ان کے سپرد ہوا ۔ یہ بہت بڑا اعزاز تھا جس کا انہیں مستحق گردانا گیا ۔

درس وافادہ میں بھی انہوں نے بڑی شہرت پائی اور بہت سے لوگوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کیا ۔

اس ہمہ اوصاف موصوف عالمِ نجد نے ۱۳۱۹ھ کو ریاض میں داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے پیچھے بہت سی اولاد واحفاد چھوڑی ، جن میں سے بعض حضرات نے فضیلتِ علمی میں بڑا نام پایا ۔

انگلش زبان میں
اسلامی لٹریچر
کا عظیم ادارہ
قاضی پبلیکیشنز
ذوالقرنین چیمبرز گنپت روڈ لاہور
اعلیٰ، عمدہ اور
دیدہ زیب کتابوں کے
انتخاب کے لیے تشریف
لائیے۔
پروپرائیٹر
پروفیسر محمد اکرام صدیقی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفتی اعظم سعودیہ فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز حفظہ اللہ سے ایک ملاقات

محمد صلاح الدین مدیر ہفت روزہ تکبیر

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز سعودی عرب کی ممتاز ترین شخصیت ہیں جنہیں حکمران خاندان اور عوام میں یکساں قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے وہ رئیس القضاۃ اور مفتی اعظم کے جلیل القدر منصب پر فائز ہیں اور اس وقت ادارات البحوث العلمیہ والافتاء والارشاد والدعوۃ ریاض کے سربراہ ہیں، انہیں اپنی بلند پایہ علمی حیثیت سے زیادہ اپنے زہد و تقویٰ، سادگی و درویشی، منکسر المزاجی، مہمان نوازی اور مومنانہ طرز زندگی کی بنا پر شہرت و مقبولیت حاصل ہے۔

گزشتہ دنوں سعودی عرب جانا ہوا تو ریاض میں شیخ بن باز سے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا ان سے ملنا اور گفتگو کرنا جہاں ایک بڑی سعادت ہے وہاں انتہائی صبر آزما کام بھی ہے۔ ان کا دفتر عموماً ہر خاص و عام کے لیے کھلا رہتا ہے۔ وہ دنیا بھر سے آئے ہوئے ممتاز علماء، سیاسی رہنماؤں، دینی و تبلیغی اداروں اور اسلامی تحریکات سے وابستہ افراد اور وفود کے ہجوم میں گھرے رہتے ہیں اور دوسری طرف ٹیلی فون کالوں کا تانتا بندھا رہتا ہے وہ ٹیلیفون پر ہی افتاء اور دینی مسائل میں رہنمائی کا کام بھی انجام دیتے ہیں، ان ٹیلیفون کالوں کے درمیان بمشکل چند منٹ کا کوئی مختصر سا وقفہ کسی کو ان سے ہمکلام ہونے کا موقع مہیا کر دیتا ہے۔

میری ملاقات اگرچہ طے شدہ پروگرام کے تحت تھی شیخ بن باز کے معاون ڈاکٹر لقمان سلفی صاحب میری مدد کے لیے وہاں موجود تھے لیکن سعودی عرب کے کچھ ممتاز علماء اور رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر عبداللہ نصیف کی اچانک آمد کے باعث مجھے اپنی باری کے لیے طویل انتظار کے مراحل سے گزرنا پڑا، نماز ظہر کے لیے وقفہ ہوا تو مجھے شیخ بن باز سے ملاقات کا موقع مل گیا۔

میرا تعارف مدینہ منورہ میں جنوری ۱۹۷۷ء میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان سے ہونے والی پہلی ملاقات اور جسارت کیلئے کیے گئے انٹرویو کے حوالے سے ہوا اور کچھ ذکر تکبیر اور سفرِ افغانستان کا بھی ہوا، میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ شیخ بن باز کے حافظہ میں میری پہلی ملاقات پوری طرح محفوظ تھی۔ ان کی قوتِ حافظہ کے بارے میں جو کچھ سُنا تھا اس کی تصدیق ہو گئی۔ شیخ نے اپنے مخصوص روایتی انداز میں مزاج پرسی کی، دعائیں دیں، ملاقات میں تاخیر پر معذرت کی اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر ممکن ہو تو اگلے روز حاضر ہوں مجھے خیال آیا کہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر کیوں نہ انٹرویو کر لیا جائے شیخ بن باز عموماً انٹرویو دینے سے گریز کرتے ہیں لیکن انہوں نے میری درخواست قبول کر لی اور وقت بھی طے پا گیا۔ اگلے دن پھر وہی صورت پیش آئی ملاقاتیوں کے ہجوم اور ٹیلی فون کالوں نے دم نہ لینے دیا۔ شیخ بن باز نے خواہش ظاہر کی کہ میں ایک دن اور ٹھہر جاؤں اور ان کے گھر آکر کھانا بھی کھاؤں اور انٹرویو بھی مکمل کروں، میری مجبوری یہ تھی کہ اسی شام جدہ روانہ ہونا تھا، اور وہاں کی مصروفیات منسوخ کرنا ممکن نہ تھا۔ شیخ سے اپنی مجبوری بیان کی تو انہوں نے متبادل صورت یہ تجویز کی کہ میں اپنے سوالات تحریری صورت میں چھوڑ جاؤں، وہ ان کا جواب مجھے روانہ کر دیں گے۔ محترم ڈاکٹر لقمان سلفی صاحب نے اس سلسلہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی ذمہ داری قبول کی، ان کی وجہ اور خصوصی دلچسپی سے انٹرویو کا عربی متن ہمیں گزشتہ ماہ موصول ہوا، جناب

پروفیسر طیب شاہین لودھی صاحب نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا۔ ان کے اور ڈاکٹر لقمان صاحب کے شکریہ کے ساتھ یہ انٹرویو قارئین دعوۃ الحق کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

س:۔ اُمتِ اسلامیہ کو اختلاف، علیحدگی پسندی اور فرقہ بندی سے بچانے کے لیے آپ کون سا طریق کار مناسب سمجھتے ہیں، نیز اُمتِ مسلمہ کو از سرِ نو کیسے متحد کیا جا سکتا ہے؟

ج:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والحمد للہ وصلی اللہ وسلم علی رسول اللہ محمد وآلہ واصحابہ وبعد:

اس سلسلے میں میری تجویز یہ ہے کہ تمام اقوام کو اللہ تعالیٰ کی توحید اخلاص اور شریعت پر عمل کرنے کی دعوت دی جائے نیز یہ کہ وہ خلاف شریعت امور سے اجتناب کریں، یہی وہ نقطہ ہے جس کی بنیاد پر اُمتِ مسلمہ حق پر جمع ہو سکتی ہے۔ اس سے مختلف فرقوں کے درمیان حائل تعصب اور اختلاف کی دیواریں ہٹ سکتی ہیں، مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس بات کی دعوت دی جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین پر عمل پیرا ہوں۔ اس کی شریعت کی حفاظت کریں اور نیکی و تقویٰ کے کاموں میں باہم تعاون کریں۔ اس سے ان کی صفوں میں اتحاد پیدا ہو سکتا ہے اور وہ جسدِ واحد کی مانند متحد ہو سکتے ہیں اور وہ اپنے دشمنوں کے مقابلے میں مضبوط دیوار کی طرح متحد لشکر بن سکتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر شخص اپنے مسلک اور اپنے امام کی آراء سے چمٹا رہے گا اور سلف صالحین کی مخالفت کرے گا، تو یہ اختلافات کا راستہ اور افتراق کا موجب ہے۔ بنابریں تمام مسلمان اہل علم، مبلغین اور اصحاب اقتدار کی ذمہ داری ہے کہ وہ تمام بنی نوع انسان کو حق کی دعوت دینے اور اس پر قائم رہنے کے لیے ایک دوسرے سے تعاون کریں۔ سب کا مقصد صرف یہ ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہو، سب کتاب وسنت کی پیروی پر متحد ہوں اور قرآن وسنت کی مخالفت سے اجتناب کریں، مسلمانوں میں یکجہتی پیدا کر کے ان کو متحد کرنے اور دشمنوں پر فتح حاصل کرنے کا بس یہی ایک راستہ ہے۔

س:۔ اسلامی ممالک کے غیر مسلم شہریوں سے اسلامی تہذیب و تمدن اور اسلامی اخلاق کو جو خطرات درپیش ہیں آپ کی رائے میں ان سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟

ج:۔ اس کا راستہ صرف یہ ہے کہ غیر مسلموں کو نیکی اور ہدایت کی طرف دعوت دی جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین حق کی خوبیاں ان کے سامنے اس اسلوب سے پیش کی جائیں کہ وہ اسے سمجھ سکیں، ان کے سامنے اسلام کے محاسن بیان کیے جائیں ممکن ہے کہ وہ اس طرح اللہ کے دین میں داخل ہو جائیں اور ہو سکتا ہے کہ وہ شرک اور ظلم وجہالت کی تاریکیوں سے نکل کر توحید، ایمان اور عدالت اسلام کی روشنی میں آجائیں۔

اسلامی معاشرے میں رہنے والے کفار کے شر سے نجات پانے کا یہ محفوظ ترین طریقہ ہے کہ انہیں اللہ کی طرف بلایا جائے اچھے انداز سے انہیں اسلام سے روشناس کرایا جائے ان کے سامنے اسلام کے محاسن واضح کیے جائیں، ان کے ساتھ انصاف کیا جائے ان کے سلسلے میں مسلمانوں پر جو حقوق عائد ہوتے ہیں ان کو پورا کیا جائے، تب ممکن ہے کہ وہ حق کو قبول کریں اور باطل کو چھوڑ کر دین حق، ہدایت اور سعادت کی راہ پر گامزن ہوں۔

یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ مسلمان ایسا کرنے کی طاقت رکھتے ہوں۔ اگر مسلمان ایسا کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں تو ان کا فرض ہے کہ وہ تقویٰ اختیار کریں اور راہ راست پر گامزن رہیں اپنے دشمنوں کے شر سے بچنے کی کوشش کریں غیر مسلموں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کی کوشش جاری رکھیں ان سے میل جول، بھائی چارہ انس اور محبت رکھنے اور ان کے احوال کی مشابہت اختیار کرنے سے اجتناب کریں۔ تاکہ مسلمان ان کے دجل وفریب سے محفوظ رہیں اور کفار ان کو اپنے باطل ہتھکنڈوں کے ذریعے دھوکہ نہ دے سکیں۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ۔

یہ طریق کار جزیرۃ العرب کے علاوہ دیگر اسلامی ممالک کے لیے ہے۔ رہا جزیرۃ العرب تو اس میں غیر مسلموں کو داخل نہ ہونے دیا جائے اور انہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جزیرۃ العرب میں نہ رہنے دیا جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہاں نہیں رہنے دیا تھا۔ آپؐ نے حکم دیا تھا کہ جزیرۃ العرب میں صرف اسلام باقی رہے گا یہاں دو دین اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ آپؐ نے تمام جزیرۃ العرب سے یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر غیر مسلموں کو نکال باہر کرنے کا حکم دیا تھا، غیر مسلم کسی ضرورت کے تحت تو جزیرۃ العرب میں آسکتے ہیں مگر اس ضرورت کے پورا ہوتے ہی ان پر لازم ہے کہ وہ یہاں سے چلے جائیں جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غیر مسلم تاجروں کو حکم دے رکھا تھا، کہ وہ محدود مدت کے لیے جزیرۃ العرب میں آئیں پھر اپنے ممالک کو واپس چلے جائیں اور جیسا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو خیبر میں کام کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ کیونکہ اس وقت ان کی ضرورت تھی اور جب ان کی ضرورت باقی نہ رہی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کو جلا وطن کر دیا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جزیرۃ العرب میں دو دینوں کے موجود ہونے کا کوئی جواز نہیں کیونکہ جزیرۃ العرب اسلام کا مولد اور سرچشمہ ہے لہٰذا اس میں مشرکین محض کسی وقتی ضرورت کے تحت حکومت کی اجازت سے ٹھہر سکتے ہیں جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غیر مسلم تاجروں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ خیبر کے بارے میں طریق کار اختیار کیا تھا اور جب مسلمان ان کے محتاج نہ رہے تو حضرت عمرؓ نے ان کو جلا وطن کر دیا۔

جزیرۃ العرب کے باشندوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اس بارے میں حکام کے ساتھ پورا تعاون کریں وہ حکام کے ساتھ مل کر کوشش کریں کہ جزیرۃ العرب میں مشرکین نہ آئیں وہ ان کے ساتھ اس قسم کا کوئی معاہدہ نہ کریں اور نہ انہیں کسی قسم کے کام پر لگائیں بلکہ مسلمان کارکنوں کو کام کرنے دیں اسی میں ان کے لیے کفائت ہے نیز مسلمانوں میں سے بھی ایسے لوگوں کا انتخاب کریں جو اعلیٰ اخلاق و کردار کے مالک ہوں، کیونکہ بعض مسلمان بس نام کے مسلمان ہوتے ہیں وہ حقیقی مسلمان نہیں ہوتے ہیں، کارکن درآمد کرنے والے حضرات کو چاہیئے کہ وہ دیکھ بھال کر پاکباز اور نیک طینت مسلمانوں کو ملک میں لائیں۔ واللہ المستعان۔

س:۔ حرمین شریفین میں حاضری دینے والے مسلمانوں کو یہ دیکھ کر سخت صدمہ پہنچتا ہے کہ اس دیار پاک (سعودی عرب) میں غیر مسلموں کا ایک ریلا ہے جو مسلسل بڑھتا ہی جا رہا ہے وہ مسلمانوں کا مال و دولت سمیٹ رہے ہیں کیا آپ نے حکومت کو ان خطرات سے آگاہ کیا ہے؟

ج:۔ جی ہاں! مسلمانوں کو ان مشرکین سے جو خطرات لاحق ہیں، ان کا انہیں بھر پور احساس ہے حکومت کو بھی آگاہ کیا گیا ہے کہ جزیرۃ العرب کو کفار سے پاک کرے وہ اس پہلو پر خاص توجہ دے کہ کفار جزیرۃ العرب میں داخل نہ ہوں اور نہ ان کو یہاں اقامت پذیر ہونے کی اجازت ہو حکومت نے ہماری اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے ان کی تعداد میں کمی کرنے کا وعدہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حکومت کو اس مسئلہ پر بھرپور توجہ دینے کی توفیق عطا فرمائے نیز وہ اس بات کی توفیق عنایت کرے کہ وہ شدید ضرورت اور حاجت کے بغیر کسی کو یہاں آنے کی دعوت نہ دے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حکومت کو بھلائی کے ہر کام میں اپنی توفیق اور مدد سے نوازے۔

س :۔ بلاشبہ افغانستان کی لڑائی اسلامی جہاد ہے اس سلسلے میں ہم پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور اس سلسلے میں آپ نے اب تک کیا کوششیں کی ہیں؟

ج :۔ بلاشبہ افغانستان کی لڑائی اسلامی جہاد ہے۔ تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ افغان حریت پسندوں کا حوصلہ بڑھائیں اور ان کی تائید کریں۔ کیونکہ وہ مسلمان ہیں اور ایک ایسے دشمن سے برسرپیکار ہیں جو اخلاقی اقدار سے عاری انتہائی کمینہ اور کفار کا سرخیل ہے اور مادی وسائل کے اعتبار سے سب سے طاقتور ہے۔ اس لحاظ سے فریقین میں کوئی نسبت نہیں مگر ہمارے مجاہدین بھائیوں کو اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید حاصل ہے۔ لہٰذا تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ جان و مال اور مشوروں سے ان کا ساتھ دیں۔ قولی وعملی اور ہر قسم کے سہارے سے ان کی مدد کریں، یہ تمام مسلمانوں کا اجتماعی فرض ہے، حکومت نے افغان مجاہدین کی مدد کرنے پر سعودی عوام کی حوصلہ افزائی کی ہے اس طرح عوام کی طرف سے افغان مجاہدین کے لیے بہت سی امداد اکٹھی کی گئی ہے اور اس بارے میں ہم اپنے ملک میں ہمیشہ اپنے بھائیوں کا ساتھ دیتے رہیں گے، حکومت بھی اس سلسلے میں عوام کی حوصلہ افزائی کرتی رہتی ہے اور ان کی امداد کو افغان مجاہدین اور مہاجرین تک پہنچانے میں ان سے تعاون کرتی رہتی ہے کیونکہ انہیں اس امداد کی سخت ضرورت ہے، ان کی مدد کرنا سب پر فرض ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہماری اعانت فرمائے کہ ہم ہمیشہ اپنے افغان بھائیوں کی مدد کرتے رہیں۔ وہ ہمارے بھائیوں کو فتح و نصرت سے نوازے وہ اس راہ میں ان کی اعانت کرے جس میں ان کی نجات اور سعادت ہے، ان کے دشمنوں کے مقابلے میں اُن کو فتح و نصرت عطا کرے دشمنانِ اسلام جہاں کہیں بھی ہوں وہ ان کو ذلیل و رسوا کرے اور ان کے مقابلے میں مسلمانوں کی مدد کرے۔

س :۔ دورِ حاضر میں آپ کے نزدیک لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے کے سب سے کامیاب طریقے کون کون سے ہیں؟

ج :۔ دورِ حاضر میں اسلام کی طرف دعوت دینے کا سب سے کامیاب اور مفید طریقہ ذرائع ابلاغ عامہ کا استعمال ہے۔ کیونکہ ذرائع ابلاغ ایک دودھاری تلوار ہے اگر ان وسائلِ ابلاغ میں ریڈیو، اخبارات اور ٹیلی ویژن کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وارشادات کی اشاعت کے لیے استعمال کیا جائے تو یہ ایک بہت بڑی چیز ہے مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں گے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے غیر مسلموں کو بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ دے گا وُہ لوگ اسلام کو سمجھ سکیں گے اس میں غور و فکر کریں گے، اس کے محاسن ان کے سامنے واضح ہو جائیں گے اور وُہ اچھی طرح پہچان جائیں گے کہ اسلام ہی دُنیا و آخرت میں کامیابی کا واحد راستہ ہے

داعیانِ اسلام اور مسلمان حکام کا فرض ہے

کہ ریڈیو، اخبارات، ٹیلی ویژن مختلف محفلوں میں تقریروں اور جمعہ وغیرہ کے اجتماعات میں خطبوں کے ذریعے اپنی استطاعت بھر اس ابلاغ میں حصہ لیں لوگوں تک دینِ حق پہنچانے کے لیے تمام ممکنہ وسائل اور مستعمل زبانیں کام میں لائیں تاکہ تمام دنیا میں لوگوں کو اپنی اپنی زبان میں دعوتِ اسلام اور ان کی خیر خواہی کا پیغام ان تک پہنچ جائے، یہ تبلیغ استطاعت رکھنے والے اہلِ علم داعیانِ اسلام اور اہلِ اقتدار سب پر واجب ہے تاکہ دعوتِ اسلامی تمام دُنیا میں اور کرۂ ارض کے ہر آباد کونے میں لوگوں کی اپنی زبان کے ذریعے پھیل جائے۔ یہی وُہ تبلیغ ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ میں دیا ہے۔

"اے رسولؐ! آپ کے ربّ کی طرف سے جو کچھ نازل کیا گیا ہے۔ اسے (لوگوں تک) پہنچا دیجئے۔ (المائدہ ۶۷) رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دعوتِ اسلامی کا ابلاغ فرض تھا اسی طرح تمام انبیاء و رسل صلوات اللہ سلامہ علیہم پر بھی اس کی تبلیغ فرض تھی اور اب انبیاء و رُسل کے اصل متبعین پر دینِ حق کی تبلیغ فرض ہے چنانچہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (میری طرف سے لوگوں کو پہنچاؤ خواہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو) آپؐ لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے (جو یہاں موجود ہے وُہ (یہ پیغام) اس شخص کو پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں ہے کیا اوقات جسے پیغام پہنچایا جاتا ہے وُہ براہِ راست سُننے والے سے زیادہ اس پیغام کی حفاظت کرتا ہے) لہٰذا اُمت کے تمام طبقوں پر خواہ وُہ حکام ہوں یا اہلِ علم اور خواہ وُہ تاجر ہوں یا ان کے علاوہ کچھ اور — فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس دینِ حق کو تمام لوگوں تک پہنچائیں تمام زندہ اور مستعمل زبانوں میں واضح اسلوب میں لوگوں کے سامنے اس کی تشریح کریں۔ اس کے محاسن، اس کی حکمتیں، اس کے فوائد اور اس کے حقائق ان کے سامنے بیان کریں یہاں تک کہ دُشمن بھی ان کی خوبیوں کا اعتراف کریں، یہاں تک کہ جاہل بھی اس کو پہچان لیں اور یہاں تک کہ اس میں رغبت رکھنے والوں کو اس کی معرفت حاصل ہو جائے۔ واللّٰہُ وَلِیُّ التوفیق۔

اس کے آخر میں، میں پاکستان، بنگلہ دیش اور دُنیا کے ہر حصہ میں رہنے والے اپنے مسلمان بھائیوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وُہ تقویٰ اختیار کریں اور اللہ تعالیٰ کی شریعت پر عمل پیرا ہوں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کیے ہوئے فرائض کو بجا لائیں۔ اور جہاں بھی ہوں اللہ تعالیٰ کی حرام ٹھہرائی ہوئی چیزوں سے اجتناب کریں اللہ تعالیٰ کے ساتھ قلیل و کثیر اور جلی و خفی ہر قسم کے شرک سے بچیں، اپنے تمام احوال میں اپنی عبودیت میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص پیدا کریں، لوگ مُردوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے (نفع ونقصان کی اُمیدیں) وابستہ رکھتے ہیں اور ان سے مدد مانگتے ہیں اس قسم کی مدد اور اُمیدوں سے اجتناب کریں خواہ وُہ انبیاء ورُسل ہوں یا اولیاء اللہ یا دیگر صلحاء میں ان کو شجر وحجر بت اور دیگر جمادات وغیرہ سے عقیدت رکھنے سے منع کرتا ہوں۔ کیونکہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ عبادت میں اس کا کوئی شریک نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (تیرے رب کا فیصلہ ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی بندگی نہ بجا لاؤ۔ (بنی اسرائیل - ۲۳)

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ (اور اس کے سوا انہیں کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وُہ اللہ تعالےٰ کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے یکسو ہو کر اسی کی عبادت کریں۔ (البیّنۃ - ۵)۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ مساجد اللہ کے لیے ہیں اس لیے تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔ (الجن - ۱۸)

تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وُہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو چھوڑ کر عبادت صرف اسی کے لیے مخصوص کریں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا حق جو نماز اور دیگر فرائض وغیرہ کی صُورت میں واجب کیا ہے۔ وُہ اسے ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ کی حرام ٹھہرائی ہوئی چیزوں سے اجتناب کریں ایک دُوسرے کو حق اور پھر اس پر جمے رہنے کی تلقین کریں وُہ جہاں کہیں بھی ہوں نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دُوسرے سے تعاون کریں۔ اللہ کے دین کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ قرآن کریم کی تلاوت کیا کریں اسکے معانی میں غور وفکر کریں اور اس کی تعلیمات پر عمل کریں۔ کیونکہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اس میں نور وہدایت ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا۔ ”میں تمہارے اندر ایک چیز چھوڑے جا رہا ہوں۔ جب تک تم اسے مضبُوطی سے پکڑے رہوگے کبھی گُمراہ نہ ہوگے وُہ اللہ کی کتاب ہے“۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یہ قرآن اس راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے)۔ (بنی اسرائیل - ۹)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ (آپ کہہ دیجئے کہ یہ قرآن ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہدایت اور شفا ہے) (حمٓ السجدہ - ۴۴) لہٰذا تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وُہ قرآن میں غور وفکر کریں اور اس کے احکام پر عمل کریں۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنّت کا معاملہ بھی یہی ہے اس سے اعتنا کرنا اور مقدور بھر اس کو یاد کرنا واجب ہے نیز قرآن کے مشکل مقامات کی سنّتِ صحیحہ کے ذریعے تفسیر کرنا ضرُوری ہے کیونکہ سنّت وحیِ ثانی ہے اور شریعت کے بُنیادی اصولوں میں دُوسرا اصُول ہے لہٰذا قرآن کے مشکل مقامات کو سمجھنے کے لیے اور احکام میں کوئی اشکال پیدا ہونے کی صُورت میں سنّتِ رسُول ؐ کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔

تمام مسلمانوں کو میری یہ نصیحت ہے کہ وُہ آخرت سے غافل ہو کر دُنیا اور اس کی شہوات میں نہ کھو جائیں بلکہ ان پر لازم ہے کہ دُنیا سے اپنی آخرت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنوارنے میں مددیں دنیا کو آخرت کی منزل تک پہنچنے کا وسیلہ بنائیں تاکہ وہ کامیاب و کامران اور فلاح یاب ہوں،

وصلی اللہ علی نبینا و امامنا وسیدنا محمد بن عبد اللہ وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ باحسان،

پاکستان میں توحید و سنت کی ایک مؤثر آواز

روزنامہ / ہفت روزہ الاعتصام لاہور

بانی: حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ۔
مجلس ادارت: حافظ صلاح الدین یوسف۔
- علیم ناصری ایم اے۔
- محمد سلیمان انصاری۔
- نعیم الحق نعیم۔

شیش محل روڈ لاہور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آل سعود ایک تاریخی جائزہ

شیخ محمد المرخ

سعودی خاندان کو یہ نام سعود بن محمد بن مقرن بن مرخان بن ابراہیم بن موسیٰ بن ربیعہ بن مانع بن اسد بن ربیعہ بن نظار بن معاد بن عدنان سے ملا ہے جو عنیزہ قوم کی ایک شاخ قبیلۂ المصایخ میں سے تھا۔ سعود بن محمد بن سعود اس قبیلے کے سردار تھے جو عرب کے "مشرقی خطے" میں دھناء کے اس پار رہتا تھا۔ ان کی شادی حجر الیمامہ یعنی ریاض کے امیر ابن درع کے خاندان میں ہوئی تھی۔ یہ دونوں عرصۂ دراز سے ایک دوسرے کی دوستی کا دم بھرتے تھے ۱۴۴۶ء (۸۵۰ھ) میں حجر کے امیر نے محمد بن سعود کو یہاں آکر آباد ہو جانے کی دعوت دی اور درعیہ کے قریب اس مقصد کے لیے کچھ زمین عطا کر دی، یہ علاقہ اللیبد اور قصیبہ کہلاتا تھا جہاں محمد بن سعود اپنے اہل و عیال اور قرابتداروں کے ساتھ آکر آباد ہو گئے۔

انہوں نے اور ان کے اخلاف نے یہاں عمارتیں کھڑی کریں اور اس جگہ کو رہائش کے قابل بنایا۔ جب محمد بن سعود نے امارت سنبھالی تو اس کا نام امارت السعود (درعیہ) پڑ گیا۔ محمد بن سعود ۱۷۶۴ء (۱۱۳۷ھ) میں راہیِ ملک عدم ہوئے۔

سعودی خاندان کا عہدِ حکومت تین بڑے ادوار میں منقسم ہے۔ پہلا دور امام محمد بن سعود کے عہد کے وسط سے (۶۵-۱۷۴۶ء بمطابق ۷۹-۱۱۳۹ھ) ان کے باپ کی وفات کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ امام کے مزاج میں کشادہ دلی تھی اور تمام رعایا کے ساتھ ان کا سلوک انصاف اور رواداری پر مبنی تھا۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب کا عہد ایک مذہبی راہنما کی حیثیت سے ۱۷۴۵ء (۱۱۵۸ھ) سے لے کر عبداللہ بن سعود کے عہدِ اقتدار کے اختتام تک رہا۔ اس کے فوراً بعد ابن معمر اور مشاری بن سعود برسرِ اقتدار آگئے۔

دوسرے دور کا آغاز امام ترکی بن عبداللہ بن محمد بن سعود کے عروج سے ہوا۔ خلافت اب عبدالعزیز بن محمد کے بیٹوں سے چھن کر جو سعودی خاندان ہی کی ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاخ سے تھا) اس کے بھائی عبداللہ بن محمد بن سعود کے بیٹوں کے ہاتھوں میں چلی گئی اور ۱۸۱۹ء (۱۲۳۵ھ) سے لے کر ۱۸۶۵ء (۱۲۸۲ھ) تک یعنی فیصل بن ترکی کے اختتامِ حکومت تک رہی ازاں بعد بڑے خلفشار کا دور آیا جو الرشید خاندان کے دورِ اقتدار میں ۱۹۰۲ء (۱۳۱۹ھ) تک رہا۔

تیسرا دور ۱۹۰۲ء (۱۳۱۹ھ) سے جلالۃ الملک شاہ عبدالعزیز کے اقتدار کے ساتھ شروع ہوا اور موجودہ عہدِ جدید کا نقطۂ آغاز ٹھہرا۔

پہلا سعودی دور

پہلے دور کے حوالے سے عظیم مصلح شیخ محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان بن محمد بن رشید التیمی کا ذکر ضروری ہو جاتا ہے جو نجد میں ایک اصلاحی تحریک کے قائد کی حیثیت سے ایسے وقت میں اُبھرے جب معاشرتی خلفشار عروج پر تھا اور عالمِ اسلام میں جہالت اور سماجی گراوٹ زوروں پر تھی۔ جزیرۃ العرب اسلام کا گہوارہ ہے۔ اس کے قلب میں سے اس اسلامی تحریک نے اُٹھ کر اور ایمان والوں کو دینِ حق کی طرف دعوت دے کر ان کو بیدار کر دیا۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب ۱۷۰۳ء (۱۱۱۵ھ) میں پیدا ہوئے۔ مذہبی تعلیمات اپنے باپ ہی سے حاصل کیں جو کہ حریملہ کے قاضی تھے اور ۱۷۴۰ء (۱۱۵۳ھ) میں انہوں نے وفات پائی ابن عبدالوہاب نے مذہبی منکروں کے ہاتھوں بہت دُکھ دیکھے لیکن ان کے ماننے والوں نے ان کا ساتھ بھی خوب دیا۔ اس تحریک کو فروغ دینے میں انہوں نے گہرا تعاون کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ اسلامی شریعت اور مذہبی قانون کا نفاذ عمل میں لایا جائے۔ یہ عظیم مصلح ۱۷۹۳ء (۱۲۰۶ھ) میں اللہ کو پیارے ہوئے جبکہ ان کی عمر ۹۲ سال تھی۔

امام محمد بن سعود نے اپنے عہدِ حکومت میں، جو ۱۷۲۶ء سے ۱۷۶۵ء (بمطابق ۱۱۳۹ – ۱۱۷۹ھ) تک رہا درعیہ کی امارت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ یہ کام اس نے ۱۷۴۷ء (۱۱۶۰ھ) میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کیساتھ یہ سمجھوتا کرنے کے بعد کیا کہ وہ آنحضرت کے پیغام کو فروغ دے گا، بت پرستی اور توہم پرستی کا مقابلہ کرے گا اور خدا کی راہ میں جہاد کرے گا۔ اس وقت امیر عثمان بن معمر العیینہ قصبے کا حاکم تھا اور امیر اور شیخ دونوں کے ساتھ اس کے تعلقات اچھے تھے۔ دہام بن دواس ۱۶۲۸ء (۱۰۹۳ھ) سے ریاض کا حکمران چلا آ رہا تھا۔ وہ ایک ظالم آمر تھا لہٰذا اس نے اس نئے نظریے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ امام محمد بن سعود اور شیخ عبدالوہاب کا دشمن ہو گیا، درعیہ اور ریاض میں ۱۷۴۶ء (۱۱۵۹ھ) سے لے کر امام عبدالعزیز کے عہدِ حکومت تک لڑائی جاری رہی جس میں دہام بن دواس کا تختہ اُلٹ دیا گیا اور ریاض پر قبضہ ہو گیا۔ ان لڑائیوں میں کتنے ہی لوگ کام آئے جن میں امام محمد کے بیٹے فیصل اور سعود بھی تھے۔ امام نے ۱۷۶۵ء (۱۱۷۹ھ) میں درعیہ کے مقام پر وفات پائی۔ اس کے بعد ان کا بیٹا عبدالعزیز تخت نشین ہوا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام عبدالعزیز بن محمد بن سعود نے ۱۷۶۵ء سے ۱۸۰۳ء (۱۱۷۹ - ۱۲۱۸ھ) تک حکومت کی۔ وہ بہادر حوصلہ مند اور کشادہ ذہن راہنما تھا جس کی وجہ سے عوام اس کو بہت پسند کرتے تھے۔ اس نے قصبات اور قبائل میں علم و آگہی کے فروغ کی حوصلہ افزائی کی۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ بھی اس نے اسلامی تحریک کو پھیلانے میں بہت تعاون کیا اور اس سلسلے میں مخالفتوں کا مقابلہ کیا۔ اس نے دہام بن دواس پر، جو اُن دنوں ریاض کا امیر تھا، اسوقت تک حملے جاری رکھے جب تک وہ اپنے خاندان اور پیروؤں کو ساتھ لے کر قصبے سے بھاگ جانے پر مجبور نہ ہو گیا۔ ان بھاگنے والوں میں سے بیشتر السہباء کے کنارے پہنچتے پہنچتے پیاس سے مارے گئے۔

عبدالعزیز بغیر کسی مزاحمت کے ۱۷۶۴ء (۱۱۷۸ھ) میں ریاض میں داخل ہو گیا اور نجد کے اضلاع الوشم، سدیر اور القصیم کے بعض علاقوں کا بھی حکمران بن گیا۔ شریف غالب جو حجاز میں تھا، نہ صرف نجدیوں کے فریضۂ حج ادا کرنے میں مزاحم ہوا بلکہ ۱۷۹۰ء (۱۲۰۵ھ) میں القصیم پر بھی اس نے حملہ کر دیا۔ ازاں بعد رانیہ، تربہ اور خرمہ پر بھی چڑھائی کی، لیکن بالآخر وہ ابن سعود کے ساتھ صلح کرنے پر مجبور ہو گیا اور نجد کے حاجیوں کو بغیر مزاحمت کے حج کرنے کی اجازت دے دی۔ ۱۸۰۳ء (۱۲۱۷ھ) تک باہمی صلح صفائی رہی جس کے بعد دوبارہ مخاصمت شروع ہو گئی۔ عبدالعزیز نے طائف پر ۱۸۰۳ء (۱۲۱۸ھ) میں قبضہ کر لیا اور غالب جدہ کو بھاگ گیا۔

۱۷۹۹ء (۱۲۱۴ھ) میں عبدالعزیز کی افواج اس کے بیٹے سعود کی کمان میں کربلا تک پہنچ گئیں جو عراق کے وسط میں واقع ہے۔ عراق جزیرۃ العرب کی جانب سے بڑھنے والی فوجوں کی بری طرح زد میں آتا تھا۔ چنانچہ سعودی عساکر نے قبروں کے سب گنبد مسمار کر دیئے کیونکہ (نجدیوں کا) خیال تھا کہ یہ گنبد لوگوں کو خدا کی عبادت کرنے سے باز رکھتے ہیں۔ حضرت حسینؓ کی قبر بھی اور گنبد بھی نشانہ بنے جو شیعہ فرقے کے نزدیک بہت مقدس گنے جاتے تھے۔ اس جنگ کا نتیجہ یہ نکلا کہ امام عبدالعزیز کی مملکت مشرق میں بحیرۂ عرب سے لیکر مغرب میں بحیرۂ احمر تک اور جنوب میں عراقی سرحدوں سے لے کر بیشہ اور عسیر تک پھیل گئی۔ ان علاقوں میں اسلام کا نفاذ پوری طرح عمل میں آگیا اور امن و اتحاد ہر طرف نظر آنے لگا۔ حالانکہ اس سے پہلے یہ خطے بے آباد اور ساحت نا آشنا تھے اور وہاں کے قبائل کے علاوہ کسی کا گزر اس طرف نہیں ہوتا تھا۔

۱۸۰۳ء (۱۲۱۸ھ) میں امام عبدالعزیز کو ایک شیعہ نے قتل کر دیا جو اپنا نام عثمان ظاہر کرتا تھا، حالانکہ یہ نام سنی ہے۔ وہ شخص عراق کے قصبہ العمارہ سے ایک راہب کے لباس میں درعیہ آیا تھا۔ عثمان نے امام پر زہریلے خنجر سے اُس وقت وار کیا جب وہ درعیہ کی مسجد طریقت میں شام کی نماز پڑھنے میں مصروف تھے۔ امام کے پیچھے ان کا بیٹا سعود کھڑا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا جو اس خاندان کے بانی محمد بن سعود کا پوتا تھا۔ امام سعود بن عبدالعزیز بن محمد بن سعود کبیر اپنے باپ کی وفات کے بعد امام ٹھہرا اور اس نے ۱۸۰۳ء سے ۱۸۱۳ء (۱۲۱۸ھ، ۱۲۲۹ھ) تک حکومت کی سعود پڑھا لکھا اور صاحب دانش آدمی تھا۔ وہ کشادہ دست بھی تھا اور کشادہ دل بھی۔ اس نے نو بار حج کیا۔ وہ ہر سال اپنے ساتھ سرخ مخملی غلاف کعبہ پر چڑھانے کے لیے لے جاتا تھا۔ سعود کی مخصوص دلی تمناؤں میں سے ایک یہ بھی کہ اومان میں تعلیم کو پھیلایا جائے۔ چنانچہ ۱۸۰۸ء (۱۲۲۳ھ) میں اس نے کچھ اہل علم کو وہاں معلم بنا کر بھیج دیا۔

سعودی مملکت کی وسعت نے عثمانی سلطنت کو اس قدر برافروختہ کیا کہ اس نے ۱۷۹۸ء (۱۲۱۳ھ) میں اپنی افواج کو لڑائی کے لیے عراق سے الاحساء کو روانہ کر دیا۔ شریف غالب بھی سعودیوں سے نپٹنے کے لیے مغرب سے چل پڑا۔ انہی دنوں مصر کے محمد علی نے بھی حکومت ترکی کے کہنے پر نجدیوں کے خلاف اپنی بری مہم کا آغاز کر دیا (کیونکہ سلطان کی والدہ کو فریضۂ حج ادا کرنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی)۔ چنانچہ ۱۸۱۱ء (۱۲۲۶ھ) میں مصر سے ایک تادیبی مہم نجد کو روانہ ہو گئی۔ یہ افواج بری اور بحری راستوں سے روانہ ہوئیں جن کی کمان محمد علی کے بیٹے شہزادہ طوسون کے ہاتھ میں تھی۔ انہوں نے بحیرۂ احمر کے کنارے ینبع پر قبضہ کر لیا مگر بدر کے قریب نجدی عساکر نے بھی ان پر حملہ کر دیا جن کی کمان شہزادہ عبداللہ بن سعود کے ہاتھ میں تھی۔ مصریوں کو شکست ہوئی اور ان کی بچی کھچی فوج مصر کو لوٹ گئی۔ ۱۸۱۲ء (۱۲۲۷ھ) میں دوبارہ مہم بھیجی گئی جس نے شدید جنگ کے بعد مدینہ منورہ پر قبضہ کر لیا۔ مصری افواج نے مزید آگے بڑھ کر جدہ اور مکۂ معظمہ پر بھی ۱۸۱۳ء (۱۲۲۸ھ) میں قبضہ کر لیا۔ امام سعود ۱۸۱۳ء (۱۲۲۹ھ) میں وفات پا گئے۔

امام عبداللہ بن سعود بن محمد نے باپ کی وفات کے بعد اقتدار سنبھالا اور ۱۸۱۳ء سے ۱۸۱۷ء (۱۲۲۹ھ ۱۲۳۳ھ) تک سربراہ آرا رہا۔ وہ ایک جری انسان تھا لیکن بدوؤں کے ساتھ اس کا رویہ اپنے باپ کا سا نہیں تھا جس نے ان کو اپنے زیر سایہ متحد کر رکھا تھا۔ عبداللہ کے دور حکومت میں بہت سے بدو نہ صرف اس کا ساتھ چھوڑ گئے بلکہ اس کے اقتدار کو چیلنج کرنے کی بھی سوچنے لگے کیونکہ آزادی کا خیال ان کو بھاتا تھا۔ مصر کے محمد علی کو اس صورت حال نے ایک بار پھر نجدیوں پر حملہ کرنے کا موقع دے دیا۔ (جب امام سعود نے وفات پائی تھی تو عبداللہ حجاز اور عسیر میں جہاں جنگ جاری تھی، عساکر کی کمان کر رہا تھا اور سعودیوں کا مقرر کیا ہوا حجاز و عسیر کا امیر تامی بن شعیب اس کا نائب تھا)۔

عبداللہ نے جب اپنے باپ کی وفات کی خبر سنی تو وہ اس وقت الخنیجہ نامی مقام پر تھا۔ اس نے فوری طور پر غصاب العتیبی کو اپنی افواج کا کمانڈر بنایا اور اسے حجاز کی طرف بڑھ کر وہاں جنگ آزمائی کرنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے احکام دیے۔ وہ خود ۱۸۱۳ء (۱۲۲۹ھ) میں درعیہ لوٹ آیا اور اپنے بھائی فیصل کو سپریم کمانڈر بنا کر حجاز روانہ کر دیا۔ اس وقت دوسرے مقامات کے علاوہ حجاز عسیر اور تہامہ میں گھمسان کا رن پڑ رہا تھا۔

مصریوں کی یلغار جاری رہی۔ محمد علی نے ۱۸۱۴ء (۱۲۳۰ھ) میں اپنی فوجوں سمیت حج کیا اور شریف غالب اور اس کے بیٹوں کو مصر بھیج دیا۔ غالب کی جگہ شریف سرور کو متعین کیا گیا۔ طائف کے قریب جنگ باسل ہوئی جہاں سعودی لشکر امیر فیصل کے پرچم تلے تامی بن شعیب، فہد بن سلیم اور مصلط بن قتنان کی ہمراہی میں لڑا، لیکن شکست کھائی۔ مصریوں نے بیشہ اور تربہ پر قبضہ کر لیا اور سعودی کمانڈر تامی بن شعیب کو گرفتار کر لیا۔ ابن شعیب کو پہلے مصر بھیج دیا گیا اور پھر وہاں سے قسطنطنیہ روانہ کر دیا گیا جہاں کوچہ و بازار میں پھرانے کے بعد اسے قتل کر دیا گیا۔ لڑائی کا رخ اب القصیم اور نجد کے ان تمام قصبوں کی طرف ہو گیا جن پر امام عبداللہ کی حکومت تھی۔ لیکن اس کے فوراً بعد فریقین نے صلح کر لی اور شہزادہ طوسون مصر لوٹ گیا۔ ۱۸۱۵ء (۱۲۳۱ھ) میں محمد علی نے ایک اور مہم تیار کی جس کی کمان اپنے بیٹے ابراہیم پاشا کو سونپی اور جنگ پھر چھڑ گئی۔ امام عبداللہ نے ۱۸۱۶ء (۱۲۳۲ھ) میں پہلے غناکیہ کے مقام پر ان کا مقابلہ کیا اور پھر الرس پر۔ الرس کے باشندے بہادروں کی طرح لڑے مگر بالآخر پسپا ہو گئے۔ چنانچہ عبداللہ بھی درعیہ میں پسپا ہو کر قصبے میں حصار بند ہو گیا۔

اب درعیہ پر حملے شروع ہو گئے اور مسلسل چھ ماہ تک قصبے کا محاصرہ رہا۔ مصریوں کو مصر کے علاوہ بصرہ اور زبیر سے بھی، جو عراق میں تھے، کمک ملتی جا رہی تھی۔ ابراہیم پاشا نے آخر کار عبداللہ کے ہیڈ کوارٹر پر حملہ کر دیا اور اسے جلا کر راکھ کر دیا۔ اب امام نے ہتھیار ڈال دیئے کہ اکیس کے قریب شہزادے مارے جا چکے تھے درعیہ کے لوگوں نے امن کی التجا کی۔ عبداللہ نے پہلے تو ایسا کرنے سے انکار کر دیا لیکن بعد میں سپر انداز ہونے پر مجبور ہو گیا۔ اسے قیدی بنا کر مصر لے جایا گیا۔ جب مصر کے حاکم نے عبداللہ سے پوچھا کہ لڑائی نے اس قدر طول کیوں پکڑا تو عبداللہ نے جواب دیا کہ لڑائی کا مزاج ہی ایسا تھا۔ اسے ابراہیم پاشا کے بارے میں اظہار خیال کرنے کے لیے کہا گیا۔ تو اس نے جواب دیا کہ ابراہیم پاشا نے بھی اسی قدر بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کیا جس قدر سعودیوں نے کیا لیکن خدا کو وہی صورت حال منظور تھی جو بالآخر ظہور میں آئی۔ عبداللہ کو قسطنطنیہ بھیج دیا گیا اور ۱۸۱۸ء (۱۲۳۴ھ) میں ہمایوں دروازے میں کوچہ و بازار کا گشت لگوانے کے بعد مروا دیا گیا۔ شہر کے مختلف حصوں میں اس کے ساتھیوں کا بھی یہی انجام ہوا۔

۱۸۱۸ء (۱۲۳۴ھ) میں ابراہیم پاشا نے نجد کے کتنے ہی اہلِ علم و دانش کو موت کے گھاٹ اتارا اور اذیتیں دیں۔ اس نے شہروں کو بھی غارت کیا اور بہت ظلم ڈھائے۔ اس المناک حادثے پر بہت سی نظمیں بے ساختہ لکھی گئیں۔ ایک ایسی ہی نظم بحرین کے عبدالعزیز بن احمد بن معمر نے لکھی جس میں درعیہ کے کتنے ہی باشندوں کی موت کا ماتم کیا گیا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابراہیم کے مصر لوٹ جانے اور سعودی خاندان سے نجد کے آزاد ہو جانے کے بعد محمد بن مشاری بن معمر نجدی نے موقع سے فائدہ اٹھایا کہ نجد کی کھوئی ہوئی صورتِ حال بحال کر دی جائے۔ اس علاقے کا حکمران بننے کا ارادہ کر کے وہ اپنے قصبے عونیہ سے نکل کر ۱۸۱۸ء (۱۲۳۴ھ) کے اختتام پر صدر مقام درعیہ کو چل پڑا۔ تباہ شدہ درعیہ قصبے کو دوبارہ تعمیر کرنے میں المحل، سدیر اور الوشم کے لوگوں نے بھی اس کی مدد کی۔ ۱۸۱۹ء (۱۲۳۵ھ) میں محمد بن عریعر الخالدی نے مشرقی صوبے پر قبضہ کر لیا اور نجد اور مشرقی صوبے کے مابین تجارتی تعلقات قائم کیے گئے۔

ترکی بن عبداللہ السعود اب اپنی جنوبی پناہ گاہ سے نکلا اور ابن معمر کے ساتھ شامل ہو گیا۔ جس نے جنگ درعیہ کے بعد روپوشی اختیار کر لی تھی۔ مشاری بن سعود بھی مصریوں کی قید سے بچ کر شمال کو لوٹ آیا۔ مشاری نے ابن معمر پر حملہ کیا اور ۱۸۱۹ء (۱۲۳۵ھ) میں اس سے اقتدار چھین لیا۔ ایک سال بعد ابن معمر نے مشاری پر حملہ کیا اور اسے دھوکے سے گرفتار کر کے القصیم کے ترکی کمانڈر ابوش آغا کے حوالے کر دیا۔

مشاری مر کر ہی اس قید سے رہا ہوا۔ ترکی درعیہ چھوڑ کر بھاگ گیا اور کئی بدو قبائل نے اس کا ساتھ دیا۔ ایک بار پھر درعیہ پر حملہ ہوا اور ترکی نے اس پر قبضہ کر لیا۔ ابن معمر گرفتار ہوا اور اس کا بیٹا بھی جو ریاض کا امیر تھا۔ ترکی نے ترک حکومت کو مشاری کی رہائی کے لیے کہا لیکن ترکوں نے انکار کر دیا جس پر برافروختہ ہو کر ترکی نے ابن معمر اور اس کے بیٹے کو مار ڈالا۔

مشاری بن سعود، عبداللہ بن سعود بن مشاری کا بھائی اُن سعودیوں میں سے تھا۔ جنہیں ابراہیم پاشا نے مصر میں جلاوطن کر دیا تھا۔ وہ حجاز کے قصبے ینبع میں زیرِ حراست تھا۔ جہاں سے کسی طرح بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ جب ۱۸۱۹ء (۱۲۳۵ھ) میں نجد کو لوٹا تو اس کے القصیم، زلفی اور ثرمدہ کے بہت سے پیروکار اس سے آن ملے۔ اسے سدیر کا امیر بنا لیا گیا اور ایک بھاری جمعیت کے ساتھ وہ درعیہ کی طرف بڑھا۔ چنانچہ ابن معمر کا تختہ اُلٹ دیا گیا جس نے ہتھیار ڈال کر اقتدار مشاری کے حوالے کر دیا۔ سعودی خاندان کے وہ سب لوگ جو درعیہ چھوڑ کر بھاگ گئے تھے، واپس آ گئے اور ترکی ریاض کا امیر بن گیا۔

اس موقع پر ابن معمر نے سدوس جانے کی اجازت چاہی، لیکن اجازت پانے کے بعد اس نے بغاوت کر دی اور دوسرے قصبوں کو بھی بغاوت پر اُبھارا۔ فیصل الدویش بھی اس کا ساتھی ہو گیا اور اس نے مطیر قبیلہ کا ایک لشکر ارسال کر دیا۔ درعیہ میں داخل ہو کر اس نے مشاری کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اُس نے ترکی کو بھی پکڑنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوا۔ ترکی اپنے کنبے کو ساتھ لے کر الحائر بھاگ گیا جو جنوب کی جانب الخرج کے قریب ہے۔ یوں مشاری کے اقتدار کا آفتاب غروب ہو گیا۔ جس کی مدت ایک سال سے زیادہ نہ تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دُوسرا سعُودی دور

دُوسرا سعُودی دور ۱۸۱۹ء (۱۲۳۵ھ) سے شرُوع ہوا یعنی امام ترکی بن عبداللہ بن محمد بن سعُود کے عہدِ حکومت سے ترکی نے پہلے الحائر میں اور پھر وہاں سے ضرمہ میں پناہ لی تھی۔ تاہم ۱۸۱۹ء (۱۲۳۵ھ) میں محمد بن معمر اور اس کے بیٹے مشاری کو مار دینے کے بعد ترکی نے درعیہ اور نجد کے دیگر قصبوں پر قبضہ کر لیا۔

۱۸۱۹ء (۱۲۳۶ھ) میں حسین بیگ اور اس کا لشکر مصر سے القصیم آن پہنچا اور ریاض کی طرف پیش قدمی کر کے اس کو فتح کر لیا۔ ترکی قصبہ چھوڑ کر بھاگ گیا لیکن ۱۸۲۲ء (۱۲۳۸ھ) میں سدیر کے لوگوں کے ساتھ واپس لوٹا اور ریاض پر بار بار حملے کر کے آخر کار ۱۸۲۴ء (۱۲۴۰ھ) کو وُہ اس میں داخل ہو جانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے ساتھ اس کا عم زاد مشاری بن نصر بھی تھا جس نے ترکوں کو نجد سے بھگا دیا تھا۔ مشاری بن عبدالرحمان بن سعُود مصر سے فرار ہو کر ریاض آن پہنچا۔ اس کا پُرجوش استقبال کیا گیا اور بڑی آؤ بھگت کی گئی۔ اسے منفوحہ کا امیر بنا دیا گیا۔ شیخ عبدالرحمان بن حسن بن محمد بن عبدالوہاب بھی آگیا اور اس نے نئی اصلاحی تحریک شرُوع کر دی۔

۱۸۲۷ء (۱۲۴۳ھ) میں امیر فیصل بن ترکی مصر سے پہلی بار لوٹا اور اپنے باپ کی امداد کو آیا۔ ۱۸۲۹ء (۱۲۴۵ھ) میں پھر سعُودی عساکر اور الاحساء کے عریعرالخالدی کے عساکر میں محمد اور مجید العریعر کی کمانوں تلے لڑائیاں شرُوع ہو گئیں، جن کا انجام سعُودیوں کی فتح کی صُورت میں ظاہر ہوا اور انہوں نے الاحساء کا صُوبہ بھی اپنی عملداری میں شامل کر لیا۔

۱۸۳۳ء (۱۲۴۹ھ) میں جمعہ کے ایک دن امام ترکی کو اس کے خواہرزادے مشاری بن عبدالرحمان کے ایک خادم نے قتل کر دیا۔ مشاری نے قتل کا یہ حکم اس لیے دیا تھا کہ اس کا خیال تھا کہ حکمران ہونے کا حق اس کا زیادہ ہے۔ چنانچہ مشاری نے ماموں کی جگہ خود اقتدار سنبھال لیا۔ اس وقت ترکی کا بیٹا امیر فیصل، الاحساء میں تھا۔ جب اس نے باپ کے مرنے کی خبر سُنی تو وُہ فوراً ریاض کو چل پڑا اور جنوری ۱۸۳۴ء (مطابق ۱۹ محرم ۱۲۵۰ھ) کو شہر کا محاصرہ کر لیا۔ مشاری مارا گیا۔ اس کی مدتِ حکومت چالیس دن سے زیادہ نہ تھی۔

امام فیصل بن ترکی بن عبداللہ بن محمد بن سعُود نے اب عنانِ حکومت ہاتھ میں لی اور ۱۸۳۴ء سے ۱۸۳۸ء تک (۱۲۵۰ھ - ۱۲۵۴ھ) حکمران رہا۔ اس نے اپنے ایک مددگار عبداللہ بن علی بن رشید کو جبل شمر کا امیر مقرر کیا۔ ان ایام میں امیر فیصل کا الاحساء سمیت شمال سے جنوب تک طوطی بولتا تھا۔

۱۸۳۶ء (۱۲۵۲ھ) میں اسماعیل آغا مصر سے آن دھمکا۔ اس کے ساتھ امیر خالد بن سعُود بھی تھا جسے ابراہیم پاشا مع دیگر سعُودی امرا کے اپنے ساتھ مصر لے گیا تھا۔ امام فیصل نے جب محسُوس کیا کہ نجد کے لوگ کسی بھی چھوٹی بڑی لڑائی کے لیے آمادہ نہیں ہیں تو وُہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جتنی قیمتی اشیاء ساتھ لے جاسکتا تھا لے کر کنبے سمیت الاحساء کو بھاگ گیا اور ۱۸۳۷ء (۱۲۵۳ھ) تک وہاں رہا۔

اسماعیل آغا اور خالد نے ریاض پر قبضہ کرلیا اور نجد کے اندرونی علاقوں پر حملے کرنے شروع کر دیئے مگر بالآخر الحائر، الحوطہ اور السلوا کے لوگوں کے ہاتھوں انہوں نے شکست کھائی۔ اس موقع پر فیصل اپنی جمعیت کے ساتھ ان لوگوں سے آن ملا جنہوں نے اسماعیل آغا اور خالد کو شکست دی تھی۔ ان کی مدد سے فیصل نے ریاض پر حملہ کر دیا اور گھیرا ڈال کر خالد اور اس کے ساتھیوں کو المصانع کے مقام پر ہزیمت آشنا کیا جو اب ریاض کا ایک حصّہ بن چکا ہے۔ فیصل نے خالد کے ساتھ مذاکرات میں ایک دن صرف کیا تاکہ جنگ بندی کی راہ نکل آئے۔ یہ ۱۸۳۷ء (۱۲۵۳ھ) کی بات ہے، لیکن بات چیت ناکام رہی۔ اس عرصے میں خورشید پاشا نجد میں آن داخل ہوا۔ اور اس نے امام کو ترکوں کے خلاف جنگ آزمائی سے باز رہنے کو کہا۔ چنانچہ امام کے مان جانے کی صورت میں طے پایا کہ ترک امام کو امیر نجد بنا دیں گے۔ اس کے فوراً بعد فیصل نے ریاض کو چھوڑ دیا اور جنوب کی جانب دلیم کو چلا گیا۔ اپنی فوج کو بھی اس نے لڑائی سے باز رہنے کو کہہ دیا۔ اس نے عمر بن یحیٰی بن غیاب کو اُدھر بھیجا اور زہیری کو وادی دواسر کا امیر متعین کر دیا، جبکہ محمد بن عبداللہ بن ہلال کو الافلاج کا امیر بنا دیا۔ اس نے اپنے بھائی جلوی کو خورشید پاشا کے ساتھ عنیزہ میں رہنے کی اجازت دے دی لیکن جب اختلافات بیدار ہوئے تو جلوی پھر اپنے بھائی سے آن ملا۔

خورشید اب ریاض کو لوٹا اور الخرب کے مقام پر دسمبر ۱۸۳۸ء (۲۳ رمضان ۱۲۵۴ھ) کو شدید جنگ ہوئی صلح کی شرائط طے پا جانے کے بعد امام فیصل ان کا بھائی جلوی، فیصل کے دو بیٹے عبداللہ اور احمد اور فیصل کا بھانجا عبداللہ بن ابراہیم مصر بھیج دیئے گئے۔

امیر خالد بن عبدالعزیز بن محمد بن سعود جس نے ۱۸۳۸ء (۱۲۵۴ھ) سے ۱۸۴۱ء (۱۲۵۷ھ) تک حکومت کی تھی، عبداللہ بن سعود کا بھائی تھا۔ اس کی ماں اتھوپیا کی رہنے والی تھی۔ اس کا ذہن رسا تھا اور وہ حساس اور عیش دوست انسان تھا محمد علی کے زیر سایہ اس کی تربیت ہوئی تھی اور وہ اپنے طور طریقوں میں بالکل مصری ہو گیا تھا۔ امیر خالد کو ترک ساتھ لے کر آئے تھے تاکہ اُن کے نائب کے طور پر نجد میں حکومت کرے مگر وہ محض نام کا حکمران تھا۔ جب ۱۸۳۸ء (۱۲۵۴ھ) میں امام فیصل کو مصر بھیج دیا گیا تو ترکوں کی مدد سے اس نے نجد میں اپنا اقتدار قائم کر لیا، لیکن ۱۸۴۱ء (۱۲۵۷ھ) میں خالد اور عبداللہ بن ثنیان کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے۔ جو الحوطہ اور الحریق کے لوگوں کے ساتھ مل کر ساز باز کر رہا تھا۔ ان لوگوں نے نجد پر قبضہ کر لیا اور خالد کو مجبور کر دیا کہ وہ الاحساء کی جانب فرار ہو کر جان بچائے۔ وہاں سے پہلے وہ کویت اور پھر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القصیم کو چلا گیا جہاں سے وہ عازم مکہ ہوا اور وہیں راہی ملکِ عدم ہوا۔

امیر عبداللہ بن ثنیان بن ابراہیم بن سعود نے ۱۸۴۱ء سے ۱۸۴۳ء (۱۲۵۷ھ) ۱۲۵۹ھ) تک حکومت کی۔ وہ پہلے پہل اُس وقت نمایاں ہوا جب اس کا خالد بن سعود سے تنازعہ ہوا جس میں الموطہ اور الحریق کے لوگوں نے اس کا ساتھ دیا۔ خالد کو نجد سے بھگا دیا گیا اور یوں ابن ثنیان نے اقتدار سنبھال لیا۔ اس نے عبدالعزیز بن قائف کو سدیر کا اور عبداللہ بن ادیکان کو وادی دواسر کا امیر مقرر کر دیا۔ اس کے بعد اس نے عمر بن افاسیان کو الاحسا کا امیر بنایا اور احمد السدیری کو القطف کا۔ ابن ثنیان کی نجد میں حکمرانی کو ابھی دو ہی سال گزرے تھے کہ امام فیصل مصر کی جلاوطنی سے آن نمودار ہوا۔

امام فیصل ۱۸۴۳ء (۱۲۵۹ھ) تک جلاوطن رہا تھا مگر پھر تائید ایزدی سے وہ نجد کا حکمران بن کر لوٹا۔ اس نے ۱۸۴۳ء (۱۲۵۹ھ) سے ۱۸۶۵ء (۱۲۸۲ھ) تک حکومت کی۔ جب امام فیصل اپنے پیروؤں کے ساتھ جبل شمر پہنچا تو عبداللہ العلی الرشید نے ان کا مناسب طریقے سے استقبال کیا۔ الرشید اور اس کے ساتھی فیصل کے عساکر سے مل گئے تاآں کہ وہ ریاض جا پہنچے۔ اسی دوران میں القصیم کے لوگ بھی ان سے آن ملے۔ ریاض میں داخل ہو کر انہوں نے ابن ثنیان کو قید کر لیا جو اسی سال قید ہی میں مرا اور فیصل نے دوسری بار اقتدار سنبھالا۔

۱۸۴۴ء (۱۲۶۰ھ) میں فیصل الاحسا میں داخل ہو گیا اور احمد محمد السدیری کو وہاں کا امیر مقرر کیا۔ ۱۸۴۵ء (۱۲۶۱ھ) میں عجمان قبیلے کے سردار فلاح بن حثلین نے بحرین اور فارس سے آنے والے حاجیوں کے کاروانوں پر متعدد حملے کیے۔ امام نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے حکم دیا کہ اسے گرفتار کر لیا جائے۔ چنانچہ ۱۸۴۶ء (۱۲۶۲ھ) میں وہ الاحسا کے اندر کیفر کردار کو پہنچایا گیا۔

اگلے سال فیصل نے عبدالرحمان بن ابراہیم کی سرکردگی میں اومان کو ایک مہم ارسال کی جس نے اس پر قبضہ کر کے وہاں قلعہ بریمی میں اپنا تسلط قائم کر لیا۔ ۱۸۴۸ء (۱۲۶۵ھ) میں ایک بار پھر فیصل اور القصیم کے لوگوں میں اختلافات پیدا ہو گئے اور شدید لڑائی ہوئی۔ عبداللہ الفیصل سعودی کمانڈر تھا۔ اس جنگ کو جنگ بتیمہ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ القصیم کے بہت سے لوگ اس میں کام آئے۔ اس موقع پر فیصل نے اپنے بھائی جلوی کو وہاں کا گورنر مقرر کر دیا۔ ۱۸۵۰ء (۱۲۶۷ھ) میں قطر کے لوگ بھی فیصل کے زیر نگیں آ گئے۔ عربی سرکار کے ساتھ ملحق ہو جانے پر قطر ایک عربی ریاست بن گیا جس کے تین سو جہاز خلیج میں موجود تھے۔ اسی سال بحرین کے لوگوں اور امیر فیصل کے مابین اختلافات اُبھر آئے۔ بحرینیوں نے ابوظبی کے امیر سے معاونت چاہی جس کا نام سعد بن ذوالنون تھا۔ اس نے جس قدر ممکن تھا جہاز بھی مہیا کیے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدمی بھی، لیکن آگے چل کر وہ خوف زدہ ہو گیا۔ اس نے صلح کی درخواست کی اور امام فیصل کے ساتھ ذاتی طور پر گفت و شنید کی خواہش کی۔ ملاقات کا بندوبست کیا گیا اور امن قائم ہو گیا۔ صلح نامے کی رو سے بحرین کے لوگوں پر سابقہ خراج کی ادائیگی کی پابندی برقرار رہی اور مزید نیا ٹیکس بھی ان پر لگا دیا گیا۔

اسی سال خدیو مصر نے عسیر کی جانب ایک عسکری مہم روانہ کر دی جس کی سعودی امیر عائض بن مرعی نے مزاحمت کی جو عسیر ہی کا رہنے والا تھا۔ ۱۸۵۲ء (۱۲۶۹ھ) میں متعدد لڑائیاں اور جھڑپیں ہوتی رہیں ان سب میں سعودیوں ہی کو ظفر مندی نصیب ہوئی ۱۸۵۳ء (۱۲۷۰ھ) میں ایک بار پھر القصیم کے لوگ فیصل سے باغی ہو گئے اور ۱۸۶۲ء (۱۲۷۹ھ) تک مسلسل بغاوتیں ابھرتی رہیں، یہاں تک کہ فیصل نے جلوی کی جگہ احمد بن محمد السدیری کو وہاں کا گورنر مقرر کیا۔ امام فیصل ۱۸۶۵ء (۱۲۸۲ھ) میں جاں بحق ہو گیا۔

ایک سیاح کے مطابق، جو ان دنوں وہاں تھا اور جس کا نام اے۔ کارنل بلی (A cornell Billy) تھا، بحرین، ابوظبی، ام القوین، عمان، شارجہ اور راس الخیمہ کی ریاستیں بلکہ مسقط کی سلطنت بھی بحرین کی سعودی امارات کو باقاعدگی سے ٹیکس ادا کرتی تھی اور اس کی باج گزار تھی۔

تیسرا دور

سعودی خاندان کا تیسرا دور سلطان عبدالعزیز ابن سعود کے اقتدار سے شروع ہوا اور موجودہ عہد جدید کا نقطۂ آغاز ٹھہرا۔ سلطان کے متعلق مفصل مضمون اسی شمارہ میں آگے ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے مروی ہے کہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جنت اور جہنم نے احتجاج کیا:

جہنم نے کہا: میرے اندر جابر اور متکبر ہیں، جنت نے کہا: میرے اندر کمزور اور مسکین لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے مابین فیصلہ فرما دیا: جنت! تو میری رحمت ہے تیرے ساتھ جس پہ چاہوں گا، رحم کروں گا۔ اور جہنم! تو میرا عذاب ہے۔ تیرے ساتھ جسے چاہوں گا، عذاب دوں گا۔ تم دونوں کو بھرنا مجھ پہ لازم ہے

(بحوالہ مسلم، بخاری، ترمذی)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکام آل سعود

اور ان کا عہدِ حکومت

نام	مدت	ہجری	عیسوی
محمد بن سعود		١١٣٩-١١٧٩	١٧٢٦-١٧٦٥
عبدالعزیز بن محمد سعود	(٣٨ سال)	١١٧٩-١٢١٨	١٧٦٥-١٨٠٣
سعود بن عبدالعزیز	(١١ سال)	١٢١٨-١٢٢٩	١٨٠٣-١٨١٣
عبداللہ بن سعود	(٤ سال)	١٢٢٩-١٢٣٣	١٨١٣-١٨١٧
محمد علی اور ابن معمر کے فوجی قبضے کی مدت	(٢ سال)	١٢٣٣-١٢٣٥	١٨١٧-١٨١٩
مشاری بن سعود	(ایک سال)	١٢٣٥	١٨١٩
ترکی بن عبداللہ بن محمد	(١٤ سال)	١٢٣٥-١٢٤٩	١٨١٩-١٨٣٣
مشاری بن عبدالرحمٰن بن مشاری بن سعود	(٤٠ دن)	١٢٥٠	١٨٣٤
فیصل بن ترکی	(پہلی مرتبہ ٤ سال)	١٢٥٠-١٢٥٤	١٨٣٤-١٨٣٨
خالد بن سعود	(٣ سال)	١٢٥٤-١٢٥٧	١٨٣٨-١٨٤١
عبداللہ بن ثنیان بن سعود	(٢ سال)	١٢٥٧-١٢٥٩	١٨٤١-١٨٤٣
فیصل بن ترکی	(دوسری مرتبہ ٢٢ سال)	١٢٥٩-١٢٨٢	١٨٤٣-١٨٦٥
عبداللہ بن فیصل	(پہلی مرتبہ ٤ سال)	١٢٨٢-١٢٨٦	١٨٦٥-١٨٦٩
سعود بن فیصل	(٥ سال)	١٢٨٦-١٢٩١	١٨٦٩-١٨٧٤
عبداللہ بن فیصل	(دوسری مرتبہ ١١ سال)	١٢٩١-١٣٠٢	١٨٧٤-١٨٨٤
الرشید کا عہد	(٥ سال)	١٣٠٢-١٣٠٧	١٨٨٤-١٨٨٩
عبدالرحمٰن الفیصل			

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

	ہجری	عیسوی
(۲سال)	۱۳۰۷-۱۳۰۹	۱۸۸۹ - ۱۸۹۱
محمد بن فیصل		
(ایک سال)	۱۳۰۹ - ۱۳۱۰	۱۸۹۱ - ۱۸۹۲
رشیدیوں کے قبضے کا زمانہ		
(۱۰سال)	۱۳۱۰ - ۱۳۱۹	۱۸۹۲ - ۱۹۰۲
شاہ عبدالعزیز بن سعود		
(۵۱سال)	۱۳۱۹-۱۳۷۳	۱۹۰۲ - ۱۹۵۳

	ہجری	عیسوی
شاہ سعود		
(۱۱سال)	۱۳۷۳ - ۱۳۸۴	۱۹۵۳ - ۱۹۶۴
شاہ فیصل		
(۱۱سال)	۱۳۸۴ - ۱۳۹۵	۱۹۶۴ - ۱۹۷۵
شاہ خالد		
ابتداء	۱۳۹۵	۱۹۷۵
شاہ فہد بن عبدالعزیز		

معروف علمائے کرام و خطباء عظام کی
دلآویز، دلسوز اور دلپذیر تقاریر
کی آڈیو۔ ویڈیو کیسٹس کے لیے
محمدی کیسٹ ہاؤس اردو بازار لاہور
تشریف لائیے۔
پروپرائیٹر
محمد جاوید محمدی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلطان عبدالعزیز ابن سعود رحمہ اللہ

ایک تاریخ ساز شخصیت

شیخ محمد المانع

جلالت مآب شاہ عبدالعزیز ابن سعود کے کارنامے فی الحقیقت ایک قابلِ ذکر شخصیت کے کارنامے تھے۔ کوئی عام حکمران خواب میں بھی یہ تصور نہیں کرسکتا تھا کہ وہ جزیرۃ العرب کو تمام وکمال ایک مستقل اور ہم آہنگ یگانگت سے ہم کنار کر سکے گا۔

یہ عربوں کی خوش قسمتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ایک ایسا آدمی ان میں بھیجا اور ایسے وقت میں بھیجا جب سرزمین عرب کو متحد کرنے اور اسے اس نمایاں کردار کے ادا کرنے کے لیے جو دُنیا کے معاملات میں آج وہ ادا کررہی ہے، ضرورت تھی۔ اگر یہ سارا علاقہ ٹکڑے ٹکڑے رہتا اور اس کے لوگ بٹے رہتے تو تیل کی بڑی سے بڑی مقدار بھی اسے یہ کردار ادا کرنے کے قابل نہیں بنا سکتی تھی۔ میں اس باب میں تجزیہ کرنے کی کوشش کروں گا کہ وہ کون سے عوامل تھے۔ جنہوں نے ابن سعود کو ایک حکمران اور ایک انسان کی حیثیت سے یوں بے مثال طور پر کامیاب کیا۔

سلطنت کے سات ستون

۱۹۳۵ء میں کرنل ٹی۔ای۔ لارنس نے سرزمین عرب میں اپنے تجربات Seven Pillars of Wisdom کے عنوان سے اپنی مشہور کتاب میں قلمبند کیے ہیں، کتاب کا عنوان شاہ کے کردار کی وضاحت کے لیے مجھے بہت موزوں لگتا ہے۔ میرے خیال میں اس نام کے محرک وہ سات ستون تھے۔ جن پر شاہ نے اپنی سلطنت کی عمارت کھڑی کی۔

پہلا ستون۔ مذہب

پہلا ستون مذہب کا تھا۔ اپنی زندگی کے ابتدائی ایام سے لے کر آخر تک شاہ ایک پکے اور سچے مسلمان رہے۔ قرآنِ کریم کے احکام پر پوری تفصیلات کے ساتھ ان کا عمل تھا۔ جلاوطن رہنے کے باعث کویت میں ان کی تعلیم ادھوری رہ گئی لیکن یہ قرآن پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبور حاصل کرنے کی راہ میں حائل نہ ہو سکی۔ انہوں نے دوسری مذہبی کتب کا بھی اس حد تک مطالعہ کیا کہ علماء اکثر دنگ رہ جاتے۔ قرآن کا ایک حکم ہے کہ مومن قرآن کو جس قدر پڑھ سکے، پڑھے اور جلالت مآب اپنی بے پناہ مصروفیات میں سے آدھ گھنٹہ روزانہ کسی نہ کسی طرح تلاوت قرآن اور دیگر دینی کتب کے لیے نکال لیا کرتے تھے خصوصاً وہ کتب جو اللہ تعالیٰ کے سینکڑوں اسماء کے متعلق ہوتیں جن سے اُسے یاد کیا جاتا ہے، جلالت مآب کبھی گفتگو کا آغاز کسی آیت قرآنی کے بغیر نہیں کیا کرتے تھے جس سے وہ عقل اور الہام کے عظیم سرچشمے کی حیثیت سے ہدایت اخذ کرتے تھے۔ آیات کی تفسیر اور تشریح میں ان کو وہ کمال حاصل تھا کہ حاضرین دم بخود رہ جاتے اور ان کی بصیرت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔

مذہب نے شاہ کی زندگی کو اپنے مقصد سے آشنا کر دیا تھا۔ انہوں نے جس قدر اپنی مملکت کو وسعت اور استحکام دیا اسی قدر اسلام کی بھی خدمت کی کہ اسلام ان کے اعمال سے اور مربوط ہو گیا۔ ان کے مذہبی عقائد نے مختلف طریقوں سے انہیں قوت بخشی مگر جس قدر ان کی قوت میں اضافہ ہوتا گیا اس بات کا کبھی خدشہ پیدا نہ ہوا کہ وہ پرغرور، غلط یا کوتاہ اندیش بن جائیں گے۔ وہابی مسلمان، افراد کی قصیدہ خوانیوں پر یقین نہیں رکھتے تھے اور بادشاہ جانتا تھا کہ ایک انسان کی حیثیت سے وہ اپنا فرض ادا کر رہا ہے اور جو کچھ اس نے حاصل کیا ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سبب ہے۔

مذہب نے ابن سعود کو بے لچک معمولات اور اصول دے دیئے تھے، ان کی زندگی کو منظم کر دیا تھا اور کٹھن صحرائی سرزمین میں کامیابی کے لیے یہ بہت ضروری تھا۔ اسلام اپنے ماننے والوں پر فرض کرتا ہے کہ وہ ہر روز پانچ مخصوص اوقات میں مکۂ معظمہ کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کریں۔ ہر روز بلا ناغہ اس پر عمل کرنے سے ڈسپلن پیدا ہوتا ہے اور مذہب کے معاملے میں یہ انہماک انسان کے دوسرے فرائض کے سلسلے میں انہماک کو آسان تر کر دیتا ہے۔ شاہ کے معمولات کا آغاز، جن کا پہلے قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جا چکا ہے، ساڑھے چار بجے صبح سے ہوتا تھا، یعنی نماز صبح سے بھی پہلے، دن کی مصروفیات کا محور بھی بقیہ اوقات نماز تھے جن کا انجام عشاء کی نماز پر ہوتا جس کے بعد جلالت مآب بستر پر چلے جاتے۔ درحقیقت شاہ نے یہ اصول بنا لیا تھا کہ چوبیس گھنٹوں میں سے صرف چھ گھنٹے سویا کریں گے۔ اور یہ نیند تین مختصر وقفوں میں ہوتی تھی۔ آدھی رات کے بعد صرف چار گھنٹے سوتے تھے ۔۔۔ نماز فجر کے بعد ایک گھنٹہ اور دوپہر کے کھانے کے بعد تقریباً پینتالیس منٹ۔ اس انضباط نے، جس کو شاہ کی جسمانی قوت نے دوگنا کر دیا تھا، انہیں اس قابل کر دیا کہ وہ دربار کے اندر اور صحرا میں بھی تھکا دینے والی پابندی وقت کرتے رہیں یہ بات اُن لوگوں کے لیے ممکن نہیں تھی جن میں شاہ جیسی قوتِ ایمانی نہیں تھی۔ اسلام کے ساتھ ان کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلی لگاؤ ان کے پیروکاروں میں بھی دین کی رُوح پھونک دیتا کہ ہم بھی اسی نظم و ضبط سے عہدہ برآ ہو سکیں جس کا نمونہ انہوں نے دے رکھا تھا۔

صحرا میں سفر کرتے ہوئے بھی شاہ نے اپنی زندگی کو خاصا مربوط بنا رکھا تھا۔ طلوع آفتاب سے پورے ڈیڑھ گھنٹہ بعد جلالت مآب چل پڑتے اور اوقات نماز کے مطابق دن کے وقت قیام کرتے ورنہ چلتے رہتے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہونے کو آجاتا۔ اسی طرح اس معاملے میں بھی ان کا ایک پکّا معمول تھا کہ ہر سال ارض مقدس کا سفر کیا جائے اور پھر مراجعت کی جائے۔ میرا خیال ہے حجاز کی فتح سے شاہ کو سب سے بڑی تسکین یہ ہوئی تھی کہ اس فتح نے ہر سال ادائیگی حج کو ممکن کر دیا تھا جس کے ارکان کا تعین رسُولِ خدا نے خود فرما دیا تھا۔

غیر مسلموں کے لیے یہاں مختصر طور پر مناسک حج کا ذکر ضروری ہے حج والے مہینے کے آٹھویں دن حاجی مکۂ معظمہ سے منیٰ کو جاتے ہیں۔ دُوسرا دن عرفات میں بسر ہوتا ہے، غروب آفتاب کے وقت مزدلفہ کو چل دیتے ہیں جہاں وہ رات بسر کرتے ہیں۔ یہاں سے مٹھی بھر کنکریاں اکٹھی کر کے طلوع آفتاب کے وقت وُہ منیٰ کو جاتے ہیں جس کے فوراً بعد مکّے کو چل دیتے ہیں تاکہ وہاں سات مرتبہ کعبے کا طواف کیا جائے۔ اب احرام اتار لیا جاتا ہے اور عام کپڑے پہن لیے جاتے ہیں اور اس کے بعد حاجی پھر منیٰ کو جاتے ہیں تاکہ شیطانوں کو رجم کر سکیں یہ کام آئندہ تین دنوں

میں کیا جاتا ہے۔ چھٹے دن شام کو شاہ اسلامی دُنیا کے ان زعماء کے لیے، جو حج پر آئے ہوتے، بہت بڑی ضیافت کا اہتمام کرتے۔ ضیافت سے پہلے جلالت مآب خطبۂ حج دیتے جس میں بڑی اچھی نصیحتیں اور مقدس مذہبی ہدایات ہوتیں۔ یہ میٹنگ جو بین الاقوامی مسلم کانفرنس کا مقصد بھی پُورا کرتی تھی، تمام اہم حاجیوں کے لیے کھُلی تھی اور شاہ کے ارشادات کو سُننے کے لیے لوگ ہجوم کر کے وہاں پہنچتے۔ خطاب کے بعد سب کو اجازت ہوتی تھی کہ مسائل حاضرہ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ یہ روایت آج شاہ فہد کے ماتحت بھی قائم ہے۔

مجمُوعی طور پر یہ مسلمانوں کی بہت بڑی خوش قسمتی تھی کہ شاہ نے ارض مقدس پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ وقتی طور پر تمام عرب ممالک نے اس کو اس رنگ میں نہ لیا۔ حجاز کے کنٹرول کے فوراً بعد بڑے بڑے عرب اور مسلم ممالک کے رہنماؤں نے مقدس شہروں کے مقدر کا فیصلہ کرنے کے لیے ایک کانفرنس بلائی جلالت مآب ہر چند اس اقدام کو کوئی وقعت نہیں دیتے تھے لیکن انہوں نے بڑی فراخدلی سے کانفرنس کے تمام اخراجات خود برداشت کیے کچھ بحث و تمحیص کے بعد بعض مُسلمان رہنماؤں نے یہ تجویز پیش کی کہ ارضِ مقدس کو دُنیا بھر کے مُسلمانوں کے لیے ایک مشترکہ ملک قرار دے دیا جائے۔ ان کا مشورہ تھا کہ یہ ایک اسلامی ری پبلک ہو جس کا نظم و نسق جمہوری طریقے سے تمام مُسلمان ریاستیں مل کر چلائیں۔ اس قسم کے انتظامات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے رو بہ عمل آنے کے بارے میں شاہ کو بعض بنیادی شکوک تھے۔ ان کا دو ٹوک جواب یہ تھا کہ آپ میں سے تقریباً تمام ایسے ملکوں کے رہنما ہیں جو استعماری قوتوں کے ماتحت ہیں۔ پہلے آپ لوگ اپنے ملکوں کو غیر ملکی تسلط سے آزاد کرائیں، پھر آپ مجھے یہ بتانے کے مجاز ہو سکتے ہیں کہ ارضِ مقدس پر کون حکومت کرے گا۔ ہمیشہ کی طرح جلالت مآب کا تیر نشانے پر بیٹھا اور غیر ملکی لیڈر خفت کے ساتھ خاموش ہو گئے۔ وہ اس بارے میں مطمئن ہو کر واپس گئے کہ مقدس مقامات اُن مضبوط اور باصلاحیت ہاتھوں میں ہیں جو ان کی حفاظت بھی کر سکیں گے اور بچا بھی سکیں گے۔

مسلمان قائدین کا ابن سعود کی ذات پر یہ بنا اعتماد بہت ہی مناسب تھا۔ شاہ کے حجاز کو قبضے میں لینے کے وقت سے اس بات کا خاص خیال رکھنے کی سعی کی گئی تھی کہ حاجی جو عطیات مقدس مقامات کی دیکھ بھال کے لیے دیتے ہیں، وہ دیانت داری اور احتیاط کے ساتھ استعمال میں آئیں، حالانکہ ہاشمی دور میں یوں ہمیشہ نہیں ہوتا تھا۔ شاہ نے یہ اقدامات بھی کیے کہ مقدس مقامات پر بے اصول معلم، حاجیوں کو لوٹنے نہ پائیں۔ شاہ کے ایک مشیر حافظ وہبہ کو یہ کام سونپا گیا تھا کہ معلموں کو منظم طریقے سے لائسنس دیئے جائیں اور ان کی فیسوں کی شرح مقرر کی جائے جس کے مطابق ان کو ادائیگی ہوتی رہے۔ بدقسمتی یہ تھی کہ جلالت مآب نے جو رقومات مقامات مقدسہ کی دیکھ بھال کے لیے مختص کی تھیں وہ کبھی کبھی ناکافی نکلتیں۔

۱۹۴۹ء میں مکہ معظمہ کی مسجد کی مرمت کی ضرورت محسوس ہوئی تو مصری مسلمانوں کے ایک گروہ نے تیس ہزار پونڈ کی رقم اس کے لیے فراہم کر لی۔ یہ وہ وقت تھا جب شاہ کو تیل کی مد میں خاصی آمدنی شروع ہو گئی تھی اور وہ اس قابل ہو چکے تھے کہ مصریوں کو کہہ سکیں کہ مسجد کو دوبارہ ٹھیک کرنے اور کما حقہ ٹھیک کرنے کی ذمہ داری وہ ذاتی طور پر لیتے ہیں، اور یہ کہ وہ لوگ اپنی جمع کردہ رقم اپنے ہاں کے غریبوں میں جا کر تقسیم کر دیں۔ اس کے بعد سے سعودی سرکار نے ہمیشہ اسے اپنی ذمہ داری خیال کیا کہ تمام مقدس مقامات کی دیکھ بھال کی جائے اور اہلِ ایمان کی جانب سے دیئے گئے عطیات دوسری ضروری مدوں میں خرچ کیے جائیں۔ حالیہ برسوں میں سعودی سرکار نے ارب ہا ارب ریال مقدس مقامات کی مرمت اور دیکھ بھال پر خرچ کیے ہیں۔

جلالت مآب کا مذہبی علم اس پلڑے کا تھا اور اسلام کے ساتھ ان کی عقیدت اس انتہا کی تھی کہ بہت سے لوگ انہیں ان خلفائے اربعہ کا مثیل سمجھتے ہیں جو رسولِ کریم کے بعد دین اسلام کے رہنماؤں کی حیثیت سے اُبھرے۔ تاریخ اسلام میں ان خلفاء کو دانا ترین گنا جاتا ہے۔ کتاب مقدس کی تفہیم کے سلسلے میں وہ لوگ خاص طور پر معروف تھے۔ یہ کہتے ہوئے مبالغہ نہیں کیا گیا کہ شاہ قرآن کا گہرا تجزیہ جس صلاحیت کے ساتھ کرتے تھے اس پر انسان حیران رہ جاتا۔ وہ اس عظیم کتاب کی تشریح اور تفسیر ایسے طریقے سے کرتے تھے جس میں گہرائی بھی ہوتی اور اس کے باوجود بات عام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدو کی سمجھ میں بھی آجاتی۔ جہاں تک میرا خیال ہے میں سمجھتا ہوں کہ جلالت مآب نے دین کی اس قدر خدمت کی ہے کہ کسی اور نے اس ملک میں اتنی خدمت نہیں کی ہوگی۔

دُوسرا ستون: کشادہ دستی اور رحمدلی

جلالت مآب کا دُوسرا ستون کشادہ دستی اور رحمدلی تھا۔ ان کی فراخدستی طبعی تھی اور اس میں ذاتی مصلحت کو کوئی دخل نہیں تھا۔ وُہ اس وقت بھی بخل کیے بغیر دُوسروں کو دے دیتے جب خزانہ خالی ہوتا اور ان کا وزیر مالیات سلیمان جز بز ہوتا کیونکہ بعد میں کتابوں کی درستی اسی کی ذمہ داری ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ ایک بار میں نے مذاق کے انداز میں شاہ کو یہ کہتے بھی سُنا کہ وُہ اپنے آپ کو ذبح کیے گئے اونٹ کی طرح محسوس کرتے ہیں جس میں سے کوئی آدمی بھی چاہے بلکہ جتنی ہے جس قدر اس کا جی چاہے کاٹ کر لے جا سکتا ہے۔

یہ بھی ٹھیک ہے کہ ان کی کشادہ دستی اکثر اوقات ایک مصلحت کا نتیجہ ہوتی تھی، خاص طور پر بدوؤں کے معاملے میں، لیکن انہیں عطا کرنے میں ایک لطف بھی آتا تھا جس کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ اپنی کاریں عملے سمیت جا رہے تھے کہ ان کے قافلے کی بہت سی گاڑیاں ریت میں پھنس گئیں۔ جیسا کہ انکی عادت تھی، انہوں نے اس وقت تک آگے جانے سے انکار کر دیا جب تک انہیں اطمینان نہ ہو گیا کہ ان کے سارے ساتھیوں کی کاریں نکال لی گئی ہیں۔ اس اثنا میں وُہ اپنی کار سے نکل کر ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے کہ اچانک ایک بدو کہیں سے نمودار ہو گیا۔ وُہ شاہ کو پہچانتا نہیں تھا۔ شاہ نے سادہ سا لباس اور ٹپکا پہنا ہوا تھا۔ قبائلی جلالت مآب کے پاس آن بیٹھا اور پُوچھنے لگا کہ شیخ کدھر ہے؟ ابن سعود نے مُسکراتے ہوئے کہا کہ شیخ یہیں کہیں انہی لوگوں میں ہوگا۔ بدو شاہ کو دیکھنے کی تمنا لیے کر اطمینان سے بیٹھا رہا۔ جب ساری کاریں نکال لی گئیں تو جلالت مآب چلنے کے لیے تیار ہو گئے اور مٹھی بھر ریال نکال کر اس بدو کو دے دیئے۔ اس پر قبائلی نے اپنا ہاتھ باہر نکالا اور کہا "اے عبدالعزیز! میں تمہیں سلام کرتا ہوں۔" بادشاہ نے پُوچھا "تمہیں کیسے پتہ ہے کہ میں ہی عبدالعزیز ہوں؟" بدو نے کہا "کوئی اور آدمی اتنی فراخدلی سے نہیں دیتا جیسے تم دیتے ہو۔"

شاہی خزانے کی حالت جیسی بھی ہو، جلالت مآب اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے کہ کوئی غیر ملکی ملاقاتی معقول تحفے کے بغیر دربار سے رُخصت نہ ہو۔ ممتاز مہمانوں کو تحائف دینے کے لیے محل کے اندر موتی، جواہرات اور انتہائی خوبصورت تلواریں اور خنجر، جن پر قیمتی پتھر جڑے ہوتے تھے، مستقل طور پر مہیا کیے جاتے تھے۔ اکثر یوں بھی ہوتا تھا کہ جلالت مآب کو کاریں اور عمدہ عربی گھوڑے بطور تحفہ دینے پڑتے تھے۔ ۱۹۲۸ء میں جنرل کلیٹن (Clayton) جدے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اگر شاہ سے ملا مگر وُہ بیمار ہو گیا اور اسے جلدی واپس جانا پڑا۔ دستور یہ تھا کہ جب کوئی مہمان رُخصت ہوتا تو شاہ الوداعی پارٹی دیتے۔ یہ بھی معمول تھا کہ اگر مہمان کو جلدی ہوتی تو اسے خشک رسد دے دی جاتی تھی تاکہ وُہ خود بعد میں پکا کر کھالے۔ چنانچہ جب معمول کے مطابق کلیٹن کو دعوت دی گئی تو اس نے بڑی شائستگی سے معذرت کی اور کہا کہ وُہ کچھ بھی کھانا نہیں چاہتا۔ اس پر جب اسے بتایا گیا کہ یہاں یہ رواج ہے کہ جو مہمان جلدی میں ہوں انہیں خام زادِ راہ دیا جاتا ہے تو جنرل نے قبول کر لیا۔ چنانچہ شاہ نے فوراً انتظامات کیے اور شاہی بحری جہاز میں، جو جنرل کو لے کر آیا تھا، اتنی رسد مہیا کر دی کہ انگلستان تک سارے عملے کو کافی رہے۔

ایک اور موقع پر سبلہ کی جنگ کے بعد کویت کے شیوخ کا ایک وفد ریاض پہنچا جس کی قیادت شیخ احمد الجابر الصباح نے کی تھی۔ وُہ لوگ اخوانوں کو مکمل طور پر برباد دینے میں کامیاب ہونے پر مبارک باد دینے کے لیے خیر سگالی کے طور پر آئے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ دربار کے ارکان دم سادھے یہ دیکھنے کے منتظر تھے کہ جلالت مآب اس نازک صورتحال سے کیونکر نپٹتے ہیں۔ کیونکہ طویل جنگ نے خزانہ خالی کر دیا تھا۔ لیکن ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی جب ہم نے دیکھا کہ شیوخ بڑے بڑے تحائف ساتھ لے کر واپس جا رہے ہیں۔ کسی نہ کسی طرح جلالت مآب نے ان لوگوں کو کاریں طلائی اور نقرئی تلواریں غلام اور نقد رقومات دینے کا انتظام کر لیا تھا۔ لیکن ۱۹۵۲ء میں جلالت مآب نے جس بے پایاں فراخدستی کا ثبوت دیا اس کا شاید کوئی جواب نہیں ہے۔ اس موقع پر انہوں نے حجاز میں مصر کے شاہ فاروق کے لیے، جو سرزمین عرب میں سرکاری دورے پر آنے کی تجویز کر رہے تھے، ایک مکمل محل تعمیر کرنے کا حکم دے دیا۔ اس محل کا نام قصر الزعفران رکھا گیا جو فاروق کے ایک مصری محل کا ہم نام اور ہو بہو مثنیٰ تھا۔ یہ مکہ معظمہ سے باہر ایک الگ تھلگ مقام پر بنایا گیا تھا۔ اُن دنوں مصر میں سرکشی پورے عروج پر تھی اور غالباً دونوں حکمرانوں کے درمیان یہ سمجھوتہ ہو گیا تھا کہ فاروق کے لیے کسی معروف شہر میں رہائش کا انتظام کرنا غیر محفوظ ہو گا لیکن اس محل کو کام میں لانے کی کبھی ضرورت ہی نہ پڑی کیونکہ یہاں آنے سے پہلے ہی ناصر نے فاروق کو معزول کر دیا تھا اور اگر وُہ آ بھی جاتا تو اس عمارت میں چند دن ہی رہتا۔

شاہ کی طبعی فیاضی ان کی طبعی شفقت اور رحمدلی کے ساتھ توام تھی۔ قدیم رواج تھا کہ جوں ہی دشمن قابو میں آئے اس کا سر قلم کر دیا جائے۔ لیکن ابن سعود نے شکست خوردہ دشمنوں کے معاملے میں انتہائی درگزر سے کام لیا۔ دشمن کے مغلوب ہو جانے کے بعد شاہ اس بات کو زیادہ پسند کرتے تھے کہ انتقامی کارروائی کرنے کی بجائے اسے معاف کر کے اپنا بنا لیا جائے۔

الدویش کو جس طرح بار بار موقعے دیئے گئے وُہ اس طرزِ عمل کی عمدہ مثال ہے ان لوگوں کو بھی برداشت کر لیا جاتا تھا جو خود شاہ کے خلاف تشدد کی سازش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے۔ ۱۹۳۰ء میں ایک بار جب شاہ طائف میں مقیم تھے۔ یہ خبر پہنچی کہ قریب کے فٹ بال کلب کے نوجوانوں کا ایک گروہ انہیں مقامی مسجد میں قتل کر دینے کا منصوبہ بنا رہا ہے۔ ان نوجوانوں کو پکڑ لیا گیا لیکن ان کو جان سے مار دینے کی بجائے جلالت مآب نے انہیں قید کر دیا اور چند ماہ کے بعد جدہ کے ایک وفد نے ان کے لیے رحم کی درخواست کی تو رہا بھی کر دیا۔

شکست خوردہ لوگوں کے سلسلے میں شاہ کا جذبۂ ترحم صرف ان لوگوں تک ہی محدود نہیں تھا جن کو انہوں نے ذاتی طور پر شکست دی ہوتی تھی۔ ایسی ہی ایک مثال افغانستان کے شاہ امان اللہ کی تھی، جب شاہ امان اللہ تخت پر بیٹھا تو بہت سے سربراہانِ مملکت نے اسے اپنے ملک میں آنے کی دعوت دی، بمبئی میں مقیم ابن سعود کے سفیر نے بھی، جس کا نام شیخ عبدالرحمان القصیبی تھا، ابنِ سعود کو مشورہ دیتے ہوئے لکھا کہ جب امان اللہ دُوسرے ممالک کے دوروں پر نکلا ہوا ہے تو اسے زیارتِ مکہ کی دعوت دی جائے، شاہ نے جواب میں لکھا کہ وُہ اُسے دعوت تو نہیں دیں گے لیکن ایک مسلم رفیق ہونے کی حیثیت سے اگر امان اللہ مکہ معظمہ میں آئے تو اُسے "خوش آمدید" کہا جائے گا۔ بعد میں امان اللہ کا بچہ سقہ نے تختہ الٹ دیا اور وُہ جلاوطن ہو کر اٹلی چلا گیا اگرچہ امان اللہ پکا مُسلمان تھا لیکن ایک آدھ سال بعد یہ افواہیں پھیلنے لگیں کہ وُہ رومن کیتھلک عیسائی ہو گیا ہے۔ اس بات کی تردید کرنے کے لیے اور اپنے دامن سے اس دھبّے کو دھونے کے لیے اس نے فوراً حج کی تیاریاں کریں اور اگرچہ اب ابنِ سعود کو امان اللہ کی مدد کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا تھا لیکن انہیں ایک ساتھی مُسلمان پر ترس آیا جس کا مقدر ہار چکا تھا، چنانچہ جب وُہ مکہ معظمہ میں تھا تو شاہ ذاتی طور پر اسے ملنے گئے ہیں اُس وقت جلالت مآب کا ترجمان تھا اور مجھے یاد ہے کہ امان اللہ کا شاہانہ استقبال کرنے کے بعد ابن سعود نے اسے اپنے ذاتی مہمان کی حیثیت سے ٹھہرایا اور اپنے ملازمین کو ہدایات دیں کہ اس کو وُہ تمام سہولتیں مہیا کی جائیں جو ایک حکمران کے شایانِ شان ہیں۔ جلالت مآب کی وجہ سے امان اللہ کو ان الزامات سے بریت میں کافی مدد ملی اور وُہ شاہ کی نوازش پر ممنون دل کے ساتھ وہاں سے رُخصت ہوا۔

ایک اور واقعہ کویت کے شیوخ سے متعلق ہے یہ ۱۹۲۰ء کی بات ہے جب فیصل الدویش نے الجہرا پر تازہ تازہ حملہ کیا تھا۔ الجہرا کویت سے باہر ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ اس حملے میں بہت سی جانیں ضائع ہوئیں اور کویت کا شاید ہی کوئی خاندان ہو جو اس سے بلاواسطہ متاثر نہ ہوا ہو۔ آج بھی الجہرا کی دیواروں پر خون کے وُہ دھبّے موجود ہیں۔ یہ حملہ شاہ کے اشارے پر نہیں کیا گیا تھا بلکہ الدویش نے خود ہی کیا تھا۔ جنگ کے بعد کویت کے شیوخ وفد کی شکل میں جلالت مآب کے پاس آئے اور انہیں یقین دلایا کہ وُہ محسوس کرتے ہیں کہ شاہ کا اس حملے میں کوئی دخل نہیں ہے اور وُہ اب بھی ان کی دوستی کا دم بھرتے ہیں۔ ابتدائی رسمی گفتگو کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد شیخ سالم الصباح نے، جو وفد کا قائد تھا، شاہ سے کہا کہ سعودی عرب کی حدود کویت کی شہر پناہ تک جاتی ہیں، جلالت مآب نے فی الفور جواب دیا کہ کویت کی حدود بھی ریاض کی شہر پناہ تک پہنچتی ہیں۔

تیسرا ستون، قوتِ تمیز و اخفاء

ابن سعود کا تیسرا ستون ان کی قوتِ تمیز و اخفاء تھی۔ رسول کریمؐ کی ایک حدیث ہے "اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے اخفاء سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنے منشاء کے بارے میں ان کے تکمیل آشنا ہونے سے پہلے کوئی بات نہ کرو۔" جلالت مآب اس نصیحت پر پوری طرح عمل کرتے رہے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ مقربین بھی، جن میں شاہ کے کُنبے کے لوگ بھی شامل ہوتے اور قریبی مشیر بھی، ان کے منصوبوں سے بے خبر ہوتے۔ چنانچہ کسی قسم کی غیر محتاط گفتگو دشمنوں پر ان کے منصوبوں کو ظاہر نہیں کرتی تھی اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شاہ کے کیمپ میں دشمن کے جاسوسوں کی بھرمار رہتی تھی۔ جو اس بات کے لیے بیتاب رہتے کہ شاہ کے ارادوں کے بارے میں کوئی معلومات حاصل کر سکیں لیکن وہ اس میں ناکام رہتے۔ جبکہ جلالت مآب اپنے جاسوسوں کے ذریعے ایسے لوگوں سے تمام باتیں معلوم کر لیتے تھے جن کو خاموش نہ رہنے کی عادت ہوتی تھی اور اس کا وہ پورا پورا فائدہ اٹھاتے تھے۔ ایک ایسے ملک میں جہاں افواہوں کی گرم بازاری تھی، جلالت مآب کا یہ محتاط رویہ اپنے مخالفین کے خلاف زبردست ہتھیار تھا۔

چوتھا ستون، جرأت مندی

جرأت مندی جلالت مآب کا چوتھا ستون تھا تاریخ عرب میں بہادر آدمیوں کی کبھی کمی نہیں رہی لیکن شاہ عبدالعزیز ابن سعود جیسا دلیر شاید ہی کوئی ہوا ہو۔ اکثر انہیں پوری جرأت مندی سے کام لینا پڑتا کیونکہ جو کام انہوں نے شروع کر رکھا تھا، کوئی اور آدمی اسے کرنے کی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اگر شاہ ناقابلِ شکست جرأت رکھنے والے جنگ آزما نہ ہوتے تو ان کی بہادری کی بے شمار داستانیں مشہور نہ ہوتیں۔ بہت سے لوگ ان کے استقلال جرأت اور جنگ میں زخموں کی برداشت کے سلسلے میں ان کا ذکر کرتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک زبردست مجادلے کے دوران وہ معدے کے زخم کا شکار رہے اور کہیں چھ ماہ بعد جا کر طبی امداد کی صورت نظر آئی۔ شاہ کے سرجن رشاد فرعون نے مجھے ایک واقعہ سنایا کہ دو گولیاں جلالت مآب کے پیٹ میں چلی گئیں اور جلد کے اندر جا کر رُک گئیں رشاد فرعون آپریشن کی غرض سے گوشت کو بے حس کرنے کی تیاری کر رہا تھا کہ شاہ نے اس سے پوچھا، وہ کیا کر رہا ہے۔ فرعون کے بتانے پر بادشاہ قہقہہ مار کر ہنس پڑے اور اسے کہا کہ ایسے ٹیکوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ پھر انہوں نے ایک نشتر اپنے ہاتھ میں لیا اور گولیوں کے اوپر کا گوشت کاٹ کر الگ کر دیا اس کے بعد فرعون سے کہا کہ اب وہ اپنا کام کرے۔ المتنبی نے خوب کہا ہے:" جسمانی شجاعت سے کہیں بلند خیالی کی شجاعت ہے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگرچہ ابن سعود اپنے دلیرانہ کارناموں کی بدولت اور جرأت کے باعث مشہور تھے لیکن ان کی دلیری میں انجام سے بے نیاز اور مصلحت ناآشنا بے خوفی نہیں تھی جو گھمسان میں جنون کی طرح انسان پر غالب آجاتی ہے اور اس کو ہر قسم کے خطرات سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ وہ ایسے ٹھنڈے استقلال کے بھی حامل تھے جس میں کسی راہِ عمل کے خطرات واضح طور پر سامنے آجاتے ہیں۔ لیکن وہ اُن کو قبول کرتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہی درست راہ ہے۔ انہوں نے جری ہونے کی ڈینگیں کبھی نہیں ماریں اور میں خیال کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنے آپ کو کبھی ہیرو کے طور پر بھی پیش نہیں کیا تھا۔ ایک بار انہوں نے مجھ سے کہا تھا "خدا نے جو کچھ مجھے دیا ہے وہ میری قوت کی بدولت نہیں دیا بلکہ اپنی قوت اور میری کمزوری کے باعث مجھے دیا ہے"۔ شاہ کے ساتھ اپنی اس گفتگو کا یوسف یاسین راوی ہے کہ جلالت مآب نے کہا کہ اندر سے وہ اپنے آپ کو ایک کمزور انسان محسوس کرتے ہیں لیکن اسی احساس نے انہیں بہادری اور مہم جوئی کے کارناموں پر اُکسایا ہے۔ انہیں احساس تھا کہ وہ دوسرے آدمیوں سے زیادہ بہادر نہیں ہیں لیکن خدا نے انہیں ایک خاص صلاحیت دی ہے اور وہ یہ کہ آڑے وقتوں میں ان کے ردعمل اتنے تیز اور شدید ہوتے کہ وہ دوسروں سے زیادہ فیصلہ کن انداز میں اور زیادہ سرعت کے ساتھ عمل پیرا ہو سکتے ہیں ان کا یہ بھی خیال تھا کہ انہیں غیر معمولی طور پر خوش قسمت بنایا گیا ہے جس کا سب سے بہتر نمونہ ان کا داغ دار جسم تھا جس پر زخموں کے بیسیوں نشان اُس موت کی ایک داستان تھے جو واقع ہوتے ہوتے رہ گئی تھی۔ ایک موقع ایسا بھی آیا جب سعود العرافہ (شاہ کا ایک عم زاد) جو ابن سعود کی بجائے اپنے آپ کو ہمیشہ سعودی خاندان کا زیادہ صحیح جانشین سمجھتا تھا، ناراضی کے ایک لمحے میں بڑا بول بولتے ہوئے کہہ اُٹھا کہ وہ شاہ سے کہیں زیادہ جرأت مند ہے۔ ابن سعود تک بھی یہ بات پہنچی لیکن اس پر غصہ کرنے کی بجائے انہوں نے کھلے دل سے مسکراتے ہوئے کہا "سعود ٹھیک کہتا ہے وہ مجھ سے کہیں زیادہ بہادر ہے لیکن میں اس سے کہیں زیادہ خوش قسمت ہوں۔" ایک دفعہ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر خدا میرے بچوں کو بھی وہی قسمت دے دے جو مجھے دی ہے تو وہ ساری دنیائے عرب پر حکمرانی کر سکیں گے۔

پانچواں ستون: استقلال

میرا خیال ہے کہ شاہ کا پانچواں ستون ان میں استقلال کی غیر معمولی قوت تھی۔ ایک بار اپنے سامنے کوئی مقصد متعین کر لینے کے بعد وہ اس کے حصول کے لیے کوشش کرتے جانے سے کبھی نہیں اکتاتے تھے۔ اور ناکامیوں یا دشواریوں کی کوئی مقدار بھی انہیں اپنے نصب العین سے باز نہیں رکھ سکتی تھی جو لوگ ان کے قریب تھے وہ محسوس کرنے لگتے کہ مقصد کے ساتھ یہ شدید وابستگی ہی وہ نفسیاتی قوت تھی جو ان کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخالفت کرنے کی جرأت کرنے والوں کو کمی کے باعث مغلوب کر جاتی۔ اس خصوصیت کا ایک پہلو جس نے ہم سب درباریوں کو متاثر کیا ہوا تھا، شاہ کی ختم نہ ہونے والی یہ خواہش تھی کہ ملک کے گوشے گوشے سے تازہ ترین خبریں پہنچنی چاہئیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ملک میں توانا ترین آدمی ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اسے سب سے زیادہ معلومات بھی حاصل ہوں۔

جلالت مآب ضرورت پڑنے پر اپنے اس انتھک استقلال کا استعمال صرف سلطنت کے بڑے بڑے معاملات کے لیے ہی نہیں کرتے تھے، بلکہ اپنی رعایا کے معمولی معمولی مسائل کے لیے بھی۔ ایک دفعہ ایک بوڑھا آدمی مکہ معظمہ میں مجلس عام کے موقع پر شاہ سے ملنے آیا۔ اس نے کسی جائیداد کے معاملے میں درخواست پیش کی۔ جلالت مآب نے وہ درخواست اپنے بیٹے فیصل کو دے دی کہ وہ اس کو نپٹائے۔ آئندہ سال جب شاہ دوبارہ مکہ معظمہ پہنچے تو وہی آدمی جلالت مآب کی اقامت گاہ کے قریب دربار سے باہر کھڑا زور زور سے چلا رہا تھا کہ اس کی درخواست پر کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ ابن سعود نے فوراً حکم دیا کہ اس آدمی کو محل میں آنے دیا جائے۔ چنانچہ علیحدگی میں بات کرنے کے بعد وعدہ کیا کہ معاملہ دو دن میں صاف کر دیا جائے گا۔ اسی وقت شہزادہ فیصل کو بلایا گیا جس نے بتایا کہ درخواست دو عہدیداروں کے سپرد کر دی گئی تھی۔ لیکن چونکہ اس کا کوئی سراغ نہ ملا اس لیے شاہ کے کہنے پر سارے سرکاری دفتر میں اتھل پتھل کی گئی، یہاں تک کہ وہ درخواست آخر کار کسی کرے میں سے ہاتھ آگئی جن میں دو عہدیداروں نے غفلت برتی تھی ان کو برطرف کر دیا گیا اور بوڑھا آدمی آخر کار اپنی مراد کو پہنچا۔ اس قسم کی باتوں کا سرکاری عملے پر مثبت اثر پڑتا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ فرائض سے کسی قسم کی کوتاہی، خواہ وہ کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو، ممکن نہیں ہے کہ شاہ کی نگاہ سے بچ سکے گی۔

چھٹا ستون: دیانت اور عدالت

شاہ کا چھٹا ستون دیانت اور عدالت تھا۔ ایک عام بدو سے لیکر غیر ملکی فرمانرواؤں تک ہر کسی کے ساتھ معاملات میں جلالت مآب کی پالیسی یہ تھی کہ پوری طرح دیانت داری اور صاف گوئی سے کام لیا جائے۔ ان غیر ملکی مہمانوں کے لیے یہ بات تکلیف دہ ہوتی تھی جو اپنے ملاقاتیوں کی جانب سے ظاہر کیے گئے منافقانہ اور خوشامدانہ رویوں کے عادی ہوتے تھے۔ ۱۹۴۵ء میں مصر کے اندر ابن سعود کی فرینکلن روزویلٹ (Franklin D. Roosevelt) سے ملاقات ہوئی جو امریکہ کا صدر تھا۔ روزویلٹ کا استقبال اس کی توقع کے مطابق ممکن نہیں تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ جب مصافحے کے لیے آگے بڑھایا تو جلالت مآب نے یہ کہتے ہوئے ہاتھ ملانے سے انکار کر دیا کہ جب آپ ہمارے خلاف صہیونی تحریک کی معاونت کر رہے ہیں تو آپ سے ہاتھ کیونکر ملایا جا سکتا ہے۔ روزویلٹ کو دھکا تو لگا لیکن اس نے شاہ کے ساتھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گفتگو بہر حال جاری رکھی جس میں یہ وعدہ کیا کہ آئندہ ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا جائے گا جس سے عرب مفادات کو دھکا لگے۔

جلالت مآب کے متعلق میں نے یہ بات خاص طور پر دیکھی ہے کہ مخالف کتنے ہی طیش دلانے والے ہتھکنڈے کیوں نہ استعمال کریں، وُہ بدی آمیز افواہوں سے گریز کرتے تھے۔ وُہ یہ تو کر سکتے تھے کہ جس نے ناراضی مول لے لی ہے، اس کے معاملے میں کامل سرد مہری اختیار کی جائے، وُہ روبرو سخت سے سخت الفاظ میں دُوسرے کو سرزنش کرنے سے بھی نہیں ہچکچاتے تھے، لیکن میں نے پیٹھ پیچھے انہیں کبھی کسی کی بدگوئی کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس کی ایک مثال عراق میں منڈیل خاندان کا معاملہ تھا جو وہاں جلالت مآب کے ایجنٹ تھے اور ان کی سرپرستی ہی میں وہاں انہوں نے دولت اور اقتدار حاصل کیا تھا لیکن دولت اور اثر ورسُوخ حاصل کر لینے کے بعد، جس میں انہیں شاہ کا تعاون حاصل تھا وُہ نجد کو پیٹھ دکھا کر اپنے آپ کو عراقی شہری بنا بیٹھے جلالت مآب کو اس حرکت پر بہت دُکھ ہوا اور جب کبھی ان کا نام آتا، طبع منغص ہو جاتی۔ اور باوجود اس کے کہ عراق میں ان کی سرگرمیوں کے بارے میں اکثر داستان آرائیاں ہوتی رہتی تھیں، شاہ نے کبھی ان کے خلاف کوئی بات نہیں کہی تھی۔

ایک مذہبی، صاف باطن اور باعزت انسان ہونے کی حیثیت سے جرم اور لاقانونیت کی جانب جلالت مآب گہری توجہ دیتے تھے۔ قرآن کریم نے ابن سعُود کو قانون کا ایک بنا بنایا نظام مہیا کر دیا تھا۔ جس کو لوگوں میں نافذ کرنے کے سلسلے میں وُہ کسی رعایت یا جانب داری کے قائل نہ تھے۔ ان کا یہ بھی ایک اصُول کار تھا کہ کوئی حکومت انصاف کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ قانون کی بالادستی سے انہوں نے اپنے آپ کو بھی الگ رکھنے کی کبھی کوشش نہیں کی تھی اور اگر رعایا میں سے کسی کو شاہ کے خلاف کوئی شکایت ہوتی تو شاہ خود ایک نمائندہ مقرر کر دیتے جو شرعی عدالت میں اس معاملے کی پیروی کرتا اور اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا کہ عدالت کامل غیر جانبداری سے کام لے۔ اب یہ کہنے کی تو ضرورت ہی نہیں کہ شاہ ہمیشہ عدالتی فیصلوں کی پابندی کرتے تھے۔

جب جلالت مآب نے حجاز کو ساتھ ملا لیا تو انہوں نے دیکھا کہ جرائم سے متعلق کتنے ہی مسائل یہاں موجود ہیں۔ ہاشمی حکومت کے آخری سالوں میں ہر قسم کی بدکرداری عام ہو چکی تھی اور صُوبے کے بڑے بڑے شہروں میں چوری، زناکاری، لواطت، زنا بالجبر اور قتل کے واقعات اکثر ہوتے رہتے تھے۔ شہروں سے باہر بعض غیر ذمہ دار بدو قافلوں کو لوٹ لیتے تھے، بالخصوص غیر محفوظ حاجیوں کے قافلوں سے خوب ہاتھ رنگ رہے تھے۔ اسلام کی ارض مقدس میں ایسی صورتحال برداشت کرنے سے شاہ نے انکار کر دیا اور رسُول کریم کی اس حدیث کو ذہن میں رکھا کہ معصُوموں کی حفاظت کے لیے سخت سزائیں اکثر ضروری ہو جاتی ہیں بلکہ عظمہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ان مجرموں کو جنہوں نے دیدہ دانستہ خطرناک چوریاں کیں ، مثالی سزائیں دی گئیں اور شرعی قانون کے مطابق ان کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے ۔ شاہ کے مدینہ منورہ کے امیر مشاری ابن جلوی نے ایک بدنام غارتگر بدو کو گرفتار کیا جس نے کتنے ہی حاجیوں کو لوٹا اور مار ڈالا تھا ۔ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے گئے اور پھر اسے ایک خار دار جھاڑی میں پھینک دیا گیا کہ وہاں کھلی دھوپ میں مرے ۔ اس کی ہڈیاں سڑک کے کنارے دوسروں کے لیے عبرت کے طور پر پڑی رہنے دی گئیں ۔ خاص طور پر ایک مہیب جرم کا ارتکاب مکۂ معظمہ میں کیا گیا کہ پانچ چھ نوجوانوں کے ایک گروہ نے ایک چھوٹی عمر کے بچے کو زبردستی اپنے بُرے مقاصد کے لیے اغوا کر لیا ۔ انہوں نے کئی دن تک اسے اپنے پاس رکھا ، پھر مار ڈالا اور اس کے جسم کو ایک حجرے میں دفن کر دیا ۔ وہ سب پکڑے گئے ۔ اور مکۂ معظمہ کے بڑے چوراہے میں گورنمنٹ ہاؤس کے سامنے انہیں قرار واقعی سزا دی گئی ۔

عادی مجرموں کے خلاف سخت اقدامات کے ساتھ ساتھ غیر عادی قانون شکنوں کے ساتھ بھی اسی سختی کا مظاہرہ کیا گیا ۔ مثال کے طور پر عصمت فروشی کو بالکل ختم کر دیا گیا اور جو عصمت فروش عورتیں تھیں ان کو اکٹھا کر کے ملک بدر کر دیا گیا ۔ یہ سخت اقدامات جو شاہ نے کیے ، میرا خیال ہے کہ جرائم کو دبانے کے مقصد کے لیے تھے جو شاہ کی فطری رحمدلی سے کسی طرح متصادم نہیں تھے ۔ رحم کو کمزوری کبھی نہیں سمجھنا چاہیئے اور رعایا کے تحفظ کے لیے ضروری تھا کہ قانونیت کے مسائل سے عہدہ برآ ہونے کے لیے پوری قوت سے کام لیا جائے ۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ بااثر مجرموں کو باز رکھنے کے لیے اور حجاز کے شہریوں کو یہ احساس دلانے کے لیے کہ قانون کا احترام ہر حال میں ضروری ہے ، چند انتہائی اقدامات ہی کی ضرورت تھی ۔ چنانچہ سعودی عرب میں جرم کا دب کر رہ جانا ایک مانی ہوئی بات ہے ۔ یہ بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ ہر چند ہمارے ملک میں غیر ملکیوں کی بہت سی تعداد رہ رہی ہے اور کام کر رہی ہے ۔ لیکن ہمارے قوانین کی سختی اور ہماری عدل پسندی اس قسم کی ہے کہ ان لوگوں کی طرف سے جرائم سرزد ہونے کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں ۔ اور اسی طرح وہ خود بھی بہت کم دشواری پیدا کرتے ہیں ۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ سعودی عرب میں یورپی ممالک سے محققین بھیجے گئے ہیں تاکہ وہ معلوم کریں کہ حکومت کس طرح بہتر طور پر نظام چلا رہی ہے ۔ میں ذاتی طور پر مذہبِ اسلام ہی کو اس صورتِ حال کا سبب قرار دیتا ہوں ۔ اور اس بات کو بھی کہ یہاں شراب حرام ہے اور نیز یہ کہ عبدالعزیز ابن سعود کے دانش مندانہ اقدامات بھی اس کا باعث ہیں ۔

ساتواں ستون : ذہنی استعداد

میں شاہ کا ساتواں اور آخری ستون ان کی ذہنی استعداد کو قرار دوں گا یہ کہاوت کہ سوچنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں لگایا گیا وقت، وقت کی بچت کا سب سے بڑا طریقہ ہے، جلالت مآب کے رویے کو بڑے خوبصورت اختصار کے ساتھ پیش کرتی ہے۔ جلالت مآب کو قدرت نے یادداشت، مشاہدہ، بصیرت اور حاضر دماغی کی قوتیں اس طرح دی تھیں کہ ان کو غیر معمولی کہا جا سکتا ہے۔ مزید برآں شرافت اور دانائی کی ایک نفسیاتی فضا ان کے گرد چھائی رہتی تھی، جو ان کے جسمانی قد (جو چھ فٹ دو انچ سے بھی زیادہ تھا) اور ان کی مردانہ وجاہت کے ساتھ مل کر انتہائی بدھو آدمی کو بھی، جو ان کے سامنے آتا، اپنی متانت سے حیرت انگیز طور پر متاثر کر دیتی۔ ان کے اندر ایک جلال اور مقناطیسیت تھی جو ہر ملنے والے کو اپنی گرفت میں لے لیتی تھی۔ یہی چیز شاہ کو ایک قدرتی اور بغیر تردد کے لوگوں کا لیڈر بنا گئی۔ ان کے ارادے کی پختگی ان کی جسمانی قوت کی طرح تھی۔ جو چھوٹے لوگوں کے ذہنوں کو یوں جھکاتی اور تبدیل کرتی کہ وہ بڑے شوق سے بلا چون چرا ان کا کہا مانتے۔ اتنی زیادہ مثالیں ہیں کہ ان کو یہاں گنوایا نہیں جا سکتا۔ میں نے بارہا دیکھا کہ گردن کش سرداران کی مجلس میں کھلی مخالفت لے کر آئے لیکن پہلے پہل تو وہ شاہ کی شخصیت سے مرعوب ہوئے اور پھر ان کی مسکراہٹ اور نفوذ کرتی ہوئی جاذبیت کے آگے سپر انداز ہو گئے۔

جلالت مآب کی یادداشت اس قدر متاثر کرنے والی تھی کہ میں نے اپنے جاننے والے لوگوں میں سے کسی میں اس قدر نہیں پائی۔ ان کے سر میں معلومات کا اتنا ذخیرہ تھا کہ ایک لائبریری بھر سکتی تھی۔ اور فوراً یاد میں لے آنے کا ایسا ملکہ تھا کہ کمپیوٹر بھی شرما جائے۔ مثال کے طور پر وہ اپنی مملکت کے تمام قبائل اور قبائلی فرقوں سے، ان کی تاریخ سے اور ان کی روایات سے پوری طرح باخبر تھے۔ کسی بدو کے ساتھ گفتگو شروع کرنے کے چند سیکنڈ بعد ہی اس کی طرز گفتگو سے شاہ معلوم کر لیتے تھے کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور کون سے قبیلے کے کون سے فرقے سے تعلق رکھتا ہے۔

شاہ کمال کے مقرر اور خطیب تھے۔ ان کی تمام تقریریں بڑی فصاحت لیے ہوئے ہوتیں۔ انہیں زبان پر اتنا قابو تھا کہ میں نے آج تک انہیں بے محل لفظ بولتے یا زیادہ لفاظی سے کام لیتے ہوئے نہیں سنا۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے انہوں نے کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی، جس پر بعد میں انہیں افسوس ہوا ہو یا اپنے الفاظ واپس لینا پڑے ہوں۔ ان کی عام گفتگو بڑے ذہانت بھرے استعاروں، محاوروں اور دانش مندانہ کہاوتوں سے بھری ہوتی تھی۔ یہ تمام کہاوتیں برمحل بھی ہوتیں اور ان کو سن کر ایسا مزہ آتا تھا کہ یہی جی چاہتا کہ وہ کہتے ہی چلے جائیں۔ ہر صورت حال کی وضاحت کے لیے وہ ہمیشہ بالکل اسی کے مطابق جچا تلا جملہ یا محاورہ پیش کرتے۔ میں یہاں ایک مثال دہراتا ہوں۔ مجھے یاد ہے ایک بار حجاز میں شریف حسین کے سابق وزیروں میں سے عبد الوہاب نائب الحرم سے شاہ باتیں کر رہے تھے۔ جلالت مآب سے مصافحہ کرتے ہوئے نائب الحرم نے غیر دانش مندانہ طریقے سے شاہ کے ہاتھوں کی علامت پر اظہار خیال کیا اور حیرت ظاہر کی کہ کسی جنگ آزما کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماتھا ایسے بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس پر ناراض ہونے یا نہ ہوتے یا پریشان ہونے کی بجائے شاہ نے مسکراتے ہوئے یہ قدیم محاورہ دہرایا کہ سانپ چھونے میں نرم ہوتا ہے لیکن جب یہ آپ پر حملہ کرتا ہے تو اس کے دانت مہلک ہوتے ہیں۔

جلالت مآب کم ہی کبھی جزیرۃ العرب سے باہر گئے تھے۔ زندگی بھر انہوں نے باہر کے صرف تین سفر کیے۔ ایک دفعہ ۱۹۱۶ء میں برطانویوں کی دعوت پر بصرہ گئے جہاں وہ لوگ اُترے ہوئے تھے۔ دُوسری بار ۱۹۳۰ء میں بحیرۂ عرب میں عراق کے شاہ فیصل کے ساتھ مُلاقات کرنے کے بعد وطن لوٹتے ہوئے کویت اور بحرین گئے اور آخری بار ۱۹۴۵ء میں روزویلٹ، ونسٹن چرچل اور شاہ فاروق سے ملنے گئے۔ ہاشمی خاندان کے سوا، جن کی نمائندگی شہزادہ (جو بعد میں شاہ بن گیا تھا) عبداللہ اردنی اور عراق کے شاہ فیصل کرتے تھے، ان کے سفارتی تعلقات تمام پڑوسی عرب لیڈروں کے ساتھ دوستانہ تھے۔ یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ سُعودیوں اور ہاشمیوں کے ساتھ تعلقات کشیدہ تھے کیونکہ ابن سُعود نے ان کا علاقہ یعنی حجاز فتح کر لیا تھا۔ بعض اور غیر ملکی طاقتوں کے ساتھ شاہ کے تعلقات دوستانہ تھے۔ چونکہ آس پاس کی بیشتر ایشیائی اور افریقی ریاستوں پر استعماری راج کرتے تھے، اس لیے شاہ کے سفارتی تعلقات ان علاقوں میں انگلستان، فرانس، ہالینڈ اور اٹلی تک محدود تھے۔

ابن سعُود کی زندگی کی داستان نامکمل رہے گی اگر عرب ریاستوں کی قومی تمناؤں کے ساتھ جلالت مآب کی ہمدردی کا ذکر نہ کیا جائے اور اس اضطراب کا بھی جو فلسطینی لوگوں کے معاملے میں ان کو تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ فلسطین کی داستان ایک الگ باب چاہتی ہے۔ اس کا تعلق قطعی طور پر دنیائے عرب کی تاریخ اور اس خطے کے بیشتر حصے سے ہے بالخصوص ۲ نومبر ۱۹۱۷ء کے بالفور اعلان سے جس میں برطانیہ نے وعدہ کیا تھا کہ فلسطین میں یہودیوں کو ان کے لیے وطن کے حصول میں مدد دی جائے گی۔ بہرحال فلسطینی مسئلہ کہ آج تک وُہ اسی نام سے پکارا جاتا ہے، کہیں اور تفصیل کے ساتھ زیر بحث آیا ہے اور اس پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ یہاں میں اپنے آپ کو اس معاملے میں ابن سعُود کی کارکردگی تک محدود رکھتا ہوں کیونکہ جس قدر زیادہ اس معاملے میں وُہ دخیل رہے اور جتنی انتھک توجہ انہوں نے دی، اس کو شاید وسیع طور پر تسلیم نہیں کیا گیا۔

اپنی حکومت کے آغاز ہی سے شاہ استعماری مراعات یافتہ طاقتوں سے آزادی حاصل کرنے کی جدوجہد میں بڑے بڑے عرب قوم پرستوں کو نہ صرف مشورہ دیتے تھے بلکہ امداد بھی دیتے تھے۔ الحاج امین الحسینی اور شکیب ارسلان، جو کہ سوئیٹزرلینڈ میں چھپنے والے ایک میگزین "العرب" کا ایڈیٹر تھا، اُن بہت سی نمایاں سیاسی شخصیتوں میں سے ہیں جن کی دنیائے عرب میں ابن سعُود نے حمایت اور امداد کی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان میں سے بہتوں کو باقاعدہ ادائیگیوں کی صورت میں مالی امداد بھی دی جاتی تھی۔ یہ امداد مصر، شام، لبنان اور عراق ایسے ملکوں میں سعودی کونسل خانوں کے ذریعے دی جاتی رہی ہے۔

اپنے وقت کے سربرآوردہ عرب حاکم ہونے کے لحاظ سے قدرتی امر ہے کہ ابن سعود فلسطینی مسئلے میں گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ فلسطینی لوگوں کے حقوق کے معاملے میں جس قدر اضطراب ابن سعود کو تھا اس کا اندازہ ممکن ہی نہیں۔ اور اگرچہ وہ نمایاں ہونا پسند نہیں کرتے تھے لیکن پس پردہ متعلقہ مغربی طاقتوں کے ساتھ اور دوسرے عرب لیڈروں کے ساتھ وہ مستقل رابطہ رکھے ہوئے تھے۔ وہ مشورہ دینے پر ہمیشہ آمادہ رہتے تھے اور فلسطینیوں کی جانب سے اہل مغرب کو مسلسل اپیل کرتے رہتے تھے۔ وہ اکثر بڑے سخت لفظوں میں بیانات بھی جاری کرتے تھے۔ جن میں ان کے خیالات کا اظہار ہوتا تھا۔ وہ اس مسئلے کے منصفانہ حل کو نظرانداز کرنے کے نتائج سے ہمیشہ خبردار کرتے رہتے تھے۔

۱۹۳۶ء میں فلسطین کے اندر جو عام ہڑتال ہوئی اس میں شاہ مسلسل برطانوی حکومت کے علاوہ عراق، اردن اور یمن کے عرب حکمرانوں کے ساتھ بھی رابطہ قائم کیے رہے۔ یہ ہڑتال چھ ماہ تک جاری رہی اور برطانویوں نے بالآخر عرب لیڈروں سے مداخلت کی اپیل کی۔ فلسطینی لیڈروں کو ہڑتال بند کرنے کی طرف مائل کرنے میں ابن سعود کا بڑا ہاتھ تھا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہڑتال کے دوران شاہ نے یہ انتظام کیا تھا کہ فلسطینیوں کو جو باقاعدہ رقومات ان کی طرف سے ملتی ہیں وہ بطور خاص ان لوگوں پر صرف کی جائیں جو ہڑتال کی بدولت یتیم یا بے گھر ہو گئے ہیں۔

جوں جوں فلسطینی تنازعہ اہمیت پکڑتا گیا اور پیچیدگیاں زیادہ سے زیادہ تشویش ناک ہوتی گئیں، شاہ کی پریشانی بھی بڑھتی گئی۔ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ فلبی نے ۱۹۴۰ء میں سعودی عرب کا چکر لگایا تھا اور شاہ کو اس بات پر مائل کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ اس کی پیش کردہ فلسطینی تجویز کو قبول کریں۔ واضح رہے کہ برطانیہ اور امریکہ دونوں ہی کسی ایسی عملی تجویز میں ابن سعود کی رضامندی کو ضروری سمجھتے تھے۔

۱۹۳۸ء میں ایک برطانوی ایلچی ریاض بھیجا گیا تاکہ وہ اگلے سال فلسطین کے بارے میں ہونے والی لندن کانفرنس میں شاہ سے شمولیت کی درخواست کرے۔ اس کانفرنس کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے شاہ نے اپنے بیٹے فیصل کی جانب سے دعوت قبول کر لی جو ان دنوں حجاز کا وائسرائے بھی تھا اور امور خارجہ کا سیکرٹری بھی۔ جب فیصل جنوری ۱۹۳۹ء میں سعودی عرب کے وفد کی قیادت کرتا ہوا لندن گیا تو ابن سعود کی جانب سے برطانوی وزیراعظم نیول چیمبرلین (Neville chamberlain) کے نام ایک خط بھی لیتا گیا۔ اس میں شاہ نے برطانیہ کو یاد دلایا کہ عربوں نے جنگ کے دوران ان کی امداد کی تھی اور برطانوی سرکار سے اپیل کی کہ وہ ذاتی طور پر فلسطین کے بارے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اپنی پالیسی کا اعلان عربوں کے ساتھ اپنی دوستی کے جذبے کے ساتھ کر دے۔ شاہ کی کوششوں کے باوجود نام نہاد لندن کانفرنس یا فروری مارچ ۱۹۳۹ء کی گول میز کانفرنس ستوقع سمجھوتے کے سلسلے میں کوئی کردار ادا نہ کر سکی۔ ابن سعود کی خط وکتابت جو مختلف مغربی سربراہان ممالک سے ہوئی، پڑھنے کے قابل ہے۔ ان خطوط کا انتخاب اس کتاب کے آخر میں دیا گیا ہے ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۲۔ اپنے خطوط میں شاہ نے بار بار برطانیہ اور امریکہ کے جذبۂ عدل وانصاف کے نام پر اپیلیں کیں، اور شاہ کو بار بار یقین بھی دلایا گیا کہ یہ دو طاقتیں کوئی ایسا کام نہیں کریں گی جو عربوں کے مفاد کے خلاف ہو، لیکن بعد میں جو کچھ ہوا وہ ڈھکی چھپی بات نہیں۔

ابھی تک میں نے جلالت مآب کی نجی زندگی کے بارے میں بہت کم کہا ہے اور اب بھی میں بہت زیادہ نہیں کہنا چاہتا کیونکہ میں محسوس کرتا ہوں کہ بڑے آدمیوں کی خلوتوں کو ان کے مرنے کے بعد بھی خلوت رہنا چاہیئے، تاہم یہاں میں بعض واقعات پیش کرتا ہوں اور کسی سوئے ادب کے بغیر، بالخصوص وہ تفصیلات جن کا تعلق جلالت مآب کے خاندان سے ہے۔ اپنی زندگی کے دوران شاہ کی بہت سی بیویاں تھیں، اگرچہ مذہبی قانون کی طرف سے بیک وقت جائز ٹھہرائی گئی چار کی تعداد سے زیادہ نہیں ہوتی تھیں شادی ان کے نزدیک ایک اہم سیاسی حربہ تھا اور سعودی عرب کی وحدت کے لیے اسے ایک مؤثر ہتھیار کے طور پر استعمال کیا گیا کیونکہ جب شاہ کسی خاص خاندان میں شادی کرتے تو وہ خاندان اور ان کا قبیلہ اس سے بڑی عزت محسوس کرتا اور اکثر جلالت مآب کے ساتھ وفادار رہتا۔ بعد میں اس بیوی کے مطلقہ ہو جانے کے باوجود وہ خاندان شادی کی بدولت سرفراز رہتا خصوصاً اگر اس عورت سے شاہ کی اولاد ہوتی۔

بعض شادیاں مقابلتاً زیادہ دیر تک رہیں چند ایک کی مدت ایک آدھ دن ہی رہی لیکن غالباً دو بیویاں ایسی تھیں جن سے شاہ کو بالخصوص لگاؤ تھا۔ ایک ولی عہد شہزادہ فہد کی والدہ حصۃ السدیری جو ولی عہد کے چھ اور بھائیوں کی بھی ماں تھیں، وہ احمد السدیری کی بیٹی تھیں جو اپنی ماں کی جانب سے خود جلالت مآب کے ماموں تھے۔ دوسری بیوی شہیدہ تھیں، یہ شامی تھیں اور لاذقیہ کی رہنے والی تھیں، یہ ابھی دس بارہ برس کی ہی تھیں کہ سعودی عرب لائی گئیں اور بیوی بننے سے پہلے ہی حرم کی ایک رکن بن چکی تھیں۔ جلالت مآب کے کم سے کم ساٹھ بچے تھے اپنی عمر کے آخری ایام میں ان کے چھتیس بیٹے زندہ تھے اور کتنی ہی بیٹیاں تھیں جن کی تعداد مجھے کبھی نہیں بتائی گئی۔ اپنے جیتے جی انہوں نے کتنے ہی پوتے پوتیاں اور دوہتے دوہتیاں دیکھے۔ اگر کبھی جلالت مآب کے اہل وعیال کی اکٹھی تصویر اتروانی پڑتی تو فوٹو گرافر کو کم سے کم تین سو افراد تصویر میں سمیٹنے پڑتے تھے۔

شاہ کے بیٹوں میں سے بہت سے اس قابل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ ان میں سے ہر ایک پر ایک کتاب لکھی جائے۔ ان میں تین بیٹے خصوصیت سے ان کے منظورِ نظر تھے، یعنی ترکی، سعود اور فیصل۔ ترکی سب سے بڑا لڑکا تھا۔ جو ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوا تھا۔ اپنی حیاتِ مختصر میں ترکی نے اپنی بہادری اور آزمودہ کار نبرد آزمائی، بلکہ شکاری مہارت کا لوہا منوا لیا تھا۔ اس نے انتظامی صلاحیت کا بھی خوب مظاہرہ کیا تھا۔ اور اس کی شخصیت بالکل اپنے باپ کے برابر ابھرنے لگی تھی۔ بدقسمتی سے وہ ۱۹۱۹ء میں اس انفلوئنزا کی وبا کا شکار ہو گیا جس نے سارے نجد کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اس کے جاننے والے ابھی تک اسکے لیے سوگوار ہیں۔ سعودی عرب میں اس سال کو آج بھی "سنۃ الرحمۃ" کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے خوفناک پنجے کا شکار کتنے ہی لوگوں کی جانیں ہوئیں جو اپنے رب کی رحمت سے جا ملے۔

ترکی کی وفات کے بعد شہزادہ سعود زندہ بیٹوں میں سے بڑا تھا۔ وہ ۱۹۰۲ء میں اُس دن پیدا ہوا تھا جب ریاض فتح ہوا تھا۔ شاہ کو اس پر اس قدر اعتماد تھا کہ اس نے اسے ریاض کا وائسرائے مقرر کر دیا اور ۱۹۳۰ء کے اوائل میں اسے اپنا جانشین نامزد کر دیا۔ سعود اپنے باپ کی طرح لمبے قد اور گرویدہ کر لینے والی شخصیت کا مالک تھا۔ اس میں اپنے باپ کی اور بھی کتنی ہی خوبیاں تھیں، بالخصوص کشادہ دستی۔ البتہ اس میں وہ عسکری صلاحیت اور قوتِ ارادہ نہ تھی جو اس کے باپ کو ودیعت ہوئی تھی۔

تیسرا بیٹا شہزادہ فیصل بھی مبارک لمحے پیدا ہوا کہ اس کی پیدائش ۱۹۰۶ء میں روضۃ المنہا کی جنگ کے دن ہوئی۔ وہ بچپن ہی میں پختگی کا مظاہرہ کرنے لگا اور صرف بارہ برس کی عمر میں اسے باپ نے برطانوی سرکار کی دعوت پر ایک سرکاری دورے پر انگلستان روانہ کر دیا۔ وہاں ہر ملنے والے کو اس نے اپنی فراست اور شاہانہ رکھ رکھاؤ سے بہت متاثر کیا۔ فیصل بڑا ہو کر برجستہ کار، ذہین اور ماہر سیاستدان نکلا۔ ارضِ مقدس کی فتح کے بعد جب فیصل ابھی بیس برس کا تھا، ابن سعود نے اسے حجاز کا وائسرائے بنا دیا اور پھر سیکرٹری امورِ خارجہ ۱۹۳۲ء میں جب مملکت کا نام سرکاری طور پر سعودی عرب رکھا گیا تو بہت سی اہم عالمی ریاستوں نے ابن سعود کو سرکاری دورے کی دعوت دی۔ جلالت مآب خود ملک سے باہر جانے کو ناپسند کرتے تھے۔ اس لیے فیصل کو بھیج دیا گیا۔ شہزادہ بڑے شاندار طریقے سے اس دورے کو ختم کر کے واپس آیا۔ وہ اس قدر نمایاں ہو چکا تھا کہ بعد میں جب کبھی باہر کا دورہ ضروری ہوتا تو اسی کو بھیجا جاتا۔ ایک دو بار جب میں خود فیصل سے ملا تو اس نے اپنے سفرِ یورپ کا تذکرہ بڑی روانی اور جوش کے ساتھ کیا، بالخصوص لندن شہر کا تذکرہ جس نے اسے ہر دارالحکومت سے کہیں زیادہ متاثر کیا تھا۔ اپنی دیگر صلاحیتوں کے علاوہ فیصل نے جرنیل کے طور پر بھی، جیسا کہ یمن کی مہم میں آشکار ہوا، اپنے باپ کی اہلیت ورثے میں پائی تھی۔ میرا خیال ہے کہ دوسرے بیٹوں سے زیادہ ابن سعود اس پر انحصار کرتے تھے۔ اور ایک بار میں نے شاہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ افسوس اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امر کا ہے کہ فیصل اپنی طرز کا تنہا ہے۔

جلالت مآب کو سب سے زیادہ خوشی اہل خاندان کے ساتھ مل بیٹھ کر حاصل ہوتی تھی۔ وہ اس بات کو پسند کرتے کہ ان کے قبیلے کے زیادہ سے زیادہ لوگ دربار میں ان کے آس پاس ہوں۔ وہ اکثر سات بجے صبح ایک خصوصی مجلس لگایا کرتے جس میں خاندان کے بزرگ، ان کے بیٹے یا دوسرے رشتہ دار آجاتے۔ اپنے مسائل پر تبادلۂ خیال کرتے یا محض علیک سلیک کرتے ہفتے میں ایک بار وہ اپنے کُنبے کے سارے مردوں کے ساتھ یکجا ہوتے۔ اسی طرح تمام عورتوں کے ساتھ ہفتے میں دو بار الگ مجلس ہوتی، عورتیں بے نقاب بھی ہوتیں اور نقاب میں بھی اُسے رشتے کے مطابق جو ان کے خاندانوں کے ساتھ شاہ کا ہوتا۔ شاہ اکثر بمبئی اور دمشق میں مقیم اپنے ایجنٹوں کے ذریعے عمدہ چیزیں منگوایا کرتے اور اپنے سارے قبیلے کے لوگوں کو تحفے کے طور پر دیا کرتے۔ اس قسم کے تحائف تمام درباری عہدہ داروں اور شاہ کے خدمت گزار عملے کو بھی دیئے جاتے۔ شاہ اپنے چھوٹے بچوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ ان کو محل میں اِدھر اُدھر آنے جانے کی کھلی چھٹی تھی اور بغیر اجازت لیے وہ بے روک ٹوک مجلس میں آجا سکتے تھے۔

اپنی حکومت کے آخری حصے میں اگرچہ بے اندازہ دولت جلالت مآب کے پاس آگئی تھی لیکن وہ قرآن کے اخلاقی احکام کے مطابق اپنی زندگی بڑی سادگی سے گزارتے رہے۔ ان کی خواہشیں سادہ تھیں اور ان کا رہنے کا ذاتی ٹھکانا بے تکلف سا تھا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ انہوں نے کبھی تمباکو نہیں پیا تھا اور نہ کبھی کسی نشہ آور چیز کو ہاتھ لگایا تھا۔ مشروبات میں سے الائچی والی کافی البتہ ان کی کمزوری تھی جسے وہ خوب پیتے تھے اور جس کی انہیں خوب پہچان ہو چکی تھی۔ یاد رہے کہ الائچی ایک خوشبودار ہندوستانی پھلی ہے۔ دربار میں ملازموں کا ایک چھوٹا سا گروہ تھا جو ایک ہی قبیلے کے تھے اور وہی ہمیشہ شاہ کے لیے کافی تیار کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ شاہ کے ہم رکاب رہتے تھے اور صرف اسی غرض کے لیے کافی تیار کرنے کے مراحل خاصے وقت طلب تھے۔ کافی کو پہلے بھونا جاتا اور پھر ایک بڑے برتن میں اُبالا جاتا۔ تہ نشین کافی کو ایک درمیانے سائز کے برتن میں ڈال کر تازہ کافی کے ساتھ دوبارہ اُبالا جاتا اور اس مرکب کو ایک چھوٹے برتن میں چھان کر ڈال دیا جاتا اور پھر الائچی کا اضافہ کیا جاتا۔ اس برتن سے ملازم چھوٹی چھوٹی پیالیوں میں کافی ڈالتے جو بادشاہ کے پاس لے جائی جاتی۔ کافی کو اُبالنے اور دوسری اُبلن میں ملانے کے بعد اس کے ذائقے میں ایک خاص قسم کا اضافہ ہو جاتا تھا اور اس سارے عمل کو اخفا میں رکھا جاتا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ اس سے بہتر کافی میں نے ملک بھر میں کہیں نہیں پی۔

جلالت مآب میں حسِ مزاح بھی بہت زیادہ تھی جو کبھی کبھی نازک صورت بھی پیدا کر دیتی۔ مجھے یاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے ایک بار جب ارامکو کا منیجر مسٹر اوہلیگر (Ohliger) شاہ سے ملنے آیا تو جوں ہی اس نے اندر قدم رکھا، شاہ نے یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ انہوں نے اسے اپنا کوئی مخالف سمجھا ہے، چہرے پر غصّے کی کیفیت پیدا کرتے ہوئے اسے فوراً گرفتار کر لینے کا حکم دے دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ حکم اسی وقت واپس ہو گیا تھا۔ حاضرین تو لطف اندوز ہوئے لیکن بے چارہ اوہلیگر گھنٹوں بعد بھی لرزہ براندام رہا۔ لیکن شاہ جلوت میں کبھی کوئی سبک حرکت برداشت نہیں کرتے تھے، خاص طور پر اگر وہ خلاف مذہب ہوتی۔ اپنی حکومت کے ابتدائی ایام میں جب وہ کویت گئے تو لوگ انہیں دیکھ کر خوشی سے بے قابو ہو گئے۔ انہوں نے شاہ کے اعزاز میں ایک استقبالیہ محفل منعقد کی جس میں ایک نوعمر لڑکے کو گانے کے لیے کہا گیا۔ گانا اور رقص دونوں ہی کسی پکّے وہابی کے نزدیک قبیح فعل ہیں۔ جوں ہی اس نوخیز لڑکے نے اپنی آواز اٹھائی، شاہ اسقدر برہم ہوئے کہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور تلوار نکال لی۔ اپنے آپ کو فیصل کا بیٹا کہتے ہوئے جو انتہائی ناراضگی کا مظہر ہوا کرتا، انہوں نے اس غیر مہذب بیہودہ تماشے پر غصّے کا اظہار کیا۔ لڑکے کا رنگ سفید پڑ گیا اور وہ فوراً کھسک گیا۔ تب کہیں جلالت مآب کا مزاج بحال ہوا۔ اس کے بعد یوں لگتا تھا کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تاریخ کے اکثر بڑے لیڈروں پر عجیب و غریب اور متنوع لمحے آتے دیکھے گئے ہیں اور کبھی کبھی ان کا مزاج متانت سے نیچے بھی اتر آتا ہے لیکن ابن سعود کی ذات ایک استثنا تھی۔ شاید انہوں نے ایسے لمحات حرم کی تنہائی میں چھوٹے بچوں کے ساتھ مخصوص کیے ہوئے تھے، کیونکہ پبلک میں ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔

خوش وقتی کے جو مختصر سے وقفے جلالت مآب کو میسّر آتے ان میں وہ شکار میں مشغول رہنا زیادہ پسند کرتے۔ کبھی کبھی موسم سرما میں وہ اپنے ساتھ ایک مختصر سے گروہ کو لیے ہوئے صحرا میں نکل جاتے اور ہر قسم کا شکار کرتے، لیکن خصوصیت کے ساتھ جنگلی ہرن کا۔ سال کے ان ایام میں سارس کی قسم کے پرندے (Busterd) نجد کی فضاؤں میں قطار در قطار اڑتے ہوئے یمن میں اپنے سرمائی ٹھکانوں کو جا رہے ہوتے۔ گرمی جوں جوں قریب آنے لگتی وہ پھر اسی راہ سے واپس لوٹتے اور غالباً سائبیریا یا منچوریا کو نکل جاتے ان میں سے کتنے ہی شاہ کی بندوق کا نشانہ بنتے۔ ایک بار جلالت مآب نے ایک پرندے کو گولی کا نشانہ بنایا جس کی ٹانگ میں Brass کا حلقہ سا پڑا تھا اور اس پر چینی یا جاپانی میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ مجھے پڑھنے کو کہا گیا لیکن بدقسمتی سے میں وہ زبان نہیں جانتا تھا۔

اگر جلالت مآب کو کبھی کچھ وقت مل جاتا تو وہ گاہے گاہے ریاض سے باہر کچھ فاصلے پر ایک مقام پر چلے جاتے جسے المقص کہا جاتا تھا۔ یہ ایک نشیب سا تھا جس میں بارش کا پانی جمع ہو جایا کرتا تھا۔ یہ علاقہ زیادہ تازگی لیے ہوئے تھا اور آس پاس کے صحرا کی بہ نسبت زیادہ زرخیز تھا۔ اسی لیے یہ رنگ رنگ کے پھولوں سے بھرا رہتا تھا۔ کبھی کبھی شاہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے پسندیدہ مشیروں اور سرداروں کو پکنک کے طور پر لے جایا کرتے۔ ایسے شاذ موقعوں پر سرکاری معاملات کے بارے میں گفتگو منع ہوتی۔ صرف اچھی خوراک، آرام اور آسودگی ہوتی۔ ایسی پکنکوں میں کچھ لمحوں کے لیے شاہ عبائے تکلف آتار دیتے اور کبھی کبھی کسی حاضر جواب مسخرے کو لطیفہ گوئی کے لیے ساتھ لے لیتے۔ ہنسی مذاق کا ایک کام یہ بھی تھا کہ شاہ کے مہمانوں سے کوئی احمقانہ سوال کیا جاتا اور جب تک فوراً اس کا جواب ویسا ہی احمقانہ نہ مل پاتا تو مہمان کو تمسخر میں اڑانے کی سزا ملتی یا کوئی تاوان ڈالا جاتا۔ لیکن اس قسم کی بے تکلفیاں عوام سے دور رہ کر کی جاتی تھیں کیونکہ جلالت مآب اس معاملے میں بڑے حساس تھے کہ اپنے اور عوام کے درمیان ایک معقول فاصلہ ضرور رہنا چاہیئے، چاہے وہ عوام کتنے ہی بڑے یا اہم کیوں نہ ہوں۔ یوں لوگ ان کو ہمیشہ احترام کی نگاہ سے دیکھتے اور ان کے مقام کا وقار بھی قائم رہتا۔ خوش طبعی کی یہ محفلیں شاہ کی زندگی کے آخری ایام ہی میں برپا ہوتی رہیں مگر سال میں ایک سے زائد بار نہیں ہوتی تھیں۔

گیارہ نومبر ۱۹۵۳ء کو عبدالعزیز ابن سعود نے بڑے سکون کے ساتھ طائف میں وفات پائی۔ ان کا جسم ایک سادہ سے کفن میں لپیٹا گیا اور ایک سچے مسلمان کی طرح ریاض کے صدر مقام کے قبرستان میں ایک بے نشان قبر کے اندر دفن کر دیا گیا۔ اسلام کی اور اس قوم کی بے مثال خدمت میں عمر بسر کرنے کے بعد، جسے انہوں نے ایک تشخص دیا تھا، اب وہ وہاں محوِ استراحت ہیں۔ خدا کی جانب سے انہیں اس کا جواجر ملا وہ زمین پر بھی آشکار رہے اور آسمان پر بھی کیونکہ جس مملکت کو انہوں نے اپنے جھنڈے تلے متحد کیا تھا اسے لامحدود دولت کا ورثہ ملا ہے اور ایک روشن خیال خاندان کے ہاتھ میں اس کا انتظام ہے۔

ابنِ سعود کی زندگی

کے اہم واقعات اور جنگیں

۱۹۰۰ء (۱۳۱۸ھ): معرکۂ العریف۔ شیخ مبارک الصباح امیرِ کویت اور عبدالعزیز ابن متعب الرشید حاکم حائل اور جبل شمر کے درمیان۔

۱۹۰۲ء (۱۳۱۹ھ): دارالحکومت ریاض پر قبضہ۔

۱۹۰۲ء (۱۳۱۹ھ): معرکۂ دلم۔

۱۹۰۴ء (۱۳۲۲ھ): صوبۂ القصیم میں عنیزہ پر قبضہ۔

۱۹۰۴ء (۱۳۲۲ھ): صوبۂ القصیم کے دارالحکومت بریدہ پر قبضہ اور ابا الخیل کی شکست۔

۱۹۰۴ء (۱۳۲۲ھ): جنگ بکیریہ۔

۱۵ نومبر ۱۹۰۴ء (۱۸ رجب ۱۳۲۲ھ): جنگ شنانہ۔

۱۹۰۶ء (۱۳۲۴ھ): جنگ روضۃ المہنا اور عبدالعزیز بن الرشید کا قتل۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۲ ستمبر ۱۹۰۷ء (۵ شعبان ۱۳۲۵ھ) : جنگِ طرفیہ۔
۱۹۱۰ء (۱۳۲۸ھ) : جنگ ہدیہ۔
۱۹۱۰ء (۱۳۲۸ھ) : فتح الحریق اور جنوبی صوبے کے حاکم المذازنیہ کی شکست اور خاتمہ۔
۱۹۱۳ء (۱۳۳۱ھ) : فتح ہفوف اور الاحساء پر قبضہ۔
۱۹۱۵ء (۱۳۳۳ھ) : جنگِ جراب۔
ابن سعود کے سامنے ہتھیار ڈالے ۱۳۳۸-۱۳۳۹ ۱۹۱۹-۱۹۲۰
محمد ابن طلال ابن نائف (داسل: حائل کے مقام پر ابن سعود کے آگے ہتھیار ڈالے) ۱۳۳۹-۱۳۴۱ ۱۹۲۰-۱۹۲۱
۱۹۱۵ء (۱۳۳۳ھ) : جنگِ کنزان۔ عجمان قبیلے اور ابن سعود کے درمیان۔
۱۹۱۹ء (۱۳۳۷ھ) : معرکۂ تربہ۔
۱۳ اکتوبر ۱۹۲۰ء (۲۶ محرم ۱۳۳۹ھ) : معرکۂ جہراء۔
۱۹۲۱ء (۱۳۴۰ھ) : معرکۂ وادی حلیہ اور ابہا پر قبضہ اور عسیر کی فتح
۱۹۲۱ء (۱۳۴۱ھ) : حائل پر قبضہ۔
۱۹۲۳ء (۱۳۴۳ھ) : الیسٹرن اینڈ جنرل سنڈیکیٹ کو تیل کی کھدائی کی اجازت۔
۱۹۲۴ء (۱۳۴۳ھ) : سقوطِ طائف۔
۱۹۲۴ء (۱۳۴۳ھ) : مکۂ معظمہ میں داخلہ۔
۱۹۲۵ء (۱۳۴۴ھ) : محمل کے ساتھ مصری دستوں والا واقعہ۔
۱۹۲۵ء (۱۳۴۴ھ) : مدینۂ منورہ پر قبضہ۔
۱۹۲۵ء (۱۳۴۴ھ) : جدہ کی شکست۔

۱۹۲۶ء (۱۳۴۴ھ) : ابن سعود کے شاہ حجاز ہونے کا اعلان۔
۱۹۲۸ء (۱۳۴۶ھ) : ریاض میں بڑا اجتماع۔
۱۹۲۹ء (۱۳۴۷ھ) : جنگِ سبلہ۔
۲۷ فروری ۱۹۳۰ء (۲۱ رمضان ۱۳۴۸ھ) : ابن سعود کی عراق کے شاہ فیصل سے خلیج عرب میں ملاقات۔
۱۹۳۲ء (۱۳۵۱ھ) : حامد ابن رفادہ کی بغاوت۔
۲۷ ستمبر ۱۹۳۲ء (۲۱ جمادی الاول ۱۳۵۱ھ) : شاہِ حجاز اور سلطان نجد کی بجائے جلالۃ الملک شاہ سعودی عرب کا خطاب اختیار کرنے کی ابتداء۔
۱۳ نومبر ۱۹۳۲ء (۱۳۵۱ھ) : الادراسہ کی بغاوت۔
۱۱ مئی ۱۹۳۳ء (۱۶ محرم ۱۳۵۲ھ) : شہزادہ سعود ابن عبدالعزیز کی ولی عہدی کا اعلان۔
۱۹۳۳ء (۱۳۵۲ھ) سٹنڈرڈ آئل کمپنی کو تیل کی کھدائی کی رعایت۔
۱۹۳۴ء (۱۳۵۲ھ) : پہلی جنگِ یمن۔
۱۹۳۵ء (۱۳۵۳ھ) : مسجد الحرام میں یمنیوں کا شاہِ سعود پر قاتلانہ حملہ۔
۱۹۴۵ء (۱۳۶۵ھ) : صدر روزویلیٹ، ونسٹن چرچل اور مصر کے شاہ فاروق سے ملاقات۔
۱۱ نومبر ۱۹۵۳ء (۱۰ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ) : جلالۃ الملک شاہ عبدالعزیز کی وفات۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان اشخاص کے نام

جنہوں نے عبدالعزیز ابن سعود کا فتح ریاض کے موقع پر ساتھ دیا

- شہزادہ عبدالعزیز ابن سعود۔
- عبداللہ ابن جلوی۔
- عبدالعزیز ابن مساعد ابن جلوی۔
- ناصر ابن فرحان السعود۔
- محمد بن صالح بن شلہوب۔
- ابراہیم النفیسی۔
- فہد المعشوق۔
- سعد ابن بجیب۔
- عبدالعزیز الربیع۔
- محمد ابن عبدالرحمن (شہزادہ کا بھائی)۔
- فہد ابن جلوی۔
- عبدالعزیز ابن عبداللہ ابن ترکی آل سعود۔
- عبداللہ ابن صنیان آل سعود۔
- محمد المعشوق۔
- ناصر ابن فرحان آل سعود۔
- محمد ابن الوبیر الشامری۔
- سلطام بالخیل الدوسری۔
- محمد ابن ہزاع۔
- زید ابن زید (محمد ابن زید کا چچیرا بھائی)۔
- فہد ابن شٹیل الدوسری۔
- فیروز (شہزادہ کا محافظ)۔
- عبداللطیف المعشوق۔
- فرحان السعود۔
- عشاش العرجانی۔
- مطلق العجیان۔
- عبد ابن عسکر۔
- سالم الابنج۔
- ماجد ابن مرعید البیعی۔

جن ناموں کے آگے ستارے کا نشان لگایا گیا ہے یہ وہ لوگ تھے جو ابن سعود کے ساتھ ریاض کی فصیل پر چڑھے تھے۔

- حزام العجالین الدوسری۔
- عبداللہ ابن شاطر الدوسری۔
- ثلاب العجالین الدوسری۔
- منصور ابن حمزہ المنصور۔
- صالح ابن سبعان۔
- یوسف ابن مشخص۔
- سعید ابن سلطان الدوسری۔
- مسعود المبروک۔
- شریع ابن شداد السہیلی۔
- محمد بن جارح۔
- عبداللہ الجطیلی۔
- ابراہیم ابن الحیذف۔
- عبداللہ ابن خیزران۔
- منصور ابن فریک۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- عبید (شہزادہ دوسری کا بھائی)۔
- فہد بن ابراہیم بن مشاری آل سعود۔
- عبداللہ ابن عثمان الھزانی۔
- سعد ابن عبید۔
- عبداللہ ابن جریس۔
- معضد ابن خرصان الشامری۔
- ملال ابن عجرش۔
- سعد ابن جیفان۔
- عبید ابن صالح العوبیبل۔
- عبداللہ ابوذیب السبیعی۔
- سُلطان (شہزادے کا خادم)۔
- عترش العرجانی۔
- سعد بن ہدیب۔
- مطلق ابن بیتقال۔
- زاید الافتی السبیعی۔
- مناور العزی۔
- نافع الحربی۔
- عبداللہ ابن مرعید السبیعی۔

جلالتہ الملک کے ساتھیوں کا کثریت میں مختلف قبائل سے انتخاب کیا گیا۔ دشمن کے علاقے میں سے گزرنے کا یہی طریق عمل تھا۔ کوئی قبیلہ اپنے ہی فرد کو نقصان نہیں پہنچاتا تھا اس لیے اگر وہ ابن سعود کی اس جماعت کو نقصان پہنچانا چاہتے تو ہر فرد اپنے قبیلے کے خلاف ڈھال کا کام دیتا۔ چونکہ اسکے پاس صرف چالیس اونٹ تھے لہٰذا وہ روایتی طور پر دو دو بیٹھتے تھے۔

دِل کی اقسام

دِل تین قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) جو ایمان سے خالی ہوتا ہے، یہ دِل اندھیری کوٹھڑی کی مانند تاریک ہوتا ہے۔ یہ دل شیطان کی آماجگاہ ہوتا ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے بے دھڑک اس پر حکمرانی کرتا ہے۔

(۲) وہ دِل جو نُورِ ایمان سے چمک دمک رہا ہوتا ہے۔ اس کے نُورِ ایمانی کی قندیل جگمگا رہی ہوتی ہے لیکن اسے بُجھانے کے لیے شہوت، گناہ اور خواہشات کی تیز آندھیاں بھی چلتی رہتی ہیں۔ اس دِل میں نُورِ ایمان اور شیطان کی جنگ چھڑی رہتی ہے کبھی ایک کا پلہ بھاری ہوتا ہے اور کبھی دُوسرے کا۔

(۳) وہ دل جو ایمان سے معمور ہو۔ اس میں ایمان کا نُور اور حرارت بیک وقت موجود ہو کر وسواسات قریب جائیں تو جل کر راکھ ہو جائیں یہ دِل آسمان کی مانند ہے جس کی حفاظت ستاروں سے کی گئی ہے۔ اگر کوئی شیطان اس قریب جاتا ہے تو چنگارا کھا کر جل جاتا ہے۔ (حافظ ابن قیم علیہ الرحمۃ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلطان عبدالعزیزؒ، حرمین شریفین اور انہدامِ قبور شریعت، تاریخ اور واقعات کی روشنی میں

حافظ صلاح الدین یوسف
ایڈیٹر "الاعتصام" لاہور

۱۹۸۸ء میں لندن (برطانیہ) میں بسلسلہ تحفظ حرمین شریفین ایک عظیم الشان بین الاقوامی اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں انگلستان اور یورپ کے علماء و فضلاء کے علاوہ پورے عالم اسلام کے ممتاز اہلِ علم اور زعمائے ملت شریک ہوئے تھے۔

۳ روز یہ کانفرنس جاری رہی عربی، اردو اور انگریزی تینوں زبانوں میں تقاریر و مقالات پیش ہوئے، ہر عربی تقریر کا انگریزی میں اور ہر انگریزی تقریر کا عربی میں اور اردو تقاریر کا صرف عربی میں خلاصہ پیش کیا جاتا تھا۔

راقم نے ذیل کا مقالہ اس کانفرنس کے لیے تحریر کیا تھا، لیکن وقت کی قلت کی وجہ سے اس کی تلخیص ہی وہاں پیش کی جا سکی تھی۔ اب ذیل میں یہ پورا مقالہ دیا جا رہا ہے۔

ص۔ ی

سرزمین فارس ــــ ایران ــــ میں جناب خمینی کی رہنمائی میں جو انقلاب آیا، اس کی بابت بڑے زور شور سے یہ پروپیگنڈہ کیا گیا کہ یہ "اسلامی انقلاب ہے" اور عالمِ اسلام کی رہنمائی کے لیے مسلمانوں کو خمینی کی شکل میں ایک "عظیم قائد" مل گیا ہے۔ اس ادعائی پروپیگنڈے سے اچھے اچھے باخبر لوگوں کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں، بہت سے لوگ مغالطوں کا شکار ہو گئے اور بہت سوں نے انقلاب ایران سے حسین اُمیدیں وابستہ کر لیں۔

لیکن فراستِ ایمانی سے بہرہ ور اہلِ علم اور شیعہ مذہب کی حقیقت سے باخبر حضرات مذکورہ مغالطوں کا شکار نہیں ہوئے۔ انہوں نے اسے خالص شیعہ انقلاب ہی سمجھا جس سے، گذشتہ تاریخ کی روشنی میں ــــ خیر کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ اسے انہوں نے بجا طور پر اُمتِ مسلمہ کے لیے سخت خطرناک قرار دیا اور مسلم عوام کو اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دامِ ہم رنگ زمین سے بچانے کی کوشش کی۔
الحمدللہ ان کی کوششوں سے اور خود ایرانیوں کے اسلام دشمن کردار اور رویے سے مسلم عوام پر انقلاب ایران کی اصل حقیقت واضح اور آشکارا ہو گئی، بالخصوص ایامِ حج میں مقاماتِ مقدسہ میں چند سال وُہ جس قسم کی ہنگامہ آرائی کرتے رہے بھرپور مظاہرہ بھی کیا اور جس کے نتیجے میں سینکڑوں افراد لقمۂ اجل بن گئے، جن میں زیادہ تر تعداد ایرانی مظاہرین ہی کی تھی۔ حرمین شریفین زادھما اللہ عزّاً و شرفاً میں ہنگامہ آرائی اور فساد انگیزی نے ایرانیوں کے مکروہ عزائم کو طشت ازبام اور انقلاب ایران کی حقیقت کو عریاں کر دیا ہے۔

علاوہ ازیں پاک و ہند اور لندن وغیرہ میں ایرانی زعماء نے کچھ نام نہاد سُنّی اصحابِ جُبہ و دستار کو اپنے ساتھ ملا کر "حج سیمینارز" "القدس سیمینار" اور "حجاز کانفرنس" کے خوش نما عنوانات سے اجتماعات کیے جن میں عالم اسلام کی واحد اسلامی مملکت اور حرمین شریفین کی محافظ حکومت کے خلاف زہر اُگلا گیا، اس پر الزام تراشی کر کے اسے بدنام کرنے کی مذموم سعی کی گئی اور عجیب عجیب قسم کے مضحکہ خیز مطالبات کیے گئے، مثلاً

- مکہ مکرمہ و مدینہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔
- ان کا انتظام عالم اسلام کے نمائندوں پر مشتمل کسی کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔
- مقاماتِ مقدسہ کی بے حرمتی کا ازالہ کیا جائے۔

وغیرہ وغیرہ۔

ان تمام پہلوؤں پر، جن کا تعلق ان مطالبات سے ہے، اہل علم و اہل قلم ان پر کافی روشنی ڈال چکے ہیں اس مقالے میں صرف آخری نکتے کے ضمن میں ایک پہلو کی وضاحت کرنی مقصود ہے اور وہ ہے اس کا تاریخی پس منظر یعنی وُہ "مقاماتِ مقدسہ" کون سے ہیں جن کی بے حرمتی کا دعویٰ کر کے اس کے ازالہ کا مطالبہ مسلسل کیا جا رہا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ حرمین شریفین میں مسلمانوں کے "مقاماتِ مقدسہ" حرمِ کعبہ، مسجدِ نبوی، روضۂ رسول اور دیگر مساجد ہیں اور یہ بحمداللہ تمام کے تمام نہ صرف محفوظ ہیں بلکہ ان کا انتظام ایسے اعلیٰ پیمانے پر سعودی حکومت نے سنبھالا ہوا ہے کہ جسے انسانی مساعی کی آخری حد کہا جا سکتا ہے، جس کی تصدیق ہر حاجی سے کی جا سکتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ ان کے علاوہ وُہ کون سے "مقاماتِ مقدسہ" ہیں جن کی بے حرمتی یا انہدام کا الزام سعودی حکومت پر لگایا جاتا ہے اور اس کے ازالے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے تو حقیقت یہ ہے کہ آج سے ساٹھ سال قبل کا واقعہ ہے جب سعودی حکومت کے بانی یعنی والیٔ نجد و حجاز سلطان عبدالعزیز رحمۃ اللہ نے شریعتِ اسلامیہ کے مطابق اُن تمام قبروں کو جو، قبے نما بنی ہوئی تھیں اور شریعت سے بے خبر عوام وہاں غیر شرعی حرکات کرتے تھے، ڈھا دیا تھا اور ان کو عام سادہ قبروں کی طرح بنا دیا تھا تاکہ عوام آئندہ اُس گمراہی میں مبتلا نہ ہوں جس طرح پہلے چلے آ رہے تھے۔
ان پختہ قبروں اور قبّوں کو ہی یہ حضرات "مقاماتِ مقدسہ"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے تعبیر کرتے ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک یہ "مزارات" ہیں یعنی جائے زیارت اور متبرک مقامات، حالانکہ حدیثِ رسول لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَۃِ مَسَاجِدَ الحدیث کی رُو سے ایسے متبرک مقامات، جن کی زیارت کے لیے شدِ رحال کی اجازت ہے، صرف تین ہیں مسجدِ حرام، مسجدِ نبویؐ اور مسجدِ اقصیٰ۔ اس حدیث کے مطابق ان تین مقامات کے علاوہ کسی جگہ کے لیے بطور خاص تقرّب کی سفر جائز نہیں ہے۔

لیکن اہلِ تشیّع اور اہلِ سُنت کے لیبل سے آراستہ ایک گروہ، مولانا احمد رضا خاں کے پیروکار ــــ جو پختہ قبر، قبّہ اور گنبد نما عمارت کو مقدس، متبرک اور مزار (جائے زیارت) سمجھتے ہیں، شدِ رحال کرکے وہاں جانے کو نہایت سعادت کا باعث ہی نہیں گردانتے، قضائے حاجات کے لیے بھی اکسیر سمجھتے ہیں۔ قبروں میں مدفون افراد و اشخاص کو حاجت روا، مشکل کشا، سمیع و بصیر، نافع و ضار، متصرف الامور اور دیگر خدائی صفات سے متّصف مانتے ہیں جس کا مشاہدہ پاک و ہند ایران اور دیگر ملکوں میں کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان قبروں پر خانہ کعبہ کی طرح طواف کیا جاتا ہے، خانہ کعبہ ہی کی طرح انہیں منوں عرقِ گلاب سے غسل دیا جاتا ہے، حج کی طرح سالانہ عُرس کیے جاتے ہیں، اور انہیں حج کا مترادف سمجھا جاتا ہے، ان کے نام کی نذر نیازیں دی جاتی ہیں، ان کی قبروں پر سجدہ تک روا رکھا جاتا ہے ان کے نام کی بعض جگہ نمازیں تک پڑھی جاتی ہیں ان سے استمداد اور استغاثہ کیا جاتا ہے۔ الغرض ان قبروں میں مدفون افراد کو مقامِ الوہیت پر فائز اور ان مقامات کو خانہ کعبہ کی طرح متبرک و مقدس سمجھا جاتا ہے۔ یوں شریعتِ اسلامیہ کے بالمقابل ایک نئی شریعت بنا لی گئی ہے اور دینِ اسلام کے متوازی ایک نیا دین گھڑ لیا گیا ہے جس میں سُنّت کی جگہ بدعت کی اور توحید کی جگہ شرک کی فرمانروائی ہے، جہاں خوف و رجاء کا مرکز اللہ کی ذات نہیں، مُردہ بزرگ ہیں اور جہاں ان فوت شدگان ہی کو تمام اختیارات کا منبع اور سرچشمہ سمجھا جاتا ہے۔

ظاہر بات ہے کہ کوئی مردِ مومن، جسکو اللہ تعالےٰ تمکّن فی الارض عطا فرمائے، اقتدار و اختیار سے بہرہ ور کرے اور جلالِ شاہی سے نوازے، یہ کاروبارِ لات و منات برداشت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ والیٔ نجد و حجاز سُلطان عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کے زیرِ نگیں جب یہ مقدس مقامات (حرمین شریفین) آئے اور انہوں نے دیکھا کہ ؎

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

کے مصداق لوگ پختہ قبروں اور قبّوں کو پوجتے ہیں انہوں نے اپنی لَو اللہ سے لگانے کی بجائے مُردوں سے لگائی ہوئی ہے تو انہوں نے وہی کام کیا جو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں کیا تھا اور جسے بعد میں پھر حضرت علیؓ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں کیا کہ تمام پختہ قبریں اور قبّے ڈھا دیئے اور انہیں عام قبروں کی طرح کر دیا تاکہ شریعت سے ناواقف عوام پہلے کی طرح وہاں مُشرکانہ امور سرانجام نہ دے سکیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابوالہیاج اسدی کو یہ فرمایا کہ

"کیا میں تمہیں اس کام پر مامور نہ کروں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کروایا تھا اور وہ یہ ہے کہ جاؤ جو بھی تصویر، مجسمہ (تمثال) تمہیں نظر آئے، اسے مٹادو، اور جو قبر زیادہ اونچی ہو اسے برابر کردو۔"

عن ابی الہیاج الاسدی قال قال لی علی بن ابی طالب اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِیْ عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَهٗ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّیْتَهٗ۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الامر بتسویۃ القبر حدیث نمبر ۹۶۹)

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ (چونا گچ) کرنے، ان پر مجاور بن کر بیٹھنے اور ان پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔

نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ یُّجَصَّصَ الْقُبُوْرَ اَنْ یُّقْعَدَ علیہ وَاَنْ یُّبْنٰی علیہ۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، ج ۲، ص ۶۶۷، حدیث نمبر ۹۷۰، طبع بیروت)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود ونصاریٰ پر اس وجہ سے لعنت فرمائی کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا اور آپ نے اپنی امت کو اس طرح کرنے سے منع فرمایا۔

لَعَنَ اللّٰهُ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِهِمْ مَسَاجِدَ۔

(صحیح مسلم، حدیث نمبر ۵۳۰)

اَلَا وَاِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِیَائِهِمْ وَصَالِحِیْهِمْ مَسَاجِدَ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اِنِّیْ اَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۷۸، حدیث نمبر ۵۳۲)

ایک اور حدیث میں ایسے لوگوں کو، جو نیک آدمیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ (عبادت گاہ) بنا لیتے ہیں، عند اللہ بدترین خلائق قرار دیا۔ فرمایا۔

اِنَّ اُولٰٓئِكَ اِذَا كَانَ فِیْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلٰی قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِیْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ اُولٰٓئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۷۶، حدیث نمبر ۵۲۸، طبع بیروت۔ کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر بھی اسی اندیشے کی وجہ سے کسی کھلی جگہ کی بجائے حجرے کے اندر بنائی گئی۔

فلولا ذلك اُبْرِزَ قَبْرُهٗ غَیْرَ اَنَّهٗ خُشِیَ اَنْ یُّتَّخَذَ مَسْجِدًا۔

(صحیح مسلم ج ۱، ص ۳۷۶)۔

سلطان عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اسلام کی ان واضح اور دوٹوک تعلیمات کی روشنی میں پختہ قبروں اور قبوں کو ڈھا کر تمام قبروں کو یکساں کر دیا۔

قبریں، بالخصوص صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظام کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبریں بلاشبہ قابلِ احترام ہیں جن کی بے حرمتی قطعاً جائز نہیں۔ لیکن اگر کسی جگہ قبریں پختہ بنا دی جائیں اور ان پر قبّہ نما عمارتیں کھڑی کر دی جائیں تو شریعتِ اسلامیہ کے مطابق ان قبروں اور قبّوں کو ڈھا کر انہیں عام قبروں میں تبدیل کر دینا، قبروں کی بے حرمتی قطعاً نہیں ہے، بلکہ یہ عین اسلام ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل ہے اور تعاملِ خیر القرون کے بالکل مطابق ہے۔

سعودی حکومت کا عظیم تاریخی و اسلامی کارنامہ

بانیٔ مملکت سعودیہ جناب سلطان عبدالعزیز رحمہ اللہ نے یہی کام کیا ہے جس کی وضاحت اور تاکید حضرت علیؓ کی مذکورہ بالا روایت اور دیگر روایات میں کی گئی ہے اور جس پر الحمد للہ ان کے فرزندانِ والا تبار حفظہم اللہ تعالٰی بھی گامزن ہیں، یہ اسلام کی ایک نہایت عظیم الشان خدمت ہے جس کی توفیق اللہ تعالٰی نے اس دور میں آلِ سعود اور آلِ الشیخ کو عطا فرمائی، جزاهم الله احسن الجزاء عن جميع المسلمين. پختہ قبریں ڈھانے کے علاوہ انہوں نے کچھ نہیں کیا، کسی قبر کی بے حرمتی نہیں، کسی مقامِ مقدس کو انہوں نے نہیں ڈھایا۔ لیکن بدقسمتی سے برصغیر پاک و ہند میں جو اسلام رائج ہے اس میں پختہ قبریں اور اُن پر قبّوں کی تعمیر نہ صرف جائز ہے بلکہ وہاں پوجا پاٹ کے دیگر مراسم بھی بکثرت بجا لائے جاتے ہیں اس لیے اس قسم کے لوگوں نے اُس وقت بھی سلطان عبدالعزیز کے خلاف یہی پروپیگنڈہ کیا تھا جس کا اعادہ اب ۶۰ سال کے بعد کیا جا رہا ہے۔

یہ ۱۹۲۴ء ـ ۱۹۲۵ء کا واقعہ ہے۔ راقم چاہتا ہے کہ اس کی ضروری تفصیل یہاں پیش کر دی جائے۔ تاکہ ایک تو پروپیگنڈے کی حقیقت واضح ہو جائے۔ دوسرے سلطان عبدالعزیز کے اقدام کی نوعیت سے لوگ آگاہ ہو جائیں اور عوام کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ اس سلسلے کے حقائق و واقعات اس دور میں شائع ہو چکے ہیں جب سلطان عبدالعزیز (والد شاہ فیصل و شاہ خالد و شاہ فہد وغیرہم) نے سرزمین حرمین سے شریف حسین مکہ (جو انگریز کا حامی و طرفدار تھا اور جس نے عملاً عالم اسلام کے مسلمانوں کے لیے حج کرنا انتہائی دشوار بنا دیا تھا) کا اقتدار ختم کر کے نجد و حجاز کا انتظام سنبھالا اور تمام پختہ قبریں مسمار کر کے ان کو شریعتِ اسلامیہ کے مطابق کر دیا تھا۔ سلطان کے اس اقدام کو تو چونکہ خلافِ شریعت ثابت نہیں کیا جا سکتا تھا، اس لیے توہّم پرست لوگوں نے الزام تراشی کا راستہ اختیار کر کے اپنے دل کا بخار نکالا اور اس طرح کی من گھڑت چیزیں پھیلائیں کہ سلطان عبدالعزیز نے کئی مسجدیں مسمار کر دی ہیں، قبروں کی بے حرمتی کی ہے اور یہ شخص اب روضۂ رسولؐ کی بے حرمتی کرنے سے بھی باز نہیں آئے گا، وغیرہ وغیرہ۔

چنانچہ اُس دور میں تحقیقِ حال کے لیے ہندوستان (متحدہ ہند) سے عُلماء کا ایک وفد مرکزی خلافت کمیٹی کی طرف سے (جس میں چوٹی کے عُلماء و رعیان اور ممبرانِ کونسل شامل تھے) خود حجاز گیا اور وہاں کے تمام حالات کا جائزہ لیا اور وہاں کے افسرانِ بالا اور خود سلطان عبدالعزیزؒ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مل کر اصل حالات معلوم کیے۔ اس وفد نے وہاں سے واپس آکر جو رپورٹ دی، وُہ اس وقت شائع ہو گئی تھی، یہاں اُس رپورٹ سے چند اہم اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں تاکہ انہدام قبور و قباب کے الزام کی حقیقت واضح ہو جائے۔

وفدِ مذکور نے جب مآثر و مقابر کے گرانے سے متعلق استفسار کیا تو سُلطان نے اس کے جواب میں جو کہا، وُہ وفد کے الفاظ میں حسب ذیل ہے۔

"مآثر و مبانی کی سر دست اس طرح اصلاح کرا دی جائے گی کہ ان کا احترام قائم ہے اور یہ محفوظ رہیں، لیکن ان کی دوبارہ تعمیر کے متعلق انہوں نے صاف صاف فرمایا کہ بلادِ مقدسہ میں صرف شریعتِ اسلامیہ ہی کے موافق فیصلہ کیا جائے گا اور اسی قانونِ شرعی کا یہاں نفاذ ہو گا، جس کی تشریح سلف صالح اور ائمہ اربعہ نے کی ہے۔ اگر دُنیا کے محققین عُلما، اس کا فیصلہ کر دیں کہ دوبارہ ان مآثر کا تعمیر کرنا ضروری ہے تو میں سونے چاندی سے انہیں تعمیر کرانے کے لیے مستعد ہوں۔ اسی طرح مدینہ منورہ کے تمام آثار اور مبانی کا جو دنیا کے محققین علما فیصلہ کریں گے اُس کے موافق عمل کیا جائے گا۔ اور علماء کے فیصلے سے قبل کی تمام چیزیں اصلی شکل پر قائم رکھی جائیں گی۔ البتہ روضۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کسی بحث کی ضرورت نہیں، اس کا تحفظ اور بقا ہر مسلمان کے لیے فرض ہے اور جس کی حفاظت کے لیے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں اپنی جان اور تمام خاندان کو اس پر قربان کر دوں گا۔ اس لیے میں نے مدینہ منورہ میں ایسی فوج بھیجی ہے جو مصالح شناس ہے اور انشاء اللہ وُہ تمام مآثر کا احترام ملحوظ رکھے گی۔"

ہم (وفد) نے صرف اسی زبانی گفتگو پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ان تمام مسائل کے متعلق سُلطان عبدالعزیز سے ایک بلاغ لکھوا لیا جو رپورٹ کے ساتھ منسلک ہے۔" (رپورٹ ص۲۱)

وفدِ مذکور نے سُلطان مرحوم سے جو تحریری بلاغ (اعلان) حاصل کیا تھا، اس کا ترجمہ رپورٹ ہی سے درج ذیل ہے۔

اعلانِ عام

عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن الفیصل السعود کی طرف سے مشرق و مغرب کے مسلمانوں کے نام

الحمد للہ الذی لا الٰہ الّا ھو، والسلام علی رسولہ محمد۔ جو روزِ قیامت میں شفیع ہوں گے۔

اما بعد! یہ کہ میں نے وفد جمعیت خلافت ہند اور جمعیۃ العلماء کے نمائندوں سے اُن مسائل کے متعلق گفتگو کی جن کا علم مسلمانوں کو ضروری ہے اور جن کے متعلق ہمارے خیالات کی حقیقت جاننا اہم ہے، پورے اخلاص و صراحت کے ساتھ گفت و شنید ہوئی اور خدا کا شکر ہے۔ ہمارے اور ان کے درمیان تمام مسائل زیرِ بحث میں پورا اتفاق ہو گیا۔

حق کے دُشمن اور باطل کے دوست افترا کر رہے ہیں اور مسلمانوں میں تفرقہ پھیلانے اور اپنی سعیٔ باطل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اللہ کے نور کو بجھانے کی کوشش کر رہے ہیں، وہ سیدھے سادے مسلمانوں کے قلوب میں غلط خیالات پیدا کر رہے ہیں جنہیں حقیقتِ حال کا پتہ نہیں ہے اور جو نہیں جانتے کہ ہماری پالیسی کیا ہے؟ ان افترا پردازیوں کے تدارک کے لیے میں حسبِ ذیل اعلان کرتا ہوں جس سے دلائل کی روشنی میں حق و باطل کی تمیز ہو جائیگی۔

(۱) میں اُن قوموں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ہمارے ساتھ حق کی مدافعت کی اور ہندوستانی قوم کا خاص طور سے شکر گزار ہوں کہ اس نے ایسے وقت میں عربوں کی حمایت کا بیڑا اٹھایا اور ان کے قضیے کی طرف توجہ کی جب کہ عرب خود آپس کی آویزش و عداوت میں مبتلا ہو کر اپنے دینی اور وطنی فریضے کو بھول چکے تھے۔ میں اس لیے بھی مسلمانانِ ہند کا خاص طور سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے سب سے پہلے میری دعوت پر لبیک کہی۔ خدا انہیں بہتر جزا دے۔

(۲) میں اب بھی اُسی قول پر قائم ہوں جس کا اظہار میں نے عالمِ اسلامی کو دعوت دیتے وقت کیا تھا۔ مؤتمر کے انعقاد کی ضرورت ہے جو ان امور پر غور کرے جو حجاز کے تمام مسلمانوں کے لیے اہمیت رکھتے ہیں۔ راستے کی اصلاح و حفاظت، ہر زائر کے لیے راحت و آرام کے وسائل کی فراوانی، ڈاک وغیرہ کے امکان کی سہولت ایسے امور کے انتظام کے متعلق حجاز میں ہم اور وہ مل کر ذمہ داری قبول کریں۔ راستے کھلنے کے بعد[1] ہی عنقریب ایسی مؤتمر اسلامی کی دعوت پھر دی جائے گی۔

(۳) حجاز کی کامل آزادی کی حفاظت ہم اپنی جان تک سے کریں گے کہ غیر مسلم کا اثر حجاز میں قائم نہ ہو[2] اس میں ہمارے دین و شرف کی حفاظت ہے۔

(۴) بلادِ مقدسہ کا قانونِ عام شریعتِ اسلامیہ کے مطابق ہوگا اور تمام مسائل کا فیصلہ غور و خوض کے بعد تمام ممالک کے محقق علماء کریں گے۔

(۵) میں اس بات کو نہایت زور و تاکید کے ساتھ آپ سے کہتا ہوں کہ مدینہ منورہ حرمًا آمنًا کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں قتل و غارت و بربادی جائز نہیں، اس کے شرف و احترام کی حفاظت کی وجہ سے میں عرصے سے صرف اس محاصرے پر اکتفا کر رہا ہوں، حالانکہ اس میں بہت مالی نقصان ہو رہا ہے اور حالانکہ خدا کی مدد سے میں مدینہ منورہ پر ایک گھنٹے میں قبضہ کر سکتا ہوں لیکن میں بلاد و عباد کی سلامتی چاہتا ہوں میں نے لشکر کو حکم دے دیا ہے کہ کسی صورت میں بھی مدینے پر ہجوم نہ کرے اور اس وقت تک داخل نہ ہو، جب تک کہ دشمن خود ہتھیار ڈال کر حوالے نہ کر دے۔ مدینہ منورہ میں جو عمارتیں ہیں ان کے متعلق سابقہ دفعہ کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

ہمارے دشمن مشہور کر رہے ہیں کہ جب ہم مدینہ

---

[1] سلطان کا اس وقت تک پورے حجاز پر کنٹرول قائم نہیں ہوا تھا اور بعض علاقوں میں ابھی تک جنگ یا حالتِ جنگ موجود تھی جس کی وجہ سے راستے مخدوش تھے۔

[2] سلطان مرحوم کے متعلق اُن کے دشمنوں اور مذہبی مخالفین نے یہ افواہ بھی اڑائی تھی کہ سلطان انگریزوں کا حامی ہے اور اب وہاں انگریز کا تسلط ہو جائیگا۔ سلطان مرحوم نے ان الفاظ میں اس افواہ کی تردید کی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر قبضہ کریں گے تو روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منہدم کر دیں گے، حاشا، کوئی مسلمان ہرگز ایسا نہ کرے گا، اگر کوئی ایسا کرے تو میں اس کی حفاظت میں اپنی جان، مال اولاد قربان کر دوں گا۔ میں اللہ کے حرم مکہ اور رسولؐ کے حرم مدینہ میں کوئی فرق نہیں کرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کو حرم بنایا جس طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم کیا میری اللہ سے دعا ہے کہ اس کام کی توفیق دے جس سے وہ راضی ہو۔"

۲۸ ذوالحجہ ۱۳۴۳ھ

مہر سلطان

اعلان کے مطابق عمل

احترام مدینہ کے سلسلے میں سلطان عبدالعزیز نے جو یقین دہانی کرائی تھی، اس پر کتنی سختی سے عمل درآمد کرایا گیا۔ اس کا اندازہ سلطان کے ان احکام سے کیا جا سکتا ہے جو انہوں نے اپنی اُس فوج کو دیئے۔ جو مدینے کو فتح کرنے پر مامور تھی۔ اس کی کچھ تفصیل اُسی دور کے ایک ہندوستانی اخبار نے حجاز کے ایک مؤقر اخبار کے حوالے سے شائع کی تھی، جو حسبِ ذیل ہے۔

"اسی ہفتے کی ڈاک سے ہمارے پاس "ام القریٰ" کا جو پرچہ پہنچا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن سعود نے مزید احتیاط کے لیے نجد کے ایک مشہور عالم شیخ عمر بن سلیم کو مدینہ منورہ بھیج دیا ہے تاکہ وہ شرعی حیثیت سے محاصرہ فوج کی نگرانی کریں اور دورانِ جنگ میں کسی ایسے فعل کا ارتکاب نہ کرنے دیں جو حرمتِ مدینہ کے منافی ہو۔ اس کے ساتھ ایک فرمان فوج کے نام بھی بھیجا جس میں خدا کا واسطہ دے کر اُسے حکم دیا ہے کہ حدودِ حرم میں دشمنوں کے خلاف کوئی جنگی کارروائی نہ کریں۔ "ام القریٰ" کا بیان ہے کہ نجدی فوج کو سلطان کے ان پے درپے تاکیدی احکام سے بہت کافی نقصان اٹھانا پڑا ہے، چنانچہ وہ ایک مرتبہ کا واقعہ بیان کرتا ہے کہ حسب نجدی فوج نے سلطانی احکام کے مطابق ہر قسم کی جنگی کارروائیوں کو بند کر دیا تو مدینے کی محصور فوج کو یہ گمان ہوا کہ اب شاید نجدیوں کی ہمتیں پست ہو گئی ہیں اور یہ سوچ کر انہوں نے عین نمازِ فجر کے وقت ہمارے کیمپ پر حملہ کر دیا۔ اوّل اوّل تو اس اچانک حملے سے ہماری فوج میں سخت انتشار پیدا ہو گیا اور وہ دو حصوں میں تقسیم ہو گئی، مگر بعد میں اپنی قوت کو مجتمع کر کے ان پر جوابی حملہ کیا اور انہیں مارتی ہوئی مدینہ کے قرب تک پہنچ گئی، لیکن عین شہر کے سامنے جبکہ فتح کے دروازے بالکل کھلے ہوئے تھے، دفعۃً شیخ عمر بن سلیم نے فوج کو للکار کر۔

"خبردار! آگے نہ بڑھنا، سلطان کی نافرمانی تمہیں سخت سزا کا مستوجب بنا دے گی۔" آخر مجبوراً ہماری فوج کو رک جانا پڑا اور مدینے کی فتح مکمل ہوتے ہوتے رہ گئی۔

ان نقصانات سے ابن سعود کی فوج میں جیسی کچھ بددلی پھیلی رہی ہو گی، اس کا اندازہ ہر شخص کر سکتا ہے لیکن وہ عالی ظرف انسان احترام مدینۃ الرسولؐ کی خاطر نہ صرف ان تمام باتوں کو برداشت کر رہا ہے بلکہ دنیائے اسلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو مطمئن کرنے کے لیے اپنی فوج کو تاکید کر رہا ہے کہ وہ ذلیل و محکوم ہندوستانیوں کے نمائندوں کی نگرانی و ہدایت پر عمل کرے[1]۔ حالانکہ کوئی خوددار بادشاہ اپنی فوج کے لیے اس ذلت پسند نہیں کر سکتا۔"

(اخبار "الجمعیۃ" دہلی ۱۰ دسمبر ۱۹۲۵ء، صفحہ ۲، کالم ۲)

یہ تمام تفصیلات شائع شدہ ہیں۔ راقم نے یہ تمام اقتباسات "مسئلہ حجاز پر نظر" مؤلفہ مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم مطبوعہ ۱۹۲۵ء سے نقل کیے ہیں۔ یہ تمام تفصیلات ڈاکٹر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی نے اپنی کتاب "مولانا ظفر علی خاں اور ان کا عہد" میں بھی نقل کی ہیں۔

ایک ضروری وضاحت

وفدِ خلافت کے سلسلے میں یہ وضاحت بھی کر دینی نامناسب نہ ہوگی کہ تین مرتبہ ہندوستان سے خلافت کمیٹی کی طرف سے وفد گئے۔ پہلا وفد ۱۹۲۴ء میں مولانا سید سلیمان ندوی کی قیادت میں گیا جبکہ شریف حسین اور سلطان عبدالعزیز کے درمیان جنگ جاری تھی۔ اس وفد کو شریف حسین کے لڑکے امیر علی نے سلطان عبدالعزیز علیہ الرحمۃ تک نہ جانے دیا۔ بالآخر دو مہینے کے قیام کے بعد یہ وفد جدہ سے ہی واپس آگیا۔

دوسرا وفد ۱۹۲۵ء میں گیا جس میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا ظفر علی خان، مولانا محمد عرفان اور شعیب قریشی وغیرہ تھے، اور اس وقت سلطان کی پیش قدمی جاری تھی جس کی وجہ سے مقابر و مآثر کے گرانے کی افواہیں گرم تھیں اور اس کی وجہ سے ایک خاص طبقے کے جذبات میں گرمی تھی۔ وفدِ خلافت کی جو رپورٹیں ان دنوں شائع ہوئیں، جن کا کچھ حصہ مذکورہ صفحات میں نقل کیا گیا ہے، اسی دوسرے وفد کی ارسال کردہ ہیں۔

تیسرا وفدِ خلافت ۱۹۲۶ء میں اس وقت گیا جب پورا حجاز سلطان عبدالعزیز کے زیرِ انتظام آگیا تھا اور سلطان نے حسبِ وعدہ ایک مؤتمر اسلامی کا انعقاد کیا تھا جس میں حجاز سے متعلقہ مسائل پر غور و خوض کرنا تھا۔ اسی مؤتمر میں شرکت کرنے کے لیے یہ وفد گیا تھا۔ اسکی قیادت بھی پہلے وفد کی طرح مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے کی تھی اور اس کے ارکان مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی اور شعیب قریشی تھے۔ اس موقعے پر دو وفد اور بھی ہندوستان سے گئے تھے۔ ایک اہلحدیث کانفرنس کی طرف سے اور دوسرا جمعیۃ علمائے ہند کی طرف سے۔ اس مؤتمر میں بھی حجاز کی سلطنت اور وہاں غیر مسلم اثر و نفوذ وغیرہ مسائل کے ساتھ انہدام قبور و قباب کا مسئلہ بھی زیرِ بحث آیا اور ہندوستانی وفد نے اس طرف توجہ دلائی کہ اس معاملے میں عجلت سے کام لیا گیا ہے جس کی وجہ سے ہندوستانی مسلمانوں میں اضطراب پایا جاتا ہے، اگرچہ یہی کام عالمِ اسلام کے

---

[1] : سلطان نے فوج کو حکم دیا تھا کہ وہ ہندوستانی وفد کی نگرانی میں کام کرے۔ یہ اس طرف اشارہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محقق علماء کی آراء حاصل کرنے کے بعد کیا جاتا (جو آپ کی رائے سے مختلف نہ ہوتیں) تو زیادہ بہتر ہوتا۔ اس کے جواب میں سلطان مرحوم نے فرمایا۔

"آپ نے جو کچھ کہا صحیح ہے، میں دل سے یہی چاہتا تھا۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ آپ لوگ ہماری قوم سے واقف نہیں ہیں۔ ان کے متعصب قبائل نے دھمکی دی کہ ہم نے اس لیے جہاد اور اپنا جان و مال قربان کیا تھا کہ مراسم شرک کا استیصال اور قرآن و سنت کو قائم کیا جائے۔ اس لیے جلد سے جلد ان قبّوں اور عمارتوں کو منہدم کر دیا جائے ورنہ ہم خود ان کو گرا دیں گے۔ اس دھمکی کے بعد ہمارے لیے دو ہی صورتیں تھیں۔ یا ان کو بزور اس سے روکتے یا گرانے کی اجازت دے دیتے۔ پہلی صورت میں خانہ جنگی کا اندیشہ تھا اور دوسری صورت میں فتنہ و فساد کا، جس سے اہل مدینہ کو بھی مصیبت میں مبتلا ہونا پڑتا اور دوسری عمارتوں کو بھی صدمہ پہنچتا۔ اور ان کا مطالبہ غیر شرعی بھی نہیں تھا بلکہ خدا اور رسولؐ کے حکم اور کتاب و سنت کے مطابق تھا اس لیے میں نے قاضی القضاۃ سے خواہش کی کہ وہ خود مدینہ جا کر اس کام کو انجام دیں، جو چیز خدا اور رسول کے حکم کے مطابق ہے۔ اس میں اختلاف نہ ہونا چاہیئے۔" (دیکھئے حیات سلیمان، مطبوعہ اعظم گڑھ، ص ۲۵۷ - ۲۵۹)۔

تائیدِ مزید مولانا سید سلیمان ندویؒ کی وضاحت

مذکورہ تفصیلات کی تائید اُس دور کے اکابر اہل علم کی تحریرات و تقاریر سے بھی ملتی ہے۔ چنانچہ مولانا سید سلیمان ندویؒ اپنے ایک خطبۂ صدارت میں، جو انہوں نے جمعیت علمائے ہند کے اجلاسِ ہفتم منعقدہ کلکتہ (۱۹۲۶ء) میں پڑھا تھا، لکھتے ہیں۔

"خدا کا شکر ہے کہ حجاز میں بدامنی اور جنگ کے بجائے امن و امان کا دور دورہ ہے، گذشتہ سال جو حاجی گئے۔ اور امسال جو وفدِ خلافت گیا، سب نے راستوں کی مامونیت اور قبائل کی اطاعت اور حالات کی درستی کی اطلاع دی اور سلطان کی ذاتی خوبیوں اور لیاقتوں کی تعریف کی۔ اثنائے جنگ میں بعض مقدس عمارتوں کے ساتھ بے ادبی کی اطلاعیں بہت کچھ مبالغہ آمیز نکلیں، حجاز کے آثارِ صحیحہ کی بقاء و استحفاظ کی آرزو ہر مسلمان دل میں موجود ہے اور یقیناً آئندہ مؤتمر اسلامی کا فرض ہوگا کہ ان کی حفاظت کی ذمہ داری موجودہ حکومتِ حجاز سے حاصل کرے۔ اس بارے میں جمعیۃ العلماء سے یہ درخواست بے جا نہ ہوگی کہ مقابر و آثار متبرکہ صحیحہ کے متعلق ہر طرح تحقیق کر کے قرآنِ پاک، احادیثِ صحیحہ اور آثارِ سلف سے جو کچھ شرعی احکام ثابت ہوں ان سے مسلمانوں کو باخبر کرے اور علمائے نجد و حرمین کو بھی اس سے متفق بنانے کی کوشش کی جائے۔" (جمعیۃ العلمائے ہند، مرتبہ پروین روزینہ اسلام آباد، جلد اول ص ۳۵۷)۔

۲: مولانا ابو الکلام آزادؒ کی تفصیلی وضاحت

مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم نے بھی اکتوبر ۱۹۲۵ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں ـــ امیر ابن سعود اور حرمین شریفین اور گنبدوں کے انہدام کا حادثہ ـــ کے عنوان سے ایک نہایت فکر انگیز مضمون لکھا تھا۔ اس مضمون سے بھی گزشتہ تفصیلات کی تائید ہوتی ہے، لیکن قبل اس کے کہ مولانا آزاد کے اقتباسات پیش کیے جائیں، اُس پس منظر کی وضاحت ضروری ہے، جس میں وُہ مضمون لکھا گیا تھا۔

سلطان عبدالعزیز سے قبل حجاز (مکہ، مدینہ طائف وغیرہ) کا گورنر شریف حسین تھا جو ترکی کی خلافتِ عثمانیہ کی طرف سے مقرر تھا۔ شریف حسین خلافتِ عثمانیہ سے بغاوت کر کے نہ صرف انگریزوں کے ساتھ مل گیا بلکہ اُس نے ایک طرف عرب کے بعض دُوسرے حصّوں مثلاً شام، فلسطین اور عراق میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے لیے مداخلت کا دروازہ کھول دیا اور دُوسری طرف اس نے حرمین شریفین میں ظلم وستم کا بازار گرم کر رکھا تھا حتیٰ کہ مسلمانانِ عالم کے لیے حج کرنا بھی مشکل ہو گیا تھا۔ چنانچہ اکتوبر ۱۹۲۴ء میں سلطان عبدالعزیز جو ان دنوں نجد و ملحقات کا والی تھا، میدانِ جنگ میں اُترنے پر مجبور ہوا، اس نے اپنے ایک جرنیل خالد بن لوئی کو پیش قدمی کا حکم دیا، اس کے نتیجے میں طائف فتح ہو گیا اور مکہ معظمہ کا راستہ کھل گیا۔ انہی ایام میں شریف حسین کی حکومت سے دست برداری کے بعد اس کا بیٹا امیر علی حجاز کا بادشاہ بن گیا، اسی اثنار میں سلطان عبدالعزیز کے عساکر نے حجاز کے باقی حصے بھی مسخر کر لیے۔ آخر امیر علی جدہ چھوڑ جانے پر مجبور ہو گیا۔ نجدی جرنیل (خالد بن لوئی) نے طائف نیز مکہ معظمہ میں بعض قُبّے منہدم کرا دیئے جہاں لوگ بُت پرستوں کی طرح مشرکانہ مراسمِ عبادت بجا لاتے تھے، جس پر سلطان کے مذہبی مخالفین نے شور مچا دیا۔ مولانا آزاد نے جب یہ مضمون لکھا تھا، اس وقت سلطان عبدالعزیز نجد سے حجاز پہنچ کر مکہ معظمہ میں امورِ نظم کا کفیل بن چکا تھا تاہم امیر علی جدہ پر قابض تھا جو حاجیوں کی بندرگاہ تھا اور اس نے حاجیوں کے لیے اس بندرگاہ کو بند کر دیا تھا۔ چنانچہ سلطان نے قنفدہ، لیت اور رابغ کی بندرگاہوں میں حاجیوں کے اُترنے کا انتظام کر دیا۔ یوں یہ مضمون گویا حجاز کے آخری فیصلہ ہو جانے اور سلطان عبدالعزیز کے ملک الحجاز والنجد بن جانے سے پیشتر کا ہے۔ اب مولانا کے اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

سب سے پہلے مولانا نے بعض مقابر و مشاہد کے گنبد گرائے جانے کی خبر سے جو اضطراب پیدا ہوتا، اس کے اسباب گنائے ہیں، جو حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ کج اندیش، باطل پسند، امیر علی کے ایجنٹوں اور خلافت کمیٹی سے ذاتی عناد رکھنے والوں نے یہ شور مچایا۔ مولانا کے الفاظ میں "پیشتر سے منتشر عناصر اور گوشے پیش رفت کار کے منتظر تھے۔ اس مہلت نے لطیفۂ غیبی کا کام دیا، اب سب یکجا و ہم آہنگ ہو گئے۔ علم و تحقیق کے فقدان اور افراط و تفریط کے ذوق، فریقانہ تعصّب کی آلودگی اور اہلِ اغراض و اہواء کی فتنہ پردازیوں نے ایک ہنگامۂ حقیقت آشوب برپا کر دیا۔ ایک طرف امیر علی کے ایجنٹ ہیں ..... دُوسری طرف وُہ لوگ ہیں، جنہیں مرکزی خلافت کمیٹی یا اس کے بعض ارکان سے ذاتی مخالفتیں تھیں۔ ان کی فرصت طلبی بھلا یہ موقع کیوں جانے دیتی؟ وُہ بھی پوری سرگرمی سے شریک کار ہو گئے۔" (تبرکاتِ آزاد، مرتبہ مولانا غلام رسول مہر صفحہ ۲۶۲-۲۶۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲- دوسرا سبب فرقہ بندیوں کا فتنہ ہے۔ لکھتے ہیں۔

"تیسری طرف جسمِ امّت کا مرضِ مزمن ہے، یعنی مذہبی فرقہ بندیوں کا فتنۂ خوابیدہ۔ اسے بھی چیخ چیخ کر بیدار کیا جا رہا ہے، بجائے اس کے کہ اصلی معاملے پر اعتدال کے ساتھ رائے قائم کی جائے، کوشش کی جا رہی ہے کہ عامۃ الناس میں کسی نہ کسی طرح مذہبی فرقہ بندی کے تعصّب کی آگ بھڑک اُٹھے۔" (صفحہ ۲۶۳)

۳- تیسرا سبب عوام کی بھیڑ چال ہے، مولانا لکھتے ہیں۔

"مصیبت ہر طرح عوام کے لیے ہے، وہ صرف جذبہ و جوش کی مخلوق ہیں، نہ ان میں دماغ ہے نہ ارادہ و اختیار، فوری تأثر و انفعال ان کا خاصۂ مزاج ہے، جب چاہیے تھوڑی دیر کے لیے برانگیختہ کر دیجیے خصوصًا ایسی حالت میں کہ بہ آسانی مذہبی جذبات ہیجان میں لائے جا سکیں۔ اس فتنہ آرائی میں نہ تو اخلاص ہے نہ سچائی، جھوٹ کا کارخانہ کتنا ہی مضبوط بنایا جائے آخر اسے ٹوٹنا اور نابود ہونا ہے، دوام و ثبات صرف حقیقت ہی کے لیے ہیں۔" (صفحہ ۲۶۴)

اس کے بعد مولانا نے مسلمانوں کو اتباعِ حق اور اعتدالِ فکر کی دعوت دی ہے کہ ہمیں اشخاص اور جماعتوں سے کوئی تعلق نہیں، ہمارے پیشِ نظر صرف مقاصد اور اصول ہیں۔ ہمیں نہ امیر ابن سعود سے کوئی تعلق ہے، نہ شریف حسین اور امیر علی سے کوئی ذاتی مخالفت، جو کچھ ہے اسلام کے لیے ہے، مسلمانوں کے لیے ہے۔ اگر ہم حرمین شریفین کی حفاظت کے لیے بھی اپنے اندر بے طرفدارانہ اور مخلصانہ روحِ عمل پیدا نہیں کر سکتے تو ہمیں یقین کر لینا چاہیے کہ ہم اسلام کے اہم ترین مقاصد کے لیے کچھ نہیں کر سکتے" (صفحہ ۲۶۴)

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں۔

"یہ ظاہر و معلوم ہے کہ شریف حسین کا مفسدانہ قبضۂ حجاز اسلام اور مسلمانوں کے لیے ایک بدترین تاریخی مصیبت تھا۔ حب الوطنی کے نقطۂ خیال سے اس کا اخراج ہر عرب کے لیے ایک قومی فرض تھا اور شرعی احکام کی رُو سے تمام مسلمانانِ عالم پر فرضِ کفایہ تھا۔ تاہم مسلمانانِ ہند اور خلافت کمیٹی نے امیر ابن سعود سے التجائیں نہیں کیں کہ شریف حسین پر حملہ کر دے اور جب اس نے خود بخود حملہ کیا تو شریف کے آگے ہاتھ نہیں جوڑے کہ نامردوں کی طرح بلا مقابلہ بھاگ جائے۔ جو کچھ پیش آیا وہ وہاں کی حالت کا قدرتی نتیجہ تھا۔ خود شریف حسین ہی کی بداعمالیاں اس کا باعث ہوئیں۔ زیادہ تر اس کا وہ ظالمانہ طرزِ عمل باعث ہوا جو نو سال سے اہلِ نجد کے خلاف عمل میں لا رہا تھا اور ان پر حج کا دروازہ بند کر دیا تھا۔ جس کی بندش کے بعد مسلمانوں پر قتال واجب ہو جاتا ہے۔ البتہ خلافت کمیٹی کا فرض تھا کہ اس موقعے پر اصلاحِ حال اور حفظِ مصالح کے لیے جو کچھ کر سکتی تھی، اس میں کوتاہی نہ کرتی۔ اب فیصلہ کرنا چاہیے کہ اس نے ایسا کیا یا نہیں؟

ہر انسان جس کا تعصب اس درجے تک نہ پہنچا ہو کہ حقائق کے انکار پر آمادہ ہو جائے، تسلیم کرے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ خلافت کمیٹی نے حملۂ طائف کی خبر سنتے ہی وہ سب کچھ کیا جو مسلمانانِ ہند یا کوئی ایسی ہی جماعت موجودہ حالات میں کر سکتی تھی۔ اس نے نجد کے حملے کی خبر سنتے ہی امیر ابن سعود کے نام پے درپے پیامات بھیجنے شروع کر دیئے جن میں جنگ و خون ریزی کے امتناع اور تمام مقامات و مزاراتِ حجاز کی حفاظت کے لیے صاف صاف لفظوں میں زور دیا گیا تھا۔۔۔۔ امیر ابن سعود کی جانب سے جو جوابات موصول ہوئے وہ سب کمیٹی کے پیغامات کے ہر وقت مشتہر ہوتے رہے۔ لڑائی کی نسبت امیر موصوف کا جواب تھا کہ "ذمہ داری ان پر نہیں، شریف پر ہے"۔ مقدس مقامات کے حفظ و احترام کی نسبت جواب وہی تھا جو قدرتی طور پر مسلمان کا ہو سکتا ہے۔ یعنی ان کا پورا احترام ملحوظ رہے گا۔ خلافت کمیٹی نے اس پر بھی قناعت نہیں کی۔ ایک وفد بھیجا تا کہ ابن سعود سے مل کر مستقبلِ حجاز پر گفت و شنید کرے اور اہلِ نجد کے طرزِ عمل اور قبضۂ حجاز کے نتائج کا بچشم خود معائنہ کرے۔ ہر شخص جانتا ہے اس وفد کی تحقیق و معائنے میں جو حکومت حائل ہوئی، وہ ابن سعود کی نہ تھی جو بار بار دعوتیں دے رہا تھا اور انتظام کر رہا تھا۔ بلکہ امیر علی اور اس کی متمردانہ اور خود ساختہ حکومت جدّہ کی تھی۔ جس نے وفد کو آگے بڑھنے کا موقع دینے سے قطعی انکار کر دیا۔ (تاہم سلطان عبدالعزیز بن سعود کے متبادل انتظامات کی وجہ سے دیگر حاجیوں کے ساتھ وفدِ خلافت کمیٹی بھی حجاز پہنچا)۔

ان نمائندوں نے وہاں جا کر امیر ابن سعود کے حسنِ انتظام و ادارات کے ہر طرف مناظر دیکھے، وہاں یہ بات بھی دیکھی اور معلوم کی کہ بعض قبائلِ نجد نے داخلۂ مکہ کے بعد بعض مقابر و مشاہد کے گنبد گرا دیئے اور بعض کے بعض حصصِ عمارت منہدم کر دیئے۔ انہوں نے اس بات پر پوری سرگرمی کے ساتھ اعتراض کیا اور آئندہ کے لیے اطمینان چاہا کہ ایسے واقعات ظہور میں نہ آئیں گے۔ امیر موصوف نے پوری کشادہ دلی اور آمادگی کے ساتھ اعتراضات سنے، حقیقتِ حال واضح کی اور آئندہ کے لیے وضاحت اور وثوق کے ساتھ اطمینان دلایا۔

ہر طرح کی غلطی اور غلط فہمی برداشت کی جا سکتی ہے لیکن جہل و تعصب کا کیا علاج ہے؟ جن گرفتارانِ جہل نے سمجھ بوجھ اور انصاف کے خلاف قسم کھالی ہو، انہیں کوئی سمجھائے تو کیوں کر؟ ہم علم و انصاف سے اپیل کر سکتے ہیں، لیکن علم و انصاف خلق نہیں کر سکتے

معاملاتِ حجاز میں ہمارا سابقہ شریف حسین سے بھی رہ چکا ہے، اب امیر ابن سعود سے بھی درپیش ہے، جو واقعات پیش آئے اور پیش آ رہے ہیں، تمام دنیا پر آشکارا ہیں۔ جوش میں آنے اور لڑنے مرنے کی کوئی بات نہیں، ٹھنڈے دل سے صرف اتنی بات پر غور کر لو کہ جہاں تک ہماری کوشش اور اس کی اثر پذیری کا تعلق ہے۔ ان دونوں زمانوں میں صورتِ حال کیا رہی ہے؟"

اس کے بعد مولانا نے بتلایا ہے کہ شریف حسین کے پاس سوائے انگریز کے پُر فریب وعدوں کے کوئی قوت نہ تھی (۲) مرکزِ اسلام میں اس کا الحاد و ظلم اور فتنہ و فساد اس درجے کا تھا کہ پوری تاریخ اسلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بہ حیثیت مجموعی اپنی نظیر نہیں رکھتا (۳) کامل نو سال تک نہ صرف مسلمانانِ ہند بلکہ تمام دنیا کے مسلمان اس سے بیزار رہے اور اس کی مخالفت و سرزنش میں ہم آہنگ۔

بایں ہمہ اس نے ایک لمحے کے لیے مسلمانانِ ہند یا کسی حصۂ عالم کے مسلمانوں کا اتنا حق بھی تسلیم نہیں کیا کہ اپنی خواہشیں اس کے اعمال کے خلاف پیش کریں۔ تمام دنیا کے مسلمان ایک مرتبہ بھی اس میں کامیاب نہ ہو سکے کہ اس کے ظالمانہ و مستبدانہ اعمال کے کوئی ایک احتجاج یا اعتراض تسلیم کرائیں یا کوئی وعدہ، کوئی اعتراف، کسی طرح کی بھی اطمینان دہی کا احساس حاصل کرسکیں۔

لیکن اس کے برخلاف امیر عبدالعزیز ابن سعود۔ عرب کی سب سے مسلح قوت کا مالک ہے اس نے بزورِ شمشیر شریف کو فرار پر مجبور کیا اور حجاز پر قابض ہوگیا (۲) اس نے مرکزِ اسلام کو ایک ایسے فتنے سے پاک کیا جس کا ازالہ تمام مسلمانانِ عالم پر فرضِ کفایہ تھا (۳) اس کا داخلہ حجاز کے لیے امن و انتظام کی بشارت تھا۔ اس نے اپنی حیرت انگیز قوتِ تدبر و سیاست سے وہاں کی تمام روایتی بدامنیاں دور کردیں برسوں کے بعد وہاں حجاج کو امن و عدالت کی صورت نظر آئی۔

بایں ہمہ مسلمانانِ ہند کے نمائندے جاتے ہیں اور اس کی فوج اور اس کے فرستادہ شریف خالد کی اس کارروائی پر اعتراض کرتے ہیں کہ بعض مقابر و مشاہد کے گنبد گرا دیے گئے، ان عماراتِ مقدسہ کے گرانے کے باب میں اگرچہ اس کے پاس دلائلِ شرع کا انبار ہے، تاہم وہ مسلمانانِ ہند کے حقِ اعتراض کا اعتراف کرتا ہے، اعلانِ عام کرتا ہے اور ہر طرح اطمینان دلاتا ہے کہ اس طرح کا کوئی واقعہ ظہور میں نہ آئے گا۔

اب خدارا انصاف کرو! دونوں حالتوں میں سے کون سی حالت قابلِ اطمینان ہے؟ کیا فہم و انصاف کا اس قدر غلط ہوگیا کہ اتنی صاف اور قطعی بات بھی لوگوں کی سمجھ میں نہ آئے گی۔ فمال هؤلاء القوم لا یکادون یفقهون حدیثا۔" (تبرکات آزاد، ص ۲۷۲-۲۷۷)

مولانا ابوالکلام آزاد علیہ الرحمۃ کا یہ پورا مضمون بڑا اہم اور قابلِ مطالعہ ہے۔ راقم نے اس کے متفرق حصے ہی نقل کیے ہیں، جن سے سلطان عبدالعزیز کے مذہبی مخالفین کے اعتراضات کی پوری حقیقت واضح اور سلطان مرحوم کے اقدامات کی تائید و تصویب اور اس کی مومنانہ فراست اور خداداد صلاحیتِ تنظیم و تدبیر آشکارا ہوجاتی ہے۔

۳- مولانا ظفر علی خانؒ کا نعرۂ حق

مولانا ظفر علی خاں نے بھی متعدد نظموں میں سلطان عبدالعزیز مرحوم اور ان کے مخالفین کے بارے میں اظہارِ رائے کیا ہے۔ ذیل میں ان کی نظموں سے چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں، فرماتے ہیں۔ ؎

خطرہ ہے شرقِ اردن و طرفِ عراق سے
ابن سعود شاہِ شریعت نواز کو
یہ اس لیے کہ نجد میں اس نے کیا ہے فاش
دینِ مبین کے تیرہ صد سالہ راز کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کو عرب میں جو قرنوں سے ہے نصیب
کھونا وہ چاہتا نہیں اس امتیاز کو
ابن سعود کو ملا مرتبۂ ید اللّٰہی
تازہ بہانہ مل گیا رحمتِ کردگار کو
آذریوں کو بزم میں مہلتِ رقص بھی نہ دی
مصطفوی چراغ نے بولہبی شرار کو
نجدیوں پر تھوپ دو الزام توہینِ حرم
خواہ انہوں نے برجی اس کی ایک بھی ڈھائی نہ ہو
نہ بچا فریبِ فرنگ سے کوئی تاجور کوئی باجور
مگر اک حرم کا وہ پاسباں، جو ہے سر بہ سجدہ نماز میں
نہیں فیض ابن سعود کا، یہ ہے لطف ربِ ودود کا
کہ سلف کے عہد کی رونقیں نظر آرہی ہیں حجاز میں

مولانا ظفر علی خاں کی یہ نظمیں ان کے مجموعہ ہائے کلام (بہارستان وغیرہ) میں دیکھی جا سکتی ہیں

اس مجالۂ نافعہ میں ان کے نقل کرنے کی زیادہ گنجائش نہیں ہے۔ تاہم دو شعر اور سن لیجئے جس میں مسئلہ انہدام قبور میں شیعہ بریلوی اتحاد کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس کے مظاہر آج بھی، حضرات شیعہ کے کفریہ عقائد اور حرمین شریفین کے بارے میں ان کے مکروہ اور گھناؤنے عزائم واضح ہو جانے کے باوجود، نظر آرہے ہیں۔

بہرحال مولانا ظفر علی خاں مرحوم اس "ثنویت پسند" اتحاد "ثنویت" کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ؎

شیعہ بریلوی سے گلے مل رہا ہے آج
اور لکھنؤ میں دونوں کا قارورہ مل گیا۔

شیعوں اور سنیوں میں ہو چلا ہے اتحاد
یہ بھی اک سازش کہیں یا دو کلیسائی نہ ہو

اور "کلیسائی سازش" کا یہ دائرہ مزید وسعت اختیار کرتا نظر آرہا ہے کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ بعض ملکوں اور علاقوں میں کچھ ایسے لوگ بھی ایرانی انقلاب کی حمایت میں سرگرم ہیں جو اسلامی حکومت کے قیام کے داعی اور علم بردار ہیں، اور یہ "تثلیث" خوش نما عنوانات سے افتراق و انتشار کا وہ پرانا فتنہ پھر سے کھڑا کرنے کی مذموم کوشش کر رہی ہے جو ماہ و سال کی گردشوں میں دب گیا تھا۔

بہرحال گزشتہ تفصیلات اور اکابر اہلِ علم کے بیانات سے واضح ہے کہ سلطان عبدالعزیز پر مقدس مقامات کی بے حرمتی کا الزام بے ثبوت اور خانہ ساز ہے۔ بعض پختہ قبریں یا ان پر بنے ہوئے گنبد اگر کہیں ڈھائے گئے ہیں ہیں تو اس سے مقصود کسی کی اہانت و تنقیص ہرگز نہیں بلکہ شریعتِ اسلامیہ کا حکم سمجھ کر ہی ایسا کیا گیا ہے۔

سلطان عبدالعزیز مرحوم کا یہ چیلنج ابھی تک تشنۂ جواب ہے کہ اگر دنیا کے محقق علماء شریعتِ اسلامیہ کی رو سے پختہ قبروں اور ان پر گنبد وغیرہ تعمیر کرنے کا جواز و استحباب مہیا کر دیں، تو میں ان مآثر و مبانی کو دوبارہ سونے چاندی سے تعمیر کرنے کے لیے تیار ہوں۔

افسوس ہے کہ اس چیلنج کو ان کے مذہبی مخالفین نے قبول نہیں کیا اور کوئی معقول ثبوت قبروں کے پختہ بنانے اور ان پر قبے تعمیر کرنے اور وہاں دیگر امور و مراسم کی ادائیگی کا تو پیش کیا نہیں، لیکن آج جب کہ یہ بحث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کبھی کی ختم ہو چکی ہے، اسے دوبارہ اُٹھا کر اس سعودی حکومت کے خلاف عوام کے ذہنوں کو مسموم کرنے کی سعی کی جا رہی ہے۔ جو اس وقت اپنی بعض کوتاہیوں کے باوصف عالم اسلام کی ایسی واحد اسلامی مملکت ہے۔ جہاں اسلامی سزائیں نافذ ہیں اور عدل و انصاف کا دَور دورہ ہے اور عالم اسلام اور مسلمانانِ عالم کی فلاح و بہبود کے لیے اس کے خزانوں کا منہ کھلا ہوا ہے۔ اور جس کے حسنِ انتظام و سعی سے اطراف و اکنافِ عالم میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام پورے خلوص اور تن دہی سے جاری ہے۔ اور پاکستان کے ساتھ بالخصوص جس کے خصوصی برادرانہ و ہمدردانہ تعلقات ہیں اور اس کے عُسر و یُسر کا وُہ بے لوث ساتھی ہے۔

الغرض جس لحاظ سے بھی دیکھا جائے سعودی حکومت کے خلاف اس انداز کی مہم جس کا مظاہرہ "حج سیمینار"، "القدس سیمینار" اور "یوم جنت البقیع" اور "حجاز کانفرنس" وغیرہ میں دیکھنے میں آ رہا ہے، کوئی جواز نہیں ہے۔ اس لیے اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ایک طرف تو یہ تحقیق کی جائے کہ اس پردۂ زنگاری کے پیچھے کون ہے؟ اس کے محرکات و دواعی کیا ہیں؟ اور وُہ اصل ہدایت کار کون ہے جس کی تحریک و ایما پر یہ اداکاری کی جا رہی ہے اور دُوسری طرف اس فتنے کی سرکوبی اور شرک و بدعت کے استیصال کے لیے تمام مُوحّد مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے تیسرے نمبر پر جن شاہینوں کو "صحبتِ زاغ" نے خراب کر دیا ہے اور وُہ ایرانی پروپیگنڈے کا شکار ہو کر ایران کے مکروہ عزائم کی تقویت کا باعث بن رہے ہیں، انہیں سمجھایا جائے اور ان کے دلوں کو شرک و بدعت کی آلائش سے پاک کر کے، انہیں توحید و سُنت کے نُور سے منوّر کیا جائے۔

بریلوی و ایرانی فتنے کے بعد صدامی فتنہ

اور اب ایرانی فتنہ کچھ سرد ہوا تو صدام حسین کی شکل میں ایک نیا فتنہ ظہور پذیر ہو گیا جس نے پہلے دولتِ کویت کو ہضم کیا اور پھر سعودی حکومت کی طرف پیش قدمی کرنے کے لیے پر تولنے لگا تھا کہ اللہ تعالےٰ نے ایک اس سے بھی بڑی طاقت کو اس پر مسلط کر دیا جس نے اسے ناکوں چنے چبوا دیئے بالآخر اسے ذلیل و خوار ہو کر نہ صرف کویت چھوڑنا پڑا بلکہ تمام جنگی نقصانات کی بھی بطور تاوان ادائیگی کا اس نے اقرار کیا۔ یوں اللہ تعالےٰ نے جس طرح بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اصحاب فیل سے اپنے گھر کی حفاظت فرمائی تھی، اسی طرح اس نے پندرھویں صدی ہجری کے دُوسرے عشرے (۱۴۱۱ھ) میں ملحد و کمیونسٹ صدام حسین اور اس کے خفی و جلی اعوان و انصار کی سازشوں، مکروہ عزائم اور گھناؤنی چالوں کو بھی ناکام فرمایا، کیونکہ اس کا اعلان ہے کہ۔

وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۔ (الحج۔ ۴۰)

(جو اللہ کی مدد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مدد فرماتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ بڑا زور آور اور غالب ہے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعودی حکومت تاریخ کے آئینہ میں

محمد اسحاق فاروقی

ابتداء میں سعودی عرب کی موجودہ حکومت کا دائرہ اختیار صرف نجد تک محدود تھا لیکن اب اس کے رقبہ کا پھیلاؤ فرانس، بلجیم، جرمنی سوئٹزرلینڈ کے مجموعی رقبہ سے بھی زیادہ ہے۔ اس کے مورث اعلیٰ کا نام محمد بن سعود تھا۔ یہ نہایت نیک اور پابند شریعت حکمران تھا عرب کے مشہور معلم شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور امیر محمد بن سعود ہم عصر تھے۔

محمد بن عبدالوہاب ۱۷۰۲ء (۱۱۱۵ھ) میں نجد کے ایک شہر عینیہ میں پیدا ہوئے۔ عینیہ میں ان کے والد عبدالوہاب عہدہ قضا پر متمکن تھے۔ اس کے بعد وہ حرمیلا چلے گئے۔ محمد بن عبدالوہاب نے مکہ اور مدینہ میں تعلیم حاصل کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے عربوں میں تبلیغ و اصلاح کی سرگرم کوششیں کیں۔ ۱۷۴۰ء میں انکے والد محترم قاضی عبدالوہاب حرمیلا میں انتقال کر گئے تو لوگوں نے ان کی سخت مخالفت شروع کر دی اور ان کے قتل کرنے کے درپے ہو گئے۔ مخالفت کی شدت کے پیش نظر وہ عینیہ چلے گئے وہاں بھی آرام نہ ملا تو درعیہ منتقل ہو گئے۔ وہاں امیر محمد بن سعود حکمران تھے ۱۹۴۲ء میں امیر موصوف ان کی دعوت اصلاح میں شامل ہو گئے اور باقاعدہ ان کے حلقہ بیعت میں شرکت اختیار کر لی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب قبائل میں ان کا اثر و رسوخ بہت بڑھ گیا ایک طرف شیخ محمد بن عبدالوہاب جہاد باللسان میں معروف تھے تو دوسری جانب امیر محمد بن سعود کی تلوار حمایت حق کے لیے میان سے باہر نکل آئی تھی۔ اب محمد بن عبدالوہاب کا حلقہ بیعت بھی وسعت پذیر ہونے لگا اور محمد بن سعود کا دائرہ حکومت بھی پھیلتا چلا گیا اور عرب قبائل جہالت کی تاریکی سے نکل کر اسلامی تعلیم کی ضیا فشانیوں سے بہرہ مند ہونے لگے۔ چنانچہ تھوڑے عرصے میں امیر محمد بن سعود نے اپنا پایہ تخت درعیہ کی بجائے ریاض کو قرار دے دیا۔ اس اثناء میں شرفاء مکہ نے ان کو فریضہ حج ادا کرنے سے روک دیا۔ محمد بن سعود جو ان کی حمایت میں تگ و تاز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کررہے تھے کہ ۱۷۶۵ء میں اپنا کام ادھورا چھوڑ کر انتقال کر گئے۔

عبدالعزیز بن محمد بن سعود

محمد بن سعود کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے عبدالعزیز بن محمد بن سعود ان کے جانشین ہوئے حقیقت یہ ہے کہ خاندانِ سعود کا سب سے بڑا تاجدار وہی ہیں انہوں نے بہت تھوڑے عرصے میں وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ قریب کی اسلامی تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ انہوں نے امارت نجد کی حدود کو بہت وسیع کر دیا۔ الحساء اور قطیف پر قابض ہو کر خلیج فارس کے تمام علاقے کو اپنے زیر نگیں کر لیا۔ ان کی گرفت اتنی مضبوط تھی اور انتظامی معاملات میں اتنے ماہر تھے کہ ترک ان کے مقابلے میں کامیاب نہ ہو سکے عراق کے ترک گورنر عثمان پاشا ان پر حملہ آور ہوئے مگر ناکام رہے۔ بالآخر ان سے صلح پر مجبور ہو گئے۔ ۱۸۰۱ء میں ان کی بڑھتی ہوئی فتوحات سے شریفِ مکہ اتنے مرعوب ہوئے کہ ان کو حج کی اجازت دینا پڑی کربلا طائف بحرین۔ ان کے زیر تسلط آ گئے۔ اور شریفِ مکہ سے باقاعدہ لڑائی کے بعد اگلے سال باقاعدہ ایک فاتح کی حیثیت سے فریضہ حج ادا کیا۔ امیر عبدالعزیز ایک روز درعیہ کی مسجد میں نماز عصر ادا کر رہے تھے کہ ایک شخص عبدالقادر نے اسے شہید کر دیا۔ یہ حادثہ ۱۸۰۳ء کو پیش آیا۔

سعود بن عبدالعزیز

ان کے بعد ان کے بیٹے سعود بن عبدالعزیز نے زمام اقتدار سنبھالی یہ اپنے بہادر باپ کے صحیح جانشین تھے۔ انہوں نے ۱۸۰۵ء میں مکہ اور مدینہ پر قبضہ کر لیا اور شریفِ مکہ غالب کو ان کی اطاعت کرنا پڑی۔ ان کے دائرہ فتوحات کی وسعتوں سے انگریز بھی سخت پریشان تھے۔ چنانچہ انگریزی حکومت نے سلطان سعود بن عبدالعزیز کے مخالفوں کی حفاظت کے لیے ایک جنگی بیڑا روانہ کیا جس نے راس الخیمہ پر قبضہ کر کے سعودی بیڑے کو برباد کر دیا۔

۱۸۱۰ء میں سلطان سعود نے شام پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا ۱۸۱۲ء میں سلطان محمد علی پاشا والیٔ مصر نے ان کے مقابلے کے لیے فوجیں روانہ کیں اور شدید مقابلے کے بعد اس کے بیٹے طوسون پاشا نے ۱۸۱۲ء اور ۱۸۱۳ء میں مدینہ اور مکہ فتح کر لیے محمد علی خود جدہ آیا۔ مگر صلح نہ ہو سکی نجدیوں نے بہادری سے مخالفین کا مقابلہ کیا ان لڑائیوں کے دوران ہی میں سلطان سعود کا انتقال ہو گیا۔

عبداللہ بن سعود

سعود کی وفات کے بعد ان کا بیٹا عبداللہ عہدۂ امارت پر فائز ہوا۔ یہ بھی بڑا بہادر اور جری حوصلہ انسان تھا۔ اس نے مخالفوں کا جراں مردی سے مقابلہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا۔ لیکن مخالفین کی یلغار اتنی سخت تھی۔ اور ان کے حملوں کا سلسلہ اتنا تیز تھا۔ کہ امیر عبداللہ کو شدید نقصان اُٹھانا پڑا۔

۱۸۰۵ء کو محمد علی پاشا کا بیٹا طوسون بہت بڑی فوج کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ اور مارچ کے مہینے میں نجد میں داخل ہو گیا۔ اور الراس پر قبضہ کر لیا۔ لیکن الراس کے مقام پر ان کے اور سلطان عبداللہ کے درمیان صلح ہو گئی، مگر یہ صلح عارضی ثابت ہوئی ۱۸۱۶ء میں محمد علی پاشا کے دوسرے بیٹے ابراہیم نے مصری فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لی وہ ایک سال کی مسلسل خونریز جنگ کے بعد درعیہ پہنچ گیا اور ۱۸۱۸ء میں نجد کے دارالسلطنت ریاض پر قابض ہو گیا اور اس نے سلطان عبداللہ بن سعود اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خاندان کو گرفتار کر کے قاہرہ بھیج دیا۔ ۱۸۲۰ء میں امیر عبداللہ ان کے خزانچی اور سیکرٹری کو میدانِ اباصوفیہ میں پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔

ادھر ۱۸۱۹ء میں طوسون نجد سے واپس لوٹا اور اس کے چند ہی روز بعد سلطان عبداللہ کے بھائی مشاری نے درعیہ پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی لیکن اسے بھی گرفتار کر لیا گیا۔

اس دوران میں عبداللہ بن محمد کا لڑکا ترکی ریاض آیا اور اس نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ لیکن محمد علی پاشا کی فوج نے اس کو بھی وہاں سے نکال دیا۔ ۱۸۲۲ء میں ترکی پھر میدان میں نکلا اور محمد علی خدیو کی فوج پر حملہ کر کے اس کو سخت پریشانی میں مبتلا کر دیا اور اپنی حکومت قائم کر لی۔ چند سال بعد ترکی کو ایک اور امیر نے قتل کر دیا اور خود حکمران بن بیٹھا۔ لیکن ترکی کے بیٹے فیصل نے دوبارہ اپنی آبائی سلطنت پر قبضہ کر لیا یہی وہ فیصل ہے جس سے خاندانِ سعود کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔

امیر فیصل اور اس کی اولاد

امیر فیصل دو قسم کی مشکلات میں محصور تھا ایک طرف اس کے بیرونی مخالف تھے دوسری طرف خود اس کے خاندان میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ یہ متواتر پانچ سال سویز میں بند رہا آخر مجبور ہو کر اس نے ترکوں اور مصریوں سے تعلقات استوار کر لیے ۱۸۶۶ء میں اس کا انتقال ہو گیا اس کے انتقال کے بعد اس کے بیٹوں میں جھگڑے شروع ہو گئے۔

پہلے سعود امیر بنا پھر اس کے بھائی عبداللہ نے مسند امارات سنبھالی۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن اس منصب پر فائز ہوا۔ لیکن امیر عبدالرحمٰن بھی اطمینان سے حکومت نہ کر سکا۔

بالآخر ۱۸۸۸ء میں اسے اپنے وطن کو خیرباد کہہ کر کویت میں پناہ لینی پڑی جلالۃ الملک فیصل کے والدِ محترم جلالۃ الملک عبدالعزیز اسی امیر عبدالرحمٰن کے فرزندِ ارجمند تھے۔ امیر عبدالرحمٰن کے کویت جانے کے بعد ان کے بھائی عبداللہ امیر ہوئے لیکن برائے نام۔ اصل اختیارات امیر ابن رشید کے ہاتھ میں تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جلالۃ الملک عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن

اس خاندان کی تاریخ مسلسل جدوجہد اور تائید حق وصداقت کی بہادرانہ مساعی سے بھرپور ہے سلطان عبدالعزیز اس خاندان کے ایک نہایت شجاع اور عظیم الشان روایات کے حامل فرد تھے۔ ان کی ولادت ۲۳ر نومبر ۱۸۸۰ء کو دولت سعودیہ کے دارالحکومت ریاض میں ہوئی جب ان کے والد امیر عبدالرحمٰن نجد سے نکل کر شیخ کویت کے ہاں پناہ گزین کی حیثیت سے گئے۔ تو ان کی عمر آٹھ یا نو برس کی تھی۔ امیر عبدالرحمٰن نے دو مرتبہ شیخ کویت کی اولاد سے مائل رشیدی خاندان سے معرکہ آرائی کی لیکن ناکام رہے اور نجد فتح نہ کر سکے عبدالعزیز سب واقعات سے باخبر تھے اور اپنے آبائی وطن کو واپس جانے اور اپنی کھوئی ہوئی سلطنت کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے انتہائی بیتاب تھے آخر یہ اپنے اس عظیم مقصد میں کامیاب ہوئے۔

فتح ریاض

انہوں نے کس طرح بے سروسامانی کے عالم میں عزم ریاض کیا اور اس پر کس طرح اپنی عظمت کے جھنڈے گاڑے اور اس کو تسخیر کیا یہ ایک محیر العقول اور تعجب انگیز واقعہ ہے اور یہ سب کچھ محض توکلاً علی اللہ ہوا ۱۹۰۱ء میں جبکہ عبدالعزیز کی عمر ۲۰ سال سے نہ بڑھی تھی وہ تین چار سو مجاہدوں کے ساتھ صحرا میں نکل گیا۔

۱۱ر جنوری ۱۹۰۲ء کو عیدالفطر کی نماز ریاض سے قریب ہی ایک مقام ابوجفان میں ادا کی اس وقت صرف دو سو آدمی ساتھ رہ گئے تھے عید سے دوسرے روز ۱۲ جنوری کو اس نے اچانک ریاض کا قصد کر لیا سورج غروب ہوا تو دو سو میں سے صرف ۴۰ آدمی ساتھ لیے ایک سو ساٹھ افراد کو ایک جگہ ٹھہرا دیا اور تاکید کر دی کہ اگلے دن دوپہر تک ہماری طرف سے کوئی اطلاع نہ پہنچے تو سمجھ لینا کہ ہم اپنے وطن کو غلامی سے نجات دلانے کی خاطر موت کا لقمہ بن گئے ہیں پھر بعجلت تمام کویت چلے جانا۔

رات کی تاریکی بڑھی تو یہ چالیس افراد ریاض پہنچے وہاں عبدالعزیز نے ۲۵ آدمیوں کو روک کر اپنے بھائی محمد بن عبدالرحمٰن کو ان کا امیر مقرر کیا۔ انہیں بھی تاکید کر دی کہ اگر ہمارے بارے میں کوئی خبر نہ ملے تو واپس کویت چلے جانا صرف پندرہ آدمیوں کو ہمراہ لیا اور مسافر کی حیثیت سے ریاض میں داخل ہوا۔ رات قلعہ کے سامنے ایک مکان میں گذاری سب لوگ رات قہوہ پیتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہے فجر کی نماز پڑھ کر قلعہ پر حملہ کی تیاری کر لی۔ جونہی قلعہ کا دروازہ کھلا۔ رشیدی حاکم باہر نکلا۔

عبدالعزیز نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور بجلی کی سی تیزی سے اس پر جا گرا۔ حاکم مارا گیا۔ عبدالعزیز شہر پر قابض ہو گیا۔ جو کارنامہ ہزاروں کے جنگجو لشکر انجام نہ دے سکے تھے۔ عبدالعزیز نے پندرہ افراد کے ساتھ انجام دے دیا۔ عرب خصوصاً نجد کے عرب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شجاعت و مردانگی کے پیکر تھے. لیکن پندرہ آدمیوں کو لیکر ریاض جیسے شہر کی تسخیر میں کامیاب ہو جانا خود بھی ان کے نزدیک بھی حیرت انگیز موقعہ اور حیران کن کارنامہ تھا حقیقت یہ ہے کہ جلالۃ الملک عبدالعزیز کی زندگی جرأت و شجاعت کے اس قسم کے کارناموں سے لبریز ہے۔

حجاز پر قبضہ

۱۹۲۴ء میں سلطان عبدالعزیز نے شریف حسین کو مکہ سے نکال باہر کیا اور ۱۹۲۵ء میں پورے حجاز پر قبضہ کر لیا ۸ جنوری ۱۹۲۶ء کو وہ ایک فاتح کی حیثیت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے حجاز پر قبضہ کا مطلب یہ ہے کہ حرمین شریفین کی خدمت کا اعزاز بھی انہیں حاصل ہوا۔ ۱۹۲۷ء میں وہ نجد و حجاز کے فرماں رواں قرار دیئے گئے اور انہیں بین الاقوامی حیثیت کا بہت بڑا حکمران قرار دیا گیا۔

طرزِ حکومت

انہوں نے سعودی عرب میں اسلامی طرزِ حکومت قائم کیا ان کی حکومت سے پہلے پورے حجاز میں بدامنی پھیلی ہوئی تھی اور حاجیوں کے قافلے راہزنوں کے ہاتھوں ہمیشہ خطرات میں گھرے اور لوٹ مار کا شکار ہوتے رہتے تھے لیکن انہوں نے جس انداز کی حکومت کی طرح ڈالی اس سے لوٹ کھسوٹ اور بدامنی کا قطعی خاتمہ ہوگیا۔ اب پورے سعودی عرب میں کوئی کسی خطر میں چلا جائے کسی نوع کے خطرہ سے دوچار نہیں ہوگا۔ سیاسیات عالم پر وہ گہری نظر رکھتے تھے عمر بھر اتحادِ عرب کے لیے مساعی اور تمام عرب ممالک میں اسلامی اسلوب حکومت کے لیے کوشاں رہے۔

ان کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ اپنے والدِ مکرم عبدالرحمٰن کا انتہائی احترام کرتے تھے ریاض فتح کیا تو اپنی امارت کا اعلان نہیں کیا بلکہ والد کی خدمت میں عرض کی کہ کویت سے تشریف لا کر مسند حکومت پر متمکن ہو جائیں وہ تشریف لائے زمامِ حکومت اپنے ہاتھ میں نہیں لی بلکہ اس کی ذمہ داریاں اپنے سعادتمند بیٹے کے سپرد کر دیں۔

امیر عبدالرحمٰن کا انتقال ۱۹۲۸ء میں ہوا۔ وہ اس اثنا میں ہمیشہ اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوتے اور نہایت ادب و احترام سے معاملاتِ حکومت میں ان سے مشورے لیتے رہے سلطان عبدالعزیز ۹ نومبر ۱۹۵۳ء کو ۷۳ برس کی عمر میں ریاض میں فوت ہوئے۔

سعود بن عبدالعزیز

سلطان عبدالعزیز کی وفات کے بعد ان کے بڑے لڑکے سعود بن عبدالعزیز امیر مقرر ہوئے جب ان کی بادشاہت کا اعلان ہوا تو ان کی عمر ۵۱ برس کی تھی وہ ۱۲ جنوری ۱۹۰۲ء کو اس رات کویت میں پیدا ہوئے جس رات ان کے والدِ محترم سلطان عبدالعزیز نے چند ساتھیوں کی معیت میں ریاض پر قبضہ کیا تھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیارہ سال حکمران رہنے کے بعد انہوں نے تمام اختیاراتِ حکومت اپنے چھوٹے بھائی فیصل بن عبدالعزیز کے سپرد کر دیئے اور خود سلطنت کی ذمہ داریوں سے ۲ نومبر ۱۹۶۴ء کو علیحدگی اختیار کرلی۔ پھر سعودی عرب کے حکمران جلالۃ الملک فیصل بن عبدالعزیز ہوئے۔

فیصل بن عبدالعزیز

جلالۃ الملک فیصل بن عبدالعزیز ۱۹۰۶ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۰ء کو آپ کو سعودی عرب کا حکمران مقرر کیا گیا۔ ۱۹۵۳ء میں ولی عہد سلطنت بنایا گیا اور ۱۹۶۱ء میں جلالۃ الملک نائب کی ذمہ داریاں سپرد کی گئیں۔ شاہ فیصل بہت ترقی یافتہ بادشاہ تھے انہوں نے سعودی عرب میں بہت سی اصلاحات کیں وُہ تمام اسلامی ممالک کے اتحاد کے حامی تھے۔ اور اس سلسلے میں انہوں نے ایران اور دیگر اسلامی ممالک کا دورہ بھی کیا۔

شاہ فیصل کی زندگی محتاط اور محنت و مشقت سے بھرپور تھی وُہ اپنے وقت کا زیادہ حصہ دفتر یا مکان پر ملکی معاملات پر غور و فکر میں صرف کرتے تھے کاغذات خود پڑھتے اور ضروری احکامات اپنے ہاتھ سے خود لکھتے تھے وُہ جمہوریت کے حامی اور سیاست کے پورے نشیب و فراز پر عبور رکھتے تھے۔ وُہ شاہانہ زندگی سے گریزاں اور سادگی پسند تھے۔ اجتماعی اور ملکی مسائل ان کا اصل موضوع تھے عرب رواج کے بالکل برعکس انہوں نے ایک شادی کی تھی وُہ غیر ضروری سامانِ آرائش سے گریزاں رہتے تھے اور وُہ خالص اسلامی فکر کے مؤید تھے اور تکلفات سے پاک زندگی بسر کرتے تھے۔

شاہ فیصل نے تعلیم کی خاطر بھی بہت سے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے انہوں نے متعدد ایسی یونیورسٹیوں کے قیام میں مدد دی جن میں نہ صرف تعلیم دی جاتی ہے بلکہ طلباء کو ان کی ضروریات پوری کرنے کے لیے وظائف بھی دیئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ حاجیوں کی سہولیات کی خاطر بھی بہت سے اقدامات کیے۔ اُس کی یہ بڑی خواہش تھی کہ تمام عرب دنیا کو ایک جگہ اکٹھا کر دیا جائے۔ وُہ ایسے باعمل فرماں روا تھے کہ جو کچھ زبان سے کہتے اُسے پورا کرتے۔

۱۹۷۴ء میں لاہور میں منعقد ہونے والی اسلامی سربراہی کانفرنس میں پاکستان کے وُہ برابر کے شریک تھے۔ شاہ فیصل نے متعدد دفعہ غریب ممالک کی نازک مواقع پر مدد کی۔ وُہ اسرائیل کی صیہونی ریاست کیخلاف تھے کیونکہ اس ریاست کا مقصد ہی عالمِ اسلام کو نقصان پہنچانا تھا۔ انہوں نے عربوں کو اسرائیل کیخلاف مضبوط اور طاقت ور بنایا۔ مسجدِ اقصیٰ کو آگ لگائے جانے پر وُہ بہت غمگین ہوئے اور انہوں نے اسرائیل کی مذمت کی۔

آخر کار ۲۵ مارچ ۱۹۷۵ء کو اپنے بھتیجے کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ تمام مسلمان دُنیا نے اِن کی وفات کا غم کیا خاص طور پر پاکستان کے لوگوں نے اِس خبر کا بہت افسوس کیا کیونکہ جب تک وُہ زندہ رہے ایک جرأت مند سپاہی کی طرح زندہ رہے اور جب موت آئی تو شہیدوں جیسی موت۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعودی عرب کی مخالفت کیوں اور کس لیے؟ جماعتِ اسلامی کی طرف سے مُلحدین کی ہم نوائی کا اَلمیہ۔

حافظ صلاح الدین یوسف

جماعتِ اسلامی ہمارے ملک کی ایسی سیاسی جماعت ہے جس کا مقصد اسلامی معاشرے کا احیاء اور اسلامی نظام کا قیام و نفاذ ہے۔ یہ مقصد اگرچہ اور بھی دیگر دینی جماعتوں اور گروہوں کا ہے لیکن جماعتِ اسلامی اس مقصد کے لیے دیگر دینی جماعتوں کے مقابلے میں زیادہ فعال، منظم اور موثر ہے۔ اس لیے اس جماعت کو ایسے بہت سے افراد اور گروہوں کا تعاون اور ان کی ہمدردی بھی بالعموم حاصل رہتی ہے جو اگرچہ جماعت سے منسلک نہیں ہیں، لیکن اُسی عزم و جذبے سے وہ سرشار ہیں جو جماعت کا مقصدِ اُولیٰ اور اس کی غایت ہے۔

جماعت سے اسی دینی تعلق اور شعوری وابستگی کی وجہ سے وہ جماعت کی قیادت اور اس کے حسن و قبح پر نظر رکھتے ہیں، اس کی فعالیت، بالغ نظری اور مفید پالیسیوں اور اقدامات سے کبیدہ خاطر ہوتے ہیں کیونکہ اس کے صحیح اقدام سے روشنی کی وہ کرنیں پھوٹتی ہیں جن سے اُس مقصد کا راستہ ہموار ہوتا ہے جو ان کا اور جماعت کا مشترکہ ہے اور غلط پالیسی سے راستے کی کٹھنائیوں اور مشکلات میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے جس سے قدرتی طور پر اس کے بہی خواہوں اور ہمدردوں کو تکلیف ہی پہنچتی ہے۔

ایک ایسا ہی تکلیف دہ مرحلہ گذشتہ تقریباً ایک سال سے ہم جیسے جماعت کے خیر خواہوں کو درپیش ہے۔

۲؍اگست کو عراق نے جارحیت کا ارتکاب کر کے کویت پر ناجائز قبضہ کیا، وہاں کی دولت کو لُوٹا، بے گناہ لوگوں کو گولیوں سے چھلنی کیا۔ حتیٰ کہ مسلمان عورتوں کی آبرو ریزی تک سے دریغ نہیں کیا۔ یہی مکروہ عزائم وہ سعودی عرب کے بارے میں بھی رکھتا تھا اور اگر اس کا مناسب سدِ باب نہ کیا جاتا تو غالب گمان یہی تھا کہ عراق کے ملحدین سعودی عرب میں بھی وہی کردار دُہراتے جو انہوں نے کویت میں ادا کیا تھا۔

اقوامِ متحدہ نے جس میں دُنیا کے تمام ممالک شامل ہیں، عراق کے اس جارحانہ اقدام کی سخت مذمت کی، اس کے خلاف مُتعدد قرار دادیں پاس کیں۔ حتیٰ کہ ڈیڈ لائن تک مقرر کر دی۔ لیکن اس کے باوجود عراق اپنی جارحیت پر اَڑا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہا۔ اور بالآخر خلیج کو جنگ کی ہولناک بھٹی میں جھونک دیا، جس میں کویت کو تو وہ پہلے خود ہی تاراج کر چکا تھا۔ اب سعودی عرب کو بھی کنگال کرنے کی مذموم کوشش کی اور اپنا بھی سب کچھ تباہ و برباد کروالیا۔ عراقی صدر صدام حسین کا یہ اقدام، جو ہٹلریت اور چنگیزیت کا بدترین نمونہ ہے اور اس کی وجہ سے سعودی عرب کی یہ مجبوری کہ اُسے اپنے دفاع کے لیے امریکہ وغیرہ کو بلانا پڑا۔ اور وہ بھی اس صورت میں کہ کوئی بھی اسلامی ملک اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ وہ عراقی جارحیت کی مؤثر روک تھام کر سکتا، یہ سارے امور اتنے واضح ہیں کہ ان کے لیے کسی لمبی چوڑی بحث کی ضرورت ہی نہیں ہے بالخصوص اب اتنی تباہی کے بعد صدام حسین کا وہ سب کچھ مان لینا، جس کے ماننے کے لیے وہ جنگ سے پہلے عالمی دباؤ کے باوجود تیار نہیں ہوا، عراقی صدر کی حماقت و سفاہت ہی نہیں، اس کے بین الاقوامی استعمار کے ایجنٹ اور صیہونی گماشتہ ہونے کی دلیل ہے۔ صدام کے اس اقدام سے یقیناً مسلمانوں کے وسائل تباہ ہوئے، استعماری طاقتوں کی گرفت خلیج کے علاقے میں مضبوط ہوئی اور اسرائیلی ناسور کی جڑیں مزید گہری ہو گئیں اور پورا عالم اسلام شدید انتشار کا شکار ہوا۔ وہ ان سب پر مستزاد۔

لیکن افسوس ہے کہ ان سب کے باوجود پاکستان میں کمیونسٹوں، ملحدوں اور بعض مذہبی بہروپیوں نے صدام کی حمایت اور سعودی عرب کی مخالفت میں جو طوفانِ بدتمیزی برپا کیا، اس کی وجہ تو کچھ سمجھ میں آتی ہے کہ۔

کند ہم جنس باہم جنس پرواز : کبوتر با کبوتر باز با باز

لیکن جماعتِ اسلامی کا بھی اسی رَو میں بہہ جانا بڑا عجیب سانحہ تھا، امیر جماعت اسلامی جناب قاضی حسین احمد کے جو تابڑ توڑ بیانات اخبارات کی زینت بنتے رہے ہیں، اس کے تال سُر اُسی راگ سے ملتے ہیں جو کمیونسٹ سوشلسٹ اور دینِ اسلام سے بے خبر یا اُس سے باغی صدام حسین کی حمایت یا امریکہ کی مخالفت میں الاپتے رہے ہیں۔ جماعتِ اسلامی اور اس کے ناقوسِ خصوصی امریکہ کی مذمت کے عنوان سے جو کچھ کہتے رہے ہیں اس سے صدام حسین جیسے ملحد، ظالم اور آمر و جارح کی حمایت اور سعودی عرب و کویت کی مذمت ہی ہوتی رہی ہے اور جس سے پاکستان کے اُس اصولی مؤقف کی بھی مذمت ہی ہوتی رہی ہے جو ظالم کے خلاف اور مظلوم کی حمایت پر مبنی تھا۔

ابتداءً ہم یہ سمجھتے رہے کہ شاید عوام کا رُخ دیکھتے ہوئے جماعت کے قائدین نے اپنی عوامی مقبولیت کے اضافے کے لیے یہ سوانگ رچایا ہے اور موقع سے فائدہ اٹھانے کی ایک نامحمود سیاسی کوشش کی ہے جو اگرچہ ایک اسلامی جماعت کے شایانِ شان تو ہرگز نہ تھی لیکن جب اسلام کے مقابلے میں سیاسی مفادات غالب آجائیں تو اس قسم کا دُہرا کردار غیر متوقع نہیں رہتا۔

لیکن یہ دیکھ کر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اپنے امیر کی قیادت میں اب بھی، جبکہ صدام کی مصنوعی عظمت کا شیش محل چکنا چور ہو چکا ہے۔ اس کی جارحانہ حکمتِ عملی کا کھوکھلا پن آشکارا ہو چکا ہے اور عالمِ اسلام کی بربادی کا وہ ڈرامہ وہ کھیل چکا ہے جس کا آغاز اس نے کویت پر چڑھائی کر کے کیا تھا۔ یہ جماعت اسی پالیسی گامزن ہے جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امریکہ کی مذمت کی آڑ میں دراصل سعودی عرب کی مخالفت اور وہاں پر نافذ اسلام کی مخالفت پر مبنی ہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ امریکہ عالم اسلام کا دشمن بلکہ اب سب سے بڑا دشمن ہے، اس کی مذمت ہی نہیں، شدید مذمت ہوتی چاہیئے اس کی پالیسیوں کا مقصد مستقبل میں اسلامی قوتوں کو مجتمع ہونے سے اور ایک مؤثر عالمی طاقت بننے سے روکنا ہے، اس کا توڑ ہونا چاہیئے اور ضرور ہونا چاہیئے اور اسلامی ملکوں کی حمایت و دفاع سے بھی اس کا مقصود اپنے استعماری مقاصد کا زیادہ سے زیادہ حصول ہے۔ اس کا احساس و شعور بھی یقیناً اجاگر اور نمایاں کرنا چاہیئے اور زیادہ سے زیادہ کرنا چاہیئے۔ لیکن یہ کیا بانغ نغزی ہے کہ نام مذمتِ امریکہ ہو۔ لیکن سعودی عرب کے خلاف بیکلے دل کے پھپھولے پھوڑے جائیں، سعودی عرب میں نافذ شریعت کا مضحکہ اڑایا جائے اور "ملوکیت" کہ جس کا جواز قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ ہدفِ ملامت و تنقید بنایا جائے اسے کون احمق امریکہ کی مذمت تسلیم کرے گا؟ اور کیا یہ واقعی امریکہ کی مذمت ہے؟ کیا یہ وہی کھیل نہیں جو پاکستان کے کمیونسٹ، ملحد اور اسلام دشمن امریکہ کی مخالفت کے عنوان سے کھیل رہے ہیں؟

جماعتِ اسلامی نے ۱۵ مارچ ۱۹۹۱ء کو "یوم مذمت امریکہ" کے نام سے ایک "ریلی" منعقد کی، اس ریلی کی جو تقریر قاضی صاحب موصوف امیر جماعتِ اسلامی کی "ریلیز" ہوئی ہے، اسے پڑھ کر تو ہمیں نہایت ہی افسوس ہوا۔ کیونکہ اس میں موصوف نے سعودی عرب اور اس کے اسلامی نظام کے خلاف خوب دل کی بھڑاس نکالی ہے، اور یوں عالم اسلام کی واحد اسلامی ریاست اور عالم اسلام کی واحد خادم مملکت کو ہدفِ تنقید بنا کر امریکہ بہادر کی "مذمت" کا عجیب و غریب مظاہرہ فرمایا ہے۔ ہم یہ سمجھنے سے اب تک قاصر ہیں کہ سعودی عرب کی مذمت سے امریکہ کی مذمت کس طرح ہوگئی؟ یا سعودی عرب میں نافذ اسلامی شریعت کو تسلیم نہ کرنے سے امریکہ بہادر کا آپ نے کیا بگاڑ لیا؟ یا سعودی ملوکیت کو گالی دینے سے اسلام کی کیا خدمت ہوئی؟ اس خطاب میں موصوف نے جو گہر افشانی فرمائی ہے، ممکن ہے کچھ لوگ اس کی وجہ سے غلط فہمی کا شکار ہو جائیں، اس لیے اس پر چند ضروری گذارشات پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس "دیا کھیان" کی تین باتیں بطورِ خاص قابلِ توجہ ہیں۔

"ملوکیت اور شریعت ایک جگہ اکٹھی نہیں ہوسکتیں۔ اس وقت دنیا میں کہیں بھی اسلامی شریعت نافذ نہیں"۔

"یا دستگیر یا پیر" کو شرک کہنے والے "یا بش" کو شرک نہیں سمجھتے؟

(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۱۹ مارچ ۱۹۹۱ء)۔

اگر ایک مستند اخبار میں یہ بیان رپورٹ نہ ہوا ہوتا۔ تو ہم اس پر شاید یقین کرنے کو تیار نہ ہوتے کیونکہ ہم یہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ جماعت اسلامی کی قیادت و سربراہی پر فائز شخص ایسا بیان بھی دے سکتا ہے جو بیک وقت قرآن کریم سے ناواقفیت، اپنے مقصد اور نصب العین سے مایوسی اور علمی خیانت پر مبنی ہو۔ ہمارے اس تأثر کو شاید کچھ لوگ خلافِ واقعہ یا مبالغہ آمیز سمجھیں اس لیے اس کی وضاحت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناگزیر ہے۔

۱۔ یہ بیان قرآن سے ناواقفیت کا اس لیے مظہر ہے کہ اس میں مطلقاً "ملوکیت" کو شریعت کے منافی بتلایا گیا ہے، حالانکہ قرآن کریم کی رو سے "ملوکیت" مطلقاً مذموم اور شریعت کے خلاف نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالےٰ کسی پیغمبر کو "بادشاہ" بناتا، نہ کسی پیغمبر کو کسی بادشاہ کی ماتحتی میں کرتا، جبکہ قرآن کریم میں ان دونوں ہی باتوں کا اثبات موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعض پیغمبروں کو نبوت کے ساتھ بادشاہت سے بھی نوازا، اور بعض پیغمبروں کے لیے خود اللہ نے بادشاہ پسند فرمائے اور اپنے نبی کو بذریعہ وحی مطلع فرمایا جس طرح حضرت طالوت بادشاہ کا واقعہ ہے جو سورۂ بقرہ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا۔

اسی طرح ملوکیت بری چیز ہوتی تو اللہ تعالےٰ اسے اپنے ان "انعامات" میں شامل نہ فرماتا جو اس نے بنی اسرائیل پر کیے، جبکہ قرآن کریم میں بنو اسرائیل پر احسانات کے ضمن میں جہاں یہ فرمایا گیا کہ تمہارے اندر انبیاء پیدا کیے، وہاں یہ بھی بتلایا کہ تمہیں بادشاہ بھی بنایا۔ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا (المائدہ-۲۰)

قرآن کریم کی اس صراحت و وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ ملوکیت مطلقاً مذموم اور بری چیز نہیں ہے بلکہ صرف وہ ملوکیت بری ہے جس میں اللہ کی حاکمیت اور شریعت الٰہیہ سے بغاوت ہو اور جو "ملوکیت" اللہ کی حاکمیت کو تسلیم اور شریعت الٰہیہ کو اپنی حدود مملکت میں نافذ کرتی ہو، وہ ملوکیت اس "جمہوریت" سے ہزار گنا بلکہ لاکھوں گنا بہتر ہے جس کا مشاہدہ ہم پاکستان سمیت ان اسلامی ملکوں میں کر رہے ہیں جہاں ملوکیتوں کو ختم کر کے "جمہوریت" یا جمہوریت نما آمریتیں قائم ہیں۔

تاریخ اسلام بھی "ملوکیت" کی تاریخ ہے جس میں اچھے اور برے دونوں قسم کے ملوک گزرے ہیں مسلمان آج بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز، خلیفہ ہارون الرشید، سلطان نورالدین زنگی، صلاح الدین ایوبی، سلطان ٹیپو، بادشاہ عالمگیر اور شاہ عبدالعزیز، اور ان کے لڑکے شاہ فیصل جیسے بادشاہوں کو یاد کرتے ہیں۔ ان سے عقیدت رکھتے ہیں اور خواہش رکھتے ہیں کہ "جمہوری حکمرانوں" کے مقابلے میں مذکورہ بادشاہوں جیسے حکمران ان کو نصیب ہوں۔

مسلمانوں میں یہی تو وہ "ملوکیت" ہے جو ۱۹۲۴ء یعنی مصطفےٰ کمال پاشا کے الغائے خلافت تک قائم رہی ہے۔ اس کے ذریعے ہی چودہ سو سال تک اسلام کا جھنڈا بلند رہا ہے۔ خلافت کا یہ ادارہ ہی، جو ملوکیت ہی کا مظہر تھا، عالم اسلام کا محافظ اور اسلام کی عظمت و شوکت کا امین رہا ہے۔ ترکی جو عثمانی ملوکیت کی بدولت پورے عالم اسلام کی آنکھوں کا تارا تھا اور وہ خود بھی پورے عالم اسلام کا پشتیبان تھا، اس ادارۂ خلافت سے محروم ہو کر کہیں کا نہ رہا، اس کا عالمی وقار اور کردار ہی ختم نہ ہوا، بلکہ وہ ترکی اسلام کی نعمت تک سے محروم ہو گیا ہے۔ آج ترکی کی مسلمان عورت کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لباس اور مغرب کی حیا باختہ عورت کے لباس میں کوئی فرق نہیں دونوں پردے سے بے نیاز منی سکرٹ میں ملبوس نظر آتی ہیں۔ یورپ ہی کی طرح ترکی کے گلی کوچوں میں شراب عام ہے، علاوہ ازیں پوری طرح یورپ کا محتاج اور اس کا دستِ نگر ہے، کہاں وہ پورے عالمِ اسلام کا حکمران تھا۔ اب اسے یورپ کا مردِ بیمار سمجھا جاتا ہے۔

"ملوکیت" کو مطلقاً بُرا سمجھنے اور باور کرانے والوں کو ذرا تو سوچنا چاہیئے کہ وہ کیا سمجھ اور کہہ رہے ہیں؟ کیا وہ اس طرح مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ کو داغدار بنانے اور اس کے روشن ادوار پر کالک ملنے کی مذموم سعی تو نہیں کر رہے ہیں؟

راقم کا تو یہ پختہ یقین ہے کہ "جمہوریت" اسلامی ملکوں کے خلاف مغرب کی ایک بہت بڑی سازش ہے، اس کے ذریعے سے وہ اپنے مہروں کو اسلامی ملکوں پر مسلط کر رہا ہے اور جہاں جہاں یہ سازش کامیاب ہوگئی ہے وہاں سے اسلام کو دیس نکالا مل گیا ہے یا "جمہوریت" کی صورت میں وہاں ایسا ڈائنامیٹ رکھ دیا گیا ہے جس سے بتدریج اسلامی اقدار و روایات اور اسلامی تہذیب و تمدن کا خاتمہ ہو رہا ہے اور جو ملک مغرب کی اس "جمہوری سازش" سے بچے ہوئے ہیں، وہاں پھر بھی کچھ صورتِ حال غنیمت ہے، وہاں امن و سکون ہے، اسلامی تہذیب و اقدار کی بالادستی ہے اور شریعت کا احترام باقی ہے۔

بالخصوص سعودی عرب اس لحاظ سے ایک نہایت ممتاز مقام کا حامل ہے۔ ہمیں اعتراف ہے کہ سعودی حکومت میں بھی بہت سی خامیاں ہیں، اس کے شاہی خاندان میں بھی مرورِ ایام کے ساتھ دینی تصلّب میں کمی آ رہی ہے اور اس کی نوجوان نسل میں بے راہ روی کے بھی کچھ آثار نظر آنے لگے ہیں، لیکن اس کے باوجود ہمیں یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ اس وقت یہ دنیا کی ایک مثالی حکومت ہے جس میں اسلامی شریعت نافذ ہے، اسلامی حدود نافذ ہیں، جن کی برکات کا بچشمِ سر ہر شخص مشاہدہ کر رہا ہے، عدالتیں اسلامی شریعت کے مطابق فیصلے کرنے میں آزاد ہیں، حکمران خاندان اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کرتا اور حتی الامکان اللہ تعالیٰ کے احکامات کو اپنی حدودِ مملکت میں نافذ کرنے میں کوشاں ہے، نماز اور زکوٰۃ کا نظام قائم ہے اسلامی ستر و حجاب کی پابندی کا اہتمام ہے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے تقاضوں کو بروئے کار لانے کے لیے مؤثر ادارے موجود ہیں اور اسلامی تعلیم کے ایسے اعلیٰ ادارے قائم ہیں کہ پوری دنیا کے مسلمان وہاں جا کر اسلامی علوم و فنون میں مہارت حاصل کر کے اپنے اپنے ملکوں بلکہ سعودی عرب کے خرچ پر افریقہ کے ریگزاروں، صحراؤں میں اور مغرب کے ملکوں میں اسلام کا علم بلند کرنے میں شب و روز مصروفِ عمل ہیں، علاوہ ازیں سعودی عرب اپنے خداداد وسائل پورے عالمِ اسلام اور اسلامیانِ عالم پر خرچ کر رہا ہے۔ اور اس اعتبار سے بھی یہ دنیا کی واحد اسلامی مملکت ہے کہ جس کے وسائل سے پوری دنیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مسلمان فیضیاب ہو رہے ہیں اور کشتِ اسلام سیراب ہو رہی ہے۔

اس لحاظ سے سعودی حکومت دشمنانِ اسلام کی آنکھوں میں تو یقیناً خار کی طرح کھٹکتی ہے کہ اس نے نہ صرف اپنے ملک میں اسلام کی حکمرانی عملاً قائم کی ہوئی ہے بلکہ پوری دُنیا میں وہ اسلامی تحریکوں کی پشت پناہ ہے اور ان کو رُوحانی ومادی غذا بہم پہنچا رہی ہے لیکن قاضی حسین احمد صاحب جیسے اسلامی جماعت کے قائدین کا رویّہ سراسر ناقابلِ فہم ہے کہ یہ کس لحاظ سے سعُودی عرب کو ہدفِ ملامت اور نشانۂ طعن بنا رہے ہیں؟ اور کس بُنیاد پر یہ کھلا دعویٰ کر رہے ہیں کہ سعُودی عرب میں بھی اسلامی شریعت نافذ نہیں ہے؟

کیا محض اس بنیاد پر کہ وہاں "ملوکیت" ہے اور بقول ان کے "ملوکیت" اور شریعت اکٹھے نہیں ہو سکتے؟

کیا یہ اجتماعِ ضدّین ہے؟ اگر ان کے دماغ میں بیٹھا ہوا یہ "کلیہ" صحیح ہے تو پھر تو یہ ماننا پڑے گا کہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں، سوائے خلافتِ راشدہ کے، کہیں بھی شریعت نافذ نہیں رہی۔ کیونکہ عالمِ اسلام میں ۱۹۲۴ء تک شریعت اور ملوکیت میں چولی دامن کا ساتھ رہا ہے اور دونوں نہایت کامیابی کے ساتھ شانہ بشانہ اسلام اور مسلمانوں کی محافظ رہی ہیں۔ اگر پچھلی ملوکیتوں کے ساتھ شریعت جمع ہو سکتی ہے جیسا کہ جمع رہی ہے تو اب "ملوکیت" کے ساتھ شریعت کا اجتماع کیوں ممکن نہیں ہے؟

راقم تو علیٰ وجہ البصیرت یہ سمجھتا ہے کہ شریعتِ اسلامیہ کا صحیح معنوں میں نفاذ کسی طاقت ور حکومت کے ذریعے سے ہی ممکن ہے، یہ طاقت کسی شاہی خاندان کے ذریعے سے حاصل ہو، فوجی طاقت اس کا منبع ہو یا اسی انداز کی کوئی شخصی حکومت ہو۔ "جمہوریت" دُنیا کا کمزور ترین اور بدترین نظامِ حکومت ہے جس میں ایک تو حکومت قوت سے محروم ہوتی ہے جس کی وجہ سے اوّل تو وُہ کوئی بڑا اقدام کرنے کی اہل ہی نہیں ہوتی۔ اور اگر وُہ اس کی جُرأت کرلے تو اسے کامیاب نہیں ہونے دیا جاتا۔ عوامی مظاہروں کے ذریعے سے یا ارکانِ اسمبلی کی ہارس ٹریڈنگ کے ذریعے سے حکومت ہی کا تیاپانچہ کر دیا جاتا ہے، اور اگر کوئی بہت ہی مضبوط حکومت ہوئی تو آئندہ چند سالوں کے بعد قائم ہونے والی نئی منتخب حکومت اس کے اقدامات پر خطِ تنسیخ پھیر دیتی ہے۔ ہر جمہوری حکمران کوئی ایسا بھرپور اصلاحی قدم اٹھانے سے گھبراتا ہے جو اگرچہ ملک وملت کے بہترین مفادات میں ہوتا ہے لیکن اس سے ملک کے مؤثر طبقات پر زد پڑ سکتی ہو۔ کیونکہ اس کی نظر آئندہ انتخابات پر ہوتی ہے، اسے اندیشہ ہوتا ہے کہ اگر فلاں فلاں طبقے مجھ سے ناراض ہو گئے تو آئندہ انتخابات میں میری کامیابی مشکوک ہو جائے گی یہی وجہ ہے کہ ملک میں رشوت کے بڑھتے ہوئے ناسور نے عوام کی زندگی کو اجیرن بنایا ہوا ہے اور ملک کے ہر قانون کو غیر مؤثر کیا ہوا ہے اس کے باوجود کوئی حکمران اس کے خاتمے کے لیے سخت اقدام اختیار کرنے کے لیے تیار نہیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس بہت سے مسائل ومعاملات ہیں جن کے لیے سخت اقدامات کی ضرورت ہے لیکن کوئی جمہوری حکومت ان کے بارے میں صحیح پالیسی اور مضبوط مؤقف اختیار کرنے کے لیے تیار نہیں، نہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئندہ ہی بظاہر اس کا امکان ہے کیونکہ یہ خرابی یا کمزوری "جمہوریت" کی سرشت میں داخل ہے تو پھر کسی جمہوری حکومت سے اصلاح کی توقع کیسے ممکن ہے؟ اس لیے یہ بات پتھر کی لکیر ہے کہ "جمہوریت" سے، جس کی عشوہ طرازیوں سے اہلِ سیاست ہی نہیں، مذہبی جماعتوں کے معتقدین بھی مسحور ہیں، کبھی ملک و ملت کی اصلاح نہیں ہو سکتی، ہمارے دکھوں کا علاج نہیں ہو سکتا اور ہمارے درد کا درمان مہیا نہیں ہو سکتا۔

ہمارے تمام مسائل کا حل صرف اسلام کے ذریعے سے ہی ممکن ہے جو بادشاہت یا شخصی حکومت یا اس سے ملتے جلتے طریقِ حکومت کے ذریعے ہی سے نافذ ہو سکتا ہے۔ جمہوریت کے ذریعے سے نفاذِ اسلام کا خواب قیامت تک شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

بلکہ راقم تو یہ بھی عرض کرے گا کہ پورا عالمِ اسلام اگر کسی ایک قائد کی قیادت میں جمع ہو سکتا ہے، جیسا کہ سب مسلمانوں کی خواہش ہے تو ایسا قائد جس کے اندر دین و دنیا کی جامعیت ہو، جمہوریت کے ذریعے سے منظرِ عام پر نہیں آسکتا، اور اگر کوئی آ بھی گیا تو وہ شعلۂ مستعجل ہی ثابت ہوگا کیونکہ اس کی ٹانگیں کھینچنے والے سیاسی طالع آزماؤں کا ایک جمِ غفیر ہوگا جو آئندہ جمہوری انتخاب میں اس کو چاروں شانے چت گرانے میں کوشاں ہوگا۔ اس لیے مسلمانوں کی ایک مستقل اور مضبوط عالمی قیادت بھی اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک عالمِ اسلام جمہوریت کے سراب سے اور اس کے دامِ ہمرنگ زمیں سے باہر نہیں نکل آتا۔

بہر حال راقم اپنے ملک کے جمہوریت گزیدہ حضرات سے یہی عرض کرے گا کہ وہ اس جمہوری تجربے کو اپنے ملک کا بیڑا غرق کرنے کے لیے ہی رہنے دیں۔ جو اسلامی ملک اس کے تختۂ مشق بننے سے محفوظ ہیں، دعا کیجیے کہ وہ محفوظ ہی رہیں۔ خدانخواستہ اگر وہاں بھی یہ جمہوریت پہنچ گئی جیسا کہ قاضی حسین احمد جیسے اسلام کے علمبردار بھی چاہتے ہیں تو پھر وہاں وہ استحکام و امن رہے گا جس میں وہ ممتاز ہیں اور نہ شریعتِ اسلامیہ کی وہ بالادستی رہے گی جو جس حد تک بھی وہاں قائم ہے۔ آپ سعودی عرب کے کسی ایک اقدام یا اقدامات سے اختلاف کر سکتے ہیں؟ جائز حدود میں اس کا اظہار بھی مناسب ہے۔ اس پر منصفانہ تنقید بھی ممکن ہے لیکن یہ کیا بالغ نظری ہے کہ اختلاف کی وجہ سے آپ سعودی حکومت کی اسلامی حیثیت ہی کی نفی کر دیں یا اس کے اس شاہی خاندان کے خاتمے کی آرزو کریں جو ہزار برائیوں کے باوجود اس دور میں شریعتِ اسلامیہ کا مخلص خادم، اس کا علمبردار اور اس رشتے سے پورے عالمِ اسلام کا خیر خواہ اور غمگسار ہے۔

قاضی صاحب کی علمی خیانت

بات لمبی ہو گئی، تاہم قاضی صاحب کی علمی خیانت کی وضاحت بھی ضروری ہے۔

انہوں نے سعودی عرب کو ہدفِ تنقید بناتے ہوئے فرمایا۔

"یا دستگیر" "یا پیر" کو شرک کہنے والے "یا بش" کو شرک نہیں سمجھتے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بیان میں قاضی صاحب موصوف نے سعودی حکومت کی سب سے بڑی خدمت کہ انہوں نے اپنی حدودِ حکمرانی میں شرکیہ مظاہر و افعال کا خاتمہ اور اُن پر مستقل پابندی عائد کر کے اُس خالص توحید کا پرچم بلند کیا ہوا ہے جو ہمیں عہدِ رسالت اور دورِ خیر القرون میں ملتی ہے۔ اس عظیم خدمت کا مذاق یہ کہہ کر اُڑایا گیا ہے کہ اب یہی لوگ خود غیر اللہ کو مدد کے لیے پکار رہے ہیں، نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ۔

لیکن ہم عرض کریں گے کہ یہ ایک بہت بڑی علمی بددیانتی ہے جس کا اوّلین مظاہرہ کوثر نیازی صاحب نے کیا تھا۔ اب اسی پستی میں اُتر کر قاضی صاحب نے بھی یہ راگ الاپ دیا ہے جو کسی لحاظ سے بھی ان کے شایانِ شان نہیں کیوں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ مداہنت کی بات اور ہے جو جماعتِ اسلامی میں توحید کے بارے میں پائی جاتی ہے جماعتِ اسلامی کا عقیدۂ توحید بھی اسی طرح بے غبار ہے جس طرح سعودی حکومت کا ہے۔ اس لیے ہم مذکورہ بیان کو نرم سے نرم الفاظ میں علمی خیانت ہی کہہ سکتے ہیں۔

یہ موٹی سی بات ہے کہ جو لوگ "یا دستگیر" "یا پیر" کہتے ہیں، ان کا مقصد ایک فوت شدہ بزرگ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی ؒ کو ما فوق الاسباب طریقے سے مدد کے لیے پکارنا ہوتا ہے جبکہ سعودی عرب نے کسی مُردہ کو ما فوق الاسباب طریقے سے مدد کے لیے نہیں پکارا، بلکہ دنیوی اسباب کے مطابق امریکہ کے زندہ صدر "بش" کو اپنے اُس معاہدے کے مطابق بطورِ اجیر کے مدد کے لیے بلایا جو ان کے مابین پہلے سے موجود تھا، بالکل اسی طرح، جس طرح ہمارا بھی دفاعی معاہدہ امریکہ کے ساتھ ہے اور ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگ میں ہم نے بھی اس معاہدے کی رُو سے بجا طور پر امریکہ کو مدد کے لیے پکارا تھا۔ اُس وقت امریکہ ہماری مدد کے لیے نہیں آیا تو ہم نے اس پر بڑا منایا، کیوں کہ ہماری خواہش تھی کہ وہ مدد کے لیے آتا لیکن سعودی حکومت کی مدد کے لیے وہ آگیا تو بجائے اس بات کے کہ ہم اس کی وفاداری کے جذبے کو سراہیں، ہم معترض ہیں کہ وہ کیوں آیا اور ستم ظریفی کی انتہا ہے کہ اس کی وجہ سے ہم سعودی عرب کو نعوذ باللہ "مشرک" بنانے پر تلے ہوئے ہیں حالانکہ اس طرح معاہدوں کے مطابق ظاہری اسباب اختیار کرنا اور ایک دوسرے کی مدد کرنا اور مدد حاصل کرنا اس صورتِ حال سے قطعاً مختلف ہے جس میں مُردہ بزرگوں کو ما فوق الاسباب طریقے سے مدد کے لیے پکارا جاتا ہے۔

دوسری صورت یقیناً مشرکانہ ہے جسے سعودی حکومت قرآن و حدیث کے واضح دلائل کی بنیاد پر بجا طور پر شرک سمجھتی ہے لیکن پہلی صورت نہ صرف جائز بلکہ ناگزیر ہے، دنیا کا سارا نظام اسی ظاہری اسباب کی بنیاد اور باہمی تعاون ہی پر قائم ہے۔ اسے دوسری صورت سے ملا کر اس جیسا ہی باور کرانا بد دیانتی کا بدترین مظاہرہ ہے۔ اس کا ارتکاب کوئی بدعتی یا قبر پرست کرتا تو بات قابلِ فہم ہوتی لیکن جماعتِ اسلامی کے امیر کی طرف سے قبر پرستی کی وکالت یا سعودی عرب کے بارے میں بے بنیاد خبثِ باطنی کا اظہار ناقابلِ فہم ہے۔ ہمارے ملک کے دو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذہبی گروہ سعودی عرب سے اس بناء پر خصوصی بغض وعناد رکھتے ہیں کہ انہوں نے اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے کسی قبر کو پختہ نہیں رہنے دیا ہے، کسی قبر پر قبہ تعمیر نہیں کیا ہے، کسی قبر پر شرکیہ مظاہر ومراسم ادا کرنے کی ان کی طرف سے اجازت نہیں ہے جبکہ ان دونوں گروہوں میں ان مظاہر ومراسم کو خاص حیثیت حاصل ہے۔ بنابریں ان دونوں گروہوں کے بغض وعناد کی وجہ اور پس منظر واضح ہے۔ انہوں نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے پاکستان کے اس مخلص دوست، محسن اور اسلام کے سچے خادم کے خلاف اپنے باطنی جذبات کا خوب خوب اظہار کیا اور سعود کے قافیے یہود کے ساتھ ملائے اور جو یہود کا پکا ایجنٹ تھا جس نے عرب مسلمانوں کی ساری فوجی قوت تباہ اور سارے وسائل برباد کروا کے اسرائیلی ناسور کی جڑیں اور زیادہ گہری کر دی ہیں، وہ ان کا ہیرو بنا رہا، جس کی عظمت کو یہ حضرات سلام پیش کرتے رہے اور کچھ تو اب تک کر رہے ہیں۔

امیر جماعت اسلامی نے بھی سعودی عرب کے خلاف مذکورہ باتیں کر کے عقل ودانش کا کوئی اچھا ثبوت پیش نہیں کیا ہے۔ ایک تو یہ سابق امیر جماعت اسلامی میاں محمد طفیل کے بقول نمک حرامی ہے اور دوسرے اسلامی تحریک کے کاز کو اس سے نقصان ہی پہنچایا ہے۔ سعودی عرب دنیا کا واحد اسلامی ملک ہے کہ جہاں شریعت نافذ ہے۔ علاوہ ازیں وہ پوری دنیا کی اسلامی تحریکوں کا حامی وپشت پناہ ہے ظاہر ہے کہ ایسے اسلامی ملک کے خلاف باتیں کرنا اپنے اسلامی مشن سے ہی غداری ہے جس سے یقیناً جماعت اسلامی کے اس کاز کو بھی نقصان پہنچے گا جو وہ اسلامی نظام کے قیام کا لوگوں کے سامنے پیش کرتی ہے۔

ملحدین کی ہم نوائی

علاوہ ازیں یہ اسلام دشمن طاقتوں اور گروہوں کی ہمنوائی بھی ہے۔ چنانچہ آپ دیکھ لیجئے کہ قاضی حسین احمد صاحب کی زیر بحث خلیج پالیسی کی کمیونسٹ اور اسلام دشمن حلقوں میں بڑی تحسین کی جا رہی ہے۔ کہاں جماعت اسلامی ان حلقوں میں مبغوض ترین جماعت تھی، لیکن قاضی صاحب موصوف کے بیانات نے اس صورتحال کو بدل دیا ہے اور ان حلقوں میں قاضی صاحب کی تحسین اور ان کی پالیسی کو سراہا جا رہا ہے۔

جناب ارشاد احمد حقانی، جنگ کے مستقل کالم نگار کے متعلق اہل علم جانتے ہیں کہ وہ ترکی کے مصطفےٰ کمال سے لے کر پاکستان کے وارث میر تک کے تمام ملحدوں کمیونسٹوں اور اسلام دشمنوں کے مداح خواں ہیں پیپلز پارٹی کے گذشتہ ۲۰ ماہ کے اقتدار کے دوران ان کا قلم بے نظیر کی مدح وتوصیف اور ان کے اقدامات کے دفاع کے لیے وقف رہا۔ اب یہی حقانی صاحب قاضی صاحب کی تائید وحمایت میں دو مرتبہ "جنگ" میں خصوصی کالم لکھ چکے ہیں، ان کا دوسرا کالم ۱۹ مارچ کے "جنگ" لاہور میں چھپا ہے اس کا عنوان ہی یہ ہے کہ:۔

کیا قاضی صاحب جماعت کو گمراہ کر رہے ہیں؟

اور پھر ان کے خلیجی بیانات اور پالیسی کو زوردار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے اور اس تاثر کی نفی کی ہے کہ وُہ جماعتِ اسلامی کو گمراہ کر رہے ہیں، جیسا کہ جماعت کے ایک حلقے کی رائے ہے، جس میں سابق امیر جماعتِ اسلامی میاں طفیل محمد صاحب وغیرہ نمایاں ہیں۔

ہر باشعور آدمی سمجھ سکتا ہے کہ ارشاد احمد حقانی جیسا شخص جس پالیسی کی تائید اور تحسین کرے، وُہ اسلامی مقاصد کو آگے بڑھانے والی ہوگی یا اسلام دُشمن طاقتوں کی تائید و حمایت ہوگی؟ حقانی صاحب کی ذہنی سرگزشت اور ان کی فکری و نظریاتی وابستگیوں کے پیشِ نظر کم از کم راقم کو تو اس امر میں قطعاً کوئی شبہ نہیں کہ ایسی پالیسی، جس کی تحسین حقانی جیسا شخص بھی کرے وُہ سو فی صد اسلام دُشمن پالیسی ہے۔ وُہ اسلامی مقاصد کے خلاف ہے اور وہ کمیونسٹوں اور سوشلسٹوں کی ہمنوائی ہے اس لیے راقم ارشاد احمد حقانی کے اس سوالیہ عنوان کے جواب میں کہ۔

کیا قاضی صاحب جماعت کو گمراہ کر رہے ہیں؟

یہ عرض کرنے پر مجبُور ہے کہ ہاں! قاضی صاحب جماعتِ اسلامی کو، جو پاکستان کا ایک اسلامی اثاثہ تھا گمراہ کر رہے ہیں اور اسلامی تحریک کو سخت نقصان پہنچا رہے ہیں، جماعت نے اس گمراہی اور انحراف کو اگر خاموشی سے برداشت کر لیا اور اس کا فوری انسداد نہ کیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ جماعت اپنی "اسلامی جماعت" کی خودکشی پر تلی ہوئی ہے اور حقانی صاحب جیسے لوگ اس "کارنامہ" پر داد و تحسین کے ڈونگرے برسا رہے ہیں اور ہم جیسے لوگ انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھنے پر مجبُور ہیں۔

آہ ؎

اس موج کے ماتم میں روتی ہے بھنور کی آنکھ
دریا سے اٹھی لیکن ساحل سے نہ ٹکرائی!

تائیدِ مزید

ہماری اس بات کی تائید میں کہ امیرِ جماعتِ اسلامی کے غلط مُوقف سے ملحدین ہی کی حوصلہ افزائی اور ہمنوائی ہوئی ہے، مزید شواہد سامنے آئے ہیں۔ مثلاً۔

کراچی کے ایک سیکولرسٹ نے اپنے ایک مضمون میں جو سیکولرازم کی حمایت میں لکھا گیا تھا، قاضی حسین احمد کے اس بیان سے کہ

"سعُودی حکومت میں بھی شریعت نافذ نہیں ہے"

یہ استدلال کیا ہے کہ اگر ایسا ہے تو پھر شریعت کا نفاذ ممکن ہی نہیں ہے (روزنامہ "جنگ" لاہور۔ ۱۱ مئی ۱۹۹۱ء ص ۳)۔

۲:۔ ماہنامہ "طلوعِ اسلام" نے حسبِ ذیل عنوان اور عبارت میں قاضی صاحب کو "خراجِ تحسین" پیش کیا ہے۔

"امیر جماعتِ اسلامی کا نعرۂ حق۔
علامہ پرویز صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت دُنیا میں کہیں بھی اسلامی شریعت نافذ نہیں اور یہ کہ ملوکیت اور شریعت ایک جگہ اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ ان کے اس نقطۂ نظر کے جواب میں انہیں گالیاں دی جاتی تھیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن یہ ایک ایسی سچائی تھی کہ اب خود انہی علماء حضرات کو اسے تسلیم کرنا پڑا ۔۔۔ امیر جماعت اسلامی نے اعلان کیا۔

" ملوکیت اور شریعت ایک جگہ اکٹھی نہیں ہوسکتیں اس وقت دنیا میں کہیں بھی شریعت نافذ نہیں ۔

" یا دستگیر یا پیر" کو شرک کہنے والے "یا لیش" کو شرک نہیں سمجھتے ۔ (نوائے وقت ۱۶ مارچ ۱۹۹۱ء) ۔

(طلوع اسلام ، لاہور ، جون ۱۹۹۱ء ص ۶۹ - ۷۰)

کیا اب بھی اس بات میں شبہ کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ سعودی حکومت کی مخالفت کا صاف مطلب الحاد و زندقہ کی حوصلہ افزائی اور ملحدین اور اسلام دشمنوں کی ہم نوائی ہے ۔ پہلے یہ کام صرف اسلام کے دشمن یا اسلام سے نا آشنا لوگ ہی کرتے تھے ، اب خیر سے اس میں اُس جماعت کے اکابر و اصاغر بھی شریک ہو گئے ہیں جو اپنی مساعی کا محور ہی نفاذِ اسلام باور کراتی ہے ۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون ۔

فتشابهت قلوبهم و ما اساءهم ۔

سینٹری کا جملہ سامان اعلیٰ معیار عمدہ کوالٹی ، مناسب قیمت پر دستیاب ہے ۔

عابد سینٹری سٹور

یتیم موڑ ، ملتان روڈ لاہور

سینٹری سامان کی فٹنگ کا بھی انتظام ہے ۔

تشریف لائیے ہمیں خدمت کا موقع دیجئے ۔

پروپرائیٹر

خاور محمود

حارث محمود

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غارِ حرا کی تاریخی اہمیت

مولانا صفی الرحمان مبارکپوری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف جب چالیس برس کے قریب ہو چکی۔ اور اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اب تک کے تاملات نے قوم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہنی اور فکری فاصلہ بہت وسیع کر دیا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہائی محبوب ہو گئی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ستو اور پانی لے کر مکہ سے کوئی دو میل دور کوہ حراء کے ایک غار میں جا رہتے ــــ یہ ایک مختصر سا غار ہے جس کا طول چار گز اور عرض پونے دو گز ہے۔ یہ نیچے کی جانب گہرا نہیں ہے بلکہ ایک مختصر راستے کے بازو میں اوپر کی چٹانوں کے باہم ملنے سے ایک کوتل کی شکل اختیار کیے ہوئے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب یہاں تشریف لے جاتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جاتیں اور قریب ہی کسی جگہ موجود رہتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان بھر اس غار میں قیام فرماتے آنے جانے والے مسکینوں کو کھانا کھلاتے اور بقیہ اوقات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزارتے، کائنات کے مشاہد اور اس کے پیچھے کارفرما قدرتِ نادرہ پر غور فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کے لچر پوچ شرکیہ عقائد اور واہیات تصورات پر بالکل اطمینان نہ تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی واضح راستہ، معین طریقہ اور افراط و تفریط سے ہٹی ہوئی کوئی ایسی راہ نہ تھی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اطمینان و انشراحِ قلب کے ساتھ رواں دواں ہو سکتے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تنہائی پسندی بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تدبیر کا ایک حصہ تھی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ آپ کو آنے والے کارِ عظیم کے لیے تیار کر رہا تھا۔ درحقیقت جس روح کے لیے بھی یہ مقدر ہو کہ وہ انسانی زندگی کے حقائق پر اثر انداز ہو کر ان کا رخ بدل ڈالے اس کے لیے ضروری ہے کہ زمین کے مشاغل زندگی کے شور اور لوگوں کے چھوٹے چھوٹے ہم و غم کی دنیا سے کٹ کر کچھ عرصے کے لیے الگ تھلگ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور خلوت نشین رہے۔

ٹھیک اسی سنت کے مطابق جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو امانت کبریٰ کا بوجھ اٹھانے روئے زمین کو بدلنے اور خطِ تاریخ کو موڑنے کے لیے تیار کرنا چاہا تو رسالت کی ذمہ داری عائد کرنے سے تین سال پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خلوت نشینی مقدر کر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس خلوت میں ایک ماہ تک کائنات کی آزاد روح کے ساتھ ہم سفر رہتے اور اس وجود کے پیچھے چھپے ہوئے غیب کے اندر تدبر فرماتے تاکہ جب اللہ تعالیٰ کا اذن ہو تو اس غیب کے ساتھ تعامل کے لیے مستعد رہیں۔

جبریلؑ وحی لاتے ہیں

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس برس ہو گئی۔ اور یہی سن کمال ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہی پیغمبروں کی بعثت کی عمر ہے۔ تو زندگی کے افق کے پار سے آثار نبوت چمکنا اور جگمگانا شروع ہوئے یہ آثار خواب تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی خواب دیکھتے وہ سپیدۂ صبح کی طرح نمودار ہوتا۔ اس حالت پر چھ ماہ کا عرصہ گزر گیا۔ جو مدتِ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے اور کل مدتِ نبوت تیئیس برس ہے۔ اس کے بعد جب حراء میں خلوت نشینی کا تیسرا سال آیا تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ روئے زمین کے باشندوں پر اس کی رحمت کا فیضان ہو، چنانچہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے مشرف کیا اور حضرت جبریل علیہ السلام قرآن مجید کی چند آیات لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔

دلائل وقرائن پر ایک جامع نگاہ ڈال کر حضرت جبریل علیہ السلام کی تشریف آوری کے اس واقعے کی تاریخ متعین کی جا سکتی ہے۔ ہماری تحقیق کے مطابق یہ واقعہ رمضان المبارک کی ۲۱ ر تاریخ کو دوشنبہ کی رات میں پیش آیا۔ اس روز اگست کی ۱۰ تاریخ تھی اور ۶۱۰ء تھا۔ قمری حساب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس سال چھ مہینے بارہ دن اور شمسی حساب سے ۳۹ سال تین مہینے ۲۲ دن تھی۔

آئیے اب ذرا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی اس واقعے کی تفصیلات سنیں۔ یہ انوارِ لاہوت کا ایک ایسا شعلہ تھا جس سے کفر وضلالت کی تاریکیاں چھٹتی چلی گئیں؛ یہاں تک کہ زندگی کی رفتار بدل گئی اور تاریخ کا رخ بدل گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداً نیند میں اچھے خواب سے ہوئی آپؐ جو بھی خواب دیکھتے تھے وہ سپیدۂ صبح کی طرح نمودار ہوتا تھا پھر آپؐ کو تنہائی محبوب ہو گئی چنانچہ آپ غارِ حرا میں خلوت اختیار فرماتے۔ اور کئی کئی رات گھر تشریف لائے بغیر مصروفِ عبادت رہتے۔ اس کے لیے آپؐ توشہ لے جاتے۔ پھر (توشہ ختم ہونے پر) حضرت خدیجہؓ کے پاس واپس آتے اور تقریباً اتنے ہی دنوں کے لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر توشہ لے جاتے۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس حق آیا اور آپ غارِ حرا میں تھے یعنی آپ کے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا پڑھو، آپ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں آپ فرماتے ہیں کہ اس پر اس نے مجھے پکڑ کر اس زور سے دبایا کہ میری قوت نچوڑ دی۔ پھر چھوڑ کر کہا پڑھو! میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے تیسری بار پکڑ کر دبوچا پھر چھوڑ کر کہا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ۔ "پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، انسان کو لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھو اور تمہارا رب نہایت کریم ہے۔"

ان آیات کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پلٹے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چادر اوڑھا دی یہاں تک کہ خوف جاتا رہا۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو واقعے کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا: یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ مجھے تو اپنی جان کا ڈر لگتا ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے کہا قطعاً نہیں، بخدا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ رسوا نہ کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلہ رحمی کرتے ہیں، درماندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں تہی دستوں کا بندوبست کرتے ہیں۔ مہمان کی میزبانی کرتے ہیں، اور حق کے مصائب پر اعانت کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت خدیجہؓ آپ کو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ کے پاس لے گئیں۔ ورقہ دورِ جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے اور عبرانی میں لکھنا جانتے تھے۔ چنانچہ عبرانی زبان میں حسبِ توفیقِ الٰہی انجیل لکھتے تھے۔ اُس وقت بہت بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے۔ ان سے حضرت خدیجہؓ نے کہا، بھائی جان! آپ اپنے بھتیجے کی بات سنیں۔ ورقہ نے کہا: بھتیجے! تم کیا دیکھتے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا تھا بیان فرما دیا۔ اس پر ورقہ نے آپ سے کہا: یہ تو وہی ناموس ہے جسے اللہ نے موسیٰ پر نازل کیا تھا، کاش میں اس وقت توانا ہوتا کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو نکال دے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا! تو کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا ہاں! جب بھی کوئی آدمی اس طرح کا پیغام لایا جیسا تم لائے ہو تو اس سے ضرور دشمنی کی گئی اور اگر میں نے تمہارا زمانہ پا لیا تو تمہاری زبردست مدد کروں گا اس کے بعد ورقہ جلد ہی فوت ہو گئے اور وحی رک گئی۔

طبری اور ابن ہشام کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اچانک وحی کی آمد کے بعد غارِ حرا سے نکلے تو پھر واپس آ کر اپنی بقیہ مدت قیام پوری کی اسکے بعد مکہ تشریف لائے۔ طبری کی روایت سے آپکے نکلنے کے سبب پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ روایت یہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کی آمد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔ اللہ کی مخلوق میں شاعر اور پاگل سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی قابلِ نفرت نہ تھا۔ (میں شدت نفرت سے) ان کی طرف دیکھنے کی تاب نہ رکھتا تھا۔ (اب جو وحی آئی تو میں نے اپنے جی میں) کہا کہ یہ ناکارہ ــــ یعنی خود آپ ــ شاعر یا پاگل ہے۔ میرے بارے میں قریش ایسی بات کبھی نہ کہہ سکیں گے۔ میں پہاڑ کی چوٹی پر جا رہا ہوں وہاں سے اپنے آپ کو نیچے لڑھکا دوں گا اور اپنا خاتمہ کروں گا اور ہمیشہ کے لیے راحت پا جاؤں گا۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ میں یہی سوچ کر نکلا۔ جب بیچ پہاڑ پر پہنچا تو آسمان سے ایک آواز سنائی دی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم اللہ کے رسُول ہو اور میں جبریل ہوں آپؐ کہتے ہیں کہ میں نے آسمان کی طرف اپنا سر اٹھایا۔ دیکھا تو جبریل ایک آدمی کی شکل میں اُفق کے اندر پاؤں جمائے کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں: اے محمدؐ! صلی اللہ علیہ وسلم تم اللہ کے رسُول ہو اور میں جبریل ہوں۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ میں وہیں ٹھہر کر جبریل کو دیکھنے لگا اور اس شغل نے مجھے میرے ارادے سے غافل کر دیا۔ اب میں نہ آگے جا رہا تھا نہ پیچھے۔ البتہ اپنا چہرہ آسمان کے افق میں گھما رہا تھا اور اس کے جس گوشے پر بھی میری نظر پڑتی تھی جبریل اسی طرح دکھائی دیتے تھے۔ میں مسلسل کھڑا رہا۔ نہ آگے بڑھ رہا تھا نہ پیچھے یہاں تک کہ خدیجہؓ نے میری تلاش میں اپنے قاصد بھیجے اور وُہ مکہ تک جا کر پلٹ آئے۔ لیکن میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ پھر جبریلؑ چلے گئے اور میں بھی اپنے اہل خانہ کی طرف پلٹ آیا اور خدیجہؓ کے پاس پہنچ کر ان کی ران کے پاس انہیں پر ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ انہوں نے کہا۔ ابوالقاسم! آپؐ کہاں تھے؟ بخدا میں نے آپؐ کی تلاش میں آدمی بھیجے اور وُہ مکہ تک جا کر واپس آ گئے۔ (اس کے جواب میں) مَیں نے جو کچھ دیکھا تھا انہیں بتا دیا۔ انہوں نے کہا: چچیرے بھائی! آپ خوش ہو جائیے اور آپ ثابت قدم رہیئے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اُمید کرتی ہوں کہ آپؐ اس اُمت کے نبی ہوں گے۔ اس کے بعد وُہ ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔ انہیں ماجرا سنایا۔ انہوں نے کہا قدوس، قدوس اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ورقہ کی جان ہے ان کے پاس وہی ناموسِ اکبر آیا ہے جو موسیٰؑ کے پاس آیا کرتا تھا۔ یہ اس اُمت کے نبی ہیں۔ ان سے کہو ثابت قدم رہیں۔ اس کے بعد حضرت خدیجہؓ نے واپس آ کر آپؐ کو ورقہ کی بات بتائی۔ پھر جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرا میں اپنا قیام پورا کر لیا اور (مکہ) تشریف لائے تو آپؐ سے ورقہ نے مُلاقات کی اور آپؐ کی زبانی تفصیلات سُن کر کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آپؐ اِس اُمت کے نبی ہیں۔ آپؐ کے پاس وہی ناموسِ اکبر آیا ہے جو موسیٰؑ کے پاس آیا تھا۔

وحی کی بندش

رہی یہ بات کہ وحی کتنے دنوں تک بند رہی تو اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلسلے میں ابن سعد نے ابن عباسؓ سے ایک روایت نقل کی ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ یہ بندش چند دنوں کے لیے تھی اور سارے پہلوؤں پر نظر ڈالنے کے بعد یہی بات راجح بلکہ یقینی معلوم ہوتی ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ وحی کی بندش تین سال یا ڈھائی سال تک رہی تو یہ قطعاً صحیح نہیں۔ البتہ یہاں دلائل پر بحث کی گنجائش نہیں۔

وحی کی اس بندش کے عرصے میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم حزین وغمگین رہے اور آپ پر حیرت و استعجاب طاری رہا۔ چنانچہ صحیح بخاری کتاب التعبیر کی روایت ہے کہ:

"وحی بند ہو گئی جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر غمگین ہوئے کہ کئی بار بلند و بالا پہاڑ کی چوٹیوں پر تشریف لے گئے کہ وہاں سے لڑھک جائیں لیکن جب کسی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے کہ اپنے آپ کو لڑھکا لیں تو حضرت جبریلؑ نمودار ہوتے اور فرماتے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ کے رسول برحق ہیں اور اس کی وجہ سے آپ کا اضطراب تھم جاتا۔ نفس کو قرار آجاتا اور آپ واپس آجاتے۔ پھر جب آپؐ پر وحی کی بندش طول پکڑ جاتی تو آپ پھر اسی جیسے کام کے لیے نکلتے لیکن جب پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے تو حضرت جبریلؑ نمودار ہو کر پھر وہی بات دہراتے۔"

جبریلؑ دوبارہ وحی لاتے ہیں

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ (یعنی وحی کی چند روزہ بندش) اس لیے تھی تاکہ آپؐ پر جو خوف طاری ہو گیا تھا وہ رخصت ہو جائے اور دوبارہ وحی کی آمد کا شوق و انتظار پیدا ہو جائے۔ چنانچہ جب حیرت کے سائے سکڑ گئے، حقیقت کے نقوش پختہ ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ آپؐ خدائے بزرگ و برتر کے نبی بن چکے ہیں۔

ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے مروی ہے:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
"جب اللہ تعالیٰ نے کائنات کو پیدا کرنے کا فیصلہ کیا، تو اپنی کتاب میں اپنے بارہ میں یہ لکھ لیا اور وہ لکھا ہوا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے پاس موجود ہے کہ "میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی"

(بحوالہ مسلم بخاری، نسائی، ابن ماجہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقعہ ہجرت اور نئے معاشرے کی تشکیل

مولانا صفی الرحمن مبارکپوری

واقعہ ہجرت کا تعلق چونکہ سرزمین حجاز سے ہے اس لیے اس مضمون کو حجاز و نجد ایڈیشن کی زینت بنایا گیا۔ ادارہ

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی مجرمانہ قرارداد طے ہو چکی تو حضرت جبریل علیہ السلام اپنے رب تبارک و تعالیٰ کی وحی لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو قریش کی سازش سے آگاہ کرتے ہوئے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں سے روانگی کی اجازت دے دی ہے اور یہ کہتے ہوئے ہجرت کے وقت کی تعیین بھی فرما دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ رات اپنے اُس بستر پر نہ گذاریں جس پر اب تک گذارا کرتے تھے۔

اس اطلاع کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ٹھیک دوپہر کے وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے تاکہ ان کے ساتھ ہجرت کے سارے پروگرام اور مرحلے طے فرمالیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ٹھیک دوپہر کے وقت ہم لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان میں بیٹھے تھے کہ کسی کہنے والے نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر ڈھانکے تشریف لا رہے ہیں۔ یہ ایسا وقت تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لایا کرتے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کسی اہم معاملے ہی کی وجہ سے تشریف لائے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اجازت طلب کی، آپ کو اجازت دی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ تمہارے پاس جو لوگ ہیں انہیں ہٹا دو۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے کہا: بس آپ کی اہلِ خانہ ہی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: اچھا تو مجھے روانگی کی اجازت مل چکی ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا، ساتھ.... اے اللہ کے رسولؐ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔

اس کے بعد ہجرت کا پروگرام طے کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر واپس تشریف لائے اور رات کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا گھیراؤ

ادھر قریش کے اکابر مجرمین نے اپنا سارا دن مکے کی پارلیمانی دارالندوہ کی پہلے پہر کی طے کردہ قرارداد کے نفاذ کی تیاری میں گذارا اور اس مقصد کے لیے ان اکابر مجرمین میں سے گیارہ سردار منتخب کیے گئے جن کے نام یہ ہیں۔

۱ ابوجہل بن ہشام
۲ حکم بن عاص
۳ عُقبہ بن ابی معیط
۴ نضر بن حارث
۵ اُمیّہ بن خلف
۶ زمعہ بن الاسود
۷ طعیمہ بن عدی
۸ ابولہب
۹ ابی بن خلف
۱۰ نبیہ بن الحجاج
۱۱ اور اس کا بھائی منبہ بن الحجاج

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب رات ذرا تاریک ہوگئی تو یہ لوگ گھات لگا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر بیٹھ گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو جائیں تو یہ لوگ آپ پر ٹوٹ پڑیں۔

ان لوگوں کو پورا وثوق اور پختہ یقین تھا کہ ان کی یہ ناپاک سازش کامیاب ہو کر رہے گی یہاں تک کہ ابوجہل نے بڑے متکبرانہ اور پُر غرور انداز میں مذاق و استہزا کرتے ہوئے اپنے گھیرا ڈالنے والے ساتھیوں سے کہا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتا ہے کہ اگر تم لوگ اس کے دین میں داخل ہو کر اس کی پیروی کرو گے تو عرب و عجم کے بادشاہ بن جاؤ گے، پھر مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے تو تمہارے لیے اردن کے باغات جیسی جنتیں ہوں گی اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ان کی طرف سے تمہارے اندر ذبح کے واقعات پیش آئیں گے پھر تم مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے اور تمہارے لیے آگ ہوگی جس میں جلائے جاؤ گے۔

بہر حال اس سازش کے نفاذ کے لیے آدھی رات کے بعد کا وقت مقرر تھا۔ اس لیے یہ لوگ جاگ کر رات گذار رہے تھے اور وقتِ مقررہ کے منتظر تھے، لیکن اللہ اپنے کام پر غالب ہے، اسی کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جسے بچانا چاہے کوئی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتا اور جسے پکڑنا چاہے کوئی اس کو بچا نہیں سکتا چنانچہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر وہ کام کیا جسے ذیل کی آیت کریمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ۔ (۸ : ۳۰)

"وہ موقع یاد کرو جب کفار تمہارے خلاف مکر کر رہے تھے تاکہ تمہیں قید کر دیں یا قتل کر دیں یا نکال باہر کریں اور وہ لوگ داؤ چل رہے تھے اور اللہ بھی داؤ چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر داؤ والا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا گھر چھوڑتے ہیں

بہرحال قریش اپنے پلان کے نفاذ کی انتہائی تیاری کے باوجود فاش ناکامی سے دوچار ہوئے چنانچہ اس نازک ترین لمحے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور میری یہ سبز حضرمی چادر اوڑھ کر سو رہو۔ تمہیں ان کے ہاتھوں کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی چادر اوڑھ کر سویا کرتے تھے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، مشرکین کی صفیں چیریں اور ایک مٹھی سنگریزوں والی مٹی لے کر ان کے سروں پر ڈالی لیکن اللہ نے ان کی نگاہیں پکڑ لیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ سکے۔ اس وقت آپ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے۔

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ۔ (۳۶ : ۹)

"ہم نے ان کے آگے رکاوٹ کھڑی کر دی اور ان کے پیچھے رکاوٹ کھڑی کر دی پس ہم نے انہیں ڈھانک لیا ہے اور وہ دیکھ نہیں رہے ہیں۔"

اس موقع پر کوئی بھی مشرک باقی نہ بچا جس کے سر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی نہ ڈالی ہو۔ اس کے بعد آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور پھر ان کے مکان کی ایک کھڑکی سے نکل کر دونوں حضرات نے رات ہی رات یمن کا رخ کیا اور چند میل پر واقع ثور نامی پہاڑ کے ایک غار میں جا پہنچے۔

ادھر محاصرین وقت صفر کا انتظار کر رہے تھے لیکن اس سے ذرا پہلے انہیں اپنی ناکامی و نامرادی کا علم ہو گیا۔ ہوا یہ کہ ان کے پاس ایک غیر متعلق شخص آیا اور انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر دیکھ کر پوچھا آپ لوگ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اس نے کہا: آپ لوگ ناکام و نامراد ہوئے، خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ لوگوں کے پاس سے گزرے اور آپ کے سروں پر مٹی ڈالتے ہوئے اپنے کام کو گئے۔ انہوں نے کہا: بخدا! ہم نے تو انہیں نہیں دیکھا، اور اس کے بعد اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے اٹھ پڑے۔

لیکن پھر دروازے کی دراز سے جھانک کر دیکھا تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ نظر آئے۔ کہنے لگے: خدا کی قسم! یہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سوئے پڑے ہیں، ان کے اوپر ان کی چادر موجود ہے۔ چنانچہ یہ لوگ صبح تک وہیں ڈٹے رہے۔ ادھر صبح ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بستر سے اُٹھے تو مشرکین کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے معلوم نہیں۔

گھر سے غار تک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۷ صفر ۱۴ نبوت بمطابق ۱۲-۱۳ ستمبر ۶۲۲ء کی درمیانی رات اپنے مکان سے نکل کر جان و مال کے سلسلے میں اپنے سب سے قابلِ اعتماد ساتھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے تھے اور وہاں سے پچھواڑے کی ایک کھڑکی سے نکل کر دونوں حضرات نے باہر کی راہ لی تھی تاکہ مکے سے جلد از جلد یعنی طلوع فجر سے پہلے پہلے باہر نکل جائیں۔ چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ قریش پوری جانفشانی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں لگ جائیں گے اور جس راستے پر اول وہلہ میں نظر اٹھے گی وہ مدینہ کا کاروانی راستہ ہوگا جو شمال کے رخ پر جاتا ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ راستہ اختیار کیا جو اس کے بالکل اُلٹ تھا یعنی یمن جانے والا راستہ جو مکے کے جنوب میں واقع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس راستے پر کوئی پانچ میل کا فاصلہ طے کیا اور اس پہاڑ کے دامن میں پہنچے جو ثور کے نام سے معروف ہے، یہ نہایت بلند اور مشکل چڑھائی والا پہاڑ ہے یہاں پتھر بھی بکثرت ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پاؤں زخمی ہو گئے اور کہا جاتا ہے کہ آپ نشانِ قدم چھپانے کے لیے پنجوں کے بل چل رہے تھے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں زخمی ہو گئے۔ بہرحال وجہ جو بھی رہی ہو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہاڑ کے دامن میں پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا لیا اور دوڑتے ہوئے پہاڑ کی چوٹی پر ایک غار کے پاس جا پہنچے جو تاریخ میں غار ثور کے نام سے معروف ہے۔

غار میں

غار کے پاس پہنچ کر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کے لیے ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں داخل نہ ہوں پہلے میں داخل ہو کر دیکھے لیتا ہوں، اگر اس میں کوئی چیز ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے مجھے اس سے سابقہ پیش آئے گا، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر گئے اور غار کو صاف کیا۔ ایک جانب چند سوراخ تھے۔ جنہیں اپنا تہ بند پھاڑ کر بند کیا، لیکن دو سوراخ باقی بچ رہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان دونوں میں اپنے پاؤں ڈال دیئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اندر تشریف لائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آغوش میں سر رکھ کر سو گئے۔ ادھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں کسی چیز نے ڈس لیا مگر اس ڈر سے ہلے بھی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاگ نہ جائیں۔ لیکن ان کے آنسو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ٹپک گئے (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکرؓ تمہیں کیا ہوا؟ عرض کی میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! مجھے کسی چیز نے ڈس لیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعاب دہن لگا دیا اور تکلیف جاتی رہی۔

یہاں دونوں حضرات نے تین راتیں یعنی جمعہ، سنیچر اور اتوار کی راتیں غار میں چھپ کر گذاریں۔

اس دوران ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ بھی یہیں رات گذارتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ وہ گہری سوجھ بوجھ کے مالک، سخن فہم نوجوان تھے۔ سحر کی تاریکی میں ان دونوں حضرات کے پاس سے چلے جاتے اور مکہ میں قریش کے ساتھ یوں صبح کرتے گویا انہوں نے یہیں رات گذاری ہے پھر آپ دونوں کے خلاف سازش کی جو کوئی بات سنتے اسے اچھی طرح یاد کر لیتے اور جب تاریکی گہری ہو جاتی تو اس کی خبر لے کر غار میں پہنچ جاتے۔

ادھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ بکریاں چراتے رہتے اور جب رات کا ایک حصہ گذر جاتا تو بکریاں لے کر ان کے پاس پہنچ جاتے اس طرح دونوں حضرات رات کو آسودہ ہو کر دودھ پی لیتے، پھر صبح تڑکے ہی عامر بن فہیرہ بکریاں ہانک کر چل دیتے۔ تینوں رات انہوں نے یہی کیا۔ (مزید یہ کہ) عامر بن فہیرہ، حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے مکہ جانے کے بعد انہیں کے نشانات قدم پر بکریاں ہانکتے تھے، تاکہ نشانات مٹ جائیں۔

قریش کی تگ و دو

ادھر قریش کا یہ حال تھا کہ جب منصوبہ قتل کی رات گذر گئی اور صبح کو یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاتھ سے نکل چکے ہیں تو ان پر گویا جنون طاری ہو گیا۔ انہوں نے سب سے پہلے اپنا غصہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اتارا، آپ کو گھسیٹ کر خانہ کعبہ تک لے گئے اور ایک گھڑی زیر حراست رکھا کہ ممکن ہے ان دونوں کی خبر لگ جائے لیکن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کچھ حاصل نہ ہوا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ برآمد ہوئیں۔ ان سے پوچھا تمہارے ابا کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: بخدا مجھے معلوم نہیں کہ میرے ابا کہاں ہیں۔ اس پر کمبخت خبیث ابوجہل نے ہاتھ اٹھا کر ان کے رخسار پر اس زور کا تھپڑ مارا کہ ان کے کان کی بالی گر گئی۔

اس کے بعد قریش نے ایک ہنگامی اجلاس طلب کر کے یہ طے کیا کہ ان دونوں کو گرفتار کرنے کے لیے تمام ممکنہ وسائل کام میں لائے جائیں؛ چنانچہ مکے سے نکلنے والے تمام راستوں پر خواہ وہ کسی بھی سمت جا رہا ہو نہایت کڑا مسلح پہرہ بٹھا دیا گیا۔ اسی طرح یہ اعلان عام بھی کیا گیا کہ جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یا ان میں سے کسی ایک کو زندہ یا مردہ حاضر کرے گا اسے ہر ایک کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدلے سو اونٹوں کا گرانقدر انعام دیا جائے گا۔ اس اعلان کے نتیجے میں سوار اور پیادے اور نشاناتِ قدم کے ماہر کھوجی نہایت سرگرمی سے تلاش میں لگ گئے اور پہاڑوں، وادیوں اور نشیب وفراز میں ہر طرف بکھر گئے، لیکن نتیجہ اور حاصل کچھ نہ رہا۔

تلاش کرنے والے غار کے دہانے تک بھی پہنچے لیکن اللہ اپنے کام پر غالب ہے چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں تھا، سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگوں کے پاؤں نظر آرہے ہیں۔ میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! اگر ان میں سے کوئی شخص محض اپنی نگاہ نیچی کر دے تو ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکرؓ! خاموش رہو (ہم) دو ہیں جن کا تیسرا اللہ ہے۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ مَا ظَنُّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اللهُ ثَالِثُهُمَا "ابوبکرؓ! ایسے دو آدمیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک معجزہ تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرف فرمایا۔ چنانچہ تلاش کرنے والے اس وقت واپس پلٹ گئے جب آپ کے درمیان اور ان کے درمیان چند قدم سے زیادہ فاصلہ باقی نہ رہ گیا تھا۔

مدینہ کی راہ میں

جب جستجو کی آگ بجھ گئی۔ تلاش کی تگ ودو رک گئی اور تین روز کی مسلسل اور بے نتیجہ دوڑ دھوپ کے بعد قریش کے جوش وجذبات سرد پڑ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے لیے نکلنے کا عزم فرمایا۔ عبداللہ بن اریقط لیثی سے، جو صحرائی اور بیابانی راستوں کا ماہر تھا، پہلے ہی اُجرت پر مدینہ پہنچانے کا معاملہ طے ہو چکا تھا۔ یہ شخص ابھی قریش ہی کے دین پر تھا لیکن قابلِ اطمینان تھا اس لیے سواریاں اس کے حوالے کر دی گئی تھیں اور طے ہوا تھا کہ تین راتیں گزر جانے کے بعد وہ دونوں سواریاں لے کر غار ثور پہنچ جائے گا۔ چنانچہ جب دوشنبہ کی رات آئی جو ربیع الاول ۱ھ کی چاند رات تھی (مطابق ۱۶ ستمبر ۶۲۲ء) تو عبداللہ بن اریقط سواریاں لے کر آگیا اور اسی موقع پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں افضل ترین اونٹنی پیش کرتے ہوئے گزارش کی کہ آپ میری ان دو سواریوں میں سے ایک قبول فرمالیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیمتاً۔

ادھر اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بھی زادِ سفر لے کر آئیں مگر اس میں لٹکانے والا بندھن لگانا بھول گئیں۔ جب روانگی کا وقت آیا اور حضرت اسماء نے توشہ لٹکانا چاہا تو دیکھا کہ اس میں بندھن ہی نہیں ہے۔ انہوں نے اپنا پٹکا (کمر بند) کھولا اور دو حصوں میں چاک کر کے ایک میں توشہ لٹکا دیا اور دوسرا کمر میں باندھ لیا۔ اسی وجہ سے ان کا لقب ذاتُ النطاقین پڑ گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کوچ فرمایا۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔ دلیل راہ عبداللہ بن اریقط نے ساحل کا راستہ اختیار کیا۔

غار سے روانہ ہو کر اس نے سب سے پہلے یمن کے رُخ پر چلایا اور جنوب کی سمت خوب دور تک لے گیا، پھر پچھم کی طرف مڑا اور ساحل سمندر کا رخ کیا، پھر ایک ایسے راستے پر پہنچ کر جس سے عام لوگ واقف نہ تھے شمال کی طرف مُڑ گیا۔ یہ راستہ ساحل بحر احمر کے قریب ہی تھا اور اس پر شاذ ونادر ہی کوئی چلتا تھا۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس راستے میں جن مقامات سے گزرے ابن اسحاق نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب راہنما آپ دونوں کو ساتھ لے کر نکلا تو زیریں مکہ سے لے چلا، پھر ساحل کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا زیرین عُسفان سے راستہ کاٹا، پھر زیریں امج سے گذرتا ہوا آگے بڑھا اور قدید پار کرنے کے بعد پھر راستہ کاٹا اور وہیں سے آگے بڑھتا ہوا خرار سے گذرا، پھر ثنیۃ المرہ سے، پھر لقف سے پھر بیابان لقف سے گذرا، پھر مجاج کے بیابان میں پہنچا اور وہاں سے پھر مجاح کے موڑ سے گذرا، پھر ذوالغضوین کے موڑ کے نشیب میں چلا، پھر ذی کشر کی وادی میں داخل ہوا، پھر جداجد کا رُخ کیا پھر اجرد پہنچا اور اس کے بعد بیابان تعہن کے اطراف کی وادیٔ ذو سلم سے گذرا۔ وہاں عبابید اور اس کے بعد فاجہ کا رُخ کیا پھر عرج میں اترا، پھر رکوبہ کے داہنے ہاتھ ثنیۃ العائر میں چلا یہاں تک کہ وادی رئم میں اترا اور اس کے بعد قباء پہنچ گیا۔

آیئے! اب راستے کے چند واقعات بھی سنتے چلیں۔

۱۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا ہم لوگ (غار سے نکل کر) رات بھر اور دن میں دوپہر تک چلتے رہے۔ جب ٹھیک دوپہر کا وقت ہو گیا راستہ خالی ہو گیا اور کوئی گذرنے والا نہ رہا تو ہمیں ایک لمبی چٹان دکھلائی پڑی جس کے سائے پر دھوپ نہیں آئی تھی۔ ہم وہیں اُتر پڑے۔ میں نے اپنے ہاتھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کے لیے ایک جگہ برابر کی اور اس پر ایک پوستین بچھا کر گزارش کی کہ اے اللہ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم آپ سو جائیں اور میں آپ کے گرد وپیش کی دیکھ بھال کیے لیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور میں آپ کے گرد وپیش کی دیکھ بھال کے لیے نکلا۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چرواہا اپنی بکریاں لیے چٹان کی جانب چلا آرہا ہے۔ وہ بھی اس چٹان سے وہی چاہتا تھا جو ہم نے چاہا تھا۔ میں نے اس سے کہا: اے جوان تم کس کے آدمی ہو؟ اس نے مکہ یا مدینہ کے کسی آدمی کا ذکر کیا۔ میں نے کہا تمہاری بکریوں میں کچھ دودھ ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا دودھ دوہ سکتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! اور ایک بکری پکڑی۔ میں نے کہا ذرا تھن کو مٹی، بال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تنکے وغیرہ سے صاف کرلو۔ اس نے ایک کاب میں تھوڑا سا دُودھ دوہا اور میرے پاس ایک چرمی لوٹا تھا جو میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پینے اور وضو کرنے کے لیے رکھ لیا تھا۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا لیکن گوارا نہ ہوا کہ آپ کو بیدار کروں۔ چنانچہ جب آپ بیدار ہوئے تو میں آپ کے پاس آیا اور دُودھ پر پانی انڈیلا یہاں تک کہ اس کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہوگیا۔ اس کے بعد میں نے کہا اے اللہ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم! پی لیجئے۔ آپؐ نے پیا یہاں تک کہ میں خوش ہوگیا، پھر آپؐ نے فرمایا کیا ابھی کوچ کا وقت نہیں ہوا؟ میں نے کہا کیوں نہیں؟ اس کے بعد ہم لوگ چل پڑے۔

۲۔ اس سفر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا طریقہ یہ تھا کہ وُہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف رہا کرتے تھے یعنی سواری پر حضورؐ کے پیچھے بیٹھا کرتے تھے چونکہ ان پر بڑھاپے کے آثار نمایاں تھے اس لیے لوگوں کی توجہ انہیں کی طرف جاتی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ابھی جوانی کے آثار غالب تھے۔ اس لیے آپؐ کی طرف توجہ کم جاتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ کسی آدمی سے سابقہ پڑتا تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پُوچھتا کہ یہ آپ کے آگے کون سا آدمی ہے؟ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کا بڑا لطیف جواب دیتے) فرماتے: "یہ آدمی مجھے راستہ بتاتا ہے۔" اس سے سمجھنے والا سمجھتا کہ وُہ یہی راستہ مراد لے رہے ہیں، حالانکہ وُہ خیر کا راستہ مراد لیتے تھے۔

اسی سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر اُمّ معبد کے خیمے سے ہوا۔ یہ ایک نمایاں اور توانا خاتون تھیں ہاتھ میں گھٹنے ڈالے خیمے کے صحن میں بیٹھی رہتیں اور آنے جانے والے کو کھلاتی پلاتی رہتیں۔ آپ نے ان سے پُوچھا کہ پاس میں کچھ ہے؟ بولیں، بخدا ہمارے پاس کچھ ہوتا تو آپ لوگوں کی میزبانی میں تنگی نہ ہوتی، بکریاں بھی دور دراز ہیں۔ یہ قحط کا زمانہ تھا۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ خیمے کے ایک گوشے میں ایک بکری ہے۔ فرمایا: ام معبد یہ کیسی بکری ہے؟ بولیں: اسے کمزوری نے ریوڑ سے پیچھے چھوڑ رکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ اس میں کچھ دُودھ ہے؟ بولیں، وُہ اس سے کہیں زیادہ کمزور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اجازت ہے کہ اسے دوھ لوں؟ بولیں: ہاں! میرے ماں باپ تم پر قربان۔ اگر تمہیں اس میں دُودھ دکھائی دے رہا ہے تو ضرور دوھ لو۔ اس گفتگو کے بعد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بکری کے تھن پر ہاتھ پھیرا۔ اللہ کا نام لیا اور دُعا کی۔ بکری نے پاؤں پھیلا دیئے۔ تھن میں بھرپور دُودھ اُتر آیا۔ آپؐ نے ام معبد کا ایک بڑا سا برتن لیا جو ایک جماعت کو آسودہ کر سکتا تھا اور اس میں اتنا دوہا کہ جھاگ اُوپر آگیا۔ پھر ام معبد کو پلایا۔ وُہ پی کر شکم سیر ہوگئیں تو اپنے ساتھیوں کو پلایا۔ وُہ بھی شکم سیر ہوگئے تو خود پیا۔ پھر اسی برتن میں دوبارہ اتنا دُودھ دوہا کہ برتن بھر گیا اور اسے اُمّ مَعبد کے پاس چھوڑ کر آگے چل پڑے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ان کے شوہر ابو معبد اپنی کمزور بکریوں کو، جو دُبلے پن کی وجہ سے مریل چال چل رہی تھیں اور گھر میں دُودھ دینے والی بکری نہ تھی؟ بولیں: بخدا کوئی بات نہیں سوائے اس کے کہ ہمارے پاس سے ایک بابرکت آدمی گذرا جس کی ایسی اور ایسی بات تھی اور یہ اور یہ حال تھا۔ ابو معبد نے کہا یہ تو وہی صاحب قریش معلوم ہوتا ہے جسے قریش تلاش کر رہے ہیں۔ اچھا ذرا اس کی کیفیت تو بیان کرو۔ اس پر اُمّ معبد نے نہایت دلکش انداز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات کا ایسا نقشہ کھینچا کہ گویا سننے والا آپؐ کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہے۔ کتاب کے آخر میں یہ اوصاف درج کیے جائیں گے۔ یہ اوصاف سُن کر ابو معبد نے کہا۔ واللہ یہ تو وہی صاحب قریش ہے جس کے بارے میں لوگوں نے قسم قسم کی باتیں بیان کی ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اختیار کروں اور کوئی راستہ ملا تو ایسا ضرور کروں گا۔

ادھر مکے میں ایک آواز اُبھری جسے لوگ سُن رہے تھے مگر اس کا بولنے والا دکھائی نہیں پڑ رہا تھا۔ آواز یہ تھی

جزی اللہ رب العرش خیر جزائہ
رفیقین حلا خیمتی ام معبد
ھما نزلا بالبر وارتحلا بہ
وافلح من امسی رفیق محمد
فیا لقصی ما زوی اللہ عنکم
بہ من فعال لا یجازی وسودد
لیھن بنی کعب مکان فتاتھم
ومقعدھا للمومنین بمرصد
سلوا اختکم عن شاتھا واناءھا
فانکم ان تسألوا الشاۃ تشھد

"اللہ رب العرش ان دو رفیقوں کو بہترین جزا دے جو اُمّ معبد کے خیمے میں نازل ہوئے۔ وہ دونوں خیر کے ساتھ اُترے اور خیر کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اور جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق ہوا وہ کامیاب ہوا۔ ہائے قصی! اللہ نے اس کے ساتھ کتنے بے نظیر کارنامے اور سرداریاں تم سے سمیٹ لیں۔ بنو کعب کو ان کی خاتون کی قیام گاہ اور مومنین کی نگہداشت کا پڑاؤ مبارک ہو۔ تم اپنی خاتون سے اس کی بکری اور برتن کے متعلق پوچھو۔ تم اگر خود بکری سے پوچھو گے تو وہ بھی شہادت دے گی۔"

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ہمیں معلوم نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کدھر کا رُخ فرمایا ہے کہ ایک جن زیریں مکہ سے یہ اشعار پڑھتا ہوا آیا۔ لوگ اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ اس کی آواز سن رہے تھے، لیکن خود اسے نہیں دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ بالائی مکہ سے نکل گیا۔ وہ کہتی ہیں کہ جب ہم نے اس کی بات سُنی تو ہمیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کدھر کا رخ فرمایا ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رُخ مدینہ کی جانب ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ راستے میں سُراقہ بن مالک نے تعاقب کیا اور اس واقعے کو خود سُراقہ نے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں، میں اپنی قوم بنی مُدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی آکر ہمارے پاس کھڑا ہوا اور ہم بیٹھے تھے، اس نے کہا: اے سراقہ! میں نے ابھی ساحل کے پاس چند افراد دیکھے ہیں، میرا خیال ہے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی ہیں، سُراقہ کہتے ہیں کہ میں سمجھ گیا یہ وہی لوگ ہیں، لیکن میں نے اس آدمی سے کہا کہ یہ وہ لوگ نہیں ہیں بلکہ تم نے فلاں اور فلاں کو دیکھا ہے جو ہماری آنکھوں کے سامنے گذر کر گئے ہیں، پھر میں مجلس میں کچھ دیر تک ٹھہرا رہا، اس کے بعد اٹھ کر اندر گیا اور اپنی لونڈی کو حکم دیا کہ وہ میرا گھوڑا نکالے اور ٹیلے کے پیچھے روک کر میرا انتظار کرے، ادھر میں نے اپنا نیزہ لیا اور گھر کے پچھواڑے سے باہر نکلا، لاٹھی کا ایک سرا زمین پر گھسیٹ رہا تھا اور دوسرا اوپری سرا نیچے کر رکھا تھا۔ اس طرح میں اپنے گھوڑے کے پاس پہنچا اور اس پر سوار ہو گیا میں نے دیکھا کہ وہ حسب معمول مجھے لے کر دوڑ رہا ہے یہاں تک کہ میں ان کے قریب آگیا، اس کے بعد گھوڑا مجھ سمیت پھسلا اور میں اس سے گر گیا، میں نے اٹھ کر ترکش کی طرف ہاتھ بڑھایا اور پانسے کے تیر نکال کر یہ جاننا چاہا کہ میں انہیں ضرر پہنچا سکوں گا یا نہیں تو وہ تیر نکلا جو مجھے ناپسند تھا۔ لیکن میں نے تیر کی نافرمانی کی اور گھوڑے پر سوار ہو گیا، وہ مجھے لے کر دوڑنے لگا یہاں تک کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت سن رہا تھا۔ اور آپ التفات نہیں فرماتے تھے، جبکہ ابوبکرؓ بار بار مڑ مڑ کر دیکھ رہے تھے۔ تو میرے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے یہاں تک کہ گھٹنوں تک جا پہنچے اور میں اس سے گر گیا۔ پھر میں نے اسے ڈانٹا تو اس نے اٹھنا چاہا لیکن وہ اپنے پاؤں بمشکل نکال سکا، بہر حال جب وہ سیدھا کھڑا ہوا تو اس کے پاؤں کے نشان سے آسمان کی طرف دھوئیں جیسا غبار اڑ رہا تھا، میں نے پھر پانسے کے تیر سے قسمت معلوم کی اور پھر وہی تیر نکلا جو مجھے ناپسند تھا۔ اس کے بعد میں نے امان کے ساتھ انہیں پکارا تو وہ لوگ ٹھہر گئے اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس پہنچا جس وقت میں ان سے روک دیا گیا تھا اسی وقت میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ غالب آکر رہے گا، چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ کی قوم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدلے دیت (کا انعام) رکھا ہے اور ساتھ ہی میں نے لوگوں کے عزائم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا اور توشہ اور ساز و سامان کی بھی پیشکش کی مگر انہوں نے میرا کوئی سامان نہیں لیا اور نہ مجھ سے کوئی سوال کیا۔ صرف اتنا کہا کہ ہمارے متعلق رازداری برتنا۔ میں نے آپ سے گذارش کی کہ آپ مجھے پروانۂ امن لکھ دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا اور انہوں نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر لکھ کر میرے حوالے کر دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑھ گئے۔

اس واقعے سے متعلق خود ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بھی ایک روایت ہے ان کا بیان ہے کہ ہم لوگ روانہ ہوئے تو قوم ہماری تلاش میں تھی مگر سراقہ بن مالک بن جعشم کے سوا، جو اپنے گھوڑے پر آیا تھا، اور کوئی ہمیں نہ پا سکا۔ میں نے کہا۔ اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ پیچھا کرنے والا ہمیں آلینا چاہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللہَ مَعَنَا۔

"غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے"

بہرحال سراقہ واپس ہوا تو دیکھا کہ لوگ تلاش میں سرگرداں ہیں۔ کہنے لگا ادھر کی کھوج خبر لے چکا ہوں۔ یہاں تمہارا جو کام تھا وہ کیا جا چکا ہے۔ (اس طرح لوگوں کو واپس لے گیا) یعنی دن کے شروع میں تو چڑھا آرہا تھا اور آخر میں پاسبان بن گیا۔

۵:۔ راستے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بریدہ اسلمی ملے، یہ اپنی قوم کے سردار تھے اور قریش نے جس زبردست انعام کا اعلان کر رکھا تھا اسی کے لالچ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے تھے لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سامنا ہوا اور بات چیت ہوئی تو نقد دل دے بیٹھے اور اپنی قوم کے ستر آدمیوں سمیت وہیں مسلمان ہو گئے۔ پھر اپنی پگڑی اتار کر نیزہ سے باندھ لی جس کا سفید پھریرا ہوا میں لہراتا اور بشارت سناتا تھا کہ امن کا بادشاہ، صلح کا حامی، دنیا کو عدالت وانصاف سے بھرپور کرنے والا تشریف لا رہا ہے۔

۶:۔ راستے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ملے۔ یہ مسلمانوں کے ایک تجارت پیشہ گروہ کے ساتھ ملک شام سے واپس آرہے تھے حضرت زبیرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سفید پارچہ جات پیش کیے۔

قبا میں تشریف آوری

دوشنبہ ۸ ربیع الاول سنہ ۱۴ نبوت یعنی سنہ ۱ ہجری مطابق ۲۳ ستمبر سنہ ۶۲۲ء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں وارد ہوئے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مسلمانان مدینہ نے مکہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کی خبر سن لی تھی اس لیے لوگ روزانہ صبح ہی صبح حرہ کی طرف نکل جاتے اور آپ کی راہ تکتے رہتے جب دوپہر کو دھوپ سخت ہو جاتی تو واپس پلٹ آتے۔ ایک روز طویل انتظار کے بعد واپس پلٹ کر لوگ اپنے اپنے گھروں کو پہنچ چکے تھے کہ ایک یہودی اپنے کسی ٹیلے پر کچھ دیکھنے کے لیے چڑھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء سفید کپڑوں میں ملبوس جن سے چاندنی چھٹک رہی تھی۔ تشریف لا رہے ہیں۔ اس نے بے خود ہو کر نہایت بلند آواز سے کہا۔ عرب کے لوگو! یہ رہا تمہارا نصیب جس کا تم انتظار کر رہے تھے۔ یہ سنتے ہی مسلمان ہتھیاروں کی طرف دوڑ پڑے۔ (اور ہتھیار سج دھج کر استقبال کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے امنڈ پڑے)۔
ابن قیم کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ ہی بنی عمرو بن عوف (ساکنانِ قباء) میں شور بلند ہوا اور تکبیر سنی گئی مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشی میں نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے استقبال کے لیے نکل پڑے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر تحیۂ نبوت پیش کیا اور گرد و پیش پروانوں کی طرح جمع ہو گئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سکینت چھائی ہوئی تھی۔ اور یہ وحی نازل ہو رہی تھی۔

فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ۔ (۴:۶۶)

"اللہ آپ کا مولیٰ ہے اور جبریل علیہ السلام اور صالح مومنین بھی اور اس کے بعد فرشتے آپؐ کے مددگار ہیں"

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ لوگوں سے ملنے کے بعد آپ ان کے ساتھ داہنے جانب مڑے اور بنی عمرو بن عوف میں تشریف لائے۔ یہ دوشنبہ کا دن اور ربیع الاول کا مہینہ تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ آنے والوں کے استقبال کے لیے کھڑے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چپ چاپ بیٹھے تھے۔ انصار کے جو لوگ آتے، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہ تھا وہ سیدھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ آ گئی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چادر تان کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیا تب لوگوں نے پہچانا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال اور دیدار کے لیے سارا مدینہ امنڈ پڑا تھا۔ یہ ایک تاریخی دن تھا جس کی نظیر سرزمین مدینہ نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ آج یہود نے بھی حبقوق نبی کی اس بشارت کا مطلب دیکھ لیا تھا، "کہ اللہ جنوب سے اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قباء میں کلثوم بن ہدم — اور کہا جاتا ہے کہ سعد بن خیثمہ — کے مکان میں قیام فرمایا — پہلا قول زیادہ قوی ہے۔

ادھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مکہ میں تین روز ٹھہر کر اور لوگوں کی جو امانتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں انہیں ادا کر کے پیدل ہی مدینہ کا رُخ کیا اور قباء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آملے اور کلثوم بن ہدم کے یہاں قیام فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قباء میں کل چار دن (دوشنبہ، منگل، بدھ، جمعرات) یا دس سے زیادہ دن یا پنج اور روانگی کے علاوہ ۲۴، دن قیام فرمایا اور اسی دوران مسجد قباء کی بنیاد رکھی اور اس میں نماز بھی پڑھی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد پہلی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ پانچویں دن (یا بارہویں دن یا چھبیسویں دن) جمعہ کو — آپؐ حکم الٰہی کے مطابق سوار ہوئے، ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ردیف تھے۔ آپ نے بنو النجار کو — جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموؤں کا قبیلہ تھا۔ اطلاع بھیج دی تھی، چنانچہ وہ تلواریں حمائل کیے حاضر تھے۔ (آپ نے اُن کی معیت میں) مدینہ کا رُخ کیا۔ بنو سالم بن عوف کی آبادی میں پہنچے تو جمعہ کا وقت آگیا۔ آپ نے بطن وادی میں اس مقام پر جمعہ پڑھا جہاں اب مسجد ہے کل ایک سو آدمی تھے۔

مدینہ میں داخلہ

جمعہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے اور اسی دن سے اس شہر کا نام یثرب کے بجائے مدینۃ الرسول، شہرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑ گیا جسے مختصراً مدینہ کہا جاتا ہے۔ یہ نہایت تابناک تاریخی دن تھا۔ گلی کوچے تقدیس و تحمید کے کلمات سے گونج رہے تھے اور انصار کی بچیاں خوشی و مسرت سے ان اشعار کے نغمے بکھیر رہی تھیں۔

أَشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ
ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ۔

"ان پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب چودھویں
کا چاند ہے ہم پر چڑھا۔

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ
دَاعِ۔ أَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِينَا جِئْتَ

کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے شکر واجب ہے
ہمیں اللہ کا ہے اطاعت فرض تیرے حکم کی بھیجنے

بِالْأَمْرِ الْمُطَاعِ۔
والا ہے تیرا کبریا

انصار اگرچہ بڑے دولت مند نہ تھے لیکن ہر ایک کی یہی آرزو تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے یہاں قیام فرمائیں؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے جس مکان یا محلے سے گزرتے وہاں کے لوگ آپ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لیتے اور عرض کرتے کہ تعداد و سامان اور ہتھیار و حفاظت فرشِ راہ ہیں تشریف لائیے! مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ اونٹنی کی راہ چھوڑ دو۔ یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔ چنانچہ اونٹنی مسلسل چلتی رہی اور اس مقام پر پہنچ کر بیٹھ گئی جہاں آج مسجد نبوی ہے! لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے نہیں اُترے یہاں تک کہ وہ اُٹھ کر تھوڑی دور گئی، پھر مُڑ کر دیکھنے کے بعد پلٹ آئی اور اپنی پہلی جگہ بیٹھ گئی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے تشریف لائے یہ آپ کے ننھیال والوں یعنی بنو نجار کا محلہ تھا اور یہ اونٹنی کے لیے محض توفیق الٰہی تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ننھیال میں قیام فرما کر ان کی عزت افزائی کرنا چاہتے تھے۔ اب بنو نجار کے لوگوں نے اپنے اپنے گھر لے جانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض معروض شروع کی لیکن ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے لپک کر کجاوہ اٹھا لیا۔ اور اپنے گھر لے کر چلے گئے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے۔ آدمی اپنے کجاوے کے ساتھ ہے۔ ادھر حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے آکر اونٹنی کی نکیل پکڑ لی، چنانچہ یہ اونٹنی انہیں کے پاس رہی۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے کس آدمی کا گھر زیادہ قریب ہے؟ حضرت ابوایوب انصاری نے کہا میرا، اے اللہ کے رسول! یہ رہا میرا مکان اور یہ رہا میرا دروازہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور ہمارے لیے قیلولہ کی جگہ تیار کر دو، انہوں نے عرض کی، آپ دونوں حضرات تشریف لے چلیں اللہ برکت دے۔

چند دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور آپ کی دونوں صاحبزادیاں حضرت فاطمہؓ اور ام کلثومؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ اور اُم ایمنؓ بھی آگئیں۔ ان سب کو حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ آل ابی بکر کے ساتھ جن میں حضرت عائشہؓ بھی تھیں لے کر آئے تھے۔ البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی حضرت زینبؓ، حضرت ابوالعاصؓ کے پاس باقی رہ گئیں۔ انہوں نے آنے نہیں دیا اور وہ جنگِ بدر کے بعد تشریف لا سکیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ کو بخار آگیا، میں نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ: ابا جان آپ کا کیا حال ہے؟ اور اے بلال! آپ کا کیا حال ہے؟ وہ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ کو بخار آتا تو یہ شعر پڑھتے!

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ
وَالْمَوْتُ أَدْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

"ہر آدمی سے اس کے اہل کے اندر صبح بخیر کہا جاتا ہے حالانکہ موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔"

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حالت کچھ سنبھلتی تو وہ اپنی کربناک آواز بلند کرتے اور

الا ليت شعري هل ابيتن ليلة
بواد وحولي اذخر وجليل
وهل اردن يوما مياه مجنة
وهل يبدون لي شامة وطفيل

"کاش میں جانتا کہ کوئی رات وادی (مکہ) میں گزار سکوں گا اور میرے گرد اذخر اور جلیل (گھاس) ہوں گی، اور کیا کسی دن مجنہ کے چشمے پر وارد ہو سکوں گا۔ اور مجھے شامہ اور طفیل (پہاڑ) دکھلائی پڑیں گے۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اُس کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ! ہمارے نزدیک مدینہ کو اسی طرح محبوب کر دے جیسے مکہ محبوب تھا، یا اس سے بھی زیادہ، اور مدینہ کی فضاء صحت بخش بنا دے، اور اس کے صاع اور مُد (غلّے کے پیمانوں) میں برکت دے، اور اس کا بخار منتقل کر کے جحفہ پہنچا دے۔ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا سُن لی۔ اور حالات بدل گئے۔

یہاں تک کہ حیاتِ طیبہ کی ایک قسم اور اسلامی دعوت کا ایک دور (یعنی مکی دور) پورا ہو جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہجرت کے وقت مدینہ کے حالات

ہجرت کا مطلب صرف یہی نہیں تھا کہ فتنے اور تمسخر کا نشانہ بننے سے نجات حاصل کر لی جائے۔ بلکہ اس میں یہ مفہوم بھی شامل تھا کہ ایک پُرامن علاقے کے اندر ایک نئے معاشرے کی تشکیل میں تعاون کیا جائے۔ اسی لیے ہر صاحبِ استطاعت مسلمان پر فرض قرار پایا تھا کہ اس وطنِ جدید کی تعمیر میں حصّہ لے اور اس کی پختگی، حفاظت اور رفعتِ شان میں اپنی کوشش صرف کرے۔

یہ بات تو قطعی طور پر معلوم ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس معاشرے کی تشکیل کے امام، قائد اور رہنما تھے۔ اور کسی نزاع کے بغیر سارے معاملات کی باگ ڈور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ہاتھ میں تھی۔

مدینے میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین طرح کی قوموں سے سابقہ درپیش تھا۔ جن میں سے ہر ایک کے حالات دُوسرے سے بالکل جداگانہ تھے۔ اور ہر ایک قوم کے تعلق سے کچھ خصوصی مسائل تھے جو دوسری قوموں کے مسائل سے مختلف تھے۔ یہ تینوں اقوام حسبِ ذیل تھیں۔

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکباز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی منتخب اور ممتاز جماعت۔

۲۔ مدینے کے قدیم اور اصلی قبائل سے تعلق رکھنے والے مشرکین، جو اب تک ایمان نہیں لائے تھے۔

۳۔ یہود۔

(الف) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعلق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن مسائل کا سامنا تھا ان کی توضیح یہ ہے کہ ان کے لیے مدینے کے حالات مکّے کے حالات سے قطعی طور پر مختلف تھے۔ مکّے میں اگرچہ ان کا کلمہ ایک تھا اور ان کے مقاصد بھی ایک تھے، مگر وُہ خود مختلف گھرانوں میں بکھرے ہوئے تھے۔ اور مجبور و مقہور اور ذلیل و کمزور تھے۔ ان کے ہاتھ میں کسی طرح کا کوئی اختیار نہ تھا۔ سارے اختیارات دشمنانِ دین کے ہاتھوں میں تھے۔ اور دُنیا کا کوئی بھی انسانی معاشرہ جن اجزاء اور لوازمات سے قائم ہوتا ہے۔ مکّے کے مسلمانوں کے پاس وُہ اجزاء سرے سے تھے ہی نہیں کہ ان کی بُنیاد پر کسی نئے اسلامی معاشرے کی تشکیل کر سکیں۔ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ مکّی سُورتوں میں صرف اسلامی مبادیات کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اور صرف ایسے احکامات نازل کیے گئے ہیں۔ جن پر ہر آدمی تنہا عمل کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ نیکی بھلائی اور مکارمِ اخلاق کی ترغیب دی گئی ہے۔ اور رذیل و ذلیل کاموں سے بچنے کی تاکید کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئی ہے۔

اس کے برخلاف مدینے میں مسلمانوں کی زمام کار پہلے ہی دن سے خود ان کے اپنے ہاتھ میں تھی۔ ان پر کسی دوسرے کا تسلط نہ تھا۔ اس لیے اب وقت آگیا تھا کہ مسلمان تہذیب و عمرانیات، معاشیات و اقتصادیات، سیاست و حکومت اور صلح و جنگ کے مسائل کا سامنا کریں۔ اور ان کے لیے حلال و حرام اور عبادات و اخلاق وغیرہ مسائل زندگی کی بھرپور تنقیح کی جائے۔

وقت آگیا تھا کہ مسلمان ایک نیا معاشرہ یعنی اسلامی معاشرہ تشکیل کریں جو زندگی کے تمام مرحلوں میں جاہلی معاشرے سے مختلف اور عالم انسانی کے اندر موجود کسی بھی دوسرے معاشرے سے ممتاز ہو۔ اور اس دعوتِ اسلامی کا نمائندہ ہو جس کی راہ میں مسلمانوں نے دس سال تک طرح طرح کی مصیبتیں اور مشقتیں برداشت کی تھیں۔

ظاہر ہے اس طرح کے کسی معاشرے کی تشکیل ایک دن، ایک مہینہ یا ایک سال میں نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کے لیے ایک طویل مدت درکار ہوتی ہے تاکہ اس میں آہستہ آہستہ اور درجہ بدرجہ احکام صادر کیے جائیں، اور قانون سازی کا کام مشق و تربیت اور عملی نفاذ کے ساتھ ساتھ مکمل کیا جائے۔ اب جہاں تک احکام و قوانین صادر اور فراہم کرنے کا معاملہ ہے تو اللہ تعالیٰ خود اس کا کفیل تھا۔ اور جہاں تک احکام کی تنفیذ اور مسلمانوں کی تربیت و رہنمائی کا معاملہ ہے تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامور تھے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (۶۲:۲)

"وہی ہے جس نے اُمیوں میں خود انہیں کے اندر سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے، اور انہیں پاک و صاف کرتا ہے، اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور یہ لوگ یقیناً پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔"

ادھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ حال تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہمہ تن متوجہ رہتے، اور جو حکم صادر ہوتا اس سے اپنے آپ کو آراستہ کرکے خوشی محسوس کرتے جیسا کہ ارشاد ہے:

وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا۔ (۸: ۲)

جب ان پر اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو اُن کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں۔

چونکہ ان سارے مسائل کی تفصیل ہمارے موضوع میں داخل نہیں اس لیے ہم اس پر بقدر ضرورت گفتگو کریں گے۔

بہر حال یہی سب سے عظیم مسئلہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے تعلق سے درپیش تھا۔ اور بڑے پیمانے پر یہی دعوتِ اسلامیہ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسالتِ محمدیہ کا مقصود بھی تھا۔ لیکن یہ کوئی ہنگامی مسئلہ نہ تھا بلکہ مستقل اور دائمی تھا۔ البتہ اس کے علاوہ کچھ دوسرے مسائل بھی تھے جو فوری توجہ کے طالب تھے۔ ان کی مختصر کیفیت یہ ہے۔

مسلمانوں کی جماعت میں دو طرح کے لوگ تھے۔ ایک وُہ جو خود اپنی زمین، اپنے مکان اور اپنے اموال کے اندر رہ رہے تھے اور اس بارے میں ان کو اس سے زیادہ فکر نہ تھی جتنی کسی آدمی کو اپنے اہل وعیال میں امن وسکون کے ساتھ رہتے ہوئے کرنی پڑتی ہے۔ یہ انصار کا گروہ تھا اور ان میں پشتہا پشت سے باہم بڑی مستحکم عداوتیں اور نفرتیں چلی آرہی تھیں۔ ان کے پہلو بہ پہلو دُوسرا گروہ مہاجرین کا تھا۔ جو ان ساری سہولتوں سے محروم تھا اور لٹ پٹ کر کسی نہ کسی طرح تن بہ تقدیر مدینہ پہنچ گیا تھا۔ ان کے پاس نہ تو رہنے کے لیے کوئی ٹھکانا نہ تھا نہ پیٹ پالنے کے لیے کوئی کام۔۔۔ اور نہ سرے سے کسی قسم کا کوئی مال جس پر ان کی معیشت کا ڈھانچہ کھڑا ہو سکے۔ پھر ان پناہ گیر مہاجرین کی تعداد کوئی معمولی بھی نہ تھی اور ان میں دن بدن اضافہ ہی ہو رہا تھا۔ کیونکہ اعلان کر دیا گیا تھا کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے وُہ ہجرت کر کے مدینہ آجائے۔ اور معلوم ہے کہ مدینے میں نہ کوئی بڑی دولت تھی نہ آمدنی کے ذرائع ووسائل چنانچہ مدینے کا اقتصادی توازن بگڑ گیا اور اسی تنگی ترشی میں اسلام دُشمن طاقتوں نے بھی مدینے کا تقریباً اقتصادی بائیکاٹ کر دیا جس سے درآمدات بند ہوگئیں۔ اور حالات انتہائی سنگین ہو گئے۔

(ب) دوسری قوم: یعنی مدینے کے اصل مشرک باشندوں کا حال یہ تھا کہ انہیں مسلمانوں پر کوئی بالادستی حاصل نہ تھی۔ کچھ مشرکین شک وشبہے میں مُبتلا تھے اور اپنے آبائی دین کو چھوڑنے میں تردد محسُوس کر رہے تھے۔ لیکن اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنے دل میں کوئی عداوت اور داؤگھات نہیں رکھ رہے تھے۔ اس طرح کے لوگ تھوڑے ہی عرصے بعد مسلمان ہو گئے اور خالص اور پکے مُسلمان ہوئے۔

اس کے برخلاف کچھ مشرکین ایسے تھے۔ جو اپنے سینے میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف سخت کینہ وعداوت چھپائے ہوئے تھے لیکن انہیں مدمقابل آنے کی جرأت نہ تھی۔ بلکہ حالات کے پیشِ نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وخلوص کے اظہار پر مجبور تھے۔ ان میں سرفہرست عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا۔ یہ وُہ شخص ہے جس کو جنگ بُعاث کے بعد اپنا سربراہ بنانے پر اوس وخزرج نے اتفاق کر لیا تھا۔ حالانکہ اس سے قبل دونوں فریق کسی کی سربراہی پر متفق نہیں ہوئے تھے۔ لیکن اب اس کے لیے مونگوں کا تاج تیار کیا جا رہا تھا تاکہ اس کے سر پہ تاج شاہی رکھ کر اسکی باقاعدہ بادشاہت کا اعلان کر دیا جائے۔ یعنی یہ شخص مدینے کا بادشاہ ہونے ہی والا تھا کہ اچانک رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی آمد آمد ہوگئی اور لوگوں کا رُخ اس کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوگیا۔ اس لیے اسے احساس تھا کہ آپؐ ہی نے اس کی بادشاہت چھینی ہے لہٰذا وُہ اپنے نہاں خانۂ دل میں آپؐ کے خلاف سخت عداوت چھپائے ہوئے تھا۔ اس کے باوجود جب اس نے جنگ بدر کے بعد دیکھا کہ حالات اس کے موافق نہیں ہیں، اور وُہ شرک پر قائم رہ کر اب دنیاوی فوائد سے بھی محروم ہوا چاہتا ہے۔ تو اس نے بظاہر قبولِ اسلام کا اعلان کر دیا۔ لیکن وُہ اب بھی در پردہ کافر ہی تھا۔ اسی لیے جب بھی اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف کسی شرارت کا موقع ملتا وُہ ہرگز نہ چوکتا۔ اس کے ساتھی عموماً وُہ رُوساء تھے جو اس کی بادشاہت کے زیرِ سایہ بڑے بڑے مناصب کے حصول کی توقع باندھے بیٹھے تھے۔ مگر اب انہیں اس سے محروم ہو جانا پڑا تھا۔ یہ لوگ اس شخص کے شریکِ کار رہتے اور اس کے منصوبوں کی تنفیذ میں اس کی مدد کرتے رہتے۔ اور اس مقصد کے لیے بسا اوقات نوجوانوں اور سادہ لوح مسلمانوں کو بھی اپنی چابکدستی سے اپنا آلۂ کار بنا لیتے تھے۔

(ج) تیسری قوم یہود تھی۔ جیسا کہ گذر چکا ہے، یہ لوگ اشوری اور رومی ظلم و جبر سے بھاگ کر حجاز میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ در حقیقت عبرانی تھے لیکن حجاز میں پناہ گزین ہونے کے بعد ان کی وضع قطع زبان اور تہذیب وغیرہ بالکل عربی رنگ میں رنگ گئی تھی۔ یہاں تک کہ ان کے قبیلوں اور افراد کے نام بھی عربی ہو گئے تھے۔ اور یہاں تک کہ ان میں اور عربوں میں شادی بیاہ کے رشتے بھی قائم ہو گئے تھے لیکن ان سب کے باوجود ان کی نسلی عصبیت برقرار تھی۔ اور وُہ عربوں میں مدغم نہ ہوئے تھے۔ بلکہ اپنی اسرائیلی — یہودی — قومیت پر فخر کرتے تھے۔ اور عربوں کو انتہائی حقیر سمجھتے تھے۔ حتیٰ کہ انہیں اُمّی کہتے تھے جس کا مطلب ان کے نزدیک یہ تھا، بدھو وحشی، رذیل، پسماندہ اور اچھوت۔ ان کا عقیدہ تھا کہ عربوں کا مال ان کے لیے مباح ہے، جیسے چاہیں کھائیں۔ چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے،

....قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ۔

" انہوں نے کہا ہم پر اُمّیوں کے معاملے میں کوئی راہ نہیں۔" (۳ : ۷۵)......

یعنی اُمّیوں کا مال کھانے میں ہماری کوئی پکڑ نہیں۔ ان یہودیوں میں اپنے دین کی اشاعت کے لیے کوئی سرگرمی نہیں پائی جاتی تھی۔ لے دے کر ان کے پاس دین کی جو پونجی رہ گئی تھی وُہ تھی فال گیری جادو، اور جھاڑ پھونک وغیرہ۔ انہیں چیزوں کی بدولت وُہ اپنے آپ کو صاحبِ علم وفضل اور روحانی قائد و پیشوا سمجھتے تھے۔

والد حُیَیّ بن اَخطب اور میرے چچا ابو یاسر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صبح تڑکے حاضر ہوئے اور غروبِ آفتاب کے وقت واپس آئے۔ بالکل تھکے ماندے، گرتے پڑتے لڑکھڑاتی چال چلتے ہوئے۔ میں نے حسبِ معمول چہک کر ان کی طرف دوڑ لگائی،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن انہیں اس قدر غم تھا کہ بخدا دونوں میں سے کسی نے بھی میری طرف التفات نہ کیا۔ اور میں نے اپنے چچا کو سنا وہ میرے والد حیی بن اخطب سے کہہ رہے تھے۔

کیا یہ وہی ہے؟

انہوں نے کہا ہاں! خدا کی قسم۔

چچا نے کہا۔ آپ انہیں ٹھیک ٹھیک پہچان رہے ہیں؟

والد نے کہا: ہاں!

چچا نے کہا: تو اب آپ کے دل میں ان کے متعلق کیا ارادے ہیں؟

والد نے کہا: عداوت۔ خدا کی قسم۔ جب تک زندہ رہوں گا۔

اسی کی شہادت صحیح بخاری کی اس روایت سے بھی ملتی ہے جس میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ موصوف ایک نہایت بلند پایہ یہودی عالم تھے آپ کو جب بنو النجار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر ملی تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بعجلت تمام حاضر ہوئے۔ اور چند سوالات پیش کیے جنہیں صرف نبی ہی جانتا ہے۔ اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے جوابات سنے تو وہیں اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ پھر آپ سے کہا کہ یہود ایک بہتان باز قوم ہے اگر انہیں اس سے قبل کہ آپ کچھ دریافت فرمائیں، میرے اسلام لانے کا پتہ لگ گیا تو وہ آپ کے پاس مجھ پر بہتان تراشیں گے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بلا بھیجا وہ آئے۔ اور ادھر عبداللہ بن سلام گھر کے اندر چھپ گئے تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ عبداللہ بن سلام تمہارے اندر کیسے آدمی ہیں؟ انھوں نے کہا، ہمارے سب سے بڑے عالم ہیں اور سب سے بڑے عالم کے بیٹے ہیں۔ ہمارے سب سے اچھے آدمی ہیں، اور سب سے افضل آدمی کے بیٹے ہیں۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں۔ اور ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ ہمارے سب سے اچھے آدمی ہیں اور سب سے اچھے آدمی کے بیٹے ہیں۔ اور ہم میں سب سے افضل ہیں اور سب افضل آدمی کے بیٹے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ اگر عبداللہ مسلمان ہو جائیں تو؟ یہود نے دو یا تین بار کہا۔ اللہ ان کو اس سے محفوظ رکھے اس کے بعد حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ برآمد ہوئے اور فرمایا اشهد ان لا الٰہ الا اللہ واشهد ان محمداً رسول اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں) اتنا سننا تھا کہ یہود بول پڑے۔ شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا۔ "یہ ہمارا سب سے برا آدمی ہے۔ اور سب سے برے آدمی کا بیٹا ہے۔" اور (اسی وقت)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی برائیاں شروع کر دیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اس پر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے جماعت یہود اللہ سے ڈرو۔ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم لوگ جانتے ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور آپ حق لے کر تشریف لائے ہیں۔ لیکن یہودیوں نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔

یہ پہلا تجربہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود کے متعلق حاصل ہوا۔ اور مدینہ میں داخلے کے پہلے ہی دن حاصل ہوا۔

یہاں تک جو کچھ ذکر کیا گیا یہ مدینے کے داخلی حالات سے متعلق تھا۔ بیرونِ مدینہ مسلمانوں کے سب سے کڑے دشمن قریش تھے اور دس سال تک جب کہ مسلمان ان کے زیرِ دست تھے، دہشت مچانے، دھمکی دینے اور تنگ کرنے کے تمام ہتھکنڈے استعمال کر چکے تھے۔ طرح طرح کی سختیاں اور مظالم کر چکے تھے۔ منظم اور وسیع پروپیگنڈے اور نہایت صبر آزما نفسیاتی حربے استعمال میں لا چکے تھے۔ پھر جب مسلمانوں نے مدینہ ہجرت کی تو قریش نے ان کی زمینیں، مکانات اور مال و دولت سب کچھ ضبط کر لیا۔ اور مسلمانوں اور ان کے اہل و عیال کے درمیان رکاوٹ بن کر کھڑے ہو گئے بلکہ جس کو پا سکے قید کر کے طرح طرح کی اذیتیں دیں، پھر اسی پر بس نہ کیا بلکہ سربراہ دعوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو بیخ و بُن سے اکھاڑنے کے لیے خوفناک سازشیں کیں، اور اسے رُوبہ عمل لانے کے لیے اپنی ساری صلاحیتیں صرف کر دیں، با ایں ہمہ جب مسلمان کسی طرح بیخ بچا کر کوئی پانچ سو کیلومیٹر دُور مدینہ کی سرزمین پر جا پہنچے تو قریش نے اپنی ساکھ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے گھناؤنا سیاسی کردار انجام دیا یعنی یہ چونکہ حرم کے باشندے اور بیت اللہ کے پڑوسی تھے، اور اس کی وجہ سے انہیں اہلِ عرب کے درمیان دینی قیادت اور دُنیاوی ریاست کا منصب حاصل تھا، اس لیے انہوں نے جزیرۃ العرب کے دُوسرے مشرکین کو بھڑکا اور ورغلا کر مدینے کا تقریباً مکمل بائیکاٹ کرا دیا جس کی وجہ سے مدینہ کی درآمدات نہایت مختصر رہ گئیں۔ جبکہ وہاں مہاجرین پناہ گیروں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ درحقیقت مکے کے ان سرکشوں اور مسلمانوں کے اس نئے وطن کے درمیان حالت جنگ قائم ہو چکی تھی۔ اور یہ نہایت احمقانہ بات ہے کہ اس جھگڑے کا الزام مسلمانوں کے سر ڈالا جائے۔

مسلمانوں کو حق پہنچتا تھا کہ جس طرح ان کے اموال ضبط کیے گئے تھے اسی طرح وُہ بھی ان سرکشوں کے اموال ضبط کریں، جس طرح انہیں ستایا گیا تھا اسی طرح وُہ بھی ان سرکشوں کو ستائیں۔ اور جس طرح مسلمانوں کی زندگیوں کے آگے رکاوٹیں کھڑی کی گئیں اسی طرح سرکشوں کو "جیسے کو تیسا" والا بدلہ دیں، تاکہ انہیں مسلمانوں کو تباہ کرنے اور بیخ و بُن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے انکار نے کا راستہ نہ مل سکے۔

یہ تھے وہ تقاضا یا اور مسائل جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ تشریف لانے کے بعد بحیثیت رسول وہادی اور امام وقائد واسطہ درپیش تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام مسائل کے تئیں مدینہ میں پیغمبرانہ کردار اور قائدانہ رول ادا کیا۔ اور جو قوم، رأفت ورحمت یا سختی ودرشتی جس سلوک کی مستحق تھی اس کے ساتھ وہی سلوک کیا اور اس میں کوئی شک شبہہ نہیں کہ رحمت ومحبت کا پہلو سختی اور درشتی پر غالب تھا۔ یہاں تک کہ چند برسوں میں زمام کار اسلام اور اہل اسلام کے ہاتھ آگئی۔ اگلے صفحات میں انہی باتوں کی تفصیلات ہدیۂ قارئین کی جائیں گی۔

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا
شمالی پاکستان میں مسلک اہلحدیث
کا قدیم ترین دینی ادارہ
دارالعلوم غواڑی
جس کے ہزاروں فارغ التحصیل علماء وفضلاء
کرام دنیا بھر میں دینی، علمی اور سماجی خدمات سرانجام دے رہے ہیں
رابطہ کے لیے
عبدالوہاب حنیف دارالعلوم غواڑی سکردو۔
بلتستان شمالی پاکستان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقعہ فیل اور یمن کے حکمران ابرہہ حبشی کا انجام

ایم اے غضنفر

یہ واقعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے پچاس یا پچپن دن پہلے ماہ محرم میں پیش آیا تھا۔ لہٰذا یہ ۵۷۱ء فروری کے آغاز یا مارچ کے شروع میں پیش آیا۔

ابرہہ اشرم حبشی

حبشہ کے حکمران نجاشی نے ابرہہ اشرم حبشی کو یمن کا گورنر جنرل مقرر کر دیا۔ یہ پست قامت، موٹا تنومند، دیندار نصرانی تھا۔ جب یہ یمن پہنچا اس وقت ایک دراز قامت کڑیل جوان، خوبصورت، بارعب اریاط نامی شخص عرصہ دراز سے یمن کا حکمران چلا آ رہا تھا لیکن ابرہہ نے آتے ہی اس کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دی یہاں تک ایک دن دونوں مرنے مارنے کے لیے میدان میں نکل آئے ابرہہ کے غلام نے پیچھے سے اریاط پر وار کیا جس سے وہ ڈھیر ہوگیا اور اس کی روح قفص عنصری سے پرواز کر گئی۔

جب اس واقعے کا علم حبشہ کے حکمران نجاشی کو ہوا تو وہ غضبناک ہوگیا اور اس نے قسم کھائی کہ وہ ابرہہ کو نہیں چھوڑے گا اسے یہ جرأت کیسے ہوئی کہ میرے حکم کے بغیر اس نے میرے زیر اثر ایک ملک کے سربراہ کو قتل کر دیا۔ اب مجھے اس وقت تک چین نہیں آئیگا جب تک اسے سر کے بالوں سے پکڑ کر میرے سامنے زمین پر گھسیٹا نہ جائے اور میں یمن کی سرزمین کو اپنے پاؤں سے روند نہ ڈالوں۔ ابرہہ کو جب نجاشی کے غیض و غضب کا علم ہوا تو وہ گھبرا گیا اس نے فوراً اپنے سر کے بال منڈوا دیئے۔ یمن کی مٹی ایک برتن میں بھر کر نجاشی کی طرف روانہ کی اور ساتھ یہ پیغام بھی لکھ بھیجا۔ بادشاہ سلامت اریاط آپ کا ایک غلام تھا اور میں بھی آپ کا ایک ادنیٰ غلام ہوں میں نے اسے قتل ہی اس لیے کیا ہے تاکہ اس علاقے میں آپ کی گرفت مضبوط ہو اور کسی کو آپ کی حکم عدولی کی جرأت نہ ہو حضور مجھے آپکے غیض و غضب کا علم ہوا تو میں نے ڈرتے ہوئے اپنا سر منڈا لیا اور سرزمین یمن کی مٹی میں نے آپ کی خدمت میں اس لیے ارسال کی ہے کہ آپ اسے اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاؤں سے روند کر اپنی قسم پوری کریں۔ چشم بد دور میں تو یہ بھی برداشت نہیں کرسکتا کہ آپ کے پاؤں پہ مٹی کا کوئی ذرہ بھی پڑے۔ آپ جو حکم دیں گے اس کی تعمیل ہوگی۔ آپکے حکم سے سرمو بھی انحراف نہیں کروں گا۔ بھلا ذرہ بے مقدار کی کیا تاب کہ خورشید عالم کی جلوہ نمائی کے آگے آئینہ داری کرے کہاں یہ ناچیز کہاں آپ کا جاہ وجلال چہ نسبت خاک را بعالم پاک کوئی گستاخی ہوئی ہو تو معافی کا خواستگار ہوں۔ ابرہہ کی جانب سے یہ خط پڑھ کر نجاشی خوشی سے جھوم گیا اور اس نے خوش ہو کر قاصد کے ہاتھ یہ پیغام ابرہہ کی طرف روانہ کیا کہ تاحکم ثانی آپ یمن کی عنانِ حکومت سنبھالے رکھیں۔

کلیسا کی تعمیر

ابرہہ نجاشی کی طرف سے یمن پر حکومت کرنے کا مژدہ جانفزا سن کر خوشی سے جھومنے لگا اس نے نجاشی کو خوش کرنے کے لیے صنعاء میں ایک خوبصورت اور عالیشان کلیسا تعمیر کیا جب اس کی تعمیر کا کام مکمل ہوا تو نجاشی کو لکھا۔ بادشاہ سلامت میں نے آپ کے لیے صنعاء میں ایک عالیشان کلیسا تعمیر کیا ہے۔ اس سے پہلے کسی نے اس جیسا مذہبی مرکز نہ کبھی بنایا ہوگا۔ اور نہ دیکھا ہوگا۔ آپ کا اقبال بلند ہو میں نے یہ کلیسا صرف اس مقصد کے لیے بنایا ہے کہ آپ جب یمن تشریف لائیں تو عبادت کے لیے یہ عالیشان کلیسا موجود ہو آپ دیکھیں گے تو یقیناً خوشی محسوس کریں گے بلکہ میں نے تو یہ مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ عربوں کے عزائم حج کو اس کلیسا کی طرف پھیر دوں گا۔ عرب بھی جب یہ کلیساء دیکھیں گے تو کعبے کو بھول جائیں گے ابرہہ کے اس خط کی بہت شہرت ہوئی۔ بنو کنانہ کے ایک شخص کو جب یہ معلوم ہوا کہ ابرہہ کے ناپاک عزائم یہ ہیں کہ وہ کعبہ سے عربوں کا رخ اپنے بنائے ہوئے کلیسا کی طرف کرنا چاہتا ہے۔ تو یہ کلیساء دیکھنے کے لیے صنعاء پہنچا موقع پاکر اس نے کلیسا کے مرکزی مقام پر رفع حاجت کی اور واپس چل دیا۔

ابرہہ کو جب اس بات کا علم ہوا کہ کسی عرب نے یہ توہین کی ہے۔ تو وہ ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر کعبہ کو منہدم کرنے کے لیے چل دیا جب یہ لشکر جرار ہر قسم کے اسلحہ سے لیس بڑے طمطراق سے مکہ کی جانب بڑھنے لگا تو راستے میں قبائل اور علاقہ جات کو سرنگوں کرتا ہوا طائف پہنچا۔ طائف میں اس وقت بنو ثقیف قبیلے کی حکمرانی تھی اور یہ قبیلہ لات کا پجاری تھا۔ اور اس نے پوجا پاٹ کے لیے ایک بہت بڑا معبد بنا رکھا تھا بنو ثقیف کو خطرہ لاحق ہوا کہ ابرہہ ہمارے معبودلات کو اکھاڑنے آیا ہے تو ایک اعلیٰ سطحی وفد ابرہہ کو ملنے اس کے خیمے میں گیا۔ اور عرض کی اے بادشاہ ہم آپ کے غلام اور فرمانبردار ہیں۔ ہمیں آپ سے کوئی اختلاف نہیں۔ یہ ہمارا معبد لات وہ نہیں جسے اکھاڑنے کا آپ ارادہ رکھتے ہیں وہ معبد مکہ میں ہے۔

ہم آپ کے ساتھ ایک شخص کو بھیج دیتے ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو مکہ تک آپکی راہنمائی کرے گا تاکہ راستے میں آپ کو
کوئی دشواری پیش نہ آئے اس نے کہا بالکل ٹھیک
تم بہت اچھے لوگ ہو انہوں نے ابورغال کو ابرہہ کے
ساتھ روانہ کر دیا۔ جب یہ لشکر مغمس مقام پر پہنچا
تو وہاں ابورغال فوت ہو گیا۔

یہ مقام مکہ سے تقریباً نو میل کے فاصلے پر
طائف جاتے ہوئے راستے میں آتا ہے غالباً اب اس
مقام کو وادی محسر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جہاں
اس ملعون کو دفن کیا گیا وہاں عرب نفرت کا اظہار
کرتے ہوئے اس کی قبر پر پتھر مارا کرتے تھے اور یہ سلسلہ
اب تک جاری ہے۔

ابرہہ نے وادی محسر میں پڑاؤ کیا اور ایک
حبشی اسود بن مقصود کو چند سواروں کے ہمراہ جائزہ لینے
کے لیے مکہ روانہ کیا جب یہ مکہ کے قریب پہنچا تو دیکھا
کہ بہت سے اونٹ وہاں چر رہے ہیں، وہ تمام اونٹ
ہانک کر لے گئے ان میں دو سو اونٹ جناب
عبدالمطلب کے بھی تھے۔ قریش، کنانہ اور ہذیل قبیلوں
کو پتہ چلا تو وہ ابرہہ سے جنگ کرنے کے لیے تیار
ہوئے لیکن جب اس کے لشکر جرار کے متعلق پتا چلا
تو انہوں نے لڑائی کا ارادہ ترک کر دیا۔

ابرہہ کو جب ان قبائل کی کمزوری کا علم ہوا۔
تو اسے بے پناہ خوشی ہوئی۔ اور اس نے حناطہ حمیری
کو قاصد بنا کر مکہ بھیجا اور کہا کہ مکہ کے سردار سے مل کر
آئے اور پوچھ کر آئے کہ کیا ارادے ہیں۔ اور اس کو
یہ بتا دے کہ ہمارا ارادہ صرف کعبہ کو گرانا ہے ہم کوئی
رسوائی کرنے کے لیے نہیں آئے اگر ہمارے مقابلے
میں کوئی نہیں آئے گا تو ہم کسی کا کوئی نقصان نہیں
کریں گے اور اپنا مقصد پورا کر کے پر امن واپس
چلے جائیں گے قاصد کو یہ بھی کہا کہ اگر ان لوگوں کا ہمارے
ساتھ لڑنے کا ارادہ نہ ہو تو مکہ کے سردار کو میرے
پاس لے آنا۔ ابرہہ کا قاصد حناطہ حمیری مکہ پہنچا
قریش کے سردار کے متعلق پوچھا تو اسے بتایا گیا
وہ جناب عبدالمطلب ہیں۔ ان سے ملا ابرہہ کا پیغام
دیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ آپ میرے ساتھ چلیں بادشاہ
آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ جناب عبدالمطلب اپنے
چند بیٹوں کے ہمراہ ابرہہ کو ملنے چل پڑے۔ وہاں
پہنچے تو ابرہہ دیکھ کر بہت مرعوب ہوا گفتگو شروع
ہوئی تو جناب عبدالمطلب نے اپنے دو سو اونٹوں کا
مطالبہ کر دیا ابرہہ کہنے لگا بڑے تعجب کی بات ہے
آپ کی شکل و صورت اور رعب و دبدبہ کو دیکھ کر تو
میں مرعوب ہو چکا تھا لیکن گفتگو سے وہ سارا اثر زائل
ہو گیا، آپ قریش کے سردار ہیں کعبہ جسے گرانے کے
لیے میں آیا وہ آپ کی تحویل میں ہے۔ اس کے متعلق
آپ نے کوئی بات نہیں کی اور دو سو اونٹ کی فکر
لاحق ہو گئی۔ اور ان کا فوراً مطالبہ کر دیا جناب عبدالمطلب
فرمانے لگے۔ جناب جس گھر کو آپ گرانے کے لیے
آئے ہیں اس کا مالک موجود ہے وہ جانے اور آپ
ان اونٹوں کا مالک میں ہوں اس لیے میں نے ان کا
مطالبہ کیا ہے۔ بہرحال اس نے دو سو اونٹ دے
دیئے۔ اور یہ لے کر واپس آ گئے اور انہوں نے لشکر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی غارتگری کے خوف سے اہل مکہ کو پہاڑوں کی بلندیوں اور گھاٹیوں میں پناہ گزیں ہونے کا حکم دیا۔ اور کعبے کے دروازے کو پکڑ کر زار و قطار رونے لگے اور یہ دُعا کی۔

اللھم ان العبد یمنع رحلہ فامنع حلالک۔

الٰہی بندہ اپنی سواری کی حفاظت کرتا ہے تو اپنے حرم کی حفاظت کر۔

ابرہہ کا انجام

جناب عبدالمطلب دُعا کے بعد در کعبہ چھوڑ کر ایک پہاڑ پر چڑھ گئے اور ابرہہ کے انجام کا انتظار کرنے لگے وادی محسر میں ابرہہ نے جب لشکر کو پیش قدمی کا حکم دیا تو وہاں ایک عجیب منظر دیکھنے میں آیا وہ خونخوار ہاتھی جو اپنے ہمراہ لایا تھا۔ انہوں نے کعبے کی جانب قدم بڑھانے سے انکار کر دیا۔ انہیں مار مار کر لہولہان بھی کر دیا گیا لیکن وُہ قدم بڑھانے کی بجائے بیٹھ گئے اُوپر سے اللہ تعالیٰ نے چھوٹے چھوٹے پرندوں کا ایک لشکر بھیج دیا جن کی چونچوں اور پنجوں میں چھوٹے چھوٹے سنگریزے تھے۔ ان سنگریزوں میں اللہ جل جلالہٗ نے اس قدر تاثیر پیدا کر دی تھی کہ جس کسی کو لگتا اسے بھسم کر کے رکھ دیتا۔ ابرہہ کے ہاتھ پاؤں کی انگلیاں بھی ان سنگریزوں کے لگنے سے جھڑ گئیں۔ اور وُہ ٹنڈ ہو کر یمن کی طرف بھاگا۔ وہاں پہنچتے ہی اس کا جسم پھٹ گیا۔

اور وُہ اپنے لشکر کے عبرتناک انجام سے دوچار ہوا۔ اس عبرتناک واقعہ کا تذکرہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید کی سُورہ الفیل میں اس انداز میں بیان کیا ہے۔

الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل ۝ الم یجعل کیدھم فی تضلیل ۝ وارسل علیھم طیرًا ابابیل ۝ ترمیھم بحجارۃ من سجیل ۝ فجعلھم کعصف ماکول ۝

تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ کیا اس نے ان کی تدبیر کو اکارت نہیں کر دیا؟ اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیئے، جو ان کے اوپر پکی ہوئی مٹی کے پتھر پھینک رہے تھے، پھر ان کا یہ حال کر دیا۔ جیسے جانوروں کا کھایا ہوا بھوسا۔

واقعہ فیل کے سیاسی اثرات

یہ واقعہ ایسے حالات میں پیش آیا کہ اس کی خبر اس وقت کی متمدن دنیا کے بیشتر علاقوں یعنی روم اور فارس میں آناً فاناً پہنچ گئی، کیونکہ حبشہ کا رومیوں سے بڑا گہرا تعلق تھا۔ اور دُوسری طرف فارسیوں کی نظر رومیوں پر برابر رہتی تھی۔ اور وُہ رومیوں اور اُن کے حلیفوں کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کا برابر جائزہ لیتے رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس واقعے کے بعد اہلِ فارس نے نہایت تیزی سے یمن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر قبضہ کر لیا۔ اب چونکہ یہی دو حکومتیں اس وقت متمدن دُنیا کے اہم حصّے کی نمائندہ تھیں اس لیے اس واقع کی وجہ سے دُنیا کی نگاہیں خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ انہیں بیت اللہ کے شرف وعظمت کا ایک کھلا ہوا خدائی نشان نظر آ گیا۔ اور یہ بات دلوں میں اچھی طرح بیٹھ گئی کہ اس گھر کو اللہ نے تقدیس کے لیے منتخب کیا ہے۔ لہٰذا آئندہ یہاں کی آبادی سے کسی انسان کا دعویٰ نبوت کے ساتھ اٹھنا اس واقعے کے تقاضے کے عین مطابق ہوگا۔ اور اس خدائی حکمت کی تفسیر ہوگا۔

یہ درحقیقت ایک تمہیدی نشانی تھی جو اللہ نے اپنے نبی اور اپنے کعبے کے لیے ظاہر کی تھی۔ آپ بیت المقدس کو دیکھئے کہ اپنے دور میں اہل اسلام کا قبلہ تھا۔ اور وہاں کے باشندے مسلمان تھے۔ اس کے باوجود اس پر اللہ کے دُشمن یعنی مشرکین کا تسلط ہو گیا۔ جیسا کہ بخت نصر حملہ ۵۸۷ ق م اور اہل روما کے قبضے ۷۰ء سے ظاہر ہے لیکن اس کے برخلاف کعبہ پر مسیحیوں کو تسلط حاصل نہ ہو سکا۔

سعودی عرب

نقشہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب وہ جزیرہ نما ہے جس کے مغرب میں بحیرہ احمر اور جنوب بحر ہند مشرق میں خلیج فارس اور شمال میں ملک شام ہے۔ اسے شام سے وہ سلسلہ کوہ جدا کرتا ہے۔ جو اس کے شمال میں چلا گیا ہے مصر سے آبنائے سویز الگ کرتی ہے۔ ہندوستان اور عرب میں خلیج بحیرہ عرب ہے۔ عرب وسعت میں مملکت فرانس سے تقریباً چند بڑا ہے۔ ملک کے مختلف حصے اپنی اپنی خاص خصوصیتوں کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ طائف کے پہاڑ ایسے سرسبز ہیں کہ ہند و پاک کے بہترین حصوں کو رشک آتا ہے۔ الجرکی پتھریلی زمین اور وسط عرب کا وسیع ریگستان اس قدر بے آب وگیاہ ہے کہ صحرائے اعظم افریقہ سے مقابلہ کرتا ہے۔ اگر ہم عرب کو کرہ ارض کے نقشہ پر دیکھیں تو اس کے محل وقوع سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے اسے ایشیا۔ یورپ اور افریقہ کے براعظموں کے وسط میں جگہ دی ہے۔ اور وہ خشکی اور تری دونوں راستوں سے دنیا کو اپنے داہنے اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے محل وقوع کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بات بخوبی سمجھ میں آتی ہے کہ اگر تمام دُنیا کی ہدایت کے واسطے ایک واحد مرکز قائم کرنے کے لیے ہم جگہ کا انتخاب کرنا چاہیں تو عرب ہی اس کے لیے موزوں ہے۔

رحمۃ للعالمین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجازی ریلوے لائن، اور اسکا ماضی حال اور مستقبل

ترجمہ: حافظ محمد سعید طاہر

قافلوں کے راستے خشکی کے قدیم ترین راستے ہیں صحراؤں، پہاڑی راستوں، اور وادیوں کو عبور کرنے والی لمبی مسافتیں ہوا کرتی تھیں۔ ذرائع مواصلات بس معروف حیوانات ہی ہوا کرتے تھے۔

اُنیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں ایک بالکل نیا ذریعۂ آمد و رفت دریافت ہوا۔ اقتصادی، اور انسانی زندگی پر اس کا گہرا اثر ہوا۔ اور یہ ریل گاڑی تھی، کہ جو گذشتہ صدی کے دوران جملہ ذرائع مواصلات پر چھا گئی۔ اور اس کی فوقیت و اہمیت آج تک قائم ہے پہلے پہل ریل گاڑی اسٹیم سے چلا کرتی تھی۔ اور پھر ڈیزل اور بجلی سے چلنے لگی اور پھر جس وقت بیسویں صدی کے شروع میں موٹر گاڑی ایجاد ہوئی۔ تو ان ہر دو ذرائع مواصلات کے مابین ٹھن گئی۔ اور گرما گرم رقابت شروع ہو گئی، جو ایک عرصے تک رہی۔ اور آج تک قائم ہے۔

تو ہاں پھر ان دونوں میں سے برتری کس کو ہے؟

ریلوے لائن پر اٹھنے والے بھاری بھرکم اخراجات کے باوجود ریل گاڑی کی افادیت موٹر گاڑی سے کہیں زیادہ ہے، اور اس کی افادیت کے اسباب تیز رفتاری تسلسل، ہمیشہ اور پھر پُر راحت طریقے سے پہنچنے کو یقینی بنایا جانا، پابندیٔ وقت، ڈسپلن کثیر مسافروں اور ترسیل شدہ کبیر حجم والے ساز و سامان کے لیے گنجائش کا ہونا جیسے عوامل کی طرف لوٹتے ہیں۔

آج دُنیا خدمتِ انسانیت پر مامور مختلف انواع و اقسام کی ریل گاڑیوں کا مشاہدہ کر رہی ہے، ساز و سامان کی نقل و حمل کی مال گاڑیاں ہیں، پسنجر ٹرینیں ہیں ساز و سامان اور مسافروں کی ملی ٹرینیں ہیں۔ دور اور نزدیک پہنچانے والی ریل گاڑیاں ہیں۔ نیز دُنیا میں الیکٹرک ٹرینیں روز افزوں پھیلتی چلی جا رہی ہیں۔ سوئٹزرلینڈ میں ٹرینوں کی مجموعی تعداد ۹۵ فیصد سے بھی تجاوز کر چکی ہے۔ جاپان میں بیکاری ٹرینیں محرکات نفاثہ سے چل رہی ہیں۔ ان کی رفتار ۵۰۰ کلو میٹر فی گھنٹہ تک جا پہنچی ہے۔ اور اسی طرح جرمنی میں بھی ٹرینیں چل رہی ہیں اور عین ان لمحات میں ترقی یافتہ ممالک اندرون اور بیرون سفر کے لیے تیز رفتار آرام دہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کم نرخ موٹر گاڑیوں کی ڈیزائننگ کا کام کرتے ہیں، جن کی رفتار ۲۵۰ کلومیٹر فی گھنٹہ ہوگی۔ نیز کچھ کمپنیاں بھاپ اور دھواں کے بغیر گاڑیاں بنانے کے کام میں مصروف ہیں، جو کہ بیٹریوں میں سٹور شدہ الیکٹرک کرنٹ سے چلیں گی اس کے ساتھ ساتھ ریلوے لائن کی افادیت کچھ ان علاقوں کی حرکت و نشاط پر موقوف ہے کہ جن علاقوں کی ابتدائی، آخری اور درمیانے سٹیشنوں پر سروس بہم پہنچائی جاتی ہے۔ ریلوے لائن پر ٹرانسپورٹ کی سرگرمی اس بات کا بہت زیادہ تقاضا کرتی ہے کہ اس ریلوے لائن سے اور بھی بڑی لائنیں نکلیں۔ جو کسی وسیع علاقے پر محیط ایک ایسے مین جنکشن سے ملیں کہ جس کو سروس بہم پہنچانا ممکن ہو تاکہ لائن کی افادیت میں مزید اضافہ ہو۔ افادیت کی یہ سوچ اس وقت مہمل ہو جاتی ہے۔ کہ جب کسی لائن کی سیاسی و فوجی اہمیت اقتصادی اعتبار سے زیادہ ہو جائے۔

اولاً۔ حجاز اور عبدالحمید ثانی کی سیاست۔

(۱۲۹۳ - ۱۳۲۷ھ)

(۱۸۷۶ - ۱۹۰۹ء)

عثمانی حکومت نے ریلوے لائنوں کو وسیع پیمانے پر بچھانے کا پروگرام بنایا۔ اور حجاز میں ریلوے لائن بچھانے کے اقدام کے پیچھے سلطان عبدالحمید کی اسلامی سیاست اور جامع اسلامی شرح کارفرما تھی، یہ وہ سوچ تھی۔ کہ جس کے رائد وداعی سید جمال الدین افغانی (۱۸۳۹ء-۱۸۹۷ء) تھے۔ افغانی اسلامی وحدت کی قوت پر ایمان رکھتے تھے۔ اور عالم اسلام میں یورپی دلچسپیوں اور اُمنگوں کی بیخ کنی اور ان سے گلو خلاصی حاصل کرنے کے لیے ایک ایسی مضبوط و مستحکم اسلامی حکومت کے قیام کے لیے کوشاں تھے کہ جس کے پرچم تلے جملہ مسلم قومیں جمع ہوں، اس سیاست کے حوالے سے حجاز حرمین شریفین کے مرکز ہونے کے ناطے سلطان کی خصوصی توجہ اور دلچسپی کا محور بنا۔ یہ دلچسپی مندرجہ ذیل اقدامات سے نمایاں ہوتی ہے۔

(۱) حجازی ریلوے لائن کو بچھانا۔

(۲) حرمین شریفین کی مرمت و اصلاح کے لیے فنڈز کا بندوبست کرنا۔

(۳) شاہراہ حج پر سہولیات فراہم کرنا۔

یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ کہ ریلوے لائن بچھانے کا مقصد صرف اور صرف حجاج کرام کی خدمت اور دیارِ مقدسہ میں ان کی آمد کو آسان بنانا تھا۔ اس اعتبار سے کہ حج نہ صرف یہ کہ ایک دینی فریضہ ہے۔ بلکہ وہ ایک عظیم سالانہ کانفرنس کی حیثیت بھی رکھتا ہے کہ جس میں پوری کرۂ ارضی کے مسلمان آپس میں ملاقات اور تعارف کرتے ہیں، اسلامی امور کے بارے میں تبادلۂ خیال بھی کرتے ہیں۔ نیز اسلام اور مسلم اُمّہ کے دفاع کے لیے پروگرام مرتب کرنے کے علاوہ دفاعی طریقے بھی تشکیل دیتے ہیں۔

حجاج کرام بیت اللہ میں حاضری کے لیے کبھی قصد کرتے۔ تو راستے میں مشکلات و مصائب کا سامنا ہوتا۔ تاریخ میں اگر ہم کوئی اسی سال پہلے کی طرف پلٹ کر دیکھیں۔ تو پتہ چلتا ہے کہ قافلۂ حج دمشق سے کیسے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عازمِ سفر ہوتا۔ اس قافلے میں بیشتر تعداد ایشیائی حجاج کی ہوتی یہ حجاج مدینہ منورہ اور پھر مکہ مکرمہ کس طرح پہنچ پاتے جس طرح کہ میں نے کہا، کہ حجاج کرام دیارِ مقدسہ جاتے اور آتے صعوبتوں اور دشواریوں کا سامنا کرتے۔ باوجودیکہ دمشق دوسرے مسلم ممالک کی طرح مکہ مکرمہ سے اتنا دور بھی نہ تھا، شامی حاجی دمشق سے مدینہ منورہ چالیس دن میں پہنچ پاتا۔ اور کوئی دس دن مکہ پہنچنے میں صرف ہو جاتے۔ یوں پچاس دن تو راستے ہی میں گذر جاتے اور پھر بیس روز مناسک حج کی ادائیگی اور زیارتوں میں صرف ہو جاتے۔ پھر واپسی کا سفر شروع ہو جاتا، اور پچاس دن ہی واپسی میں لگ جاتے۔ یعنی ایک حاجی اس طرح مکمل چار ماہ گذار دیتا۔ سفر ابتدائے شوال سے شروع ہو جاتا اور آخر محرم میں ختم ہو جاتا۔ تو پھر مراکشی، ہندوستانی اور ترکستانی حاجی کا کیا حشر ہوتا ہوگا؟

ان تکالیف میں سفر میں اٹھنے والے بھاری اخراجات کا بھی اضافہ کر لیجئے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ امن عام کے فقدان کے سبب حجاج کرام جو راستے کے خطرات سے دوچار ہوتے تھے۔

انہی اسباب وعوامل نے حجازی ریلوے لائن کے بچھانے کو ضروری قرار دیا۔ جو کہ دمشق سے شروع ہو۔ یہاں پر حجاج آ پہنچیں۔ اور یہاں قافلۂ حج کے سفر کے انتظار میں جمع ہو جائیں۔

قافلۂ حج امیرِ حج سلطان عثمانی کی زیرِ نگرانی

حرمین شریفین کی جانب روانہ ہوتا تھا۔ امیر حج قافلے کی منظم منتقلی کے لیے جوابدہ ہوتا۔ یہ قافلہ دس ہزار پیدل و سوار نفوس پر مشتمل ہوتا۔ تمام لوگوں پر امیر حج کی اطاعت لازم ہوتی۔ تاکہ ۱۵۰۰ کلومیٹر سے بھی کچھ اوپر کی یہ مسافت آسانی سے طے ہو۔ ایسی مسافت کہ جو فطرتی اور انسانی خطرات سے بھرپور تھی۔ سخت و خشک زمین پر اور کڑاکے کی دھوپ میں چلنا اور پھر بدوؤں کے مظالم سہنا جو کہ تمام راستے پر آباد تھے۔ ایسے مسائل درپیش تھے سلطان حجاج کے بہلاوے کی خاطر شیوخ اور دیگر افراد کی جانب تحائف ارسال کرتا۔ معمول یہ تھا کہ دمشق سے قافلے کی روانگی شروع شوال میں عثمانی فوج کے کچھ یونٹوں کی زیرِ نگرانی ہوتی۔ ایک الوداعی تقریب فوجی رسومات کے ساتھ انعقاد پذیر ہوتی۔ اور بھی بڑی بڑی تقریبات ہوتیں۔ ان تقریبات میں مقتدر شخصیات شرکت فرماتیں یہ قافلہ کچھ دنوں کے لیے (قدم) بستی میں ٹھہرتا۔ یہ بستی بعد میں دمشق کا ایک مستقل محلہ بن گئی۔ پھر یہ قافلہ (کسوہ) بستی کی جانب چل پڑتا۔ وہاں یہ غلافِ کعبہ کی سپردداری کی ایک تقریب منعقد کی جاتی۔ اور پھر قافلہ (مزیریب) کی طرف محوِ سفر ہو جاتا۔

یہاں ایک چھوٹا سا دریا ہوتا تھا۔ اس کے گرد وپیش حجاج کچھ دن کے لیے آرام کیا کرتے۔ (مزیریب) بستی کے بعد بدوؤں کے مظالم کے خطرات منڈلانے لگتے اور یہاں سے فوج کے کردار کی ابتدا ہو جاتی۔ فوج کا ایک دستہ حجاج کے آگے آگے چلتا۔ ایک دستہ دائیں جانب اور ایک دستہ بائیں جانب چل رہا ہوتا۔ اور ہر صبح وشام قافلے کی روانگی اور سٹاپ کی اطلاع دینے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے تین بار فائرنگ کی جاتی، چار کلومیٹر فاصلے پر پھیلا ہوا یہ قافلہ ایک عام راستے پر چلتا، کہ جس راستے کو سینکڑوں برسوں کے دوران جانوروں کے کھروں اور انسانوں کے قدموں نے روندا ہوا تھا۔ دمشق اور مکہ مکرمہ کے مابین یہ مسافت چار سو نوّے گھنٹے کی تھی۔ اس کو چالیس مراحل میں تقسیم کیا ہوا تھا۔

قافلہ پہلے (مفرق) شہر کا رخ کرتا۔ پھر (عین الزرقاء) پھر (عمان) اور پھر (قطرانہ) پہنچ جاتا۔ اور یہاں سے دشوار گذار راستہ شروع ہو جاتا۔ کیونکہ یہ علاقہ پانی کی قلت کے علاوہ بدوی قبائل سے بھرا ہوا تھا، اور کبھی کبھار جب حج سیزن موسم سرما میں آجاتا تو قافلے کو بہالے جانے والے سیلابوں سے سابقہ پڑ جاتا۔

(معان) میں حجاج تھوڑا سا آرام کرتے اور پھر چل پڑتے۔ اور ایسے دشوار گذار علاقوں سے گزرتے، کہ وہ پیدل چلنے پر مجبور ہو جاتے۔ امیر حج اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر حاجیوں کو گذرتے دیکھتا۔ پھر وہ (مدورہ) اس کے بعد (تبوک) اور اس کے بعد (مدائن صالح) میں نماز ادا کرتے۔ ان خشک اور چٹیل علاقوں میں سینکڑوں اونٹوں پر لادا ہوا پانی امیر حج حاجیوں میں مفت تقسیم کرتا حاجیوں میں اس وقت خوف وہراس پھیل جاتا۔ جب امیر حج اور قبائلی سرداروں کے درمیان کوئی اختلاف پیدا ہو جاتا، پھر حجاج اپنی جانوں اور مال ومتاع کے تحفظ کی خاطر اس کی قیمت چکاتے۔ (مدائن صالح) کے بعد والا راستہ پہلے راستے سے مختلف ہو جاتا۔

وہاں سے پہاڑی علاقہ آجاتا۔ قافلہ اس کو عبور کرتا ہوا ایسی وادیوں کی راہ لیتا، کہ جن وادیوں میں گائیڈ کرنے والے بوڑھے لگے ہوتے تھے۔

آخرکار حجاج مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ جاتے اور وہ اپنی گھبراہٹوں اور تھکاوٹوں کو بھول جاتے۔ کہ جن سے وہ ایک عرصے پہلے دوچار ہوئے، اور پھر وہاں سے ایک دوسری مسافت ہوتی، کہ جسے مکہ مکرمہ پہنچنے کے لیے طے کرنا ضروری ہوتا، اور یہ مسافت بھی خطرات سے کچھ خالی نہ تھی۔

یوں حجاج راستے کو خوف وگھبراہٹ کے سائے میں طے کرتے، اسی وجہ سے وہ جب کبھی فریضۂ حج کی ادائیگی کا قصد کرتے، تو اپنے گھر والوں اور دوستوں کو الوداع کہہ دیتے۔ کیونکہ قدم قدم پہ موت ان کی گھات لگائے بیٹھی ہوتی۔

حجازی ریلوے لائن کا بچھانا جہاں ایک دینی ضرورت تھی۔ وہاں ایک سیاسی وفوجی مقصد بھی کارفرما تھا کہ عثمانی حکومت اجنبی حکومتوں خصوصاً وہ حکومتیں جو کہ مسلم اقوام کو محکوم بنائے ہوئی تھیں کے سامنے بے بس اور کمزور تھی۔ اور پھر ان انقلابات کے لیے بھی کہ جن کو محکوم لوگ بپا کرتے اور یہاں ہمارا اشارہ بطور خاص اہل یمن کی طرف ہے۔ اس کمزوری اور عاجزی کا ازالہ مقصود تھا۔ عثمانی حکومت کا دائرہ کار صرف یمن کے ساحلی علاقوں تک محدود تھا۔ جہازرانی کے لیے نہر سویز کھول دی گئی (۱۲۸۶ھ - ۱۸۶۹ء) اور عرصہ تین سال تک عثمانیوں نے یمن پہ اپنا تسلط جمائے رکھا۔ یہ تسلط

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان فوجی حملوں کی وجہ سے عمل میں آیا۔ جو کہ سمندری راستے سے کیے گئے تھے، اس کے لیے وہ شریف مکہ کی مدد لینے سے بھی بے نیاز ہو گئے، اور پھر جس وقت نہر سویز برطانیہ کے ہاتھوں میں چلی گئی (۱۳۰۰ھ - ۱۸۸۲ء) تو عثمانی اور برطانوی حکومتوں کے مابین قائم سیاسی صورتحال کے پیش نظر عثمانی افواج نے گھٹنے ٹیک دیئے۔ اسی وجہ سے عثمانی کشتیاں چالیس چالیس دن تک نہر سویز پر کھڑی رہتیں۔ فوجی جوان اس طویل انتظار کے باعث بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے۔ اور جب کبھی سفر کے لیے اجازت ملتی تو وہ لاغر و ناتواں ہو کر یمن پہنچ پاتے۔

یہی وہ عوامل تھے کہ جنہوں نے عثمانی حکومت کو ایک ایسے راستے کے بارے میں مجبور کر دیا کہ جو راستہ انکو نہر سویز سے بے نیاز کر دے۔ تو حجازی ریلوے لائن کو بچھانے کی سوچ نہر کے بدلے میں سوچی گئی تھی، نیز یہ ممکن تھا کہ اگر بحر متوسط اور بحر احمر کے درمیان رابطہ ہو جاتا ہے۔ تو اقتصادی لحاظ سے نہر کی نسبت یہ راستہ زیادہ مؤثر ثابت ہوگا۔ اور ہمیں یہ معلوم بھی ہو گیا ہے۔ کہ بلادِ شام کے ساحل سے ساحلِ حجاز تک سمندری سفر تقریباً بارہ دن میں مکمل ہوتا ہے، جبکہ خشکی کے راستے چار یا پانچ روز لگتے ہیں، بلکہ دمشق سے مدینہ منورہ ریلوے لائن کے ذریعے حجاج صرف دو یوم میں پہنچ سکتے ہیں۔

ثانیاً۔ لائن بچھانے کی سوچ کب آئی

(۱۲۸۱ھ - ۱۸۶۴ء) میں نہر سویز کی فتح کے موقع پر اس فکر کی ابتدا ہوئی۔ جب ڈاکٹر زامپل امریکی (اصلاً جرمن) نے ایک ایسی ریلوے لائن بچھانے کی تجویز پیش کی، جو کہ دمشق کو بحر احمر سے ملائے، چنانچہ (۱۲۹۸ھ - ۱۸۸۰ء) میں امور عامہ کے عثمانی وزیر نے اس منصوبے کی منظوری دے دی۔ مگر ان کی وزارت میں مذکورہ منصوبے کو عملی جامہ پہنانے والوں نے معذرت ظاہر کر دی۔ ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ جس علاقے کو لائن کراس کرے، وہ ایسا علاقہ ہو کہ جس میں بدوی قبائل بھی آتے ہوں۔ دوسرے سمندری ذرائع آمد و رفت پر لاگت ذرا کم آتی ہے۔ مگر جب اس منصوبے پر ذرا سنجیدگی اور سلطان کی دلچسپی کے ساتھ غور و خوض ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ حکومت کو ادارۂ حج کے ۱۵۰ ہزار عثمانی لیرہ کے اخراجات برداشت کرنا پڑیں گے اور ۶۰ ہزار عثمانی لیرہ کے اضافی اخراجات جو کہ بدوؤں کو دیئے جانے والے تحائف کی قیمت ہے۔ بھی برداشت کرنا پڑیں گے۔ چنانچہ سلطان نے اس منصوبے کو کامیاب بنانے کے لیے پورے عالم اسلام سے کثیر عطیات جمع کرنے کی امید ظاہر کی۔ اور پھر یہ امید بھر آئی۔

ثالثاً۔ منصوبے کا آغاز

سلطان عبدالحمید ثانی نے (۱۳۱۸ھ - ۱۹۰۰ء) کے شروع میں اس منصوبے کا اعلان کر دیا۔ اور بھرپور طریقے سے پوری دنیا میں تشہیر کی، کہ حجاج کے سفر کو آسان اور آرام دہ بنایا جائے گا۔ اور یہ کہ ایک دینی خیراتی منصوبہ ہے مسلمانوں پہ لازم ہے کہ وہ اس کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شروع کرنے کے لیے کام کریں۔

چنانچہ سلطان کی اپیل بارآور ثابت ہوئی اور جملہ اسلامی ملکوں سے ڈرافٹ آنے شروع ہو گئے۔ سلطان نے ان ڈرافٹس کا افتتاح کیا۔ ۳۲۰۰۰۰ لیرہ عثمانی کے کثیر عطیات اکٹھے ہو گئے۔ شاہِ ایران نے مبلغ ۵۰۰۰۰ لیرہ عثمانی عطیہ دیا۔ عزیز مصر نے اچھی خاصی مقدار میں لائن میٹریل بھیج دیا۔ جو کہ منصوبے پر سارے کا سارا صرف ہو گیا۔ ہندوستان میں ۱۶۶ تنظیموں نے عطیات اکٹھے کیے۔ اہلِ لکھنؤ نے ۲۲۰۰۰ لیرہ عثمانی بھیج دیئے۔ رنگون اور مدراس کے شہریوں نے ۳۰۰۰۰ لیرہ عثمانی ارسال کیے۔ کلکتہ سے مرزا علی نے ۵۰۰۰ لیرہ عثمانی بھیجے۔ لاہور سے اخبارِ وطن کے ایڈیٹر نے ۵۰۰۰ لیرہ عثمانی بھیجے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سارے لوگوں نے اپنے نام ظاہر کیے بغیر ہزاروں لیراتِ عثمانی بھیجے۔

سلطان نے لائن کے لیے عطیات بھیجنے والوں کے لیے تمغوں، نشانات، اور القابات دینے کا اعلان کر دیا۔ ایک آسٹریلوی شخص نے لقب پاشا حاصل کرنے کی غرض سے مبلغ ۲۱۰۰۰ لیرہ عثمانی عطیہ دیا۔ اسی طرح ریلوے لائن کی بہبود کے لیے کچھ ٹیکس مختص کیے گئے، سرکاری ملازمین نے ایک ماہ کی تنخواہ عطیہ کر دی۔ پھر سال میں صرف ایک دفعہ سرکاری ملازمین کی تنخواہوں سے ۱۰٪ کٹوتی کرنے کا فیصلہ بھی ہوا۔ قربانی کی کھالوں کو اکٹھا کر کے بیچا گیا۔ نیز ریلوے لائن کی بہبود کے لیے کچھ پراجیکٹس اور زمینیں وقف کر دی گئیں۔

یہ منصوبہ اتنا کامیاب ہوا کہ منتظمین کو اتنی توقع نہ تھی۔ اور اگر سیاسی حالات (خاص کر سلطان عبدالحمید کی دستبرداری) نہ بدلتے۔ تو یہ لائن مکہ مکرمہ، ینبع اور جدہ تک پہنچ جاتی۔ جس طرح کہ پلانرز نے اسوقت اسکی منصوبہ بندی کی ہوئی تھی۔ ماہرین کا خیال تھا کہ ریلوے لائن کو پھیلانے کے لیے کم از کم پانچ ملین لیرہ عثمانی کی ضرورت ہے۔ اور فی الواقع یہ ایک بہترین اندازہ تھا۔ کیونکہ اسلامی ملکوں سے ملنے والی امداد ۷۵۰۰۰۰ لیرہ عثمانی تھی۔ جبکہ ٹیکسز سے ۲۵۰۰۰۰ لیرہ عثمانی حاصل ہوئے۔ چنانچہ ڈیپارٹمنٹ نے اس امداد سے ضروری میٹریل خریدا۔ اور ٹیکسز سے دوسرے اخراجات پورے کیے۔

شگون لینے والے مسافت کی طوالت، پانی کی عدم دستیابی، امن وسلامتی کے فقدان، راستوں کی دشواری، حکومت کی مفلسی، حکومت کی اداری وفنی کمزوری ایسے اسباب کے پیشِ نظر اندیشے اور خدشات ظاہر کر رہے تھے۔ مگر مشیئت ایزدی نے ان تمام صعوبتوں کو آسان اور سہل بنا دیا۔ اس منصوبے کے منتظمین کو اللہ نے توفیق عنایت کی اور غیر متوقع طور پر نہایت سرعت سے یہ منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ تاکہ بلادِ شام اور دیارِ مقدسہ کے درمیان رابطہ قائم ہو جائے اور حجاج وزائرین کو اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہونے کے لیے سہولت میسر آسکے۔

رابغ۔ ریلوے لائن کو پھیلانا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہایت تیزی سے ریلوے لائن کو بچھایا جانے لگا۔ باوجود دشواریوں کے کچھ ہی سالوں میں مسافت سو کلومیٹر سے بھی تجاوز کر گئی۔ منصوبے کے اعلان کے کچھ نصف سال بعد ماہِ ستمبر (۱۳۱۸ھ — ۱۹۰۰ء) میں کام کا آغاز ہوا۔ مزیریب سے دمشق تک پہلے سے لائن موجود ہونے کے پیشِ نظر مزیریب اسٹیشن سے درعا کی جانب لائن کا آغاز کر دیا گیا پھر محکمے نے دیکھا کہ اس کے لیے دمشق سے سپیشل لائن ہونی چاہیئے۔ چنانچہ قدم اور درعا سے بیک وقت کام کا آغاز ہوا۔ پہلے مرحلے میں دمشق سے درعا تک ۱۲۳ کلومیٹر لمبی لائن کا افتتاح ماہ ستمبر ۱۹۰۳ء میں ہوا۔ اور تقریباً ایک ماہ بعد دُوسرے مرحلے میں دمشق سے عمان تک ۲۲۳ کلومیٹر لائن کا افتتاح ۱۹۰۳ء کے آخر میں ہوا۔ اب لائن ۳۰۰ کلومیٹر تک جا پہنچی۔ تیسرے مرحلے میں دمشق سے معان تک ۴۵۹ کلومیٹر لمبی لائن کا افتتاح شروع ستمبر ۱۹۰۶ء میں ہوا۔

معان کے بعد لائن صحرائی زمین میں داخل ہو کر بطن الغول میں اترتی ہے۔ یہ ایک طبیعی خوبصورت علاقہ ہے۔ اور کچھ خطرناک بھی ہے۔ یہاں امن وامان ناپید ہے۔ ۱۹۰۶ء میں لائن ۵۷۲ کلومیٹر کے فاصلے پر مدورہ پہنچ جاتی ہے اور یکم ستمبر ۱۹۰۷ء میں تبوک، مدائن صالح، اور پھر عُلا و ہدیہ پہنچ جاتی ہے۔ اور آخر میں دمشق سے ۱۳۲۰ کلومیٹر کے فاصلے پر مدینہ منورہ پہنچ جاتی ہے۔

مدینہ منورہ میں پہلی ٹرین بائیس اگست ۱۹۰۸ء کو ڈیوم میں پہنچی۔ یہ عثمانی آئین کے اعلان کے اعادے کے ایک ماہ بعد کی بات ہے۔ آئین کے اعلان کا اعادہ ۲۴ جولائی ۱۹۰۸ء کو کیا گیا۔ اور پھر یکم ستمبر کو سلطان کے تختِ خلافت پر براجمان ہونے کی یاد میں تقریب منعقد کی گئی۔

اسٹیشن کے نزدیک جامع حمیدی کا سنگِ بنیاد رکھتے وقت ایک عظیم تقریب بپا کی گئی اس میں غیر ملکی اخبارات کے نمائندوں کو مدعو کیا گیا۔ اس تقریب میں تیس افراد نے شرکت کی۔

یوں لگتا ہے کہ تقریب کے انعقاد کی جلدی میں انجینئر نے قبلہ کا رُخ متعین کرنے میں غلطی کی۔ جس وجہ سے محراب تھوڑا سا پھر گیا۔ اور شاید اب دیوار کی اصلاح کر دی گئی ہے۔

۲۷ر اپریل ۱۹۰۹ء کو سلطان عبدالحمید ثانی کو اقتدار سے ہٹانے کے بعد اتحادیوں کہ جنہوں نے حکومت عثمانیہ پر قبضہ جما لیا تھا۔ نے اس لائن کو مکہ مکرمہ اور جدہ تک پھیلانے کے لیے شریف حسین کے ساتھ معاہدہ کرنے کی کوشش کی مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاہ فیصل شہید اسلام کی ترقی کیلئے ایثار و قربانی کا عملی مجسمہ تھے!

تحریر خالد پرویز ملک

شاہ فیصل شہید اپنے وقت کے اعلیٰ پایہ کے مدبر، عالمی سیاسیات کے زبردست ماہر، اسلام کے سچے اور حقیقی پرستار، قوت ایمانی کا مظہر، عزم و استقلال کا نہ جھکنے والا ستون، ایثار و قربانی کا نمونہ جس کی مثال فی زمانہ نہ ملتی ہو ۱۹۰۵ء میں سعودی عرب میں پیدا ہوئے وہ جدید سعودی عرب کے بانی عبدالعزیز ابن سعود کے فرزند ارجمند تھے جب ۱۸ ستمبر ۱۹۳۲ء کو سعودی عرب کو ایک آزاد ریاست کا درجہ ملا تو شاہ عبدالعزیز تاجدار مملکت بنے شاہ فیصل شہید شروع سے ہی مختلف ملکی و بین الاقوامی امور میں اپنے والد ماجد کا ہاتھ بٹایا کرتے تھے انہوں نے بحیثیت ایک فوجی کمانڈر بہت سی بغاوتوں کو کچل کر رکھ دیا بعد میں انہیں حجاز کا گورنر مقرر کر دیا گیا اور صرف چار سال بعد وزیر خارجہ کا اہم منصب سونپ دیا گیا شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد شاہ فیصل شہید کے بڑے بھائی شاہ سعود فرمانروا بنے تو شاہ فیصل شہید کو سعودی عرب کا ولی عہد مقرر کرنے کے ساتھ ساتھ وزیر اعظم بنا دیا گیا وہ ۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۰ء تک سعودی عرب کے وزیر اعظم کے عہدہ پر فائز رہے اس کے بعد وہ وزارت عظمیٰ سے علیحدہ ہو گئے تو پھر ۱۹۶۱ء میں شاہ سعود اپنی خرابی صحت کی بنا پر اقتدار سے علیحدہ ہو گئے تو شاہ فیصل شہید نے سعودی عرب کی عنان حکومت کی انتہائی اہم ذمہ داری خود سنبھال لی اور آپ نے سعودی عرب اور خصوصاً عالم اسلام کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دیں جنہیں اب تک شاندار لفظوں میں یاد کیا جاتا ہے ان کے کارنامے آج کی نوجوان نسل کے لیے بھی مشعل راہ ہیں۔

شاہ فیصل شہید اس سرزمین کے فرمانروا بنے جس کے سینے میں دنیا کی سب سے بڑی دولت پنہاں ہے اس مقدس اور مبارک سرزمین کے بادشاہ جس کی حرمت کے لیے دنیا کا ہر مسلمان خود کو قربان کرنا اپنی خوش نصیبی اور سعادت تصور کرتا ہے لیکن نجد و حجاز کے اس عظیم مسلمان حکمران نے خود کو ہر وقت عالم اسلام کا خادم ہی سمجھا وہ ہر روز اس وقت بیدار ہوتے جب ان کی رعایا محو خواب ہوتی اور وہ رات گئے تک اپنے ملک و ملت کے لیے کام کرتے رہتے تھے وہ ایک عام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہری سے زیادہ کام کرتے ان کی زندگی کا لمحہ بہ لمحہ اور قدم بہ قدم اپنے ملک اپنی حکومت اپنے عوام اور عالم اسلام کی تعمیر و ترقی اور فلاح وبہبود کی سعی میں گزرتا تھا جُمعہ کی نماز عموماً مسجد میں ادا کرتے جہاں عوام بھی اپنے مالک حقیقی کی بارگاہ میں اپنے محبوب اور مقبول بادشاہ کے ساتھ سجدہ ریز ہوتے اور محمود و ایاز ہونے کا ایک عملی ثبوت پیش کرتے ان کی نماز اور عبادت میں خشوع وخضوع تھا انہیں نماز پڑھتے دیکھنے والا یہ ضرور محسوس کرتا تھا کہ وُہ اپنے حقیقی رب کی بارگاہ میں ایک عاجز بندہ کی حیثیت سے سربسجود ہے منکسر المزاجی ان کی خاص صفت تھی کبھی انہیں اونچی آواز میں بولتا ہوا نہیں دیکھا یا سُنا گیا تھا ان کی آواز میں ایک شاہانہ دبدبہ، وقار اور جلال تھا اور وُہ ہر بات سوچ سوچ کر اور ٹھہر ٹھہر کر کرتے تھے۔

مُسلمانانِ عالم کو ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لیے انہوں نے اپنی ساری زندگی گزار دی اور اس عظیم مقصد کے حصول کے لیے آخری وقت تک مصروفِ عمل رہے مُسلمان خواہ دنیا کے کسی بھی جغرافیائی حلقہ کے ہوں اور اس ملک و قوم کے سفارتی تعلقات سعودی عرب سے کیسے ہی کیوں نہ ہوں شاہ فیصل شہید نے اس ملک کے سیاسی نظریاتی اختلافات کی بالکل پروا نہ کی متحدہ جمہوریہ مصر کے ساتھ اسرائیل کی دونوں جنگوں میں شاہ فیصل شہید نے اپنے ملک کی دولت لٹادی کہ اسلام کو آنچ نہ آئے اور عرب اسرائیل جنگ میں مسلمان سرخرو ہو کر نکلیں بعد ازاں جنگ کی تباہ کاریوں سے مصر کا جو مادی نقصان ہوا وُہ اس کی ہر ممکن تلافی کرتے رہے انہوں نے مصری عوام میں مایوسی نہ پھیلنے دی اور مصر کے عوام کو ہمیشہ ہمیشہ محبوب رکھا۔

شاہ فیصل شہید کا یہ انداز اس قدر قابلِ رشک اور قابلِ قدر تھا کہ مسلم حکومتوں میں سیاسی اختلافات ہو سکتے ہیں لیکن مسلمانوں کے آپس میں نہیں مسلمان خواہ کسی بھی ملک کے ہوں انہیں محبوب تھے انہیں محبّت تو اسلام اور صرف اسلام سے تھی اور وُہ اسلام کی ترقی اور بقاء کے لیے ایثار و قربانی کا عملی مجسمہ تھے مصر اور فلسطین پر اسرائیل کے دُوسرے حملے کے موقع پر پوری دُنیا اور خصوصًا امریکہ کو شاہ فیصل شہید نے تیل کی سپلائی بند کرنے کا جو الٹی میٹم دیا جس سے خود ان کے ملک اور عالم اسلام کے مرکز اور مقدس مقامات کے عدم تحفظ کا شدید خطرہ پیدا ہو گیا تھا ان کا یہ ایک ایسا مجاہدانہ کارنامہ تھا جس کی تاریخ عالم شاہد ہے کہ مثال نہیں ملتی ملّتِ اسلامیہ کو شاہ فیصل شہید کے اس جراءت مندانہ اقدام پر ہمیشہ فخر رہے گا۔

شاہ فیصل شہید ایک انتہائی زیرک اور روشن خیال سربراہ مملکت تھے سماجی، اقتصادی، سیاسی اور سفارتی امور سے بخوبی آگاہ تھے اس طرح ان کا ہاتھ دورِ حاضر کی نبض پر تھا کیونکہ وُہ زندگی کے مختلف شعبوں میں جدید اصلاحات نافذ کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ چنانچہ وُہ اکثر اوقات اپنے ساتھیوں اور رفقاء سے مشورہ کرتے اور اس ضمن میں سعودی عرب کی داخلی و خارجی پالیسیوں کی تشکیل میں "شوریٰ" کے اسلامی تصور پر عمل کیا کرتے تھے اس طرح کی بے شمار خوبیوں نے ان کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے حد نمایاں کر رکھا تھا حج کے انتظامی امور سے عہدہ برا ہونے کے لیے انہوں نے "خصوصی حکم" دے رکھا تھا۔ کہ حاجیوں کی خدمات کے لیے تمام تر جدید ترین سائنسی ترقی اور ماضی کے تجربات سے استفادہ کیا جائے شاہ فیصل شہید رعب اور جلال کا ایک خوبصورت مجسمہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک عاجز بندہ ہوا کرتے تھے عمل کا مجاہد اپنی موت کے وقت دنیا کے سب سے منجھے ہوئے سیاستدان اور حکمران تھے جن کی زندگی کا نصف حصہ سعودی عرب کے وزیر خارجہ اور وزیر اعظم کی حیثیت سے گزرا یہ ایک عالمی ریکارڈ تھا دنیا میں کسی شخص نے اتنی طویل مدت تک اپنے ملک کے وزیر خارجہ اور وزیر اعظم کی حیثیت سے خدمت نہ کی وُہ صرف سعودی عرب کے ہی راہنما نہ تھے بلکہ عالمِ اسلام کے عظیم ترجمان اور ایک ایسے راہنما تھے جس پر مسلمانانِ عالم کو مکمل طور پر اعتماد اور بھروسہ تھا اس لیے دُنیا بھر کے مسلمان محسوس کرتے تھے کہ شاہ فیصل شہید ان کے اپنے سیاسی راہنما اور مشترکہ قائد ہیں انہوں نے اپنی زندگی کو اپنی ذات یا مملکت کے لیے مخصوص نہیں رکھا بلکہ عالمِ اسلام کو ایک گھرانے کی حیثیت دے کر اس کے حالات سلجھانے میں اپنی تمام تر صلاحیتیں اور زندگی صرف کر دی۔

شاہ فیصل شہید نے ۱۹۶۹ء میں اسلامی سربراہی کانفرنس کی بنیاد رکھی اور رباط میں پہلا اجلاس طلب کیا تاکہ عالمِ اسلام کے سنگین مسائل حل کیے جا سکیں اور اسلامی ممالک عالمی افق پر ایک زبردست قوت اور طاقت بن کر ابھریں اس لیے وُہ اس عظیم الشان منصوبے پر تیزی سے عمل پیرا رہے اس محاذ پر بعض شعبوں میں حیرت انگیز پیش رفت بھی ہوئی اور وُہ مسلمانوں کے عالمی راہنما کے طور پر سامنے آ گئے ۱۹۶۵ء میں جب شاہ فیصل شہید تخت نشین ہوئے تو سعودی عرب اور پاکستان کے تعلقات نئی بلندیوں کو چھونے لگے اور دونوں ملکوں کے درمیان اخوت کا ایک نیا دور جوش و خروش کے ساتھ شروع ہوا کیونکہ وُہ شروع سے ہی مسئلہ کشمیر کے بارے میں پاکستان کے حقیقی مؤقف کے زبردست حامی تھے۔

جب ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو بھارت نے انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ پاکستان پر حملہ کیا تو سعودی عرب کے فرمانروا شہید فیصل نے پاکستان کی کھُل کر حمایت کی انہوں نے بس اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ دُنیا بھر کے مسلمانوں سے بھی پر زور اپیل کی کہ وُہ اسلامی مملکت "قرارداد پاکستان" کی دل کھول کر امداد کریں اخلاقی اور مالی امداد توقع سے کہیں بڑھ کر کی شاہ فیصل شہید نے پاکستان کی ہر ممکن امداد کے سلسلے میں سعودی عرب میں "دفاعی فنڈ" قائم کر دیا اور چندہ جمع کرنے کے لیے سارے ملک میں زبردست مہم شروع کی اس سلسلے میں عوامی سطح پر کمیٹیاں قائم کر دی گئیں اس طرح شاہ فیصل شہید کی آواز پر پاکستان کے لیے گہری محبت اور یگانگت کا عملی مظاہرہ دیکھنے میں آیا جس کی وجہ سے پاکستان کے عوام نے حکومت کے ذریعے اور دُوسرے معروف ذرائع سے فرمانروا شاہ فیصل شہید کو شکریہ کا پیغام بھیجا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو انہوں نے برملا کہا کہ "ہم نے پاکستان کے لیے جو کچھ کیا ہے وہ از روئے اسلام ہمارا فرض تھا آپ جارحیت کا شکار تھے آپ کی امداد کرنا ہمارا فرض تھا" اسی طرح سعودی عرب کے تمام اخبارات اور ہفت روزہ جرائد و رسائل اور ریڈیو نے بھارت کے شرمناک اقدام کی سخت مذمت کی اور آزمائش کی گھڑی میں بھرپور حمایت و تعاون کا اعادہ کیا یہ سب کچھ شاہ فیصل شہید کی پاکستان سے محبت کا نتیجہ تھا۔

۱۹۷۱ء میں جب بھارت نے دوبارہ پاکستان پر حملہ کیا اور اسے ایک بین الاقوامی سازش کے ذریعے دو لخت کر دیا اس المناک واقعہ پر سعودی عرب میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی شاہ فیصل نے اپنے شاہی محل میں سقوط ڈھاکہ کی خبر سنی تو وہ رو پڑے اور بھارتی جارحیت کے خلاف پاکستان کی اخلاقی اور مالی امداد کے لیے عالمی اسلامی سربراہی کانفرنس بلانے کی تجویز پیش کی شاہ فیصل شہید نے مکہ معظمہ میں حج کے موقع پر پاکستان کے ایک وفد کے اعزاز میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ "مشرقی پاکستان پر بھارت کا قبضہ ایک بین الاقوامی سازش کا نتیجہ ہے اور یہ سازش اسلام دشمن طاقتوں کی دنیائے اسلام کے خلاف سازشوں کا حصہ ہے۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"روزِ قیامت بندے کے عمل میں سے سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا تو وہ نماز ہے۔ اگر نماز درست ہوئی تو وہ کامیاب ہوگیا، اگر وہ خراب نکلی تو وہ خائب و خاسر ہوا۔ اگر اس کے فرائض میں کچھ کمی رہ گئی، تو رب تعالیٰ فرمائیں گے کہ دیکھو میرے بندے کی کوئی نفلی عبادت ہے؟ تو اس نفلی عبادت کے ذریعے اس نقص کی تکمیل کی جائے گی، جو فرائض میں باقی رہ گیا ہو، پھر اس کے تمام اعمال کا حساب اسی طرح ہوگا۔

(بحوالہ ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، مسند امام احمد)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاہ فیصل شہید

اتحاد عالم اسلامی کے علمبردار

شاہ فیصل نے جنگجو اور بہادر سلطان عبدالعزیز کے ہاں ۱۴ اپریل ۱۹۰۶ء کو آنکھیں کھولیں۔ یہ گھڑی سلطان عبدالعزیز کے لیے اس اعتبار سے بھی مسعود تھی کہ انہوں نے روضۃ المنہا کی لڑائی میں اسی دن اپنے حریف ابن الرشید پر فتح پائی تھی اور اس طرح نجد سے ترکوں کا اثر ونفوذ ختم کر دیا تھا۔ ابنِ سعود نے اپنے فرزند کا نام اپنے دادا امیر اور امام فیصل کے نام پر رکھا جنہوں نے ۱۸۳۰ء - ۱۸۶۵ء کے درمیانی عرصے میں خاندان کی عظمت کو چار چاند لگائے تھے۔ فیصل کے لغوی معنی تیز دھار والی شمشیر کے ہیں۔

یہ وُہ زمانہ تھا جب ریاض بیرونی دُنیا کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا ابنِ سعود نے محض چار برس قبل اس شہر پر قبضہ کیا تھا اور ابھی انہیں سعودی خاندان کے وقار میں اضافہ بھی کرنا تھا اور سلطنت کی سرحدیں وسیع بھی۔ اس لیے انہوں نے اپنے بچوں کی تربیت خالصتاً عسکری انداز میں کی۔ وُہ فیصل کو بھی گھوڑ سواری اسلحہ بازی اور صحرا پیمائی کراتے تاکہ سخت جان بن سکیں اوائل عمر ہی میں فیصل دونوں بھائیوں یعنی ترکی اور سعود کے ساتھ فوجی تربیت کے لیے کیمپ میں جانے لگے۔ اس طرح فیصل تیغوں کے سائے میں پل کر جواں ہوئے۔

فیصل کو اپنے غازی والد کے تمام معرکوں میں شریک ہونے کا موقع ملا۔ جرأت اور شجاعت انہیں ورثے میں ملی تھی۔ اس پر باپ کی تربیت نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ ابنِ سعود نے عالمی جنگ سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور الحسا اور قطیف کے علاقوں پر یلغار کر کے ان کو سرنگوں کر لیا ۱۹۱۶ء میں انہوں نے قبیلۂ عجمان کو شکست دی۔ ۱۹۱۸ء میں بنی رشید کی راجدھانی حایل پر فتح پائی۔ فیصل کو اس لڑائی میں شریک ہونے کا موقع ملا اور انہوں نے جی کھول کر شجاعت دکھائی۔

۱۹۱۹ء میں پہلی جنگِ عظیم کے بعد فتح کی خوشی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں منعقد ہونے والی لندن کانفرنس میں شرکت کے لیے ابنِ سعود نے ایک وفد روانہ کیا جس کے ایک رکن فیصل بھی تھے۔ انہیں حکومتِ برطانیہ کے ساتھ مختلف مسائل خصوصاً مشرقِ وسطیٰ میں برطانیہ کے مفادات اور ان کے والد کی اس علاقے میں حیثیت پر گفت وشنید کا موقع ملا۔ اسی دورے میں فیصل یورپ بھی گئے اور فرانس اور فلینڈرز کے میدان کار زار دیکھے جہاں جنگ کے دوران میں بڑے گھمسان کا رن پڑا تھا۔ آپ نے جدید ترین جنگی سامان اور اسلحہ کے کارخانے بھی دیکھے۔ اس دورے میں آپ کے ساتھ احمد الثنیان السعود بطور مشیر خاص گئے تھے، جنہیں ترکی اور فرانسیسی زبان پر مکمل دسترس حاصل تھی اس وقت فیصل محض چودہ برس کے تھے اور نہایت "شرمیلے، خاموش طبع، مگر دلکش شخصیت کے مالک تھے۔"

۱۹۲۱ء میں امیر فیصل کو عسیر کے علاقے میں بغاوت فرو کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ اس مہم میں آپ کے جنگی جوہر کھلے۔ آپ نے بغاوت کچل دی اور اس علاقے کے مرکزی مقام ابہا پر قبضہ کر لیا۔ اس کے نتیجے میں آپ کو عسیر کے علاقے کا کمانڈر انچیف بنا دیا گیا۔ آپ نے بے مثال جرأت اور خداداد حکمتِ عملی سے قبائل کے آتشیں مزاج کو ٹھنڈا کیا۔

ابنِ سعود کو اللہ تعالیٰ نے عقابی نگاہیں ودیعت کی تھیں۔ انہوں نے ۱۹۲۳ء ہی میں یہ بھانپ لیا تھا کہ شریف حسین کا آفتاب ڈوب رہا ہے، برطانیہ نے بھی ابنِ سعود کے بڑھتے ہوئے اقتدار کے مقابلے میں شریف حسین کو چچوڑی ہوئی ہڈی سے زیادہ اہمیت نہ دی، موقع پاتے ہی ابنِ سعود نے شریف حسین پر آخری مہلک ضرب لگانے کی ٹھانی، اس مہم کے لیے انہوں نے فیصل کو منتخب کیا۔ ستمبر ۲۴ء کو طائف کی معمولی سی لڑائی ہوئی، کیونکہ شریف حسین کا بڑا لڑکا علی بھاگ کر مکہ چلا گیا تھا اور اس طرح سعودی فوجیں طائف میں داخل ہو گئیں۔ اب سعودی فوجوں نے مکہ کا رُخ کیا اور ۱۸ اکتوبر کو بغیر لڑے مکہ پر قبضہ ہو گیا۔ ابنِ سعود اور فیصل احرام باندھ کر مقدس شہر میں داخل ہوئے اور مسجد حرام میں شکرانے کے نوافل ادا کیے۔ ۵ دسمبر ۱۹۲۵ء کو دس ماہ کے محاصرے کے بعد مدینہ منورہ پر بھی سعودی قابض ہو گئے۔ فیصل کی اگلی منزل جدہ تھی جہاں علی بن حسین مزاحمت کی زبردست تیاری کر رہا تھا۔ سعودی افواج نے محاصرہ کر لیا۔ محاصرے کے دوران فیصل نے ماہرانہ حربی طریقے استعمال کیے۔ محاصرہ طول پکڑ گیا، محصور شہر میں رسد ختم ہو گئی، آخر ۲۲ دسمبر ۱۹۲۵ء کو علی چپکے سے جدہ سے نکل کر بصرہ چلا گیا اور جدہ پر سعودی پرچم لہرانے لگا۔

یمن کے ساتھ سرحدی تنازعہ نے جنگ کی صورت اختیار کی۔ ولی عہد سعود کی کمان میں جو فوج بھیجی گئی اس کے ایک کمانڈر فیصل بھی تھے۔ اس جنگ میں بھی انہوں نے اپنی فوجی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

فیصل کی اس مہم کے متعلق ایک انگریز مصنف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر جارج خیرالا نے فیصل کے ایک قریبی ساتھی سے گفتگو کی۔ اس نے بتایا۔

"گرمی کی شدت اور مسلسل مارچ کرتے رہنے سے ہمارا بُرا حال ہو چکا تھا جب بھی دن یا رات کے وقت کسی جگہ پڑاؤ ڈالا جاتا۔ ہم میں سے ہر شخص آرام کرنے لیٹ جاتا اور جلد ہی خواب خرگوش میں کھو جاتا۔ سوائے ایک شخص کے اور وُہ فیصل تھے۔ وہ اِدھر اُدھر گشت کرتے رہتے، سپاہیوں سامانِ حرب، گارڈز اور بیرونی چوکیوں کا معائنہ کرتے یا فوج کے آگے آگے سکاؤٹوں کے ساتھ چلتے۔ معلوم نہیں ان میں قوت کیسے اور کہاں سے آتی تھی؟"

لیکن ایک بات یقینی تھی، فیصل کی پیش رفت اتنی تیز تھی کہ یمنی گھبرا گئے۔ حدیدہ کی بندرگاہ اور ساحلی علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد فاتح فیصل نے ریڈیو پر اپنے والد سے رابطہ قائم کیا اور انہیں بتایا دو ایک ہفتوں میں صنعاء پر قبضہ ہو جانے کی اُمید ہے، اس لیے حملہ جاری رکھنے کی اجازت طلب کی۔ مفتیٔ اعظم فلسطین سیّد امین الحسینی مرحوم اور مشہور عرب رہنما اور ادیب شکیب ارسلان بیچ میں پڑ کر دونوں حکومتوں کو مصالحت پر آمادہ کر رہے تھے۔ خود ابن سعود کے پیش نظر بھی یمن فتح کرنا نہ تھا۔ یمنی فوجوں کی پے درپے شکستوں کے بعد امام یمن نے صُلح کا ہاتھ بڑھا دیا تھا اس لیے ابنِ سعود نے سعودی فوجوں کو پیش قدمی روک دینے کے احکام جاری کر دیئے تھے۔ فیصل کا پیغام ملا تو ابنِ سعود نے جواب دیا: "جہاں ہو، وہیں ٹھہرے رہو"۔

فیصل نے ضد کی: "مجھے آدمیوں کی ضرورت ہے نہ رسد کی"۔

"شاہ نے اپنا حکم پھر دُہرایا، "آگے نہیں بڑھنا!"

فیصل نے مدد کے لیے عبداللہ سلیمان کی طرف رجوع کیا، عبداللہ وزیر خزانہ تھے اور شاہ کو ان پر مکمل اعتماد تھا۔ یمن کی مہم میں فیصل کے ہم رکاب تھے اور فوج کے خورد و نوش کے انتظامات ان کے سپرد تھے۔ فیصل نے انہیں قائل کر کے اپنا ہمنوا بنا لیا۔ شاہ کے ساتھ ایک دفعہ پھر ریڈیو پر رابطہ قائم کیا گیا اور انہیں یقین دہانی کرائی گئی: "اس مہم کے لیے سپلائی اور مزید افراد کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں"۔

جواب آیا: "میں خوب جانتا ہوں مسلمانوں کے حق میں کیا بہتر ہے وہیں ٹھہرو، جہاں اس وقت ہو"۔

اس طرح یہ مہم رُک گئی۔ شاہ نے اپنے بیٹوں کو مقبوضہ شہر اور قصبے خالی کرنے کا حکم دیا، کیونکہ شاہ امن کا قیام چاہتے تھے اور یہ مقصد حاصل ہو چکا تھا۔ یمن عسیر اور نجران کے سرحدی علاقوں کے دعوے سے دستبردار ہو گیا تھا۔

والیٔ حجاز

یہ ۱۹۲۵ء کا واقعہ ہے سلطان ابنِ سعود اپنی مملکت کو استحکام بخشنے کے لیے اس کی بنیادیں اپنے خون سے سینچ رہے تھے۔ اس وقت سعودی عرب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مملکت نجد و حجاز کہلاتا تھا۔ ابنِ سعود نے نجد کے گورنر ولی عہد سعود کو اور حجاز کا نظم و نسق اپنی خداداد قابلیت کی بدولت ایسے احسن طریق سے چلایا کہ شاہ نے ۱۹۳۰ء میں وزارتِ خارجہ کا قلمدان بھی ان کے سپرد کر دیا۔ اس طرح انہیں مملکت سعودیہ کے پہلے وزیرِ خارجہ ہونے کا اعزاز ملا۔ فیصل نے صوبے کا نظم و نسق چلانے کے لیے سولہ رکنی مشاورتی مجلس کی تشکیل کی تھی۔ اکثر قبائل پچھلے دور کی بدامنی کے عادی تھے، موقع ملتے ہی حاجیوں کے قافلے لوٹ لیتے۔ امیر فیصل نے امن و امان قائم کیا اور لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنا سکھایا۔ لوگوں کا اخلاق بہتر بنانے کے لیے احتساب کمیٹیاں تشکیل دیں۔ نماز سے غفلت کرنے والوں کو سرِعام کوڑے لگائے جاتے۔

۱۹۲۶ء میں حج کے موقعے پر سلطان ابن سعود نے مؤتمر عالم اسلامی (عالمی مسلم کانفرنس) کے انعقاد کا اہتمام کیا۔ اس کانفرنس میں دنیا کے مختلف حصوں کے مسلمانوں نے شرکت کی، مکہ کو مسلمانوں کا مرکز تسلیم کر لیا گیا۔ والیٔ حجاز ہونے کے ناطے تمام انتظامات کی نگرانی امیر فیصل کے سپرد تھی، انہوں نے اپنا فرض اس طرح انجام دیا کہ مندوبین عش عش کر اٹھے۔ فیصل کا کہنا تھا میں نے امورِ جہانبانی میں اپنے والد کی تقلید کی ہے، گورنر اور وزیرِ خارجہ بننے کے بعد فیصل کی صلاحیتیں روز بروز جلا پکڑتی گئیں اور کم عمری کے باوجود آپ کو عالمی امور اور انتظامی معاملات میں دسترس حاصل ہو گئی۔ ڈاکٹر جارج نیر الا کا کہنا ہے۔

"فیصل نے اوائل عمر ہی میں اچھی خاصی ترقی کر لی تھی، انہوں نے عرب دستور کے مطابق عمر کے اس حصے میں ذمہ داری قبول کی جب ہم مغرب کے لوگ ابھی کھیل کود میں مصروف ہوتے ہیں۔"

۱۹۳۱ء میں مملکت کے معاشی حالات دگرگوں ہو گئے، آمدنی محدود تھی، اِدھر حکومت کے اخراجات میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا تھا، فوج پر بھاری اخراجات اٹھتے، موٹر کاروں کی خرید تیزی سے جاری تھی اور سب سے بڑھ کر سلطان ابن سعود سخی اور مہمان نواز تھے، نتیجہ یہ کہ خزانہ خالی ہو گیا۔ برطانیہ، فرانس اور اٹلی کی حکومتوں سے اس مسئلے پر گفتگو کی گئی، مگر ان کی اپنی مالی پوزیشن دگرگوں تھی، قرضہ کیا دیتے؟ ابن سعود سخت پریشان تھے۔ نوزائیدہ مملکت کا سیاسی استحکام معاشی استحکام کے بغیر ممکن نہ تھا۔ ان کی پریشانی کا عالم یہ تھا کہ چودہ ماہ تک ریاض کا رخ ہی نہ کیا اور حجاز ہی میں مقیم رہے۔ بالآخر انہوں نے معاشی صورتحال بہتر بنانے کی ساری ذمہ داری فیصل کو سونپی اور ۲۹؍ جون ۱۹۳۱ء کو ریاض چلے گئے۔ فیصل نے بکمال قابلیت اس ذمہ داری کو پورا کیا۔

گورنر کی حیثیت سے شاہ فیصل مکہ میں رہتے تھے، اور وزارتِ خارجہ کے دفاتر جدہ میں تھے۔ مکہ معظمہ میں حرم کی وجہ سے غیر مسلموں کا داخلہ ممنوع تھا، اس لیے شاہ فیصل غیر ملکی نمائندوں سے اپنے ماتحت حکام کی وساطت سے متعلقہ امور سرانجام دیتے۔ ملک کی ۹۰ فیصد آبادی ناخواندہ تھی، اس لیے اعلیٰ عہدوں پر دوسرے ترقی یافتہ عرب ملکوں کے افراد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعینات کیے جاتے لیکن قطعی احکامات فیصل ہی صادر کرتے۔ ان افراد میں ایک فواد حمزہ تھے جن کا تعلق لبنان سے تھا اور وہ پیرس میں سعودی سفیر تھے۔ حافظ وہبہ نجدی مصری نژاد تھے اور لندن میں سعودی سفارت انہی کے سپرد تھی۔ ان حکام میں بصیرت کے اعتبار سے قدوقامت والے شیخ یوسف یٰسین تھے جو فیصل کے نائب وزیر خارجہ تھے۔ فیصل کو ان پر بہت بھروسہ تھا۔ نہایت محنتی اور قابل تھے اور اسی وجہ سے وہ جلد ہی ابن سعود اور وزیر خارجہ فیصل کے منظور نظر ہو گئے انطاکیہ میں پیدا ہوئے، مصر میں شیخ علی رضا کے مکتب میں زانوئے تلمذ تہہ کیا، کچھ مدت الازہر کی عظمت کے زیر سایہ بھی بیٹھے، دمشق میں قانون کی تعلیم پائی اور شریف زید بن الحسین کے ساتھ عقبہ کی راہ لی۔
شام پر فرانسیسیوں نے قبضہ کیا، تو شیخ یوسف یٰسین مکہ چلے آئے اور چھ ماہ قیام کیا، بعد میں وہ عمان چلے گئے۔ یہاں شرق اردن کے امیر عبداللہ سے اختلاف رائے پیدا ہوگیا۔ ان کی اگلی منزل بیت المقدس تھی جہاں وہ چار سال مقیم رہے۔ انہی دنوں انہوں نے عرب سیاسی کلب کی تشکیل کی، مگر ان کی طبیعت میں قرار نہ تھا۔ دمشق چلے آئے، پھر بغداد کی راہ لی۔ اور سفر کے اگلے مرحلے میں وہ نجد وارد ہوئے جہاں ۱۹۲۳ء میں سلطان ابن سعود کی رفاقت اختیار کر لی، چونکہ شیخ آزادی کی انقلابی روح سے مالا مال تھے۔ اس لیے ترکوں، فرانسیسیوں اور انگریزوں کے ہاتھوں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔

گویا فیصل ایک طرف خود اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک تھے اور دوسری طرف قابل ترین افراد کی خدمات انہیں میسر تھیں۔ ۱۹۳۱ء کے موسم گرما میں سلطان ابن سعود نے فیصل کو یورپ بھیجا۔ ان کے اس دورے کے دو مقاصد تھے۔

اولاً: عرب کی چلچلاتی دھوپ اور مسلسل محنت شاقہ سے نوجوان فیصل کی صحت پر اثر پڑا تھا، ان کے لیے تبدیلیٔ آب و ہوا ضروری تھی۔

ثانیاً: وزیر خارجہ کو پیرس اور لندن میں مختلف النوع سیاسی مسائل پر گفتگو کرنا تھی۔ مزید برآں وہ فرانس برطانیہ، روس اور ترکی کی حکومتوں کے مشرقی مسائل کے متعلق تاثرات اور رجحانات کا اندازہ کرنا چاہتے تھے، علاوہ ازیں اٹلی کے ساتھ معاہدے کا مسودہ بھی تیار تھا اور اس پر امیر فیصل نے روم میں دستخط کرنا تھے۔ اس معاہدے کے مذاکرات سعودی عرب میں پہلے اطالوی سفیر سگنور سولازو نے کیے تھے سعودی عرب، فرانس کے ساتھ بھی ایسا ہی معاہدہ کرنے والا تھا جس پر امیر فیصل کے دورۂ پیرس کے دوران میں دستخط ہونے تھے۔

۱۹۳۱ء میں بیت المقدس میں دوسری مؤتمر عالم اسلامی منعقد ہوئی جس کے روح رواں فلسطین کے مفتی اعظم الحاج محمد امین الحسینی تھے۔ اس مؤتمر میں حکیم الامت علامہ محمد اقبال نائب صدر منتخب کیے گئے، یہ مؤتمر دوسری جنگ عظیم کے شروع ہونے تک بیت المقدس میں کام کرتی رہی اور اس سے سعودی تعاون حاصل رہا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلطان ابنِ سعود کو اپنے قابل بیٹے پر فخر تھا انہوں نے فیصل کے کندھوں پر بیک وقت عظیم ذمہ داریاں ڈالیں۔ انہیں یقین تھا کہ نوجوان فیصل اِن ذمہ داریوں سے بخوبی عہدہ برآ ہوگا۔ ۱۱ مئی ۱۹۳۲ء کو شاہی ہائی کونسل نے سعود کو ولی عہد بنانے کا فرمان جاری کیا۔ فرمان پر کونسل کے تمام اراکین کے دستخط ثبت تھے۔ یاد رہے کہ کونسل کے سربراہ فیصل تھے۔ سلطان ابنِ سعود نے اس فرمان کی توثیق کر دی۔

وزیرِ خارجہ فیصل کی حکمتِ عملی کا ماحصل تھا کہ ہمسایہ ممالک کے ساتھ تعلقات مستحکم ہوں اور ان کی بُنیاد خیر سگالی کے جذبات پر ہو تاکہ اندرونِ ملک ترقی کی طرف توجہ دی جا سکے۔ اسی سلسلے میں ۱۹۳۲ء میں شرقِ اُردن کے شاہ عبداللہ کے ساتھ دوستی اور اچھی ہمسائیگی کا معاہدہ ہوا۔

۱۹۳۴ء میں ایک دلفگار واقعہ رُونما ہُوا یعنی سعودی عرب اور یمن کے باہمی تعلقات کشیدہ ہو گئے اس کی وجہ سرحدی تنازعات تھے۔ فیصل نے از حد کوشش کی کہ صلح کی کوئی صورت نکل آئے لیکن امام یمن کے سخت رویّے کے باعث مذاکرات ناکام رہے اور جنگ چھڑ گئی۔ ابنِ سعود نے ولی عہد سعود کو نجدی دستوں کا کمانڈر مقرر کیا اور شاہ فیصل کو حجازی دستوں کی قیادت سونپی۔ اس وقت شاہ فیصل ۲۷ سال کے تھے لیکن وُہ تجربہ کار قائد تھے۔ وُہ بحرِ احمر کے ساتھ ساتھ تہامہ سے ہوتے ہوئے یمن کی طرف بڑھے۔ ان کے ساتھ پہاڑی بیٹریوں، بکتر بند گاڑیوں اور مشین گنوں کی بھی خاصی تعداد تھی۔ یمنی فوجیں کہیں بھی جم کر مقابلہ نہ کر سکیں۔ آخر امام یمن مذاکرات پر مجبور ہو گئے۔ امام کے ایک نائب سیّد عبداللہ بن الوزیر نے یمنی وفد کی قیادت کی۔ مذاکرات طائف میں ہوئے مصالحتی کمیشن مصر، شام اور دیگر عرب ریاستوں کے نمائندوں پر مشتمل تھا اور محمد علی پاشا اور سیّد شکری القوتلی ایسے اصحاب شامل تھے۔ سعودی حکومت کی طرف سے شہزادہ خالد نے حصّہ لیا، کیونکہ فیصل ابھی یمن سے نہیں لوٹے تھے (یہی شہزادہ خالد، شاہ فیصل کی شہادت کے بعد تخت نشین ہوئے) ۲۳ جون ۱۹۳۴ء کو معاہدے پر دستخط ہو گئے۔

معاہدے کے دُوسرے روز زبردست جشن منایا گیا۔ اس موقعے پر شاندار فوجی پریڈ ہوئی۔ ابنِ سعود نے بنفسِ نفیس اس میں حصّہ لیا۔ امیر فیصل اپنے والد کی خواہش اور وسیع تر مفادات کے پیشِ نظر اپنی فوج لے کر واپس آ گئے۔ ابنِ سعود ان کے استقبال کے لیے رینہ تک خود تشریف لے گئے۔ معاہدۂ طائف کی رو سے سعودی عرب اور یمن کی سرحدیں متعین کر دی گئیں۔ ۱۹۳۵ء تک بحرِ احمر کے ساحل پر میدی سے رُبع الخالی تک چار سو میل لمبی سرحد پر ۲۴۰ ستون تعمیر کیے گئے۔ اس طرح دیرینہ عداوتیں ختم ہو گئیں اور تعلقات کا نیا باب شروع ہو گیا۔

اب شاہ فیصل نے دُوسرے پڑوسی ملکوں کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کی طرف توجہ دی۔ ۱۹۳۵ء میں انہوں نے ایران کا دورہ کیا۔ ۲۰ اپریل ۱۹۳۶ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں عراق کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کیا اور دونوں ممالک کے ساتھ دیرینہ نفرت کی جگہ مفاہمت اور قریبی تعلقات پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۷ء میں یمن بھی دوستی کے اس حلقے میں شامل ہو گیا عراق کی طرح اس سے بھی جنگ نہ کرنے کا عہد و پیمان ہوا۔

دوسری جنگ عظیم میں سعودی عرب غیر جانبدار رہا یکم مارچ ۱۹۴۵ء کو اس نے جرمنی کے خلاف اعلانِ جنگ کیا، تو جنگ کا خاتمہ قریب تھا۔ سلطان ابن سعود کے مشیروں کی اکثریت کا خیال تھا کہ محوری طاقتوں کی کامیابی یقینی ہے اس لیے سعودی عرب کو ان کی حمایت کرنا چاہیئے، لیکن شاہ فیصل نے بھرپور مخالفت کی بالآخر ان کی رائے فائق رہی اور سعودی عرب غیر جانبدار رہا۔ اس سے اتحادی قوتوں کو بہت فائدہ پہنچا۔ اگر سعودی عرب محوری کیمپ کا ساتھ دیتا، تو پاسبانِ حرمین کی حیثیت سے ان کے اس فیصلے سے دنیا بھر کے مسلمان متاثر ہوتے۔

۱۹۴۳ء میں امیر فیصل نے شہزادہ خالد کے ساتھ امریکہ کا دورہ کیا۔ یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ ۱۹۴۰ء تک امریکہ نے عملی طور پر سعودی عرب کو نظرانداز کر رکھا تھا۔ جدہ میں اس کی سفارتی نمائندگی تھی نہ قونصل خانہ۔ امریکی دورے کے دوران میں شاہ فیصل نے امریکی اربابِ اختیار سے تبادلۂ خیال کیا۔ دورہ کامیاب رہا اور اسی سال امریکہ نے جدہ میں اپنا مستقل لیگیشن قائم کیا۔ دورے کے دوران میں شاہ فیصل کے اعزاز میں عرب نژاد امریکیوں نے ایک ضیافت کا اہتمام کیا۔ وزیر خارجہ ان کے جذبات سے بڑے متاثر ہوئے اور اپنی تقریر میں کہا، "آپ کی غیر مبہم اطاعت گزاری اس عظیم اور فیاض ملک کی رہینِ منت ہے جس نے آپ کو خوش آمدید کہنے کے لیے اپنے بازو کشادہ کیے۔ مجھے یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی ہے کہ آڑے وقت آپ نے اپنے وطنِ عزیز کی پکار پر لبیک کہا ہے"۔

لیگیشن قائم ہوتے ہی امریکہ نے ظہران میں ہوائی مستقر تعمیر کرنے کی گفتگو شروع کر دی جس کا مقصد کراچی کے راستے جاپان سے نپٹنے کے لیے سہولتیں حاصل کرنا تھا۔ مشرقِ وسطیٰ میں امریکی افواج کے کمانڈر میجر جنرل رالف رائس لیفٹیننٹ کرنل ہیرلڈ ہوسکنز اور کئی دوسرے افسروں نے دسمبر ۱۹۴۳ء میں سعودی حکام سے گفت و شنید کی۔ طے پایا کہ مستقر تین سال تک امریکی حکام کی تحویل میں رہے گا اور پھر سعودی حکومت کے حوالے کر دیا جائیگا۔ مستقر کی تعمیر ۱۹۴۴ء میں شروع ہوئی اور ۱۹۴۶ء میں یہ مکمل ہو گیا۔

فروری ۱۹۴۵ء میں امریکی صدر روز ویلٹ نے مالٹا سے واپسی پر سلطان ابن سعود سے ملاقات کی۔ امریکی صدر نے مالٹا میں برطانیہ کے ونسٹن چرچل اور روس کے جوزف اسٹالن سے ملاقات کی تھی۔ اس موقع پر اقوامِ متحدہ کی تشکیل کے سلسلے میں سلامتی کونسل میں رائے شماری کے اصول پر اتفاق رائے ہوا۔ الغرض سلطان ابن سعود اور روز ویلٹ کی ملاقات مصر کی جھیل بطار میں امریکی جنگی جہاز "یو ایس ایس کوئنسی" پر ہوئی۔ روز ویلٹ نے سلطان ابن سعود کا پورے بحری اعزاز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ استقبال کیا۔ یہ سلطان ابن سعود کا پہلا بیرونی دورہ تھا۔ دونوں رہنماؤں کو ایک دوسرے کا نقطۂ نظر سمجھنے کا موقع ملا۔ سلطان ابن سعود امریکی صدر کو سعودی عرب کے بارے میں پوری طرح آگاہ کر سکے۔ سعودی وزارتِ خارجہ اور سلطان کے تدبر کا اندازہ روزویلٹ کے اس خطاب سے ہو سکتا ہے جو انہوں نے یکم مارچ ۱۹۴۵ء کو امریکی کانگرس کے مشترکہ اجلاس سے کیا۔ انہوں نے کہا "مجھے عرب مسئلہ کو بہتر طریق سے سمجھنے کا موقع ملا۔ ابن سعود سے پانچ منٹ کی گفتگو درجنوں کمیشنوں کی رپورٹوں سے کہیں زیادہ جامع تھی"۔ شاہ نے صدر کو فلسطین کے مسئلہ کی نزاکت سے آگاہ کیا اور عربوں کے احساسات ان تک پہنچائے۔ امریکی صدر نے شاہ کے مؤقف کی تائید کی۔

۲۵ اپریل سے ۶ جون ۱۹۴۵ء تک امریکی شہر سان فرانسسکو کے ایک شاندار مرصع اوپیرا ہاؤس میں پچاس قوموں کا اجلاس ہوا جس میں سعودی عرب کی نمائندگی وزیر خارجہ شاہ فیصل نے کی جو ایک وفد لے کر اقوام متحدہ کے تاسیسی اجلاس میں شرکت کرنے گئے تھے۔ جنرل اسمبلی کے اس اجلاس میں اقوام متحدہ کا منشور منظور کیا گیا۔

سان فرانسسکو کی جانب رختِ سفر باندھنے سے پہلے اسی سال فیصل مارچ میں قاہرہ میں عرب لیگ کے تاسیسی اجلاس میں بھی شریک ہوئے۔ عرب لیگ، مصر کے وزیر اعظم نحاس پاشا اور عراق کے وزیر اعظم نوری السعید کی تحریک پر ۲۲ مارچ ۱۹۴۵ء کو قائم ہوئی۔

اکتوبر ۱۹۴۶ء میں سعودی حکومت نے صدر ٹرومین کی اس اپیل کی زبردست مخالفت کی کہ فلسطین میں ایک لاکھ یہودی بسائے جائیں۔ اسی سال شاہ فیصل کی کوششوں سے امریکی ایکسپورٹ بنک نے سعودی عرب کو ایک کروڑ ڈالر کا قرضہ دیا تاکہ وہ اپنی معیشت کو بہتر بنا سکے۔ اب سعودی عرب اور امریکہ کے باہمی تعلقات بہتر ہو رہے تھے۔ ۱۹۴۷ء میں وزارتِ خارجہ نے ولی عہد امیر سعود کے دورۂ امریکہ کا بندوبست کیا جس سے دونوں ممالک ایک دوسرے کے اور قریب آئے۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشے پر سب سے بڑا اسلامی ملک پاکستان ابھرا، تو وزیر خارجہ شاہ فیصل نے اسے فوری طور پر تسلیم کیے جانے کے اقدامات کیے۔ فروری ۱۹۴۹ء میں کراچی میں موتمر عالم اسلامی کا اجلاس ہوا تو سعودی عرب نے اسے بنظرِ تحسین دیکھا۔ دسمبر ۱۹۴۹ء میں کراچی میں ہی نیم سرکاری سطح پر عالمی اسلامی اقتصادی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں اسلامی ممالک کے درمیان تعاون بڑھانے کے اقدامات پر غور کیا گیا۔ اس مرتبہ بھی سعودی تعاون شاملِ حال رہا۔

انہی دنوں عظیم تر شام کا منصوبہ منظرِ عام پر آیا، تو سعودی حکومت نے اس کی مخالفت کی۔ اس حکمت عملی سے مصر کے شاہ فاروق اور ان کے وزراء بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے سلطان ابن سعود کو مصر کے دورے کی دعوت دی، جو انہوں نے قبول کر لی اور ۱۹۴۶ء میں شاہ، مصر کے دورے پر گئے جہاں ان کا شاندار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استقبال کیا گیا۔ ۱۴ مئی ۱۹۴۸ء کو اسرائیل وجود میں آیا تو عرب ممالک نے اس پر دھاوا بول دیا۔ بدقسمتی سے باہمی ربط و تعاون کے فقدان کے باعث انہیں شکست ہوئی اور بادلِ نخواستہ متارکۂ جنگ قبول کرنا پڑا۔ ۱۹۴۸ء میں شرقِ اُردن کے شاہ عبداللہ نے فلسطینی بحران کے دوران ہی میں ریاض کا دورہ کیا۔ اور عرب معاملات میں سعودی حکومت کا وقار بلند کرنے میں سعودی وزیرِ خارجہ نے اہم کردار ادا کیا۔ اسی طرح ۱۹۴۹ء میں جب شام اقتصادی بحران کا شکار ہوا، تو سعودی عرب نے شام کو اپنی معیشت بہتر بنانے کے لیے معقول قرضہ دیا۔

سعودی عرب نے عرب لیگ میں اہم کردار ادا کیا۔ یکم اپریل ۱۹۵۰ء کو مصر کے ایماء پر عرب ممالک نے فیصلہ کیا کہ جو عرب ملک اسرائیل کے ساتھ اپنے طور پر معاہدۂ امن کرنے کی کوشش کرے گا اسے عرب لیگ کی رُکنیت سے محروم کر دیا جائے گا۔ اُردن نے مشرقی فلسطین کو یک طرفہ طور پر اپنے میں شامل کر لیا۔ عرب لیگ نے اس کی مذمت کی۔ سعودی عرب، مصر شام اور لبنان نے عرب لیگ سے اُردن کے اخراج کے حق میں ووٹ دیا۔ اس اقدام کی صرف عراق اور یمن نے مخالفت کی۔ جون ۱۹۵۰ء میں عرب لیگ نے اجتماعی تحفظ کا جو معاہدہ کیا، سعودی عرب اس میں بھی شریک تھا۔

مؤتمر عالمِ اسلامی کا چوتھا اجلاس کراچی میں ۱۹۵۱ء میں منعقد ہوا۔ پاکستان کے پہلے وزیرِ اعظم لیاقت علیخاں نے اس کا افتتاح کیا۔ اس دفعہ مؤتمر کے ارکان میں معتدبہ اضافہ ہوا۔ پہلے اراکین کی تعداد ۱۷ تھی اب ۳۶ ہو گئی۔ ۱۹۵۲ء میں کراچی میں مؤتمر کا ایک اور اجلاس منعقد ہوا۔ ان اجلاسوں میں سعودی عرب کا تعاون برابر حاصل رہا۔ ۱۹۵۴ء میں مکہ میں حج کے موقعے پر صدر ناصر، شاہ سعود اور پاکستان کے گورنر جنرل ملک غلام محمد نے باہم گفت و شنید کی اور مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد پیدا کرنے کی راہیں ڈھونڈنے کی کوشش کی گئی۔

سعودی عرب اقوامِ متحدہ کے اساسی بانیوں میں سے ہے اس لیے اس نے ہر مرحلے پر اقوامِ متحدہ کے ساتھ تعاون کیا۔

اپریل ۱۹۵۵ء میں بنڈونگ میں پہلی افریشیائی کانفرنس منعقد ہوئی، تو امیر فیصل نے شاہِ عرب کی نمائندگی کی اور وہاں چھوٹی ریاستوں اور مظلوم انسانیت کے حق میں آواز بلند کی۔

شاہ کے والدِ محترم کی وفات سے کچھ دیر پہلے سعودی عرب اور برطانیہ کے درمیان بریمی کے نخلستان پر اختلاف رائے پیدا ہو گیا۔ یہ نخلستان سعودی عرب مسقط عمان اور ساحلی امارتوں کے درمیان واقع تھے خیال کیا جاتا تھا کہ یہاں تیل کے وسیع ذخائر موجود ہیں اور کئی دیہات بھی تھے۔ برطانیہ ساحلی حکمرانوں کا سرپرست تھا اور اب نخلستانوں پر ان کا حق سمجھتا تھا جولائی ۱۹۵۴ء میں سعودی عرب اور برطانیہ دونوں ہی بین الاقوامی ثالثی پر رضامند ہو گئے، لیکن جب وکلاء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ماہرین نے کیس تیار کیا، تو ڈرامائی انداز میں حل تلاش کر لیا گیا۔ برطانیہ نے سعودی عرب پر الزام عائد کیا کہ وہ رشوت سے اپنے حق میں فیصلہ کرانے کے درپے ہے۔ اکتوبر ۱۹۵۵ء میں ثالثی ٹریبونل کے برطانوی رکن نے استعفیٰ دیدیا۔ ٹریبونل کے صدر نے جو بلجیم کا ایک قانون دان تھا، کاروائی جاری رکھنے کی کوشش کی، لیکن پھر ٹریبونل کا اجلاس نہ ہو سکا۔ سعودی عرب نے اس تعطل کا مورد الزام برطانیہ کو ٹھہرایا۔ اس کے نزدیک برطانیہ نے جب دیکھا فیصلہ اس کے خلاف ہونے والا ہے، تو وہ ٹریبونل سے مستعفی ہو گیا۔ بعد ازاں مسقط اور ابوظہبی کے فوجی دستوں نے نخلستان پر قبضہ کر لیا۔ ان دستوں کی نگرانی برطانوی افسر کر رہے تھے۔ سعودی حکومت نے اس معاملے کو اقوام متحدہ میں لے جانے کی دھمکی دی۔

اس واقعہ سے سعودی عرب اور برطانیہ کے باہمی تعلقات خوشگوار نہ رہے۔ اس کی ایک وجہ اور بھی تھی۔ برطانیہ، عراق اور اردن کی ہاشمی حکومتوں کی حمایت کرتا تھا جن کے ساتھ سعودی عرب کے تعلقات قدرے کشیدہ تھے۔ پھر ۱۹۵۶ء کی جنگ سویز ہوئی تو دونوں ملکوں کے تعلقات منقطع ہو گئے ۱۹۵۹ء میں برطانیہ اور قاہرہ کے درمیان تصفیہ ہو جانے سے یہ مخاصمت بھی کم ہو گئی۔ ۱۹۶۱ء میں عراق کے وزیراعظم عبدالکریم قاسم نے کویت پر اپنا حق جتایا تو برطانیہ اور سعودی عرب نے اپنی افواج کویت کی مدد کے لیے بھیج دیں۔ یہ برطانیہ اور سعودی عرب کے درمیان کسی مسئلے پر متفق ہونے کی روشن دلیل تھی۔ انہی د[نوں] اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے نخلستان بریمی کا دیرینہ تنازعہ حل کرانے کی کوشش کی۔ اِدھر لندن او[ر] ریاض دونوں ہی باہمی تعاون کے لیے فکر مند تھے۔ اس طرح ۱۹۶۱ء کے اواخر میں ان کے تعلقات پھر سے بحال ہو گئے۔

ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ ۱۹۴۳ء میں امریکہ نے جدہ میں اپنا لیگیشن قائم کیا تھا جسے ۱۹۴۹ء میں سفارتخانے کا درجہ دے دیا گیا۔ ۱۹۵۱ء میں امریکہ نے ایک خصوصی معاہدے کی رو سے چار نکاتی پروگرام کے تحت سعودی عرب کو فنی امداد دینا شروع کی۔ ۱۸ جون ۱۹۵۱ کو دونوں ملکوں کے درمیان ایک دفاعی معاہدہ طے پایا جس کی رو سے ظہران کا ہوائی مستقر پانچ سال کے لیے امریکہ کو دے دیا گیا۔ معاہدے کے متن میں فوجی مستقر کے الفاظ استعمال نہ کیے گئے۔ اس رعایت کے عوض امریکہ نے سعودی عرب کو فوجی ساز و سامان بہم پہنچانے کے علاوہ سعودی فضائیہ کے پائلٹوں کو تربیت دینے کا بھی وعدہ کیا۔ اس معاہدے پر ملک کے اندر اور باہر عرب قوم پرستوں نے ناک بھوں چڑھائی حالانکہ سعودی حکومت مندرجہ بالا فوائد کے علاوہ ا[س] مستقر کا کرایہ بھی وصول کرتی تھی۔

فروری ۱۹۵۴ء میں سعودی حکومت نے یو[نان] کے ارسطائل اوناسس سے معاہدہ کیا جس کے تحت تیل برآمد کرنے کے لیے اس کے جہاز کرایہ پر [لیے] گئے۔ اس سے امریکی تیل کمپنی آرامکو ناراض ہو گئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سعودی حکومت نے خود ہی یہ کام آرامکو کو سونپ دیا۔ اس دوران میں کئی افراد نے شاہ سعود کو امریکہ کے خلاف پالیسی اختیار کرنے کا مشورہ دیا، لیکن انہوں نے ایران کے ڈاکٹر مصدق کا کردار ادا کرنا گوارا نہ کیا۔ مزید برآں سعودی حکومت، مصر اور شام کی طرح غیر جانبداری کی آڑ میں روس نواز پالیسی کی مخالف تھی۔ خیال رہے سعودی عرب امریکہ کا حلیف تھا حاشیہ نشین نہیں۔ ۱۹۵۴ء میں اس نے امریکہ کا چار نکاتی پروگرام مزید قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ شاید یہ اسی ناراضگی کا نتیجہ تھا کہ ۱۹۵۵ء میں سعودی فوج کے لیے ۱۸ ٹینکوں کی روانگی امریکی بندرگاہوں میں روک دی گئی اور بہانہ یہ تراشا گیا کہ ایسا یہودیوں کے احتجاج کے پیش نظر کیا گیا ہے جو سعودی عرب کی اسرائیل سے متعلق پالیسیوں کو ناپسند کرتے ہیں۔

۱۹۵۶ء میں سویز کی جنگ کیا ہوئی بیشتر عرب ممالک بے دریغ روس کے اثر و نفوذ میں چلے گئے۔ سعودی عرب کو روس کا یہ بڑھتا ہوا اثر ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ اس کے روس کے ساتھ سفارتی تعلقات تک استوار نہ ہوئے تھے۔ جنوری ۱۹۵۷ء میں سعودی وزارت خارجہ نے شاہ سعود کے امریکہ کے دورے کا اہتمام کیا۔ یہ دورہ دوستی کا اعادہ تھا۔ انہی دنوں یعنی ۵ جنوری ۱۹۵۷ء کو امریکی صدر آئزن ہاور نے اپنا وہ مشہور اصول پیش کیا تھا جس کا مقصد مشرق وسطیٰ کی کسی بھی ریاست کو جارحیت کے وقت فوجی اور اقتصادی امداد بہم پہنچانا تھا۔ امریکی صدر کے ساتھ اس "اصول" پر بھی گفتگو ہوئی۔ ظہران کے ہوائی مستقر کے پٹے میں مزید پانچ سال کی توسیع کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا۔ امریکہ نے دمام کی بندرگاہ کو جدید بنانے کے لیے اپنی خدمات پیش کیں۔ یہ معاہدہ ۲ اپریل ۱۹۵۷ء کو طے پایا۔

امریکہ میں شاہ سعود کی ملاقات عراق کے ولی عہد امیر عبداللہ سے ہوئی۔ اس طرح اردن، عراق اور سعودی عرب میں قربت بڑھی اور ایک طرح کا "بادشاہوں کا محالفہ" معرض وجود میں آیا۔

۱۹ مارچ ۱۹۶۱ء کو یہ اعلان کیا گیا کہ ۲ اپریل ۱۹۶۲ء کے بعد ظہران کے ہوائی مستقر کے معاہدے کی تجدید نہیں کی جائے گی۔

۹ نومبر ۱۹۵۳ء کو ابن سعود کی رحلت کے بعد شاہ سعود نے امیر فیصل کو بدستور وزیر خارجہ رہنے دیا تھا، بلکہ انہیں نائب وزیر اعظم کے عہدے پر بھی فائز کیا گیا۔ ۱۹۵۸ء میں انہیں وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ شاہ سعود کے اسراف نے مالی بحران پیدا کر دیا تھا۔ معیشت تباہ ہو چکی تھی۔ کہا جاتا تھا کہ شاہی خزانہ میں صرف ۳۱۷ ریال رہ گئے تھے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سعودی عرب نے فرانس اور برطانیہ کا معاشی مقاطعہ کر رکھا تھا جس سے معیشت پر برا اثر پڑا تھا۔ ملک میں تعلیم یافتہ طبقہ بھی جنم لے چکا تھا جو ملک میں اصلاحات کا خواہشمند تھا۔ امیر فیصل نے وزارت خزانہ سمیت چار محکمے اپنی نگرانی میں لے لیے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ایک ہی سال میں بجٹ میں توازن پیدا ہو گیا۔ اہم سرکاری قرضے ادا کر دیے گئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کرنسی میں استحکام پیدا ہو گیا۔ ادھر خارجی محاذ پر سعودی عرب نے غیر جانبداری کو ترجیح دی تاہم خارجہ تعلقات میں کوئی خاص تبدیلی نہ کی گئی، یہی وجہ ہے کہ جب ۱۹۵۸ء میں عراق میں انقلاب برپا ہوا تو سعودی عرب نے متحدہ عرب جمہوریہ کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔

امیر فیصل کے وزیر اعظم بننے سے عیاش افراد کا قافیہ تنگ ہونے لگا، یہ لوگ قومی خزانے پر سفید ہاتھی بن کر بیٹھے تھے۔ ان کی اب ایک نہ چلتی۔ امیر فیصل کے خلاف سازشیں ہونے لگیں، شاہ سعود کے گرد خوشامدیوں کا حلقہ تنگ ہوتا گیا، ان لوگوں میں شہزادے بھی تھے اور عام مصاحب بھی، اس طرح کشیدگی نے سر اٹھایا، دسمبر ۱۹۶۰ء میں کابینہ میں بحران پیدا ہوا۔ دو وجوہات فوری تھیں۔ یعنی قانون ساز مجلس اور بجٹ، اول الذکر کو شاہ کا قرب حاصل تھا۔

اچانک یہ مطالبہ پیش کیا گیا کہ آئین کی تشکیل کی جائے جو ایک نمائندہ مجلس تیار کرے۔ وزیر اعظم کے نزدیک یہ مطالبہ قبل از وقت تھا جہاں تک بجٹ کا تعلق تھا، ان پر یہ لازم تھا کہ وہ آمدنی اور اخراجات کی مکمل تفصیلات شاہ کو پہنچایا کریں، لیکن وہ ایسا نہ کرتے، کیونکہ وہ اس خیال سے متفق ہی نہ تھے کہ شاہ پھر سے قومی خزانہ دونوں ہاتھوں سے لٹانا شروع کر دیں۔ نتیجہ یہ کہ جنوری ۱۹۶۱ء میں امیر فیصل نے استعفیٰ دے دیا جسے شاہ نے فوراً منظور کر لیا۔ نئی کابینہ بنی اور شاہ خود وزیر اعظم بن گئے۔

کابینہ کی اہم ترین شخصیت ۳۰ سالہ امیر طلال تھے، جنہیں وزارت خزانہ دی گئی۔ کابینہ میں شہزادوں کے علاوہ مغربی درسگاہوں کے تعلیم یافتہ شہری بھی لیے گئے خاندان کے بااثر افراد نے شاہ سعود اور امیر فیصل کے درمیان مصالحت کرانے کی کوشش کی تاکہ آل سعود میں یگانگت قائم رہے۔ مارچ ۱۹۶۲ء میں امیر فیصل دوبارہ وزیر اعظم بنا دیئے گئے۔

اب وزیر اعظم فیصل زیادہ بااختیار تھے۔ انہوں نے حکمران خاندان کے اخراجات کم کرنے اور فلاح و بہبود کے کام انجام دینے کی کوشش کی۔ انہوں نے یہ کوشش بھی کی کہ بیرونی ممالک سے ملازمت کے لیے جو لوگ سعودی عرب کا رخ کرتے ہیں ان کی آمد سے سعودی باشندوں کے حقوق سلب نہ ہوں اور نہ ہی ان پر ایسا معاشرتی اثر پڑے جو سعودی روایات کے خلاف ہو۔ اس قسم کی پالیسی مصر، شام اور عراق سے آئے ہوئے کارگروں کے معاملے میں بھی اختیار کی گئی جو لامحدود تعداد میں سعودی عرب میں ملازمت کر رہے تھے۔ ۱۹۵۵ء میں کئی فلسطینیوں، شامیوں اور لبنانیوں کو سعودی عرب سے نکال دیا گیا جو آرامکو میں ملازم تھے اور ٹریڈ یونین بنانے کی خاطر امن عامہ میں خلل ڈال رہے تھے۔

امیر فیصل نے یہ کوشش کی کہ سعودی باشندے صنعتی ہنر سیکھیں تاکہ بیرونی ممالک پر انحصار کم ہو، لوگوں کو ترغیب دی گئی کہ وہ اپنے بچوں کو تعلیم دلوائیں اس زمانے میں بڑے بڑے اسکول آرامکو کے زیر انتظام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چل رہے تھے۔ اس کے علاوہ تعلیم کی سہولتوں کے سلسلے میں امریکی یونیورسٹی آف بیروت سے ماہرین بلوائے گئے۔ مواصلات اور ابلاغ کے ذرائع عام کیے گئے جدہ میں امریکی میکی کارپوریشن نے طاقتور ریڈیو اسٹیشن قائم کیا ٹیلیفون کے ذریعے ملک کے مختلف شہروں کو ملا دیا گیا۔ ہسپتال قائم کیے گئے۔ ایک اہم کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے غلامی کو غیر قانونی قرار دے کر اس لعنت کو ختم کر دیا۔ یہ فرمان ۶/ نومبر ۱۹۶۲ء کو جاری کیا گیا۔ ایک اندازے کے مطابق تیس ہزار غلام آزاد کیے گئے۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۶۳ء کو نیویارک ٹائمز نے انکشاف کیا کہ حکومت نے ان کے مالکوں کو بائیس لاکھ ڈالر ادا کیے۔ فیصل ان تھک شخص تھے۔ انہوں نے ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کیا۔ بحیثیت وزیر خارجہ وہ جب بھی کسی ملک کے دورے پر جاتے، اپنی تقریر میں جہاں میزبان ملک کی تعریف کرتے وہاں اپنے ملک کو فراموش نہ کرتے اور اس کے متعلق دشمنوں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کی تردید کرتے۔ ایک دفعہ ایک استقبالیہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا: "ہم نے مختلف ممالک کے افراد دیکھے ہیں۔ جو تقریر کرنے روسٹرم پر آتے ہیں اور حکومت کے سربراہ اور اس کے قائدین کو ہدفِ تنقید بناتے ہیں۔ یہ رواج ہمارے ملک میں قطعاً نہیں۔ اکثر کہا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں اظہارِ رائے کی آزادی نہیں جواب میں کہتا ہوں ایسا کونسا ملک ہے جہاں ہمارے ایسی آزادی ہو؟ کوئی بھی شخص سربراہ بادشاہ کو روک سکتا ہے اور اپنا مدعا پوری آزادی کے ساتھ بیان کر سکتا ہے۔ کیا آزادی سے مراد ذاتی تنازعات اور ابتذال کا باہمی تبادلہ ہے؟ یہ آزادی نہیں، بلکہ آزادی سے مراد تو مخلص نظریات کا بغیر پابندی کے اظہار ہے"۔

فیصل شروع ہی سے حساس واقع ہوئے تھے ابھی نوعمر ہی تھے کہ ان کے والد نے انہیں لندن بھیجا تاکہ ذمہ داریاں سنبھالنے سے قبل وہ عربوں کے بنیادی معاملات سے متعلق برطانوی حکومت کے نقطۂ نظر کو سمجھیں۔ ان دنوں لارڈ کرزن برطانوی وزیر خارجہ تھے۔ نوعمر فیصل نے ان سے ملاقات کی۔ کرزن کا ذہن عربی لباس میں ملبوس اس لڑکے کو سنجیدگی سے قبول کرنے کو تیار نہ تھا، اس لیے اس نے امیر فیصل کیساتھ سرپرستانہ لب و لہجہ میں گفتگو کی، ان کے سامنے لذیذ مٹھائیاں رکھیں اور اس طرح اپنی مہمان نوازی کا ثبوت دیا، لیکن جن مسائل کو فیصل زیر بحث لانا چاہتے تھے، ان سے متعلق اچٹتی ہوئی باتیں کیں۔ اس طرزِ عمل پر امیر فیصل غیظ و غضب میں اٹھ کر چلے آئے۔

وزارتِ خارجہ قابل ترین افراد پر مشتمل تھی لیکن خود اپنے عظیم والد کی طرح سادگی کا مجسمہ تھے۔ انہوں نے کسی سفیر کے ساتھ اس کے ملک کے رتبے سے فروتر سلوک نہ کیا۔ اس عادت کو وزیر خارجہ اور بعد میں بادشاہ بننے کے بعد بھی جاری رکھا۔ ہم دیکھتے کہ حج کے موقعہ پر غسل کعبہ کے وقت پاکستان کا سفیر ان کے دائیں طرف ہوتا اور سفیروں کی صف میں سب سے آگے، حالانکہ عرب ممالک کے سفیروں کی موجودگی میں پاکستان کے سفیر کی فوقیت کے کیا معانی؟ اسی طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفیروں کی تقرری کے آداب بھی سادہ کر دیئے۔ فوجی اور غیر فوجی سفیر میں فرق روا نہ رکھا جاتا۔ فیصل کا دربار ہر کس و ناکس کے لیے کھلا تھا۔ سفیروں کو کئی دن تک انتظار کرانا انہیں پسند نہ تھا۔

اکتوبر ۱۹۶۴ء میں وزیر اعظم فیصل مصر ہی میں تھے کہ ملک کی مجلسِ اعلیٰ کا اجلاس ہوا اور فیصلہ ہوا کہ شاہ سعود کی حکمتِ عملی کی وجہ سے ملک تباہی کے کنارے آ پہنچا ہے اس لیے انہیں سبکدوش کر کے امیر فیصل کو فرمانروا بنایا جائے اس مجلس میں سعودی خاندان کے بڑے اور چید علماء شامل تھے۔ مصر سے واپسی پر فیصل کو مجلس کے فیصلے کا پتہ چلا، انہیں اس فیصلے سے اختلاف تھا، لیکن مجلس کے ارکان مصر تھے۔ انہوں نے شاہ سعود کو اپنے فیصلے سے آگاہ کیا انہوں نے حیص بیص سے کام لیا مجلس نے پورے ملک کے علماء اور آلِ سعود کے تمام بزرگوں کا اجلاس طلب کر لیا جو ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۴ء کو شہزادہ خالد کی رہائش گاہ پر منعقد ہوا۔ دوسرا اجلاس مفتیٔ اعظم کے مکان پر اور تیسرا صحرا ہوٹل میں ہوا جس میں ایک سو شہزادوں اور ستر علماء نے شرکت کی۔ شاہ سعود کو متفقہ طور پر برطرف اور فیصل کی بادشاہت کا اعلان کر دیا گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں، روزہ میرے لیے ہے اور میں اس کی جزا دوں گا، وہ فقط میرے لیے اپنی خواہش سے کھانا پینا چھوڑتا ہے، روزہ ڈھال ہے روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی اس وقت ہوتی ہے جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری خوشی اس وقت ہو گی جب وہ اپنے رب سے ملے گا۔ روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے بہتر ہے۔

(بحوالہ بخاری مسلم، مؤطا امام مالک ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد ۱۹۸۹ء کی مقبول ترین شخصیت

۳۰۰ ممتاز عالمی شخصیات کا فیصلہ

عالم عرب کے سب سے بڑے ہفت روزہ سیاسی جریدے "المجلہ" نے جو لندن سے شائع ہوتا ہے، تین سو ممتاز عالمی شخصیات کے جوابات کی روشنی میں خادم الحرمین الشریفین الملک فہد ابن عبدالعزیز کو ۱۹۸۹ء کی عالمی شخصیت قرار دیا ہے۔

۱۹۸۲ء میں جب ملک فہد بادشاہ بنے تھے تو اس وقت سے لے کر آج تک انہوں نے انتھک کوشش کی اور جدوجہد کے ذریعے سعودی عرب کو دنیا کی مجتہد اقوام کی صف میں لاکھڑا کیا ہے۔ خادم حرمین الشریفین کو اس اعلیٰ ترین منصب کا اہل کیوں گردانا گیا ہے، آیئے اس پر اجمالی روشنی ڈالیں

ملک فہد کی خارجی خدمات

۱:۔ ملک فہد کی کوششوں سے افغان مجاہدین کی حکومت کے صدر جناب برہان الدین سے طائف میں روس کے نائب وزیر خارجہ یوری وارنٹسوف کی ملاقات کا اہتمام کیا گیا۔ اس سے پہلے قصر یمامہ ریاض میں شاہ فہد نے وارنٹسوف کا استقبال کرتے ہوئے ان پر زور دیا کہ افغانستان میں عالم اسلام کی رائے کا احترام کرتے ہوئے روس کو وہاں سے فوراً نکل جانا چاہیے۔ ریاض میں منعقدہ اسلامی وزرائے خارجہ کی کانفرنس میں سعودی عرب نے افغانستان کی عبوری اسلامی حکومت کو تسلیم بھی کرلیا۔

۲:۔ حکومت سعودی عرب نے لبنان کے مختلف دھڑوں میں اتحاد اور تعاون کے لیے پوری لبنانی قومی اسمبلی کو طائف بلایا اور آپس میں یکجہتی اور اتحاد کی بھرپور کوششیں کیں۔

۳:۔ صدر امریکہ جارج بش کو فلسطین کے قضیئے اور فلسطین کی تحریک آزادی انتفاضہ کے سلسلے میں حقائق سے مؤثر انداز میں باخبر کیا۔

۴:۔ بحرین، قطر، شام، اردن، مغرب، الجزائر اور بعض دیگر ممالک میں اتحاد اور یک جہتی کی مسلسل کوششیں

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیس اور آلپس کے تنازعات ختم کرائے۔

۵:۔ یمن، اور جبوتی میں سیلابوں سے ہونے والے نقصانات میں قابلِ قدر مالی امداد کی گئی۔

۶:۔ ایشیا، افریقہ، یورپ، آسٹریلیا اور امریکہ میں سینکڑوں مقامات پر مساجد تعمیر کرائی گئیں اور اسلامک سینٹر تعمیر کرائے گئے۔

۷:۔ سعودی عرب حکومت کے قائم کردہ رابطہ عالم اسلامی اور مسلمان نوجوانوں کے ادارہ "دامی" کے ذریعہ عالم اسلام کی گرانقدر خدمات انجام دی گئیں۔

داخلی خدمات

ملک فہد کی داخلی خدمات کا دائرہ بے حد وسیع ہے، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

۱:۔ پورے سعودی عرب میں اعلیٰ درجے کی سڑکوں کا ایک ایسا جال بچھا دیا گیا ہے کہ مملکت میں کہیں بھی برق رفتاری سے پہنچنا ممکن ہے۔

۲:۔ جدہ، مکہ مکرمہ، ریاض اور مملکت کے دیگر بڑے شہروں میں ٹریفک کے اژدحام سے بچنے کے لیے اعلیٰ درجے کے پلوں کا جال بچھا دیا گیا ہے۔

۳:۔ ملک میں سرکاری ہسپتال اور ڈسپنسریاں کثیر تعداد میں موجود ہیں، جہاں ہر اہلِ وطن کے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ مفت طبی خدمات کا بہترین انتظام ہے۔

مسجدِ نبوی اب پہلے کے مقابلے میں چار گنا وسیع ہو چکی ہے اور مزید توسیع کی جا رہی ہے

۴:۔ مملکت میں اعلیٰ درجے کی بندرگاہیں موجود ہیں جن میں ینبع، البحر، جدہ، دمام اور جبیل کی بندرگاہیں شامل ہیں۔

۵:۔ ملک میں متعدد یونیورسٹیاں کالج موجود ہیں۔ ثانوی مدارس، ٹیچرز ٹریننگ کے ادارے اور پرائمری مدارس کا جال بچھا دیا گیا ہے، وہ دن بہت قریب ہیں جب سعودی عرب میں تعلیم کا اوسط صدفی صد ہو جائیگا۔

۶:۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں حجاج کے قیام طعام، نقل و حرکت اور معلّمین کا انتظام بہت عمدگی سے کیا گیا ہے۔ منیٰ اور مزدلفہ اور عرفات میں روشنی، پانی اور قیام کے انتظامات بہت عمدہ ہیں اور ہر سال ان میں بہتری پیدا ہوتی جا رہی ہے۔

۷:۔ ملک کے چوتھے پنج سالہ ترقیاتی منصوبے میں حرمین شریفین کی توسیع و ترقی اور تعمیر کے لیے چار بلین ڈالر رکھے گئے ہیں، گویا ایک ملین ڈالر روزانہ خرچ کیے جا رہے ہیں۔ ملک فہد کے زمامِ حکومت سنبھالنے کے بعد اب تک تو بلین ڈالر کی کثیر

وہ دن بہت قریب ہیں جب سعودی عرب میں تعلیم کا اوسط صد فیصد ہو جائے گا۔

رقم خرچ کی جا چکی ہے۔ ان خدمات کے نتیجے میں اب تک حرم مکی الشریف میں پندرہ لاکھ حجاج کے بیک وقت نماز پڑھنے کا انتظام کر دیا گیا ہے، مسجد نبویؐ کی تعمیر و توسیع کا کام بھی بہت تیزی سے ہو رہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور وہاں تین لاکھ حاجی بیک وقت نماز ادا کر سکتے ہیں۔ ۱۹۸۳ء میں ملک فہد نے اپنے دورۂ مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ کے دوران یہ بات محسوس کی تھی کہ حجاج کرام گلیوں، سڑکوں اور بازاروں میں جائے نماز بچھا کر نماز ادا کرنے پر مجبور ہیں کیونکہ حرمین کے اندر اتنی جگہ دستیاب نہیں تھی چنانچہ انہوں نے فوراً توسیع حرمین کا حکم دے دیا تھا۔ مسجد نبوی اب پہلے کے مقابلے میں چار گنا وسیع ہو چکی ہے اور مزید توسیع کی جا رہی ہے۔

۸:۔ مکہ مکرمہ میں فراہمی آب کا پروگرام بہت عمدگی سے مرتب کیا گیا ہے۔ اب اسے وسعت دے کر طائف تک بڑھا دیا گیا ہے۔ بحر احمر پر تعمیر شدہ بحری پانی کو قابلِ استعمال بنانے کے لیے DESALINATION PLANTS کثیر رقم خرچ کر کے بنائے گئے ہیں۔ ان اسٹیشنوں سے ۲۵ ملین گیلن سے زیادہ پانی روزانہ مکہ اور طائف کو فراہم کیا جا رہا ہے۔ واضح رہے کہ دمام، ریاض اور ینبع و مدینہ منورہ اور جدہ میں یہ پلانٹ بہت پہلے سے پانی مہیا کر رہے ہیں۔

۹:۔ ایام حج میں حجاج کرام کو ٹھنڈے پانی کی بوتلوں کی فراہمی کا بہترین اور مسلسل انتظام ہے۔

۱۰:۔ ملک فہد کے عہد حکومت میں زراعت اور صنعت کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ آج کل حکومت سعودی عرب گندم، کھجور، دودھ، انڈے، مچھلی، مرغیاں اور ترکاریاں کثیر تعداد میں باہر بھیج رہی ہے۔ اب پٹرول کے علاوہ حکومت کی تقریباً ۳۰ % ایکسپورٹ ان چیزوں سے ہو رہی ہے اب کھانے پینے کی اشیاء باہر سے بہت کم منگوائی جا رہی ہیں۔

۱۱:۔ سعودی گیہوں کی موجودہ پیداوار تین ملین ٹن ہے جبکہ ۱۹۷۵ء میں پیداوار صرف ۳ ہزار ٹن تھی۔ گیہوں کی ملکی ضروریات سے بچ رہنے والی پیداوار کو ایشیاء افریقہ اور یورپ کے بعض ممالک کو ایکسپورٹ کر دیا جاتا ہے۔ ان ممالک میں چین اور روس شامل ہیں۔ غذائی صنعت کے میدان میں اس ترقی پر اتحاد الدول العربیہ کی طرف سے اب تک سعودی وزارتِ زراعت کو تین طلائی تمغے بھی مل چکے ہیں۔ اس وقت عرب ممالک میں گیہوں کی پیداوار میں سعودی عرب سر فہرست ہے۔ اقوام متحدہ کے ادارے ایف۔ اے۔ او کی طرف سے بھی سعودی عربیہ کو بہترین انعامات اور اسنادِ تعریف دی گئی ہیں۔ اس وقت دنیا بھر میں کھاری پانی کو قابلِ استعمال بنانے کیلئے DESALINATION پلانٹس کے استعمال کا ۳۰ % سے زیادہ کا انتظام سعودی عرب میں قائم ہے۔

مندرجہ بالا تعمیری اقدامات کے بالتفصیل جائزے کے بعد خادمِ حرمینِ شریفین شاہ فہد ابن عبدالعزیز کو ۱۹۸۹ء کی عرب و اسلامی شخصیت قرار دیا گیا ہے۔

حضرتؔ اک دن ظلمتیں چھٹ جائیں گی ماحول کی
اوج پر چمکے گا پھر اپنا ستارہ دیکھنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاہ فہد کا پیغام، مسلم اُمّہ کے نام

ترجمہ: حافظ زاہد احمد

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز نے حیدر آباد دکن میں منعقدہ حج کانفرنس کے نام اپنے ایک پیغام میں دُنیا بھر کے مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وُہ اپنے تمام اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں سعودی فرمانروا نے کہا ہے کہ ہماری حکومت اُمت مسلمہ کی عظمت رفتہ کی بحالی اور اس کے غصب شُدہ حقوق واپس دلانے کے لیے کوشاں ہے۔ جن میں بیت المقدس، ارض فلسطین اور دُوسرے مسلم علاقوں کی آزادی شامل ہے انہوں نے کہا کہ ہم زبانی دعووں کے قائل نہیں بلکہ عملی کام کرنے پر یقین رکھتے ہیں۔ آج مسلم اُمہ جس باہمی انتشار، نفاق اور غیروں کی ریشہ دوانیوں کا شکار ہے ایسے نازک حالات میں مسلم اُمّہ میں اتحاد و اتفاق کی اہمیت و ضرورت سے کون انکار کر سکتا ہے جب تک مسلمانوں کا مرکز ایک رہا اور وُہ باہم متحد ہو کر اللہ کی رسی کو تھامے رہے۔ دنیا میں سرخرو رہے۔ کامیابی نے ان کے قدم چومے۔ لیکن جب مسلمانوں نے اللہ کے بتلائے ہوئے راستہ کو چھوڑا تو پھر قدرت نے انہیں اغیار کی غلامی میں دھکیل دیا۔ اور وہی مسلمان جو بڑی بڑی سلطنتوں کے مالک تھے اور جنہوں نے ساری دُنیا میں علم و دانش کی شمعیں روشن کی تھیں۔ جہالت و پستی کی دلدل میں پھنس گئے۔ آج جس طرف دیکھیں مسلمان مصائب کا شکار ہیں، قبرص، فلسطین، اری ٹیریا، کشمیر، افغانستان میں مسلمانوں کو بین الاقوامی سازش کے تحت یا تو غلام بنا لیا گیا یا ان پر بیرونی طاقتوں کے آلۂ کار کٹھ پتلی حکمران مسلط کر دیئے گئے ہیں حالانکہ قدرت نے مسلمانوں کو بیش بہا نعمتوں سے نوازا ہے۔ تیل، زرعی پیداوار، معدنیات، وسیع رقبے اور آبادی اگر ان سب سے صحیح معنوں میں فائدہ اٹھایا جائے اور مسلم ممالک متحد ہو جائیں تو وُہ ایک ایسی طاقت بن سکتے ہیں۔ جس سے ٹکرانے کی کسی میں بھی ہمت نہ ہو گی۔ لیکن افسوس کہ کسی بھی مسلم حکمران

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے محدود مفادات سے بالاتر ہو کر مسلم اُمّہ کے
ی مفاد کے لیے کوشش نہیں کی۔ بدلتے ہوئے
ی الاقوامی حالات میں مسلمانوں کو باہم سر جوڑ کر بیٹھنا
ہیئے۔ اور مسلم اُمّہ کو درپیش مسائل کے حل کے لیے
متفقہ مؤقف اختیار کرنا چاہیئے۔ لہٰذا مسلم اتحاد کے
ے شاہ فہد کی اپیل صد درجہ لائق ستائش و تائید ہے

لیکن بات تب بنے گی، جب سارے مسلمان ملکوں کے رہنما بھی اس کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اس کام کے لیے آمادہ ہو جائیں ہماری تجویز ہے کہ مسلم اُمّہ کے مسائل پر غور و خوض کے لیے اسلامی سربراہی کانفرنس بلائی جائے۔

ادارة دعوة الحق

- یہ ایک اشاعتی ادارہ ہے جسکے زیر اہتمام مختلف موضوعات پر مستند، عمدہ اور مفید دینی کتابیں دیدہ زیب انداز میں شائع کی جائینگی۔
- متنوع معلومات پر مشتمل سالانہ ڈائری " دعوة الحق ڈائری " کے نام سے شائع کی جائے گی جو صرف لاگت قیمت پر احباب کی خدمت میں پیش کی جائے گی۔
- احادیث کے مجموعے انشاء اللہ نہایت اعلیٰ، عمدہ اور دیدہ زیب انداز میں منظر عام پر لائے جائیں گے۔
- " حیاتِ صحابہؓ کے درخشاں پہلو " کی مقبولیت کے بعد " حیات تابعین کے درخشاں پہلو " عنقریب ادارہ دعوة الحق کے زیر اہتمام منظر عام پر آرہی ہے۔
- مجلة دعوة الحق کا پہلا شمارہ " کویت نمبر " دوسرا نجد و حجاز نمبر منظر عام پر آچکے ہیں اس کا آئندہ شمارہ توحید و جہاد نمبر ہوگا۔
- ادارہ دعوة الحق گروہی تعصبات اور فرقہ واریت سے بالاتر ہو کر غیر سیاسی انداز میں صرف دعوتی انداز میں دینی خدمات سرانجام دے گا۔

رابطہ کے لیے
مسعود احمد غضنفر
۴۷۶۔ راوی بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاستاذ مبشر احمد فاضل مدینہ یونیورسٹی

خادم الحرمین الشریفین کا علماء ادباء اور سعودی باشندوں سے خطاب

آزادی کویت کے بعد خادم حرمین شریفین فہد بن عبدالعزیز نے ۱۴۱۱-۸-۱۹ھ کو علماء ادباء اور کئی سعودی باشندوں سے فی البدایہ خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم میرے بھائیو! گذشتہ کئی ایک مواقع پر میں آپ سے جو کچھ کہتا رہا ہوں اس میں مزید اضافہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن یہ موقع جو آزادی کویت کے بعد میسر آیا ہے نعمت خداوندی کے حصول کا مظہر ہے۔

آج ہم جو کچھ دیکھ رہے ہیں، ہمیں اس کا مکمل ادراک تھا، ہمارا اعتقاد صرف ذات الٰہ پر تھا مساجد میں تنہائی میں، گھروں میں الغرض ہر جگہ پر انسان خالق ارض و سماء کے سامنے دست بدعا رہا اس سے طالب نصرت رہا۔ کویت کو آزاد ہونا ہی تھا، کیونکہ ہم حق پر تھے اور صدام باطل پر۔

سعودی عرب اور کویت نے عراق ایران جنگ کے دوران جو کردار ادا کیا اس کی وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں ہے ایک عرب اور ہمسایہ ملک کے حوالے سے ہم پر جو ذمہ داری عائد ہوتی تھی ہم نے اسے ادا کیا، ایران بھی ہمارا پڑوسی اور مسلم ملک ہے لیکن ایران کی فوجی استعداد، قومی روح، اس کا جغرافیائی محل وقوع اور اس کا تہذیب و تمدن اس سب کچھ کے پیش نظر ہمارا یقین تھا کہ عراق کا ایران پر غلبہ تقریباً ناممکن ہے۔ اب یا تو ہم عراق کو ایران کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتے یا عراق کا ساتھ دیتے حالانکہ ہم صدام کے نظریات و مقاصد سے بخوبی آگاہ تھے۔

ہمیں کئی بار کہا بھی گیا۔ اور خود میں نے صدام سے بھی سنا، کہ وہ صرف اس صورت میں مطمئن ہوگا۔ جب بعث پارٹی کے نظریات تمام عرب ممالک پر مسلط ہو جائیں گے۔ اس کی سوچ غلط تھی غلط اس لیے تھی کہ بلاد عرب کا مستقبل صرف اور صرف عقیدہ اسلام سے وابستہ ہے میری تو دلی آرزو تھی کہ میں صدام سے ان خرافات کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بجائے یہ سُنتا کہ نصرتِ خداوندی اسی وقت عرب ممالک پر سایہ فگن ہوگی جب وُہ کتاب اللہ اور سنت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مضبُوطی سے تھام لیں گے۔ مگر اے کاش ایسا نہ ہو سکا۔ صدام کے نزدیک تو بعث پارٹی کے نظریات ہی اسے اتنا طاقت ور بنا سکتے تھے کہ وُہ جہاں چاہتا انہیں نافذ کر سکتا مگر یاد رہے کہ اُمتِ عربیہ کو نصرتِ خداوندی کی ضمانت اسی صُورت میں مل سکتی ہے جب وُہ کتاب اللہ اور سنتِ رسُول کے ساتھ بھی وابستگی کا اظہار کرے۔ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نصرتِ خداوندی نے ہمیشہ عربوں کا ساتھ دیا ہے اس نے ہر اس شخص کا ساتھ دیا جس نے عقیدہ توحید کو تھامے رکھا، خلوصِ نیت اور عقیدہ اسلام کی نشر واشاعت کا جذبہ اس کے لیے بُنیادی شرط ہے ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ عقیدہ توحید کے اساسی مقاصد میں نرم دلی، شفقت و مودت اور بصیرت کاملہ سرفہرست ہے۔

گزشتہ کئی صدیوں سے جن حالات و واقعات کا سامنا عالم اسلام اور عالم عرب کو کرنا پڑا ہے وُہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، اور ان کے گہرے مطالعہ سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ عقیدہ توحید صرف عربوں کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اس لیے کہ کسی عربی کو کسی غیر عربی پر کوئی فوقیت نہیں بجز تقویٰ کے ارشادِ خداوندی ہے (ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم) تم میں سے جو جتنا متقی ہوگا خدا کے ہاں محترم ٹھہرے گا۔

عقیدہ اسلام میں وُہ تمام اغراض و مقاصد پنہاں ہیں جن کا دنیاوی زندگی میں ارادہ کیا جاسکتا ہے اسلام ہر شخص کو اس کے ذاتی اور عمومی حقوق عطا کرتا ہے۔ اور جب اسے قوت کے استعمال کی ضرورت ہوتی ہے تو اسے ہر طرح کی قوت فراہم کرتا ہے۔

میں ہمیشہ سے یہ کہتا رہا ہوں کہ ہم کسی کے داخلی معاملات میں دخل نہیں دیتے۔ ہاں اگر ہم سے کوئی کسی مسئلہ میں کچھ دریافت کرنا چاہے تو اس صُورت میں معاملات کی وضاحت کرنا ہماری ذمہ داری ٹھہرتی ہے۔

گزشتہ کئی سالوں سے امتِ مسلمہ کو جن استعمار کا سامنا کرنا پڑا ہم اس سے آگاہ ہیں، یہ استعمار عربی ممالک میں ہوں یا افریقہ میں، ایشیا میں ہوں یا کسی اور جگہ اس کا سبب ایک ہی تھا کہ ہماری دلچسپی آخروی امور سے زیادہ دنیوی امور میں بڑھ گئی۔ دنیاوی ساز و سامان کو عقیدہ توحید پر ترجیح دی جانے لگی۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ عقیدہ توحید ابد الآباد تک قائم و دائم رہے گا انشاء اللہ العزیز۔

جہاں تک سعُودی عرب کا تعلق ہے۔ تو توفیق ایزدی سے کتاب اللہ و سنتِ رسُول کی تعلیمات کو ہی ہمارے خصوصی اور عمومی ہر طرح کے معاملات پر مکمل کنٹرول حاصل ہوگا۔ اس کے خلاف جو کچھ بھی ہوگا وُہ کسی صُورت بھی قابل قبُول نہ ہوگا۔

اللہ رب العزت کا فضل عظیم ہے کہ اس نے اس ملک اور اس کے باشندوں اور حکومت کو اسلام اصل اسلام، مکہ مکرمہ، بیت اللہ، مدینہ منورہ، مسجد نبوی کی خدمت کی سعادت بخشی سعُودی عرب کی حکومت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی اور عوام کی فطری ذمہ داریوں کے اعتبار سے اس کا مزاج کسی بھی دُوسرے ملک سے مختلف ہے، اور اسی حوالے سے ہم کسی بھی۔

چاہے اس کے مبلغین اسے اجتماعیت کے لیے کتنا مفید قرار کیوں نہ دیں ہاں ایسی باتوں کے اپنانے میں کوئی حرج بھی نہیں جو اسلام اور مسلمانوں کی معاشرتی اور دینی اقدار کے منافی نہ ہو، دریں حالات ہم کسی صورت میں بھی کسی بھی ایسے شخص کی ہرگز پرواہ نہیں کریں گے۔ جو ہمیں تخلف اور رجعت پسندی کا طعنہ دیتا ہے اور افسوس تو اس بات کا ہے کہ ایسی باتیں بعض عرب ممالک کی طرف سے بھی کی جاتی ہیں۔

ہم رجعت پسند اس لیے ٹھہرے کہ کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں، مگر عیب نہیں سراسر باعث افتخار اور باعث تکریم ہے اور اسی پر ہمیں ناز ہے۔ اس لیے میں صراحتاً کہنا چاہتا ہوں کہ میرا تو اللہ تعالیٰ سے معاہدہ ہے کہ ہماری حکومت کی بُنیاد صرف عقیدہ توحید ہے۔ اس بارے کسی بھی چھوٹے بڑے کی مخالفت کی ہمیں پرواہ نہیں ہے۔

ہم تعلق باللہ کی وجہ سے ہی مضبُوط و توانا ہیں۔ اگر ہم پر کوئی غالب آنے کے عزائم رکھتا ہے تو وُہ نامراد رہے گا۔ غلبہ ہمارا ہوگا کہ نصرت خداوندی پر ایمان ہمارا ہے۔ سنتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری دلی وابستگی ہے اور خلفاء راشدین اور ائمہ دین کی تصریحات ہماری راہنما ہیں۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ دُنیا کے گوشے گوشے میں نئی مساجد تعمیر ہو رہی ہیں اسلامی لائبریریاں بنائی جا رہی ہیں اور دعوتِ اسلام عام ہو رہی ہے جو اس امر کی ٹھوس شہادت ہے کہ اس کائنات کے باسیوں نے تمام خود ساختہ نظامہائے حیات کو آزما لیا ہے۔ اور اب وُہ سمجھ رہے ہیں، کہ عقیدہ اسلام ہی وُہ بہترین راہ عمل ہے جس میں دنیوی اور آخروی ثمرات پنہاں ہیں۔ لہٰذا جو شخص بھی دین و دُنیا میں خیر و فلاح کا متمنی ہے۔ اسے کتاب و سنت کو تھامنا ہوگا۔ عالم اسلام کا اصل مرکز عالم عرب ہی ہے۔ حکومتی اور عوامی سطح پر ہمارے کئی ایک مسلمان بھائی ہیں، وُہ افریقہ میں ہوں یا امریکہ میں یورپ میں ہوں یا ایشیا میں یا دنیا کے کسی بھی حصے میں ہم ان کا احترام کرتے ہیں۔ ان کی قدر افزائی کرتے ہیں اور کتاب اور سنتِ رسُول کی تائید و حمایت کے لیے ہمیشہ ان سے روابط رکھتے ہیں خلیجی ممالک میں گذشتہ دنوں جو کچھ ہوا المیہ سے کم نہیں اور سب کچھ ان لوگوں کی طرف سے ہوا جن کے کویتی ہمیشہ ممد و معاون رہے ہیں۔ اور میں ایک بار پھر کہونگا کہ ہم نے کبھی ایران پر عراقی غلبہ کے لیے اس کی مدد نہیں کی تھی ہمارا تجربہ اور مشاہدہ بھی یہی تھا کہ عراق کبھی ایران پر غالب نہیں آسکتا اس کی وضاحت کی مزید ضرورت نہیں ہے۔

ادھر ایران بھی ہمارا پڑوسی ملک ہے ایران سے بھی ہمارے کئی طرح کے تعلقات ہیں، وُہ خلیجی ممالک سے قریب تر ہے، عراق اور گذشتہ عراقی حکمرانوں کا کردار بھی جانا پہچانا ہے عراق کی اسلامی تاریخ، اسلام اور اہل اسلام کے لیے اس کی خدمات بھی ہمارے سامنے ہیں مگر افسوس کہ حالات تبدیل ہونے لگے اور معاملہ یہاں تک پہنچا کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مزید کچھ دیکھنے سننے کی ضرورت نہیں ہے۔

عراق چاہتا ہے کہ ہم پر خود ساختہ اور لادینی نظریات مسلط کر دے اور اپنے ہی بھائیوں پر کنٹرول حاصل کرے اور انہیں بے بس کر دے۔

شاید وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ گزشتہ ادوار میں اس نے جو طاقت حاصل کی صرف وہی اس کی کامیابی کی ضمانت ہے۔

عراق کویت تعلقات بحران کا شکار ہونے لگے ہم نے ہر ممکن کوشش کی کہ کسی طرح حالات سدھر سکیں آخری کوشش اس وقت ہوئی جب فریقین سعودی عرب میں جمع ہوئے ہمیں یقین تھا کہ مخلصانہ انداز میں معاملات طے ہو جائیں گے کیونکہ وہ ایک ایسی مقدس سرزمین پر جمع ہوئے ہیں جس کا سبھی احترام کرتے ہیں۔ اس یقین کے ساتھ مجلس برخاست ہوئی کہ دوبارہ ملاقات بغداد میں ہوگی۔

لیکن ہوا کیا، ہم نے اندوہناک خبر سنی کہ رات کی تاریکی میں کویت پر قبضہ کر لیا گیا ہے، حالانکہ عراقی صدر سے معاہدہ ہو چکا تھا کہ وہ کویت کی آزادی اور خود مختاری کا احترام کرے گا۔ اور اگر اس کا کوئی حق ہے بھی تو کویت قانونی حقوق کی اساس پر مذاکرات کے لیے تیار ہے۔ میں ان باتوں سے بخوبی آگاہ تھا۔ امیر کویت اور صدام سے میرا مسلسل رابطہ تھا۔ مذاکرات میں کوئی اختلاف بھی نہ تھا۔ مگر چند ہی لمحات میں کیا سے کیا کچھ ہو گیا اب جو کچھ ہوا سب نے دیکھ لیا۔ حق غالب آگیا اور باطل کا انجام بھی آپ نے دیکھ لیا۔ یہ سب کچھ خدائے لم یزل کا احسان ہے، اور کرم ہے اگر ہم فوجی توازن کا جائزہ لیں تو عراقی فوجی قوت ہم سے بڑھ کر تھی۔

عراق نے سعودی عرب اور کویت سے جو امداد حاصل کی وہ عراقی تعمیر و ترقی پر خرچ تو نہ ہو سکی البتہ اس سے فوجی طاقت میں اضافہ ضرور ہوا، اور پھر ہم پر ہی وار کر دیا گیا۔ اور یہی اس کا منصوبہ تھا۔ جیسا کہ امیر کویت نے گزشتہ روز مجھ سے بیان کیا۔ امیر کویت نے کہا کہ جب ہم بغداد کانفرنس میں شریک تھے۔ تو میں نے صدام سے پوچھا کہ آپ نے تو کویت آنے کا وعدہ کیا تھا، اتنا عرصہ گزرا مگر آپ نہیں آئے تو صدام کا جواب تھا۔

"ہم چند ماہ میں کویت آئیں گے" میں نے کہا آپ کے آنے کا ہمیں علم ہونا چاہیئے تاکہ ہم مناسب انتظامات کر سکیں تو صدام کا کہنا تھا۔ نہیں اس کی ضرورت نہیں میں کویت آؤنگا تو آپ کو علم بھی نہ ہوگا، یہ باتیں امیر کویت نے خود مجھے بتائیں۔

امیر کویت نے صدام سے مذاکرات کی تفصیلات میں جاتے ہوئے مجھے بتایا کہ صدام نے مجھے کہا کہ عراقی اور کویتی سرحدوں کے تعیّن کے بارے میں ہمارے نمائندے مصروف گفتگو ہیں لیکن میں یہ بات زور دیکر کہتا ہوں کہ معاملات آئندہ چند ماہ میں حل کر لونگا میرا دورہ کویت اور ان مسائل کا حل اچانک اور ایک ساتھ ہی ہوگا امیر کویت نے مزید کہا کہ ہمارے اور عراق کے مابین سرحدی معاملات کے علاوہ کوئی مسئلہ تصفیہ طلب نہ تھا۔ اس بارے بھی ہم نے کھلے دل سے کہا تھا کہ ہم کسی بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرب یا اسلامی ملک میں جہاں آپ چاہیں مذاکرات کے لیے تیار ہیں۔ اور اگر آپ کا کوئی قانونی حق ثابت ہوا تو آپ اُسے شوق سے لے سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ عدلُ انصاف کا تقاضا یہی تھا۔ اور یہی کچھ امیر کویت بھی صدام سے کہہ رہے تھے کہ اگر آپ عالم عرب کو عمداً کسی مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتے تو ہم عالمی عدالت انصاف سے رجوع کرتے ہیں وہاں سے جو بھی فیصلہ ہوگا۔ ہم اس پر مطمئن ہوں گے۔

کویت نے مذاکرات کا دروازہ بند نہیں کیا تھا ادھر جب رات کے وقت کویت پر قبضہ کر لیا گیا تو میں نے پوری کوشش کی کہ صدام سے رابطہ قائم ہو سکے مگر مجھے کہا گیا کہ صدام فون سے بہت دور ہے ان کے پاس فون نہیں ہے۔

کیا یہ بات قرین قیاس ہے: ایک سربراہ مملکت آزاد کویت پر قبضہ کرتا ہے اور کسی سے بات کرنے کے لیے اس کے پاس فون بھی نہیں۔ اس سے یہی اخذ ہوتا ہے کہ صدام مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتا دن کو تقریباً دس بجے اس نے ذاتی طور پر مجھ سے بات کرنا چاہی مگر اس وقت میں اس کے لیے تیار نہ تھا۔

پھر صدام نے کہا فون پر کسی اور کی وضاحت نہیں ہو سکتی اور نہ ہی مطلوبہ مقاصد حاصل ہوئے ہیں، میں اپنے نائب کو بھیج رہا ہوں، ادھر معاملہ حد سے تجاوز کر چکا تھا عراقی افواج کویت میں داخل ہو چکی تھیں، پھر بھی میں نے کہا کہ ہم آپ کے نمائندے کا انتظار کریں گے۔

جب صدام کا نائب پہنچا تو امیر عبداللہ بن عبدالعزیز بھی موجود تھے مجھے توقع تھی کہ صدام کا نائب موجودہ حالات میں سعودی عرب کے ذمے یہ بات لگائے گا۔ کہ وُہ موجودہ مشکلات کے حل کے لیے مقدور بھر سعی کرے اور ہمیں یقین دلائے گا۔ کہ عراق کویت سے اپنی افواج واپس بلانے کو تیار ہے، میں سوچ رہا تھا کہ عراقی افواج کویت کی موجودہ پوزیشنوں سے ہٹ کر اپنی سابقہ پوزیشنوں میں آنے سے اتفاق کرے گی مگر یہ تو میری سوچ تھی، عراقی صدر کے نائب نے تو یہ کہا کہ جناب میں صدام کا نمائندہ بن کر صرف بتانے آیا ہوں کہ کویت عراق کا اٹوٹ انگ ہے۔

میں یہ سُن کر ششدر رہ گیا اور کہا کہ اور بھی کوئی بات آپ کے پاس ہے اس نے کہا نہیں بس یہی کچھ میں صرف یہی بتانے آیا ہوں۔ اس سے میں بخوبی سمجھ گیا کہ سب کچھ سوچے سمجھے باقاعدہ منصوبے کے تحت کیا گیا ہے۔

میں نے عراقی نمائندے سے کہا وہاں نہ کوئی اصل ہے اور نہ کوئی فنٹ ہم نے تاریخ کا مطالعہ کیا ہے ہم عراق کو بھی جانتے ہیں اور گذشتہ اڑھائی سو سال سے کویت کو بھی جانتے ہیں۔ اس طویل عرصہ میں کبھی عراق نے کویت سے دست درازی نہیں کی ہاں یہ دُرست ہے کہ خود عراقی علاقے عرصہ دراز تک ایک دُوسرے میں ضم ہوتے رہے اب بھی یہ کہا جاتا ہے کہ شمالی عراق کے اکثر حصے شہر بغداد اور بصرہ کے ساتھ نہیں تھے میں نے اسے کہا کہ بن ابکر اور صدام حسین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے از خود ایک معاہدہ پر دستخط کیے تھے اور یہ معاہدہ عراق اور کویت کے درمیان ہوا تھا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تم نے کویت کو تسلیم کیا ہے پھر تم نے کویت سے سفارتی تعلقات قائم کیے اور کسی بات پر کبھی کوئی احتجاج نہ کیا۔

میں نے مزید کہا ممکن ہے تمہارے اسلاف کے کوئی خفیہ اور طے شدہ مقاصد ہوں اور آج تم نے معاملات کو یوں رنگ دے دیا، کویتی، عراقی اور کبھی خلیجی مطمئن تھے کہ دوستانہ اور برادرانہ انداز میں معاملات طے ہو رہے ہیں۔ سفارتی تقریبات منعقد ہوئیں، بین الاقوامی فورم اور عرب لیگ میٹنگوں میں اس معاہدے کو پیش کیا گیا، اور باقاعدہ اعلانات کے ذریعے اس پر مہر تصدیق ثبت کی گئی اس سے ہر کوئی آگاہ ہے آج کہا جا رہا ہے کہ کویت عراق کا حصہ تھا۔ اگر کبھی عراق کے کئی حصے تھے تو پھر موصل عراق کا حصہ نہیں تھا کیونکہ عام طور پر بصرہ اور کوفہ ہی عراق کہلاتے ہیں۔ بس یہی کچھ یا کچھ اور بھی؟

لیکن اس کے باوجود بھی ہم غیر متعلقہ باتوں میں نہیں پڑنا چاہتے اگر ہم یہ تسلیم کر بھی لیں کہ کویت عراق کا حصہ ہے اور وہ اپنے اصل میں ضم ہو گیا ہے، تو پھر آپ نے غلط انداز اپنایا ہے۔ میں چاہوں گا کہ آپ مجھے مطمئن کریں۔

اس گفتگو کے دوران عراقی مندوب نے مختصراً صرف یہ کہا کہ میرے پاس وضاحت کے لیے کچھ نہیں ہے صدام کہتا یہی ہے کہ کویت عراق ہی کا حصہ ہے۔ وہ اصل حالت میں واپس آ گیا ہے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

اب میں سمجھا کہ بحث کا کوئی فائدہ نہیں۔

آپ جانتے ہیں عرب حکمرانوں نے، عالم اسلام کے قائدین نے نیز یورپی امریکی اور افریقی راہنماؤں نے بھی صدام کا دروازہ کھٹکھٹایا تاکہ صدام کو اس سنگین غلطی اور اس کے نتائج سے آگاہ کیا جائے اسے مزید ایذا رسانی سے باز رکھا جائے اور اسے کویت خالی کرنے پر آمادہ کرنے کے لیے مقدور بھر سعی کی جائے۔ آخر کار اسے صراحتاً کہا گیا کہ اگر آپ غیر مشروط طور پر کویت خالی کر دیں تو ہم ضمانت فراہم کریں گے کہ عراق پر حملہ نہیں کیا جائے گا۔ بین الاقوامی اداروں میں یہی کہا گیا مگر صدام تھا کہ بار بار حقارت سے اس پیشکش کو ٹھکراتا رہا۔

بہت سے عرب راہنما اور دیگر ذمہ دار حضرات سعودی عرب تشریف لائے اور مجھے کہا کہ صدام آپ سے مل کر موجودہ قضیہ حل کرنے کے لیے تیار ہے۔ اس نے ٹی وی پر بھی یہی کہا ہے۔ ان زعماء کو میں نے جواب دیا کہ میں صدام کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ صرف پروپیگنڈہ کا ایک موقع چاہتا ہے۔ میرا تجربہ یہی کہتا ہے میں صدام کو ۱۹۷۵ء سے جانتا ہوں۔

میں نے یہ بھی کہا کہ اگر مذاکرات سے مسئلہ حل ہوتا ہو تو مجھے اس سے انکار نہیں لیکن میرے اطمینان کے لیے ضروری ہے کہ آپ صدام سے اس کی دستخط شدہ تحریر لائیں جس پر غیر مشروط طور پر کویت خالی کرنے کا اعلان کرے ۱۹۶۳ء کے معاہدہ کے احترام کا اعلان کرے پھر ہم مل بیٹھ کر دیگر امور پر گفتگو کر سکتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اگر آپ چاہیں کہ ہم ایسے مل بیٹھیں تو یہ ناممکن ہے شاید آپ کو علم ہو گا یا نہ ہو مگر حقیقت یہی ہے کہ اس طرح صدام کو نعرہ بازی کا ایک سنہری موقع مل جائے گا۔ اور میں یہ نہیں چاہتا لیکن اس کی اس چال کو سمجھتا ہوں میں اس کی بات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ میں اس سے بخوبی آگاہ ہوں میرے کئی بھائی مجھ سے پوچھتے ہیں کہ آپ صدام سے ملاقات کرنے سے گریزاں کیوں ہیں؟ میں گریزاں نہیں ہوں۔ میں کسی بھی شخص کے ساتھ ملاقات کرنے کے لیے تیار ہوں، بشرطیکہ اس میں عالم اسلام اور خاص طور پر اس خطے میں عرب قوم کا کوئی فائدہ ہو۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اب صدام تنہا رہ گیا ہے وہ پروپیگنڈہ چاہتا ہے بس۔

بعض لوگ جو خود ان مشکلات کے پیدا کرنے میں شریک ہیں بغداد میں صدام سے ملاقات کرتے ہیں اور کہا یہ جاتا ہے کہ ہمارا مقصد وحید عراق کویت قضیہ کا کوئی حل تلاش کرنا ہے، مگر وہ ناکام واپس آتے ہیں اس لیے کہ صدام صرف چاہتا یہ ہے کہ انہیں ٹی وی پر صدام کے سامنے دکھایا جائے صدام صرف چند منٹ ان کے ساتھ رہتا ہے اور پھر انہیں دوسروں کے حوالے کر دیا جاتا ہے میرے بہت سے بھائی مجھ سے ناراض ہیں بعض تو یہاں تک کہتے ہیں کہ میں اس مسئلہ کو حل نہیں کرنا چاہتا لیکن میں نے انہیں بتایا کہ میں ایک شخص ایسا ہوں جو اس مسئلہ کا حل چاہتا ہے۔ سعودی حکومت اور سعودی عوام ہی اس مسئلہ کو امن و آشتی سے حل کرنا چاہتے ہیں، مگر میں یہ بھی جانتا ہوں کہ صدام صرف پروپیگنڈہ چاہتا ہے اور میں اسے یہ موقع نہیں دینا چاہتا اگر وہ مخلص ہے تو دستخط شدہ تحریر بھیجے میں بھی اس پر دستخط ثبت کر دوں گا بس یہی ایک صورت ہے پھر ہم سرحدی معاملات کو طے کرنے کے لیے مذاکرات کر سکتے ہیں لیکن پہلے میں صدام سے ملوں تو یہ ناممکن بات ہے۔

ہمارے بعض بھائیوں نے ممکن ہے اس کا یہ مطلب لیا ہو کہ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی صدام سے ملاقات کرے لیکن یہ بات نہیں جب ہم نے انہیں حقائق سے روشناس کروایا تو وہ خود بھی اس بات کے قائل ہوئے چونکہ صدام اب تنہا رہ گیا ہے لہذا وہ پروپیگنڈہ کا موقعہ چاہتا ہے اور بس۔

جہاں تک ہمارے ان عرب بھائیوں کا تعلق ہے جو صدامی کیمپ میں شمولیت اختیار کر چکے ہیں تو میں بڑے افسوس کے ساتھ عرض کروں گا کہ اگر انہوں نے یہ تصور کر لیا ہے کہ وہ صدام کو مطمئن کر سکتے ہیں تو ان کی غلطی ہے۔ وہ اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ صدام کسی عقلی اور منطقی بات کو قبول نہیں کر سکتا اس کے باوصف صدام سے ان کے تعلقات بدستور قائم ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ جملہ امور کا حل ہمارے اختیار میں ہے لیکن آخر کار انہیں بھی کچھ میسر نہ آیا۔ غالباً اب انہیں یقین آگیا ہو گا۔ کہ صدام کا مقصد صرف کویت کو ہڑپ کرنا تھا۔ اس کا تو کچھ سعودی علاقے پر قبضہ جمانے کا پروگرام تھا اور ہم نے شروع سے ہی بھانپ لیا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ ہم نے دو اگست تک کوئی سرکاری اعلان جاری نہیں کیا تھا۔ بعض شر پسند اور کم عقل لوگوں نے پروپیگنڈہ کیا کہ سعودیہ اور عراق کی سازش ہے کہ کویت کو باہم تقسیم کر لیا جائے لیکن ۲۳ / اگست کو ہم نے ایک بیان جاری کیا۔ اور تمام مسلمانوں اور دیگر دوستوں سے درخواست کی کہ امکانی حد تک سعودی افواج سے تعاون کیا جائے۔ ہم عرب ممالک اور دیگر مسلم ممالک اور غیر مسلم دوستوں کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہم سے تعاون کیا۔ اور توفیق ایزدی سے حالات کو معمول پر لانے میں ہماری مدد کی نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔

الحمد للہ ہمارا کوئی نقصان نہیں ہوا یہ اس امر کی دلیل ہے کہ یہ سب کچھ نصرت ایزدی سے ہوا ہمیں ان مسلح افواج کا تعاون میسر آیا۔ جنہوں نے صدام کی بے پناہ عسکری قوت سے بھرپور ٹکر لی۔ لیکن ہمارے ہاتھ سے کچھ نہیں گیا۔ یہ افواج ہمارے دوستوں کی افواج ہیں۔ اس بات پر اتفاق ہو چکا ہے۔ اور اعلان بھی ہو چکا ہے کہ انہیں واپس جانا ہوگا۔

جو کچھ ہوا اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے کسی کی چکنی چپڑی باتوں میں نہیں آنا چاہیئے۔ متعدد بار ایسا ہوتا رہا کہ بعض عرب ممالک نے بعض دوسروں پر کئی زیادتیاں کی ہیں، ہمیں اپنے مسائل کے حل کے لیے عرب لیگ کے دائرہ میں رہ کر جدوجہد کرنا ہے اور اس کے فیصلوں کو تسلیم کرنا ہے بسا اوقات عرب لیگ کے فیصلوں کو رد کر دیا جاتا ہے۔ اور اب بھی ایسا کیا جا رہا ہے۔ عرب لیگ میں شامل میرے بعض عرب بھائیوں کو جنہوں نے ان فیصلوں کو رد کر دیا ہے۔ اور اب بھی ایسا کیا جا رہا ہے۔ عرب لیگ میں شامل ہمارے بعض عرب بھائیوں کو جنہوں نے اس کے فیصلوں کو ٹھکرا دیا موجودہ حالات میں عرب کا کافی سامان ہے۔

ہم عرب لیگ کے وجود کے حق میں ہیں اور اس سے موثر کردار کی توقع کرتے ہیں۔

میں امیر کویت کویتی عوام کو تہہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جلد حالات کی اصلاح فرمائی، اسی طرح سعودی مسلح افواج نیشنل گارڈ اور امن فورس کو بھی مبارک پیش کرتا ہوں، ہم ان سب لوگوں کے شکر گزار ہیں جنہوں نے ہم سے تعاون کیا اس طاقت کے خلاف تعاون کیا۔ جس نے بڑے پیمانے پر طاقت بنا رکھی تھی۔ اور اپنے ہی بھائیوں کے خلاف جارحیت کا ارتکاب کرنے کے لیے لاکھوں ملین خرچ کر رہے تھے۔ لیکن خالق ارض وسما نے چاہا کہ اسے غلط راہ کے انتخاب کا مزہ چکھا دیا جائے آج وہ بدترین قسم کے حالات سے دوچار ہے اس کے اندرونی حالات ہم سب کے سامنے ہیں اور یہ سب کچھ اس کی اپنی ہی کمائی ہے میں ایک بار پھر عرض کروں گا کہ سعودی عرب پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ اسے مکہ مکرمہ بیت اللہ، مدینہ منورہ اور مسجد نبوی کی خدمت پر لگا دیا ہے ہم کسی بھی ایسے نظریہ اور عقیدہ کو تسلیم نہیں کر سکتے جو کہ عقیدہ توحید کے منافی ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعودی حکمران ہوں یا عام سعودی باشندے ان میں سے کوئی بھی کسی مخالف اسلام بات کو تسلیم نہیں کریں گے چاہے لوگ ان کی تعریف میں کتنے ہی رطب اللسان ہوں، ہمارے لیے واجب التسلیم حکم ایک ہی ہے اور وہ ہے کتاب وسنت، ہمارے لیے شرعاً جو جائز ہے اسے جائز سمجھیں گے۔ جو حرام ہے اسے حرام سمجھیں گے۔ ہم خدائے بزرگ وبرتر کے علاوہ کسی سے کچھ نہیں مانگتے اس کے علاوہ کسی کے سامنے نہیں جھک سکتے ہمارا محور صرف اور صرف شریعت مطہرہ ہے لہٰذا کوئی بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

ہرگز نہیں میرے بھائیو کسی کے ذہن میں نہیں آنا چاہیئے کہ ہم کسی ایسی چیز کا تجربہ کریں گے جو کتاب وسنت کے تصریحات اور خلفاء راشدہ کی تعلیمات کے خلاف ہوگا ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ اس نے ہمیں کسی کا دست نگر نہیں بنایا ہمیں فخر ہے کہ ہم نے سب کی مدد کی ہے عرب ممالک ہوں یا اسلامی افریقی ہوں یا ایشیائی ہم نے کثیر رقوم خرچ کر کے سب کے ساتھ بھرپور تعاون کیا ہے کہ ہم نے کسی پر احسان نہیں جتلایا مگر صد افسوس پھر بھی ہمیں یہ طعنہ دیا جاتا ہے کہ سعودیوں نے دوسروں کے لیے کچھ نہیں کیا، ایک وقت آئے گا کہ پردہ اُٹھے گا اور یہ بات سب کو معلوم ہو جائے گی کہ سعودی حکومت نے کیا کچھ کیا ہے۔ ہم نے اتنی زیادہ رقم خرچ کی کہ کسی کے تصور میں بھی نہ ہو۔ لیکن ہم کسی پر احسان جتلانا نہیں چاہتے یہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ سعودی حکومت نے اپنے عوام کو کیا دیا۔ تو ہماری عوام اس سے بخوبی آگاہ ہیں۔ سعودی حکومت پر جب اللہ تعالیٰ نے خیر وبرکت کے دروازے کھول دیئے تو اس نے اپنے عوام سے کبھی بخل نہیں کیا نہ زرعی میدان نہ صنعتی میدان نہ تعمیر وترقی کے میدان میں اور نہ ہی کسی دیگر شعبے میں ہم نے ہزاروں ملین سعودی شہریوں کے آرام کے لیے خرچ کیے نہ کسی پر احسان جتلایا نہ ایذا دی۔

میں ایک بار پھر یہ کہنا چاہوں گا کہ یہاں پر چھوٹا بڑا جملہ امور میں شریعت اسلامیہ کی پابندی کرتا ہے، ہماری حکومت کے لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ کسی معاملے میں شرعی احکامات کی مخالفت کرے۔ ہمارے سامنے ایک روشن راستہ ہے، سعادت مندی کا راستہ اور ایک ایسا راستہ جو ہمارے دنیاوی اور اخروی معاملات کا ضامن ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ سعودی عرب پسماندہ ہے۔ پسماندہ کیسے ہے؟ اس لیے کہ ہم کوئی ایسا اقدام نہیں اٹھاتے جس میں انسانیت کا فائدہ نہ ہو۔

ذرا ہمیں ایسے لوگوں کی کوئی پرواہ نہیں ہونی چاہیئے وہ کچھ بھی ہوں۔ ہم صراط مستقیم پر گامزن ہیں ہم خدا سے اُمید کرتے ہیں کہ وہ اپنے دین کی نصرت فرمائے گا اور کلمے کو بلند رکھے گا۔ اور ہمیں ہمیشہ کتاب و سنت کا پیروکار بنائے رکھے گا۔ اس کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں کسی بھی مسئلہ میں کسی کا بھی محتاج نہیں رکھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعودی حکومت جو کچھ اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے دُنیا کے گوشے گوشے میں کر رہی ہے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری ذمّہ داری ہے کہ جس کو ہم نے ادا کرنا ہے۔ ہم نے کبھی کسی کو تکلیف نہیں دی، کبھی کسی کے اندرونی معاملات میں دخل نہیں دیا کبھی کسی کے لیے مسئلہ کھڑا نہیں کیا۔ اور نہ کسی کے خلاف کبھی سازش کی ہے جن پیمانوں سے سعودی عرب کو جانچا جاتا ہے۔ میں زندگی بھر ان کا تذکرہ نہیں کرونگا، نہ ہمارے آباؤ اجداد نے ایسا کیا اور نہ ہی ہم ایسا کریں گے نہ کسی کے خلاف سازش کریں گے اور نہ کسی کو دھوکہ دیں گے ہمارے ہاں عرب ممالک کی کثیر تعداد موجود ہے ان کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں، لیکن ہم ان سے اُمید ضرور کریں گے، وہ بھی غیر متعلقہ امور میں مداخلت نہیں کریں گے۔

میں رب العزت سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ اپنے دین کی مدد فرمائے کلمۂ حق کا بول بالا فرمائے، اور ہمیں ہمیشہ صراطِ مستقیم پر گامزن رکھے اور مسلمان جہاں بھی ہوں انہیں ایک پلیٹ فارم پر متحد فرمائے۔ بحمد اللہ اپنے ہاں لاکھوں مسلمانوں کی رہنمائی کریں گے یہ ہماری ذمّہ داری ہے، اس مقصد کے لیے ہمارے پاس کئی ایک جامعات ہیں، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں دُنیا کے گوشے گوشے سے اسّی سے زیادہ جنسیات کے طلبہ زیرِ تعلیم ہیں جامعہ اسلامیہ اسلام اور مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت کر رہی ہے۔

اس طرح جامعہ الامام محمد بن سعود، جامعہ ام القریٰ اور دوسری جامعات ہیں جن میں دُنیا کے گوشے گوشے سے مسلمان طلباء زیرِ تعلیم ہیں۔

میرے بھائیوں ہم عراقی عوام کے لیے سوائے اس کے اور کچھ نہیں چاہتے کہ وہ صراطِ مستقیم پر گامزن ہوں اب انہوں نے محسوس کر لیا ہوگا کہ ان کی قیادت انہیں کیسی تباہی سے دوچار کر رہی تھی۔

عراقی قوم عرب قوم ہے بلادِ عرب میں ہر ظالم کا انجام وہی ہوا جو آج ظالم کا ہوا۔ بحمد اللہ کویت میں حالات معمول پر آگئے ہیں ہم سے تقاضا کرتے ہیں کہ ہم سب شریعت اسلامیہ کو اپنا کر ہی تسلیم کریں اور اسی کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالیں۔

جو لوگ پورے ملک کے دور دراز کے علاقوں سے یہاں تشریف لائے ہیں، ان کا شکرگزار ہوں میں اپنے کویتی بھائیوں کا بھی شکرگزار ہوں۔ اور آئندہ ان کی کامیابیوں کیلئے دُعا گو ہوں۔

اگرچہ شدید تباہی کے بعد ہی سہی کویت آزاد ہوا میں نے اپنی آنکھوں سے ٹی وی پر عراقی بربریت کے دل فگار منظر دیکھے تیل کے کنویں جلتے ہوئے دیکھے ہسپتالوں کے سٹوروں سے نکالے جانے والے لاشے دیکھے، جنہیں عراقیوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر کے سردخانوں میں ڈال دیا تھا یہ ایسے مناظر ہیں کہ دیکھنے والا پکار اٹھتا ہے کیا مسلمان بھی ایسا کر سکتے ہیں۔

آخر میں بلادِ اسلامیہ کے لیے دُعا گو ہوں اللہ تعالیٰ انہیں اپنی توفیق سے نوازے ہمیں اتحاد و اتفاق نصیب فرمائے اپنے دین کی نصرت فرمائے حق کا علم بلند ہو، اور ہمیں شریعت اسلامیہ سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزادی کویت کے بعد شاہ فہد
اور امیر کویت کے نام مبارکبادی پیغامات

الاستاذ مبشر احمد
فاضل مدینہ یونیورسٹی

بحمد اللہ نصرت خداوندی سے عراق جارحیت ختم ہوئی، کویت آزادی سے ہمکنار ہوا اس مبارک موقعہ پر کئی عالمی اور عرب لیڈروں نے خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز کو امیر کویت کی طرف سے جو پیغام موصول ہوا مندرجہ ذیل ہے۔

خادم حرمین شریفین برادر محترم شاہ فہد بن عبدالعزیز حفظہ اللہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہمارے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے ہم اپنے دلی جذبات واحساسات کا اظہار کر سکیں اور نہ ہی عبارات ہمارے اس جذبہ تشکر کا ساتھ دے سکتی ہیں جو ہمارے اور کویتی عوام کے دلوں میں آپ کی ان برادرانہ مخلصانہ کاوشوں کے بارے موجود ہیں، جو آپ نے کویتی عوام کی ابتلاء کی گھڑی میں کیں۔

آزادی کویت پر آپ، شاہی خاندان اور سعودی عوام کو جو حقیقی خوشی ہوئی ہے اس کا ادراک صرف ہم ہی کر سکتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ مسئلہ کویت آپ کا اپنا مسئلہ تھا۔

گزشتہ سات ماہ آپ نے شدید رنج وکرب میں گزارے تاوقتیکہ اللہ رب العزت نے آپ کو کامیابی سے نوازا۔

اور غاصب دشمن کو نادار کرکے ہمیں آزادی جیسی عظیم نعمت سے ایک بار پھر نوازا۔ اس دوران آپ نے جس قدر زر کثیر صرف کیا اور بڑے کٹھن مراحل طے کرکے جو کردار ادا کیا۔ وہ کویتی عوام کے دلوں میں ہمیشہ موجود رہے گا۔ اور اسے تاریخ عالم میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا آپ نے برادرانہ تعاون صحیح اسلامی روح کی جو سنہری روایات قائم کی ہیں ان سے تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا ہے۔

میں دل کی گہرائی سے محسوس کرتا ہوں کہ وہ تعلقات جو ہمارے اور آپ کے خاندان نیز سعودی اور کویتی عوام کے مابین استوار ہیں، وہ مزید مضبوط ہونگے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس ناگوار تجربہ کا روشن پہلو یہ ہے کہ آپ اور سعودی عوام نے اپنے کویتی بھائیوں کے لیے قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں ان سے آپ کی عظمت اور خاندانی وجاہت و وقار جھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔

اگر مشکلات و مصائب مردان احرار کو کندن بناتی ہیں تو بیشک گزشتہ حالات نے آپ کو عظیم المرتبت رہنما کے رنگ میں پیش کیا ہے۔

آپ نے سیاسی اور جنگی ہر دو میدانوں میں اپنی عظمتوں کا لوہا منوایا ہے۔ خون کا نذرانہ ہو یا مال و متاع کا آپ نے ہر طرح شریعت اور قرآنی احکامات کے مطابق جوانمردی اور شجاعت کا مظاہرہ فرمایا ہے۔

برادرم محترم ہمارے اور آپ کے بیٹوں کے خون سے سعودی اور کویتی سرزمین کی رنگین اخوت و مودت اتحاد و مقاصد اور حق و انصاف کے قیام کے لیے مشترکہ عزائم کی عکاس ہے۔ میں اپنی اور کویتی عوام کی طرف سے سعودی شاہی خاندان اور شہداء کے ورثاء سے اس تعزیت کا اظہار کرتا ہوں اور رب العزت سے دعاگو ہوں کہ وہ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور جنت کا وارث بنائے آمین۔

میں ایک بار پھر آپ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس عظیم کامیابی پر مبارکباد پیش کرتا ہوں جو کہ نصرت خداوندی آپ کے سیاسی اور فوجی کردار جلیلہ بھائیوں اور دوستوں کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ اللہ ہمارا اور آپ کا حامی و ناصر ہو

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا بھائی جابر الاحمد الصباح

امیر کویت

امیر کویت کے پیغام تہنیت کے جواب میں شاہ فہد بن عبدالعزیز کا امیر کویت کے نام جوابی تار جو اسطرح ہے۔

الاخ العزیز الشیخ جابر الاحمد الصباح امیر کویت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

آپ اور کویتی عوام کے ان برادرانہ جذبات سے معمور آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔

آپ نے جن جذبات واحساسات کا اظہار فرمایا میں تہہ دل سے اس پر آپ کا شکر گذار ہوں آزادی کویت کی صورت میں فتح مبین پر جو مسرت وشادمانی کویتی عوام کو میسر آئی ایسی ہی خوشی ہر سعودی اپنے دل کی گہرائی سے محسوس کرتا ہے۔

حصول آزادی کے لیے آپ اور کویتی عوام کی جدوجہد اور میدان عمل میں ثابت قدمی انتہائی درجہ قابل قدر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ظلم واستبداد ہر طرح کی تعذیب وسنگدلی کے باوجود نامراد رہا آزادی کویت کا تحفہ ہمارے اس عزم راسخ کا نتیجہ ہے کہ باطل کا پرچم ہمیشہ سرنگوں ہوتا ہے اور نصرت خداوندی سے حق ہمیشہ غالب نظر آتا ہے۔

باطل جس روپ اور دھج کے ساتھ بھی میدان میں آئے۔ اس کا انجام کار نامرادی سے ہی دوچار ہوگا یہی سنۃ اللہ ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کامیابی اور کامرانی کی گھڑی ہم خدائے بزرگ برتر کے حضور دست بدعا ہیں، کہ وہ ہمارے وطن کو امن وسلامتی کی نعمت سے نوازے اور ان شہداء پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے جنہوں نے اپنے دین اور وطن کے دفاع میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا

والله رب العالم

آپ کا بھائی

خادم الحرمین الشریفین

آزادی کویت کے بعد خادم الحرمین الشریفین نے نیشنل گارڈ کے سربراہ ولی عہد شہزادہ عبداللہ بن عبدالعزیز کے نام جو پیغام تہنیت ارسال فرمایا درج ذیل ہے۔

برادرم محترم عبداللہ بن عبدالعزیز رئیس نیشنل گارڈ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

یہ بات حد درجہ باعث مسرت اور شادمانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اپنی نصرت و توفیق سے نوازا اور ہمیں عزت بخشی اسی کی توفیق تھی کہ ہم نصرت حق اور عدل وانصاف کا دامن اٹھانے کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے، عراق استبدادی پنجوں سے ہم اللہ رب العزت کی حمد وثنا کرتے ہیں، اس نے ہمارے بھائیوں اور دوستوں کی مدد سے واضح کامیابی عطا فرمائی آزمائش کی اس کٹھن گھڑی میں سعودی نیشنل گارڈ نے اجتماعی اور انفرادی حیثیت سے جس اعلیٰ جنگی مہارت وصلاحیت اور میدان عمل میں خدا کی خوشنودی کے حصول اور دین وطن کے تحفظ کے لیے جس فداکاری کا مظاہرہ کیا ہم اسے انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں نیشنل گارڈ کے اس قابل رشک کردار سے یہ بات عیاں ہے کہ وہ آپ کی قیادت، کامل توجہ اور رہنمائی میں کامیابی کی منازل طے کر رہی ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے دست بدعا ہیں کہ وہ پرچم اسلام کو سربلند فرمائے بلاد اسلامیہ کی حفاظت فرمائے، تاکہ ہم ہمیشہ امن وسلامتی سے معمور رہیں۔

آپ کا بھائی خادم حرمین شریفین

• ولی عہد شہزادہ عبداللہ بن عبدالعزیز کا جوابی برقیہ شاہ فہد بن عبدالعزیز کے نام۔

خادم حرمین شریفین فہد بن عبدالعزیز ایدہ اللہ

قائد محترم ! مجھے نیشنل گارڈ کے نوجوانوں کی انفرادی اور اجتماعی صلاحیتوں اور ان کے جذبہ شجاعت کے اعزاز اور قدر دانی پر مشتمل آپ کا گرانقدر مراسلہ موصول ہوا۔

خادم حرمین ! آپ بخوبی آگاہ ہیں کہ یہ نوجوان ان بہادر اور جوانمردوں کی اولاد ہیں، جنہوں نے شریعت اسلامیہ کے زیر سایہ سعودی عرب کے تحفظ وسلامتی کے لیے ہمارے والد محترم شاہ عبدالعزیز کی زیر قیادت بہادری کے جوہر دکھائے تھے۔

والی نعمت ۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ آپ کا اور سعودی عوام کا ایک ہی ارمان تھا کہ اس گھڑی عراقی عوام اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلح افواج ان مشکلات سے صحیح سالم نکل جائیں لیکن صرف ایک شخص کی ہٹ دھرمی، آمریت اور ظالمانہ سوچ نے اپنے آپ پر خیر و رشد کے تمام دروازے بند کر لیے اور آخر کار ہر ایک کو اس اذیت سے دوچار کرایا۔ جس کی وجہ سے عراقی عوام اور افواج کو یہ یوم حشر دیکھنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

اخوکم عبداللہ بن عبدالعزیز

وزیر دفاع اور ہوا بازی امیر سلطان بن عبدالعزیز نے مسلح افواج کے کمانڈر انچیف شاہ فہد بن عبدالعزیز کو بھی آزادی کویت کی مبارکباد پیش کرتے ہوئے سعودی اور کویتی مسلح افواج کے کردار کی تعریف کی حمد و ثنا کے بعد آپ نے فرمایا سعودی اور کویتی فوجی بھائیو اور دوستو ایک اہم ترواقعہ نے کئی متعدد واقعات کو جنم دیا ہے۔ اسی مناسبت سے آج میں آپ سے ہمکلام ہوں۔ ہم سب سے پہلے تو خدائے لم یزل کا شکر ادا کرتے ہیں جس نے ہماری ہر طرح نصرت فرمائی بعد ازاں ہم سعودی مسلح افواج کے کمانڈر شاہ فہد بن عبدالعزیز اور کویتی حکومت اور عوام میں مبارکباد پیش کرتے ہیں نیز اپنی اور کویتی مسلح افواج کو ان کے بہادرانہ کردار پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ ہم ہر اس شخص کا بھی شکر ادا کرتے ہیں جس نے قولی یا عملی طور پر نصرت حق کے لیے ہم سے تعاون کیا۔ میں اس مختصر سی گفتگو میں کویت پر عراقی جارحیت کے واقعات کا تذکرہ نہیں کرنا چاہتا کیونکہ ہر شخص کا واسطہ ان المناک واقعات سے رہا ہے اور سبھی اس کربناکی سے دوچار ہوئے ہیں جو کہ اسلامی، عربی عالمی سطح پر ہوئی اور اسے مزید دہرانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ آغاز ہی سے عراقی استبدادی قوت ہمارے اور عالمی منصفانہ اور عادلانہ موقف سے انحراف کرتی آئی ہے۔ ہر سطح پر پوری کوشش کی گئی کہ فوجی کارروائی سے احتراز کیا جائے کیونکہ ہر صاحب ذی شعور اس انجام سے آگاہ تھا۔ جس کا خاص طور پر عراق کو سامنا کرنا پڑ سکتا تھا مگر صد افسوس کہ بار بار کی عالمی امن کوششیں عراقی قیادت کی ہٹ دھرمی مکر و فریب اور ادعاء باطل کے سامنے ناکامی سے دوچار ہوتی رہیں۔

میرے بھائیو اور دوستو۔ عراق کے خلاف عالمی اتحاد اس امر کا غماز تھا۔ کہ عالمی برادری اس انداز فکر و عمل کو رد کر چکی ہے جس کی وجہ سے عالمی نظام امن تہہ و بالا ہو سکتا ہو اور جس کے مظاہرے جنگ کے خاتمہ سے قبل مشاہدہ میں آ چکے تھے۔

وہ دن بیت گئے امن و آشتی کے قیام کے بارے جو کچھ حاصل ہوا دنیا اس سے دست بردار ہو کر رجعت قہقری کا شکار نہیں ہونا چاہتی تھی۔

اس اتحاد سے یہ امر بھی متحقق ہے کہ عالمی برادری دنیا میں کسی بھی جگہ ہو اس شخص کا راستہ روک سکتی ہے جو عالمی نظام امن و استقرار کو تہہ و بالا کرنے یا غیر قانونی ہتھکنڈے اختیار کرنے کے درپے ہو۔

میرے بھائیو اور دوستو۔ بہت جلد جملہ حقائق کھل کر سامنے آ جائیں گے اور گمراہ کن عراقی پروپیگنڈہ کا شکار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختلف اقوام جان لیں گی کہ عراقی قیادت کے غلط موقف نے عراقی عوام کو نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ عالم عرب اور عالم اسلام کو بھی شدید نقصان سے دوچار کیا۔ جن لوگوں نے عراقی بداعمالیوں کو آخری وقت تک خوبصورت رنگ دینے کی سعی لاحاصل کی انہوں نے عراق اور اہل عراق کے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں کیا یہ لوگ کسی صورت بھی عراق اور عراقی عوام کے دوست نہیں ہو سکتے۔

حقائق کھلتے چلے جائیں گے اور عربوں کے لیے ان کھوکھلے نعروں کی حقیقت بھی واضح ہوتی چلی جائے گی جن کے پیروکاروں نے ہر ممکن کوشش کی کہ اس شخص کے اغراض ومقاصد کی تکمیل اور گروہی مفادات کے حصول کے لیے بلند مرتبت اسلامی اقدار کا خاتمہ کر دیا جائے۔ میرے بھائیو اور دوستو۔ یہ بھی ایک المیہ ہے کہ اقوام اپنی قیادت کی باگ ڈور ایسی کم عقل نااہل اور موقع پرست قیادت کے سپرد کر دیں جو ملکی وسائل کو غلط طور پر استعمال کرے۔

الحمد للہ سعودی عرب میں ایک مومنانہ بصیرت کی حامل قیادت کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ جو حالات وواقعات کا مناسب وقت پر مناسب جائزہ لیتی ہے۔ اور اس کی روشنی میں مناسب کاروائی کرتی ہے۔ ہماری مسلح افواج کے کمانڈر انچیف شاہ فہد بن عبدالعزیز نے مناسب وقت پر دوست اقوام کی مسلح افواج کو اپنے دفاع کے لیے دعوت دی تو فتح و کامرانی کی صورت میں اس کا اثر نمایاں ہو کر ہمارے سامنے آیا اس فیصلے کی رو سے عراقی قیادت کے تمام منصوبوں کو پیوند خاک کر دیا اور اس کے تخمینے اور اندازے غارت ہو کر رہ گئے۔ یہ بات باعث افتخار ہے کہ ہماری قیادت حکمت بالغہ سے عبارت ہے۔ ہمیں اپنی مسلح افواج کی تمام شاخوں پر فخر ہے۔ جنہوں نے عملاً ثابت کر دیا کہ وہ عالمی افواج کے شانہ بشانہ چلنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ وہ آغاز کار سے اگلی صفوں میں داد شجاعت دیتی رہیں۔

ہماری افواج ہماری اس قوم کا حصہ ہیں جنہوں نے قومی مشکلات کے دوران اپنی بہادری کے جوہر دکھائے اور وطن سے اپنی بے پناہ محبت کے ثبوت فراہم کیے۔ اور مسلح افواج اور نیشنل گارڈ کے ساتھ مل کر اپنی عظمتوں کا لوہا منوایا، ہم اپنی مسلح افواج اور باوفا سعودی قوم کو اس کامیابی پر ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔ ان کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں، نیز ہم ان اتحادی افواج کے بھی شکر گزار ہیں۔ جو حق کا ساتھ دیتے ہوئے ظلم واستبداد کے خلاف برد آزما ہوئیں۔

ہم اتحادی افواج کی مشترکہ کمان کے بھی شکر گزار ہیں، جنہوں نے اعلیٰ صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے صف بندی، تنظیم وتنسیق کی اعلیٰ روایات قائم کیں ہم داخلی سیکورٹی فورس کو بھی خراج تحسین پیش کیے بغیر نہیں رہ سکتے جنہوں نے امن وامان کے قیام کے لیے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ میں اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کویتی بھائیوں کو ایک بار پھر مبارکباد پیش کرتا ہوں
اور اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ انہیں آزادی کے
بعد کے حالات کی اصلاح کے لیے اپنی نصرت
اور توفیق سے نوازے۔

میں یہاں اس امر کی وضاحت کر دینا اشد
ضروری سمجھتا ہوں کہ ہماری کامیابی صرف اور
صرف نصرت خداوندی اور مسلح افواج کی کامیاب
حکمت عملی کی مرہون منت ہے۔ یہاں یہ بات
ذہن میں رہے کہ شاید یہ سب کچھ ممکن نہ ہوتا اگر
وہ جدید وسائل نہ ہوتے جو کہ ہمارے لیے بڑی اہمیت
کے حامل ہیں مثلاً فوجی اڈے ایئرپورٹ بندرگاہیں
طبی صنعتی اور تجارتی مراکز۔ پانی صاف کرنے کے کارخانے
سڑکیں اور دیگر ذرائع مواصلات جیسی جدید ترین
سہولتیں۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہم پر اپنی
نوازشوں کے دروازے کھول رکھے ہیں اور ہم نے
انہیں وطن اہل وطن اور ان لوگوں کے لیے وقف کر
رکھا ہے جنہوں نے عالمی قانونی حکمرانی کے لیے ہم
سے تعاون کیا۔

اپنی گفتگو کو ختم کرنے سے پہلے میں اپنے ہم وطنوں
کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ آپ کی قیادت مسلح افواج
کو مضبوط بنانے اور اندرونی و بیرونی امن و امان
کے قیام و امان کے لیے کوشاں ہے وہ ملکی
اور عالمی سطح پر قیام امن کے لیے کسی کوتاہی کا مظاہرہ
نہیں کرے گی تاکہ سعودی اور علاقے کے دیگر عوام کے
لیے امن و استقرار کو یقینی بنایا جا سکے۔

آخر میں سعودی مسلح افواج کے ایک فرد کی
حیثیت سے کمانڈر انچیف خادم حرمین شریفین اور
آپ کے ولی عہد کو اس کامیابی پر مبارکباد پیش کرتا
ہوں جو کہ فضل خداوندی کے بعد مسلح افواج کے سربراہ
کی قیادت اور ان کی راہنمائی نیز ولی عہد شہزادہ عبداللہ
بن عبدالعزیز کی مسلسل مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ میں
ان دونوں حضرات کا اس لیے بھی شکر گزار ہوں کہ وہ
ہمیشہ مسلح افواج کی مادی اور معنوی تقویت کے
لیے کوشاں رہے ہیں۔

والسلام علیکم رحمۃ اللہ
سلطان بن عبدالعزیز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاہ فہد کمپلیکس مدینہ منورہ

محمود احمد غضنفر، ایڈیٹر مجلہ دعوۃ الحق لاہور

قرآن حکیم کی طباعت اور نشر و اشاعت کا ایک عظیم الشان ادارہ

مدینہ منورہ میں تبوک روڈ پر واقع یہ اڑھائی ہزار مربع میٹر رقبے پر مشتمل شاہ فہد کمپلیکس کی ایک عظیم اور عالی شان عمارت بنائی گئی ہے۔ کمپلیکس قائم کرنے کے لیے مدینہ منورہ کا انتخاب اس لیے کیا گیا کہ یہ مبارک شہر تاریخی تناظر میں سب سے پہلے اسلامی دعوت کا مرکز بنا اور اسلامی حکومت کے دارالخلافہ بننے کا بھی اسے اعزاز حاصل ہوا۔ اور اسی شہر میں خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قرآن حکیم کو ایک جگہ جمع کرنے کی سعادت حاصل کی اور اسی کام کو آگے بڑھاتے ہوئے خلیفہ ثالث سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے قرآن حکیم کتابی شکل میں جمع کر کے چند نسخے مختلف مفتوحہ ممالک کو ارسال کیے تاکہ وہاں کے مسلمانوں با سانی قرآن حکیم سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ اس تاریخی پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز حفظہ اللہ نے قرآن حکیم کی عمدہ طباعت اور وسیع پیمانے پر نشر و اشاعت کے لیے مدینہ منورہ کا انتخاب کیا۔ اور ماہ صفر ۱۴۰۵ھ کو کمپلیکس کی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"ہم امید رکھتے ہیں کہ قرآن حکیم، اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لیے کمپلیکس کا یہ منصوبہ خیر و برکت کا باعث بنے گا۔

ہمیں امید واثق ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دنیا و آخرت میں ہماری مدد کرے گا۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عظیم منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے، ہمت، طاقت اور توفیق عطا کرے، تاکہ پوری دنیا کے رہائش پذیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کی خدمت میں قرآن حکیم نہایت عمدہ، اعلیٰ اور خوبصورت انداز میں پیش کیا جا سکے، تاکہ مسلمان اس کے معانی و مطالب پر بآسانی غور و تدبر کر سکیں۔"

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز حفظہ اللہ نے نہ صرف اس عظیم الشان منصوبے کی منظوری دی بلکہ اس کی تکمیل کے لیے جملہ مالی وسائل مہیا کیے اور اس منصوبے کو منظم طریقے سے چلانے کے لیے ایک اعلیٰ سطحی مجلس مشاورت تشکیل دی گئی جس کا صدر، وزیر حج و اوقاف کو بنایا گیا۔ اور ایک سیکرٹریٹ بنایا گیا جس کا ڈائریکٹر وزارت حج و اوقاف کے سیکرٹری کو نامزد کیا گیا۔

کمپلیکس کی عمارت

شاہ فہد کمپلیکس کی عمارت جدید فن تعمیر کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ اس کی تعمیر کے ابتدائی مرحلے پر ایک ہزار ملین سعودی ریال خرچ کیے گئے اور ۱۴۰۶ھ میں کمپلیکس کے توسیعی منصوبہ جات کی تکمیل پر دس کروڑ سعودی ریال مزید خرچ کیے گئے۔

کمپلیکس کی وسیع، دیدہ زیب اور عالی شان بلڈنگ، دفاتر، چھاپے خانے، سٹورز، ورکشاپ مسجد، لائبریری، ڈسپنسری، مارکیٹ، ہوٹل، فائر بریگیڈ الیکٹرک اسٹیشن، رہائشی کالونی اور کھیل کے وسیع و عریض گراؤنڈ پر مشتمل ہے۔ سٹور اس قدر وسیع و عریض بنایا گیا ہے کہ اس میں بیک وقت ساٹھ لاکھ قرآن حکیم کے نسخے رکھنے کی گنجائش ہے۔

چھاپہ خانہ میں رولینڈ کی عمدہ، دیدہ زیب، شہرۂ آفاق جدید ترین پرنٹنگ مشینیں نصب کی گئی ہیں۔ صفائی کا اس قدر عمدہ و اعلیٰ انتظام ہے کہ کہیں کوئی تنکہ یا کاغذ کا پرزہ بھی دکھائی نہیں دیتا فرش اس قدر صاف شفاف ہیں کہ چلتے ہوئے انسان کو اپنا عکس دکھائی دیتا ہے۔ ہر چیز نہایت سلیقے سے ترتیب دی گئی ہے۔ کمپلیکس کی بلڈنگ کو دیکھ کر خادم الحرمین الشریفین کی قرآن مجید کے ساتھ والہانہ محبت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

سالانہ طباعت

شاہ فہد کمپلیکس کے قیام سے لے کر اب تک قرآن مجید کے مختلف سائز اور اقسام کے سالانہ اسی لاکھ نسخے شائع کیے گئے، اور آئندہ اس تعداد کو بڑھا کر دو کروڑ اسی لاکھ سالانہ قرآن مجید چھاپنے کا منصوبہ زیر غور ہے تاکہ پوری دنیا میں قرآن مجید کو وافر تعداد میں تقسیم کرنے کی سعادت حاصل کی جا سکے۔ شاہ فہد کمپلیکس میں سب سے پہلا نسخہ ۱۳ جمادی الآخر ۱۴۰۵ھ کو زیور طباعت سے آراستہ کر کے منظر عام پر لایا گیا۔ مفتی اعظم سعودی عرب شیخ عبدالعزیز عبداللہ بن باز حفظہ اللہ، شیخ عبدالعزیز بن صالح اور شیخ عبداللہ خیاط کی متفقہ رائے سے دمشق کے معروف و مشہور خطاط جناب عثمان طہٰ کے قلم سے لکھا ہوا قرآن مجید شاہ فہد کمپلیکس میں طباعت کے لیے منتخب کیا گیا۔

www.KitaboSunnat.com

طباعت کے مراحل

قرآن حکیم کی عمدہ اور اغلاط سے پاکیزہ طباعت کے لیے متعدد مراحل طے کرنا پڑتے ہیں اور اس عظیم کام کو بخوبی سرانجام دینے کے لیے علوم قرآن کے ماہرین کی خدمات حاصل کی گئی ہیں جو بیک وقت فن تجوید و قرأت، فن کتابت، لغت، نحو، صرف، تفسیر اور فقہ میں مہارت رکھتے ہیں۔ طباعتی کام کا معائنہ کرنے کے لیے متعدد کمیٹیاں تشکیل دی گئی ہیں۔

سب سے پہلے کتابت شدہ مسودے کا ایک ایک لفظ نہایت باریک بینی سے پڑھا جاتا ہے۔ آیات کی علامات اور وقوف کو بہ نظر غور دیکھا جاتا ہے۔ اس کے بعد ان صفحات کی تصویر لی جاتی ہے، پھر ان صفحات کی کاپیاں بنائی جاتی ہیں۔ پھر انہیں زنک کی نہایت عمدہ پلیٹوں پر منتقل کر دیا جاتا ہے پلیٹوں کا پوری احتیاط سے جائزہ لیا جاتا ہے۔ پلیٹ ہر اعتبار سے درست ہونے کی صورت میں طباعتی امور کی ذمہ دار کمیٹی باقاعدہ اپنے دستخطوں سے طباعت کی اجازت دیتی ہے یہ تمام کارروائی رجسٹر میں درج کی جاتی ہے جس میں طباعت کا وقت دن، تاریخ، نوعیت اور نگرانی کرنے والوں کے نام درج کیے جاتے ہیں۔ طباعت کے دوران اگر نگران کی کسی غلطی پر نگاہ پڑ جائے تو وہ فوراً مشین کو روکنے کا حکم جاری کرتا ہے اور اس وقت تک متعلقہ مشین نہیں چلتی جب تک اس غلطی کو درست نہیں کر دیا جاتا۔ طباعت کے بعد قرآن مجید کو جز بندی سلائی اور جلد بندی کے مراحل سے گذارا جاتا ہے پھر طبع شدہ نسخوں کے بنڈل بنائے جاتے ہیں اور ان تمام امور کو نہایت عمدگی، متانت اور احساس ذمہ داری سے گذارا جاتا ہے۔ اس کے بعد فیلڈ نگران کمیٹی جائزہ لیتی ہے اور آخر میں فائنل نگران کمیٹی جائزہ لیتی ہے۔ اور اس طرح قرآن حکیم کے دیدہ زیب دل کش اور خوبصورت نسخے منظر عالم پر لائے جاتے ہیں۔

شعبۂ ترجمہ

قرآن حکیم کی عمدہ طباعت کے ساتھ ساتھ شاہ فہد کمپلیکس میں مستقل طور پر قرآن مجید کے ترجمے کا شعبہ بھی قائم کیا گیا ہے جس میں قرآن مجید کا ان زبانوں میں ترجمہ کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو موجودہ دور میں مسلمانوں میں عام طور پر بولی جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں قادیانی، باطنی مستشرقین اور نصاریٰ نے اب تک جو تراجم میں تحریف سے کام لیا اسے بھی طشت ازبام کیا جائے گا تاکہ مسلمان ان باطل پرستوں کی دسیسہ کاریوں سے بخوبی آگاہ ہو سکیں۔

کمپلیکس کی جانب سے ایک مستند ترجمہ پیش کیا جائے گا۔

شاہ فہد کمپلیکس میں جن زبانوں میں ترجمے کا کام ہو رہا ہے، ان میں جاپانی، ترکی، انگلش، فرنچ، اردو اور تھائی زبانیں قابل ذکر ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شعبہ ریکارڈنگ

قرآن حکیم کو تجوید و ترتیل سے پڑھنے اور اسے زبانی یاد کرنے کا اہتمام مسلمانوں نے اسلام کے ابتدائی دور سے کیا جو اب تک جاری و ساری ہے اور اس سلسلہ میں تحفیظ القرآن کے مدارس گرانقدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ موجودہ ترقی یافتہ دور میں قرآن حکیم کو ماہر تجربہ کار قراء کی آواز میں محفوظ کرنے کے لیے شاہ فہد کمپلیکس میں ریکارڈنگ کا ایک مستقل شعبہ قائم کیا گیا ہے تاکہ ان پڑھ اور عربی زبان سے ناواقف احباب بھی قرآن مجید کی صوتی تجلیات سے لطف اندوز ہو سکیں۔

اس شعبے میں روزانہ دس ہزار آڈیو اور ویڈیو کیسٹیں تیار کی جاتی ہیں، اور ان کی ریکارڈنگ نہایت احتیاط سے اعلیٰ معیار پر کی جاتی ہے۔

سب سے پہلے مسجد نبویؐ کے امام محترم جناب شیخ عبدالرحمٰن حذیفی کی مترنم اور دل کش آواز میں مکمل قرآن مجید ریکارڈ کیا گیا۔ جو تیس کیسٹوں میں مکمل ہوا ہر کیسٹ ایک گھنٹے کی ہے حال ہی میں مسجد نبویؐ کے دیگر ائمہ میں سے محترم جناب علی صابر اور محترم جناب ابراہیم اخضر کی آواز میں قرآن مجید کو ریکارڈ کیا گیا۔

شعبۂ حدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و سیرت کی اہمیت ہر مسلمان کے دل میں جاگزین ہے اور اسلامی قانون کا دوسرا بڑا ماخذ ہے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر شاہ فہد کمپلیکس نے مدینہ یونیورسٹی کے تعاون سے ایک عظیم منصوبہ تشکیل دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ تمام ذخیرہ احادیث کو پوری طرح جانچ پڑتال کے بعد کمپیوٹر میں محفوظ کر دیا جائے تاکہ طلباء، اساتذہ اور تحقیقی کام کرنے والے بآسانی حدیث تلاش کر سکیں۔

شعبۂ فنی تربیت

شاہ فہد کمپلیکس میں اس وقت دو ہزار علماء فنی ماہرین اور کاریگر کام کر رہے ہیں جن میں نصف تعداد سعودی باشندوں کی ہے اور نصف دیگر ممالک سے ماہرین کی خدمات حاصل کی گئی ہیں فن طباعت اور دیگر متعلقہ امور میں مہارت حاصل کرنے کے لیے باقاعدہ کمپلیکس میں ایک تربیتی مرکز قائم کیا گیا ہے جس میں ہر سال تقریباً اسی افراد کو فنی مہارت حاصل کرنے کا موقع فراہم کیا جائے گا، اس کے بعد انہیں مزید مہارت حاصل کرنے کے لیے ترقی یافتہ ممالک میں سکالرشپ پر بھیجا جائے گا۔

آپ کو یہ معلوم کر کے یقیناً خوشی اور حیرت ہو گی کہ اب تک شاہ فہد کمپلیکس کی جانب سے دو کروڑ پینتیس لاکھ سینتیس ہزار چھ صد اکہتر قرآن مجید کے مختلف سائزوں میں نسخے اور آڈیو ویڈیو کیسٹیں پوری دنیا کے اسلامی مراکز، دینی تنظیمات اور مساجد کو بغیر کسی قیمت کے فراہم کیے گئے۔

بلاشبہ قرآن مجید کی یہ عظیم خدمت ہمیشہ یاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھی جائے گی۔

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز اُمّتِ مسلمہ کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ان کا یہ کارنامہ پوری دُنیا میں بنظرِ استحسان دیکھا جائے گا۔

ہماری دُعا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس عظیم خدمت کو شرفِ قبولیت بخشے۔

سعودی حکومت موجودہ دَور میں دین اور اُمّت مُسلمہ کے لیے جو گرانقدر خدمات سرانجام دے رہی ہے اس میں برکت عطا فرمائے آمین۔ وصلی اللہ علی النبی محمد وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔

(ماخوذ از مجلۃ الفیصل ریاض سعودی عرب)

حضرت ابُو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے مروی ہے، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ:

کوئی اپنے آپ کو حقیر نہ جانے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کوئی اپنے آپ کو کیسے حقیر جانے گا۔ فرمایا! ایک شخص اللہ تعالیٰ کے کسی امر کی خلاف ورزی دیکھتا ہے، پھر اس کے بارے میں کچھ کہتا نہیں ہے، تو اللہ عزوجلّ قیامت کے روز اس سے پُوچھیں گے کہ فلاں فلاں معاملہ میں کوئی بات کہنے سے تجھے کس چیز نے روکا۔ وُہ کہے گا لوگوں کے ڈرنے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، میں زیادہ حق رکھتا تھا کہ تُو مجھ سے ڈرتا۔

(بحوالہ ابن ماجہ صحیح سند کے ساتھ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعودی جرنیل کی قیادت میں لڑی جانیوالی
خلیجی جنگ کی مرحلہ وار روئیداد

ترجمہ
حافظ محمد سعید اطہر
فاضل مدینہ یونیورسٹی

فضائی جنگ کی پوری روئیداد

ذیل میں اُن فوجی آپریشنز کی تفصیل ہے جو صحرائی طوفان کے پہلے مرحلے کے دوران انجام پائے

پہلا دن - آپریشنز

۱۷ جنوری ۱۹۹۱ء مطابق ۲ رجب ۱۴۱۱ھ

بروز جمعرات بوقت صبح دو بج کر پینتیس منٹ پر عاصفۃ الصحراء (صحرائی طوفان) کے ایک رمزی نام کے تحت آزادئ کویت کے معرکے کا پہلا شرارہ اس وقت چلا، جب عراقی صدر نے امن و سلامتی کیلیے کی جانے والی تمام اپیلوں اور مخلصانہ کوششوں کو یکسر مسترد کر دیا کر دیا، اور دنیائے عالم کو تنگ و دشوار راستے پر ڈالتے ہوئے ایک تباہ کن اور بدترین جنگ کی بھٹی میں دھکیل دیا، اور مغرور و تکبر، اور خود غرضی کے نشے میں وحدت عربیت و اخوت، اسلام اور کائناتِ عالم کو چیلنج کرتے ہوئے کویت سے اپنی جارح افواج کے انخلاء کے اشارے تک کو ٹھکرا دیا چنانچہ خدا کا نام پکارتے ہوئے سعودی و خلیجی فضائیہ اور ان کے پیچھے امریکی برطانوی، اور فرانسیسی حلیف اتحادی فضائیہ و بحریہ عراق اور مقبوضہ کویت کے اندر فوجی اہمیت کے ٹھکانوں پر فضائی حملے کیلیے اُٹھ کھڑی ہوئیں۔

بھرپور میزائلی اور فضائی غارتگری کا یہ تلاطم بدستور چار گھنٹے رہا، اور یہ اتنا بھرپور اور زوردار تھا کہ ماضی میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ عراقی میدانِ کارزار کی وسعتوں کے باوصف اس آپریشن میں ۴۰۰ بمبار لڑاکا طیاروں نے حصہ لیا یہ حملے ۱۳۰۰ سے بھی تجاوز کر گئے۔ اس میں سے دو سو حملے تو صرف سعودی فضائیہ نے کیے اور اس میں جنگی کشتیوں سے لگ بھگ دو سو کروز میزائل پھینکے گئے۔

مسلسل بمباری کے سبب ٹارگٹ کے حصول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ۸۰ فیصد کامیابی حاصل ہوئی۔ اس میں راڈر کے مراکز فضائی دفاع کے اڈے، سکڈ میزائل لانچرز، بغداد و بصرہ اور ان کے نواح میں واقع اہم مقامات، ایک سو فوجی ہوائی اڈے، اسلحے کی فیکٹریاں، عام نوعیت کا اسلحہ ڈپو، کیمیائی اور بیالوجیکل اسلحے کی فیکٹریاں ٹیلی کمیونیکیشن کے مراکز اور کویت میں موجود دو ہوائی اڈے شامل ہیں۔ نیز عراق صدر کے محل کو بھی نقصان پہنچا۔ اور زمین پر کھڑے ۵۰ بڑے عراقی طیاروں کو تباہ کر دیا گیا اس زبردست حملے میں جنگ کے جدید الیکٹرونک وسائل استعمال میں لائے گئے اور مختلف قسم کے طیاروں نے حصہ لیا۔ مثلاً۔ ف-۴، ف-۱۴، ف-۱۵، ف-۱۸، ف-۱۱۱، تارناڈو، ایف-۱۶، ایف-۱۱۷ شبح، بمبار طیارے ب-۵۲، اور اواکس طیارے ۰ اور فرانسیسی جیگر طیارے ان کے علاوہ ہیں ان کامیاب فضائی حملوں کے جواب میں عراقی توپ خانے نے ۲ رجب بروز جمعرات علی الصبح علاقہ خفجی میں اگلے مورچوں پر گولہ باری کی۔ تاہم اتحادی قیادت کی جانب سے اس گولہ باری کی پیش گوئی اور مذکورہ شہر کو شہریوں اور فوجیوں سے خالی کر لینے کی وجہ سے کوئی جانی نقصان نہیں ہوا البتہ متعدد پٹرول سٹور تک کو نقصان پہنچا۔ بعد میں آگ پر مکمل طور پہ قابو پا لیا گیا۔ ادھر پھر ان عراقی توپ خانوں، ایک میزائل سٹور، اور ایک توپ کو تباہ کر دیا گیا اسی روز صبح ساڑھے نو بجے سعودی و خلیجی، اور اتحادی فضائیہ نے پہلے حملے میں باقی رہ جانے والے ٹھکانوں پہ دوبارہ حملہ کیا۔ نیز ب-۵۲ بمبار طیاروں اور عمودی پرواز کرنے والے ہیلی طیاروں نے بھی کویت میں موجود عراقی ٹھکانوں پر بمباری کی۔

عراقی فوجی ٹھکانوں پر یہ حملے مسلسل ۲۴ گھنٹے جاری رہے۔ اس میں سعودی و خلیجی، اور اتحادی فضائیہ کے علاوہ کنیڈین اور اطالین فضائیہ نے بھی حصہ لیا۔

تین رجب جمعہ کی صبح عراق نے ایک نئی جارحیت کے ذریعے سعودی عرب اور کویت کے عربی و اسلامی سمجھوتے کو ختم کرنے اور اپنے قبضۂ کویت پر نظریں ہٹانے کی غرض سے اسرائیل کو جنگ میں گھسیٹنے کی کوشش کی چنانچہ سستی شہرت کے مارے عراق کے مغربی حصے سے مقبوضہ فلسطین پہ سات سکڈ میزائل مار پھینکے تاکہ اسرائیل بھی جوابی حملہ کرے۔ مگر اس میں عالمی کوششیں آڑے آگئیں۔

دوسرا دن۔ آپریشنز۔

دوسرے روز صبح پانچ بجے باقی بچ جانے والی سکڈ میزائل لانچرز، اور دوسرے بچے کھچے فوجی ٹھکانوں کو تباہ کرنے کے لیے فضائی حملے دوبارہ شروع کیے گئے اسی روز صبح عراق کے بصرہ شہر سے سعودیہ کے مشرقی علاقے کی طرف ایک سکڈ میزائل پھینکا گیا۔ مگر فضائی دفاع نے میزائل کا پیچھا کر کے پیٹریاٹ میزائل کے ذریعے ۷۰۰۰ فٹ کی بلندی پر اسے فضا میں ہی تباہ کر دیا۔ اس کے بعد بیس عراقی طیاروں نے جوابی کارروائی کی کوشش کی مگر چند ہی منٹوں بعد اپنے دو طیارے گروانے کے بعد بھاگ کھڑے ہوئے اس روز سارا دن عراق اور کویت کے اندر فوجی ٹھکانوں پر حملے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاری ہے اور مزید دس عراقی فوجیوں نے اپنے آپ کو سعودی افواج کے حوالے کر دیا۔

اگلے روز صبح پھر عراق نے ایک بھونڈی حرکت کے ذریعے اسرائیل کو جنگ میں گھسانے کی کوشش کی، اور تین سکڈ میزائل مقبوضہ فلسطین پر برسا دیے، تاہم دوسری مرتبہ بھی اُسے کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ عراق، کویت اور اسکے شمال میں فوجی ٹھکانوں اور عراقی افواج پر فضائی حملے جاری رہے۔

تیسرا دن - آپریشنز

تیسرے روز صبح اتحادی افواج، اور کویت میں موجود عراقی افواج کے مابین پہلی دفعہ ایک زمینی جھڑپ ہوئی، جس کے نتیجے میں کویتی ساحل پر بحری افواج اتارنے کا عمل مکمل ہوا۔ نو کویتی آئل پلیٹ فارموں پر قبضہ کرنے کے علاوہ ۱۲ عراقی فوجیوں کو حراست میں لے لیا گیا اس کے بعد کویت میں ڈیرے جمائے عراقی افواج، اور عراق کے اندر عراقی ٹھکانوں پر فضائی حملے کیے گئے، جبکہ شمالی عراق میں ٹھکانوں کو نشانہ بنانے میں سرزمین ترکی سے پرواز کرکے اتحادی طیاروں نے حصہ لیا۔

اور پھر تسلسل سے عراقی افواج پر ٹھوس حملے کیے جاتے رہے۔ تاکہ جنگجو عراقی افواج کو مار بھگانے اور آزادیٔ کویت کے لیے زبردست زمینی حملے کی تیاری سے پہلے فضائی برتری حاصل کی جاسکے۔

اوراق کو خلط ملط کرنے کی ناکام عراقی کوشش

عراق نے اسرائیل کو اس جنگ میں کھینچنے اور ملوث کرنے کی کوشش کی، حالانکہ اس بحران سے اسکا سرے سے کوئی سروکار ہی نہ تھا، مگر محض یہ ایک سیاسی سٹنٹ تھا۔ چنانچہ ڈرامائی وارننگ دیتے ہوئے اسرائیل پر حملہ کر دیا۔ اور محدود مار کرنے والے چند میزائل اس پر برسا دیے، جس کا کوئی قابل ذکر نقصان نہیں ہوا۔

مگر ایک سوال جو ہر ذی شعور انسان کے ذہن میں گردش کرتا ہے۔ وُہ یہ کہ عراق نے ابتداء میں کویت پر حملہ کرنے کی بجائے اسرائیل پر کیوں نہ کر دیا؟ کیونکہ عراق کے زعم میں کویت اس کا حصہ ہے، مگر یہ ایک طے شدہ بات ہے کہ کویت کا اسرائیل سے کوئی واسطہ نہیں ہے تو پھر عراق اسرائیل کو کویت کی مانند کیوں کر سمجھتا ہے؟

عالم عرب اتنا بیوقوف یا جاہل بھی نہیں، جیسا کہ وُہ گمان کرتا ہے ہر عربی فرد یہ جانتا ہے کہ اگر عراق کو فلسطین عزیز ہوتا، تو وُہ اپنے جس لشکر کے ذریعے پوری دُنیا کو للکار رہا ہے، وہ یقیناً اسے کر براہِ راست اسرائیل پہ چڑھائی کرتا تو آج پوری دنیائے عرب اسرائیل کے مقابلے میں عراق کے شانہ بشانہ ہوتی، مگر اوراق کو الٹ پلٹ کرتے، اور اس جنگ میں اسرائیل کو دھکیلنے کی مسٹر صدام حسین کی طرف سے یہ ایک ناکام کوشش تھی۔ اس جنگ کو صدام نے واقعی خود چھیڑا۔ جس وقت اس نے ۲ اگست ۱۹۹۰ء کو کویت پر حملہ کر دیا، اور مخلص لوگوں کی اپیلوں، اور عربی و اسلامی اور عالمی اداروں کی قرار دادوں کو یکسر نظر انداز کر دیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عراق کی سعودیہ اور خلیجی ممالک کے خلاف گیدڑ بھبکیاں

پچھلے پانچ مہینے سعودیہ اور خلیجی ملکوں کے شہر سعودیہ کے مشرقی حصے میں واقع پٹرول کے کنویں جلانے، اور ریاض شہر اڑانے کی دھمکیاں ملتی رہیں۔ مگر رب کریم کے خاص فضل اور توفیق اور صدام کی فوجی قوت کے مقابلے میں سعودیہ کی بڑھتی ہوئی فوجی طاقت کی بدولت یہ تمام دھمکیاں بے اثر ثابت ہوئیں اور پھر یکایک اس نے روسی ساخت کے چند سکڈ میزائل مشرقی علاقے، اور ریاض پہ مار پھینکے، زیادہ میزائل تو فضا میں ہی پھٹ گئے، اور دوسرے خلیج کے پانیوں اور صحرا میں گر کر ختم ہوگئے، اور پھر متواتر کسی مخصوص ٹارگٹ کے بغیر برستے رہے۔

یہ سعودی طیارے ہیں جنکو ہمارے جانباز اڑاتے ہیں، ہر روز عراقی فوجی ٹھکانوں کو تہس نہس کر رہے ہیں، اور کوئی دن سینکڑوں فضائی حملوں سے کم نہیں ہوتا، اور اس پر مستزاد یہ کہ کوئی سعودی طیارہ بھی نہیں گرتا۔ اور اسی طرح کویتی و اتحادی ہوائی جہاز کر رہے ہیں۔

صرف فوجی ٹھکانے

اُدھر صدام حسین صرف اور صرف اقتصادی و صنعتی جگہوں اور رہائشی علاقوں کو نشانہ بنانے کی سوچ رکھتے ہیں، تو اِدھر اتحادی افواج کو سختی سے پابند کیا گیا ہے، کہ صرف فوجی ٹھکانوں کو ہی ہدف بنایا جائے اور رہائشی علاقوں، عبادت گاہوں، شہری و تاریخی جگہوں کو گزند پہنچانے سے گریز کیا جائے۔

آزادئ کویت کیلیے زمینی معرکہ

فوجی ماہرین کہتے ہیں کہ سعودی و کویتی اور اتحادی افواج اب زمینی معرکے سے نبرد آزما ہونے عراقیوں کو مار بھگانے اور کویت کو آزاد کرانے کی صلاحیت رکھتے ہیں، تاہم منصوبہ بندی یہ ہے کہ حتی الامکان کم سے کم انسانی خون بہے، لہٰذا آئندہ لمحات میں عراق فضائیہ پر تسلسل سے فیصلہ کن حملے کیے جائیں، تاوقتیکہ کویت میں موجود اس کی افواج پسپا ہو جائیں یا پھر کویت کو نہ چھوڑ دیں۔

اور صدر بُش نے کہا کہ اب صدام حسین کے سامنے ایک ہی راستہ ہے کہ یا تو ہتھیار ڈال کر اپنی افواج کو کویت سے نکال لے، یا عراق کی مکمل خودکشی کے لیے تیار رہے دنیائے عالم عراق کے لیے کسی قسم کی برائی چھپائے ہوئے نہیں ہے، بلکہ بین الاقوامی قوانین کے مطابق اس کی باز پرس اور گوشمالی کی منتظر ہے کہ دنیا کے ہر ملک کے سلامتی سے جینے کے سلسلے میں ہر بندہ بشر ان قوانین پر ایمان رکھتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھا دن ۔ آپریشنز۔

صحرائی طوفان آپریشن کے چوتھے روز بھی عراق وکویت کے اندر عراقی ٹھکانوں پر فضائی حملوں کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ سعودی و خلیجی اور اتحادی فضائیہ کے حملوں کی تعداد جنگ چھڑنے سے لے کر اب تک تقریباً ۸۳۲۳ تک پہنچ گئی۔ ان میں سے صرف سعودی فضائیہ نے لگ بھگ ۵۱۰ کامیاب حملے کیے۔

۱۵ عراقی جنگی طیارے گرا لیے گئے۔ ان میں دس روسی طیارے مگ ۲۹، چار فرانسیسی طیارے مگ ف/۱، اور ایک طیارہ مگ ۲۲ تھے۔ ان طیاروں میں سے پانچ طیارے آخری چوبیس گھنٹوں میں گرائے گئے جبکہ عراق کی طرف سے صحرائی طوفان کی ابتداء سے اب تک صرف نو طیاروں کے گرائے جانے کا اعلان کیا گیا۔

صحرائی طوفان آپریشن کے اس روز دو اہم کامیابیاں ہوئیں۔ ایک یہ کہ اتحادی افواج نے عراق اور مقبوضہ کویت کے اندر فوجی ہوائی اڈوں اور دفاعی ٹھکانوں پر سے اپنے بھرپور فضائی حملوں کا رخ ری پبلکن گارڈز کے کوارٹرز کی طرف پھیر دیا۔ اور کویت اور بصرہ میں واقع ان کے مورچوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

دوسرے اس دن فجر کے وقت ۴۰ امریکی جنگی طیاروں نے ترکی کے انجیر لیک کے اڈے سے پرواز کر کے شمال عراق میں فوجی ٹھکانوں پر ایک زبردست حملہ کیا نیز تکریت شہر (عراقی صدر کی جائے پیدائش) پر میزائل سے ایک حملہ کیا گیا۔

اتوار کے آپریشنز کے دوران زمینی ایٹمی ری ایکٹرز کو بھاری نقصان پہنچایا گیا نیز الیکٹرونک رابطہ لائنیں کاٹ دی گئیں۔ اور عراق وکویت کے مابین کمک کی سڑکیں بند کر دی گئیں اسی روز نو بجکر چالیس منٹ پر عراقی افواج نے سعودیہ کے مشرقی علاقے پر سکڈ طرز کے تین عدد ارض میزائل پھینک دیئے۔ تاہم مخصوص ٹارگٹ پر لگنے سے پہلے ہی فضا میں ان کو تباہ کر دیا گیا۔

اسی طرح سمندر میں تیرتی ہوئی چار عدد بارودی سرنگوں کا سراغ لگایا گیا اور مناسب فضائی صورتحال میں ان کو اڑانے کی غرض سے جگہوں کی نشاندہی کر دی گئی۔

پانچواں دن ۔ آپریشنز

صحرائی طوفان آپریشن کے پانچویں روز بوقت صبح عراقی جارح نے ریاض شہر کی جانب سکڈ ٹائپ کے چار عدد ارض میزائل پھینک دیئے۔ جنکو پیٹریاٹ میزائلوں کے ذریعے فوراً تباہ کر دیا گیا۔ ان تباہ شدہ میزائلوں کے کچھ ٹکڑے ریاض شہر کی ایک عمارت پہ آگرے۔ جس کے نتیجے میں بارہ افراد کو معمولی چوٹیں آئیں۔

عین اسی وقت عراقی جارح نے اسی قسم کے تین اور میزائل مشرقی علاقے پر برسا دیئے ان میں سے دو کو تو تباہ کر دیا گیا۔ اور تیسرا میزائل خلیج کے پانیوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں گر کر تباہ ہو گیا یہ تمام میزائل عام نوعیت کے اور پھر محدود مار کرنے والے تھے۔ اور ایک اندازے کے مطابق شروع جنگ سے اکیس میزائل پھینکے گئے۔ میزائلوں کے حملوں کے فوراً بعد فضائیہ کو میزائل داغنے کے وسائل کو اڑانے کے احکامات دیئے گئے۔ چنانچہ متعدد سکڈ لانچرز کو اڑا دیا گیا۔ ان لانچرز کو طیاروں نے ریاض شہر پر میزائل داغتے ہوئے دیکھا تھا نیز میزائل پھینکنے کی جگہ کو بھی تلاش کر لیا گیا۔

بحریہ کی طرف سے میزائلوں کے حملوں کے علاوہ، فضائیہ کی جانب سے بھی عراق اور مقبوضہ کویت کے اندر فوجی اور فنی ٹھکانوں پر زور دار حملے جاری رہے۔

اسی روز خلیج میں کویتی ساحل کے بالکل سامنے اتحادی بحریہ نے عراقی بحریہ کی کشتیوں پر زبردست فائرنگ کی۔

اب تک اتحادیوں کے ۲۲ جہاز اڑان، اور جہاز ران مارے جا چکے تھے۔ جن میں ایک امریکی پائلٹ بھی شامل ہے۔

عراقی قیادت نے ایک غیر اخلاقی قرار داد کے ذریعے جنگی قیدیوں کو اہم ٹھکانوں پر رکھنے کا فیصلہ کیا، تاکہ ٹھکانوں کو نشانہ بناتے وقت جنگی قیدیوں کو انہی کے ہاتھوں مروایا جا سکے۔ چنانچہ جنگی قیدیوں کے تحفظ کے حوالے سے یہ جنیوا معاہدہ کی خلاف ورزی تھی اور معاہدے کی رو سے اس فعل کا مرتکب جنگی مجرم متصور ہوتا ہے۔ اس نقطۂ نظر سے جملہ عرب ممالک، امریکہ، برطانیہ اور اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے بھی سخت احتجاج کیا۔

چھٹا دن - آپریشنز

چھٹے روز منگل کی صبح تین بج کر پینتالیس منٹ پر عراقی جارح نے ریاض شہر کی جانب دو سکڈ میزائل داغ دیئے۔ ان میں سے ایک تو ریاض شہر کے اوپر ہی اوپر تباہ کر دیا گیا۔ جبکہ دوسرے میزائل کے گرتے یا تباہ ہونے کے بعد اس کے کچھ ٹکڑے گرنے کے امکانات کی وجہ سے، مزید معلومات کے حصول کی غرض سے اس کی تلاش شروع کر دی گئی۔ اسی روز صبح سات بجکر دس منٹ پر عراقی جارح نے مشرقی علاقے کی جانب بھی کم از کم تین سکڈ میزائل مار پھینکے۔ سراغ لگنے پر ان میں سے ایک کو تو تباہ کر دیا گیا۔ جبکہ دوسرے دو میزائل شہریوں سے ایک خالی علاقے میں گر کر زمین میں دھنس گئے۔ یہ عام قسم کے محدود مار کرنے والے میزائل تھے۔ ریاض اور مشرقی علاقے پر میزائل پھینکے جانے کے نتیجہ میں کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ مخالف پیٹریاٹ میزائل متذکرہ میزائلوں کے آڑے آ گئے۔

اس روز اتحادی فضائیہ کے تقریباً ... ۲ حملوں میں سے ۸۰۰ کامیاب حملے تو صرف سعودی فضائیہ نے کیے۔ قابل ذکر بات یہ کہ اس روز پہلی دفعہ قطری فضائیہ نے ان حملوں میں حصہ لیا۔ اور پھر سعودی و خلیجی فضائیہ نے مشترکہ طور پر عراق اور مقبوضہ کویت میں واقع ہائی کمان کے مراکز، رن وے، فوجی اڈوں، میزائلوں کے ٹھکانوں اور اسلحہ سٹورز پہ کامیاب حملے کیے۔

اسی طرح سعودی و اتحادی فضائیہ نے عراق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توپ خانے کی جانب سے بعض سرحدی علاقوں پر وقفوں وقفوں سے گولہ باری کو روکنے کی غرض سے جوابی کارروائی کی۔

نیز اس روز بحیرۂ عرب میں اتحادی بحریہ نے تین عدد بارودی سرنگوں کو صاف کر دیا اسی دن عراقی جارح نے کویت میں واقع تیل کے بعض کنوؤں اور آئل ٹینکس کو اڑا دیا اس امر کی تصدیق فضائی تصویروں سے ہوئی۔

ساتواں دن ۔ آپریشنز

ساتویں روز بھی فضائی حملوں کا سلسلہ جاری رہا۔ آغاز جنگ سے اب تک اتحادی فضائیہ کے کل ۱۲،۰۰۰ فضائی حملوں میں سے ۶۵٪ کامیاب حملے صرف سعودی فضائیہ نے انجام دیئے۔ اتحادی فضائیہ نے اب تک لگ بھگ ۲۲ طیارے کھو دیئے۔ ان میں سے ۱۵ طیارے تو زمینی سطح بیڑے کی نذر ہو گئے جبکہ ۷ طیاروں سے فنی خرابیوں کے باعث ہاتھ دھونے پڑے، اس کے ساتھ ساتھ عراقی جارح کے ۱۷ طیارے فضائی معرکوں کے دوران تباہ ہو گئے۔ اس روز مندرجہ ذیل جنگی کارروائیاں عمل میں آئیں۔

○ اتحادی افواج نے ایک سمندری بارودی سرنگ کو اڑا دیا۔ یوں اڑائی جانیوالی سرنگوں کی مجموعی تعداد ۲۵ ہو گئی۔

○ اسی روز اتحادی بری افواج کے ایک یونٹ کی عراقی جارح کے ایک یونٹ سے جھڑپ ہو گئی جس میں دونوں جانب سے فائرنگ کا تبادلہ ہوا جس کے نتیجے میں اتحادیوں کے دو فوجیوں کو معمولی زخم آئے۔ طبی امداد ملنے کے بعد مذکورہ دونوں فوجی اپنے یونٹوں میں واپس آ گئے۔ جبکہ ۶ عراقی فوجیوں کو حراست میں لے لیا گیا۔

○ اسی روز عراقی جارح نے وقفے وقفے سے مختلف سرحدی علاقوں پر اپنے توپ خانے سے گولہ باری کی جوابی طور پر سعودی توپ خانے اور اتحادی فضائیہ نے بھی گولہ باری کی۔

○ اسی طرح اتحادی قیادت نے عراقی جارح کے میزائلوں کے اڈوں کے جائزے، شہری دفاع کی سرگرمیوں کے علاوہ جوابی فوجی کارروائیوں پر نظر رکھنے کے لیے فوجی ماہرین پر مشتمل ایک گروپ تشکیل دے دیا۔

○ اسی روز بوقت شام عراقی جارح نے مشرقی علاقہ کی جانب دو عدد سکڈ میزائل داغ دیئے۔ ان میں سے ایک میزائل کا تو پیچھا کر کے فضا میں ہی تباہ کر دیا گیا جبکہ دوسرا خلیج کے پانیوں میں گر کر تباہ ہو گیا۔

○ اسی روز شام گیارہ بج کر پانچ منٹ پر عراقی جارح نے ریاض کے علاقے میں دو عدد سکڈ میزائل مار پھینکے جن کو بحمد اللہ پیٹریاٹ میزائلوں کے ذریعے تباہ کر دیا گیا۔ ان عراقی میزائلوں کے پھینکے جانے کے نتیجے میں مشرقی علاقے یا ریاض کے علاقے میں کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔

آٹھواں دن ۔ آپریشنز

آٹھویں روز بھی اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوتے ہوئے عراقی و کویتی سرزمین کے اندر فوجی ٹھکانوں پر فضائی حملوں کا سلسلہ جاری رہا۔ اس روز پہلی دفعہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بحرینی فضائیہ نے بھی حصہ لیا۔ اب اتحادی فضائیہ کے حملوں کی تعداد ... ۵۰ اسے بھی تجاوز کر گئی جس میں سے ۷۰۰۰ کامیاب حملے تو صرف سعودی فضائیہ نے کیے۔ عراقی سرزمین کے اندر ہی تک ۲۳ تین عدد عراقی طیارے گرا لیے گئے۔ جبکہ اتحادی افواج کا کوئی طیارہ بھی نہیں گرا۔

اس روز جو نمایاں جنگی کام انجام پائے۔ وہ یہ ہیں۔

○ اس روز صبح دو بج کر اٹھاون منٹ پر سعودی بحریہ نے خلیج عربی کے شمال میں عراق جارح کی ایک ایسی کشتی پہ دھاوا بول دیا۔ جو کہ بارودی سرنگوں کے بچھانے میں مصروف کار تھی۔ مذکورہ کشتی کو دیکھ کر اُسے سعودی بحریہ کی ایک کشتی کے ذریعے اڑا دیا گیا اتحادی جنگی کشتی سے ایک عمودی طیارے نے پرواز کر کے مذکورہ کشتی کی تباہی اور ڈوبنے کی تصدیق کی۔

○ اسی روز ہی دوپہر کے بعد بارہ بج کر پینتیس منٹ پر میراج ف ۱۰ دو عراقی طیاروں کا سراغ لگایا گیا جو کہ بحیرۂ عرب کے ساحل کے برابر شمال سے جنوب کی جانب کم بلندی پہ محو پرواز تھے۔ سعودی فضائیہ کے ف ۔ ۱۵ دو کشتی طیاروں نے ان کا پیچھا کر کے ایک جھڑپ کے بعد انہیں گرا لیا۔

○ اسی دن شام چھ بجے امریکی جنگی بیڑے سے کچھ عمودی طیاروں نے پرواز کر کے بارودی سرنگیں صاف کرنے والے دو عراقی جہازوں کو دبوچ لیا۔ جس کے نتیجے میں وہ دونوں ڈوب گئے۔ اور ۱۱ ملاحوں کو قیدی بنا لیا گیا۔

ایک جہاز کو واپسی کے دوران جزیرہ قروہ میں انتقامی فائرنگ کا سامنا ہوا۔ اس جھڑپ کے نتیجے میں تین عراقی مارے گئے اور پچیس کو قیدی بنا لیا گیا ان جملہ قیدیوں کو اتحادی لانچ میں سوار کرا دیا گیا۔

○ اسی طرح چھ عراقی فوجیوں نے اپنے آپ کو سعودی حدود کے ایک اسلحہ مرکز کے حوالے کر دیا۔

نواں دن - آپریشنز

صحرائی طوفان آپریشن کے نویں روز بھی سعودی فضائیہ نے خلیجی فضائیہ۔ اور اتحادی فضائیہ و بحریہ کے تعاون سے عراق اور مقبوضہ کویت کے اندر فوجی ٹھکانوں پہ اپنے حملے جاری رکھے۔ چنانچہ اتحادی فضائیہ کی جانب سے اب تک کیے جانے والے ... ۱۷ حملوں میں سے ۱۳۸ کامیاب حملے صرف سعودی فضائیہ نے کیے

۱۰ رجب جمعہ کے روز کے نمایاں احداث و واقعات یہ تھے۔

○ جارح عراق نے مختلف سرحدی علاقوں پہ وقفے وقفے سے گولہ باری کی۔ جس کو خاموش کرنے کی غرض سے سعودی و اتحادی توپ خانے سے جوابی کارروائی کی گئی۔ تاہم دشمن کی گولہ باری سے کسی قسم کا کوئی مالی یا جانی نقصان نہیں ہوا۔

○ خلیج کے پانیوں میں دو سمندری بارودی سرنگوں کا سراغ لگایا گیا۔

○ احمدی بندرگاہ کے بالکل سامنے اور ساحل سمندر پہ پھیلی ہوئی ایک پائپ لائن کے نزدیک تیل کے ایک ایسے خطے کی نشاندہی ہوئی کہ جس کی لمبائی ۱۵ کلو میٹر سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی زیادہ ہے۔ اور اس خطے کے قریب پانچ آئل ٹینکر بھی پائے گئے۔

○ عراق کے اندر اہم ٹھکانوں کو نشانہ بنانے کے لیے بحر ابیض اور بحر احمر کو عبور کرتی ہوئی اتحادی افواج کی امریکی آبدوزیں بھی پہلی دفعہ حرکت میں آگئیں۔ جو کروز ماہوک طرز کے ایسے میزائلوں سے لیس تھیں۔ جو کہ بڑا عظموں تک مار کرتے ہیں۔

○ اسی روز شام دس بج کر اٹھائیس منٹ پر عراقی جارح نے ریاض شہر کی جانب دو سکڈ میزائل مار پھینکے مگر اللہ کی توفیق و نصرت سے سامنا کرتے ہوئے انہیں فضا میں ہی اڑا دیا گیا۔ تاہم مذکورہ میزائل اور جوابی پیٹریاٹ میزائل کے ایک سرکاری عمارت پر گرنے کی وجہ سے ایک شہری جان بحق اور تیس ملکی و غیر ملکی باشندے زخمی ہو گئے۔

دسواں دن ۔ آپریشنز

عراق اور مقبوضہ کویت میں عراق افواج کے خلاف فضائی و میزائلی آپریشن کو جاری رکھتے ہوئے اتحادی افواج نے اب تک کل ۲۰ ہزار حملے کیے۔ جن میں سے صرف سعودی فضائیہ نے ۱۲۸۲ کامیاب حملے کیے۔ اس دن مندرجہ ذیل واقعات رونما ہوئے۔

○ اس روز صبح ٹھیک تین بج کر بیالیس منٹ پر عراقی جارح نے مشرقی علاقے کی جانب ایک سکڈ میزائل پھینکا۔ مگر خداوند قدوس کی تائید و نصرت سے پیچھا کر کے اس کو فضا میں ہی اڑا دیا گیا۔

○ بعض سرحدی علاقوں میں گولے اور میزائل پھینکنے کا تبادلہ ہوتا رہا۔ تاہم سعودی توپ خانہ اتحادی فضائیہ کی معاونت سے عراقی توپ خانے کو چپ کرانے میں کامیاب رہا۔

○ اسی دن بارہ عراقی فوجیوں نے سعودیہ میں پناہ حاصل کر لی۔ جن میں دو فوجی سیکنڈ لفٹیننٹ رینک کے تھے۔

○ ۹ بحری بارودی سرنگوں کا سراغ لگایا گیا۔ جن میں سے پانچ کو اڑا دیا گیا دو کو سعودی بحریہ نے اور تین سرنگوں کو امریکی بحریہ نے اڑایا۔

○ اسی روز تقریباً ڈیڑھ بجے دوپہر مشرقی ساحل پر واقع آئل فیلڈ کے ایک پلیٹ فارم کے پاس سمندری لہروں نے ایک بارودی سرنگ کو باہر پھینک مارا جسے اڑا دیا گیا۔ نیز ایک اور بارودی سرنگ کا انکشاف ہونے کے بعد اُسے اُڑا دیا گیا۔

○ سات عراقی جنگی طیارے ہنگامی صورتحال میں کسی قسم کی ایرانی مزاحمت کے بغیر ایران میں اُتر گئے ان میں سے ایک طیارہ تو اُترتے وقت چکنا چور ہو گیا اور اس میں آگ بھڑک اٹھی اور ایرانی ریڈیو کے مطابق دو اور طیاروں کو بھی نقصان پہنچا۔

○ اسی طرح ۲۰ تا ۳۰ عراقی فوجیوں نے ایک کویتی جزیرے (ام المرادم) میں ہتھیار ڈال دیئے۔ یہ جزیرہ کویتی بندرگاہ (راس الزور) کے جنوب مشرق میں پندرہ کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

○ اسی روز ساڑھے نو بجے شام اتحادی بحریہ نے بحیرۂ عرب کے شمال میں واقع جزیرہ (ابوبیان)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نزدیک عراقی جارح کی ایک کشتی کو تباہ کر دیا۔

○ ہفتے کے روز ہی شام گیارہ بج کر اکیس منٹ پر عراقی جارح نے ریاض شہر کی جانب ایک سکڈ میزائل پھینک دیا۔ معلوم ہونے پر اسے تباہ کر دیا گیا۔ اور بحمد اللہ کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔

گیارواں دن ۔ آپریشنز

گیارویں دن بھی عراق میں واقع عراقی ٹھکانوں پر تواتر سے فضائی و میزائل حملوں کا سلسلہ جاری رہا زیادہ تر یہ فضائی حملے عراقی ری پبلکن گارڈز کشتیوں کو مار کرنے والے عراقی سیلک وورم میزائلوں کے ٹھکانوں، اور مغربی عراق میں موجود اسلحہ ڈپوؤں اور سپلائی مراکز پر مرکوز رہے۔ نیز وسیع پیمانے پر جاسوسی کا بندوبست کیا گیا۔ اتحادی فضائیہ نے صحرائی طوفان کے شروع سے لے کر اب تک ۲۲۵۲۸ حملے کیے۔ جن میں سے صرف سعودی فضائیہ نے ۱۴۳۱ کامیاب حملے کیے۔ اس دن کے نمایاں جنگی کام یہ تھے۔

○ اس روز چار بجے صبح خلیج الکویت میں اتحادی بحریہ نے عراقی جارح کی ایک اور کشتی کو تباہ کر دیا۔

○ عراقی جارح اپنے توپ خانے سے بعض سرحدی لائنوں پر وقفے وقفے سے گولے، اور میزائل برساتے رہے اسکو خاموش کرانے کے لیے سعودی و اتحادی توپ خانے نے جوابی کارروائی کی تاہم دوست افواج کا کسی قسم کا مالی و جانی نقصان نہیں ہوا۔

○ صبح سویرے عراقی شہروں ہدرا، بزر بالیہ، اور سلیمانیہ میں واقع فوجی ٹھکانوں کو نشانہ بنائے ہوئے فضائی حملہ کیا گیا۔ جس سے بھاری نقصان ہوا۔

○ اب ایران بھاگنے والے طیاروں کی تعداد ۶۹ تک پہنچ گئی۔ جن میں ۳۹ صرف جنگی طیارے تھے۔

بارہواں دن ۔ آپریشنز

آپریشنز کے بارہویں دن بھی سعودی و خلیجی فضائیہ نے اتحادی فضائیہ و بحریہ کے اشتراک سے فضائی و میزائل حملے جاری رکھے۔ شروع سے اب تک اتحادی فضائیہ کے ۲۴۸۸۴ حملوں میں سے صرف سعودی فضائیہ کے حملوں کی تعداد ۱۶۵۶ تک پہنچ گئی۔

اسی روز تقریباً دس بجے صبح کویت شہر کے نزدیک ایک زمینی جھڑپ میں ایک امریکی طیارہ گرالیا گیا۔ شروع جنگ سے لے کر اب تک فضائی جھڑپوں میں تباہ ہونے والے عراقی طیاروں کی تعداد کل ۲۶ ہو گئی۔ جبکہ ۲۳ عراقی طیاروں کو زمین پر کھڑے تباہ کر دیا گیا اس دن نمایاں جنگی کام یہ تھے۔

○ متعدد اہم عراقی اڈوں کو تباہ کر دیا گیا۔ اور عراق میں واقع بین سپلائی لائنوں پر حملہ کیا گیا۔

○ عراقی جارحت نے چند سرحدی لائنوں پر وقفے وقفے سے گولے اور میدانی میزائل برسائے اسکو خاموش کرنے کے لیے سعودی و اتحادی توپ خانے نے جوابی کارروائی کی تاہم کسی قسم کا جانی و مالی نقصان نہیں ہوا۔

○ محاذ جنگ کو گرمانے کی غرض سے اتحادی افواج اور عراقی جارحت کے مابین پہلی دفعہ فائرنگ کا تبادلہ ہوا اس طرح اے-۶ قسم کے امریکی طیارے نے شعیبہ بندرگاہ کے نزدیک ایک عراقی کشتی میزائل لانچر پہ حملہ کر دیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس سے اس کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔

○ امریکی بحریہ کے ایک عمودی طیارے نے متعدد کویتی ملاحوں کو ایک آزاد کردہ کویتی جزیرے (قروہ) منتقل کر دیا۔ جہاں کویتی جھنڈا لہرا دیا گیا۔

○ اسی روز شام ٹھیک نو بجے شام عراقی جارح نے ریاض شہر کی جانب ایک سکڈ میزائل پھینک دیا مگر خداوند تعالیٰ کی تائید ونصرت سے فضا میں ہی اُسے چھوڑ دیا گیا۔

○ شروع آپریشن سے اب تک عراقی قیدیوں کی تعداد ۱۰۵ تک پہنچ گئی۔

○ اسی طرح ایران بھاگنے والے عراقی طیاروں کی تعداد اس روز شام تک سو سے بھی تجاوز کر گئی۔ ان میں سے کچھ طیاروں کے اترنے، اور کچھ کے تباہ ہونے کا اعتراف خود ایران نے بھی کیا۔

○ اسی طرح کچھ امریکی طیاروں نے فاو کے نزدیک سیلک وورم میزائلوں کے دو اڈوں کو تباہ کر دیا۔

تیرہواں دن - آپریشنز

تیرہویں روز بھی عراق اور مقبوضہ کویت کے اندر فوجی ٹھکانوں اور اہم عراقی مقامات پہ فضائی و میزائلی حملے جاری رہے۔ اتحادی فضائیہ نے اس روز ۲۷۸۲ فضائی حملے کیے یوں شروع جنگ سے اب تک ہونے والے حملوں کی مجموعی تعداد ۲۷۶۶۱ ہو گئی ان میں سے صرف سعودی فضائیہ نے ۱۷۱۹ کامیاب حملے کیے۔ تاہم اتحادی افواج کا کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں ہوا اس روز نمایاں واقعات یہ تھے۔

○ سعودی بری افواج کی ایک میزائل لانچر نے اچانک عراق جارح کے (فروغ) طرز کے میدانی میزائلوں کے ایک یونٹ پر، اتحادی افواج پہ مذکورہ میزائلوں کو پھینکنے کی تیاری کے دوران ہلہ بول دیا۔ چنانچہ سعودی لانچر نے اس پر ۱۲ میزائل مار پھینکے۔ جو ٹھیک نشانوں پر لگے۔

○ ایک شدید ترین آپریشن میں امریکی توپ خانے نے مقبوضہ کے اندر عراقی کویت کے ایک سٹور تک پر دھاوا بول دیا۔

○ اس معرکے میں ایک نئی پیش رفت یہ ہوئی کہ اتحادی فضائیہ نے کویتی صحراء میں موجود ایک عراقی بکتر بند دستے پر حملہ کر دیا۔ جس کے نتیجے میں ۲۴ ٹینک اور فوجیوں کی نقل مکانی ورسد رسانی کے لیے مخصوص ایک بکتر بند گاڑی کو تباہ کر دیا گیا۔

○ امریکی بحریہ نے مقبوضہ کویت کے اندر عراقی ٹھکانوں پر پہلا بمبار حملہ کیا۔

○ اتحادی عمودی طیاروں نے بحیرۂ عرب کے شمال میں عراقی جارح کی ۱۷ کشتیوں پر حملہ کر دیا۔

○ برطانوی جنگی بمبار طیاروں نے مقبوضہ کویت کے اندر تیل صاف کرنے والے ایک کارخانے اور پیٹروکیمیکلز کمپلیکس کو تباہ کر دیا۔

امریکی افواج کے اے-۶ قسم کے چند طیاروں نے جزیرہ بوبیان کے قریب عراقی جارح کی چار گشتی کشتیوں پر حملہ کر دیا۔ جن میں سے تین کشتیاں تباہ ہو گئیں۔ اسی قسم کے کچھ اور طیاروں نے جزیرہ ام قصر کے نزدیک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تین اور کشتیوں پر دھاوا بول دیا۔ جن میں سے ایک کشتی غرق ہو گئی۔ اور دو تباہ ہو گئیں۔

○ سعودی بحریہ کے ذریعے دو سمندری بارودی سرنگوں کا انکشاف ہوا۔ ان میں سے ایک سرنگ سفانیہ کے نزدیک ملی جبکہ دوسری آئل فیلڈ نمبر ۲۴ کے پاس سے برآمد ہوئی۔

ایک کشتی کو تو اڑا دیا گیا۔ جبکہ دوسری کشتی کو اڑانے کی کوشش ہو رہی تھی۔ بحیرۂ عرب میں کویتی تیل کے بہاؤ کو روکنے اور اُسے پھیلنے سے روکنے کے لیے اتحادی افواج کے ف۔ ۱۱۱ طرز کے امریکی جنگی بمبار طیاروں کی مدد سے متاثرہ علاقے پر ہلکی بمباری کی گئی۔ یہ ایک ماحولیاتی حادثہ تھا۔ جو کر ۵۰ کلومیٹر کے علاقے پر پھیلا ہوا تھا۔ اور اس کے کچھ حصوں میں آگ بھی بھڑک اٹھی تھی۔

چودھواں دن۔ آپریشنز

چودھویں روز بھی اتحادی فضائیہ و بحریہ کی طرف سے عراق اور مقبوضہ کویت میں فوجی ٹھکانوں پر فضائی و میزائلی حملے جاری رہے۔ اب تک اتحادی افواج کی جانب سے کیے جانے والے حملوں کی تعداد ... ۳۰ تک پہنچ گئی۔ جس میں سے صرف سعودی فضائیہ نے ۱۹۰۰ سے بھی کچھ اوپر حملے کیے۔ بحرینی افواج نے ۴۴، اور کویتی فضائیہ نے ۱۸۲ حملے کیے۔ جبکہ امریکی افواج کا ایک سی۔ ۱۳۰ طیارہ کویت کے جنوب میں گم ہو گیا۔ اور اس کا چودہ افراد پر مشتمل عملہ بھی تاہنوز لاپتہ ہے۔ اس روز کے نمایاں واقعات یہ تھے۔

○ اس روز صبح عراقی جارح کے کچھ فوجی دستے خفجی شہر میں گھس آئے۔ یہ ایک سرحدی شہر ہے جس کو پیشگی طور پر شہریوں سے خالی کروا لیا گیا تھا۔ چنانچہ جوابی مزاحمت میں سعودی افواج نے عراقی افواج کے ۵ ٹینکوں کو تباہ کر دیا۔ اور عراقی افواج کے ۲۱، افراد کو حراست میں لے لیا۔ یوں صورتحال مکمل طور پر سعودیہ کے کنٹرول میں رہی۔

سعودی فضائیہ، کویتی فضائیہ کی شراکت میں عراقی جارح کو زیر کرنے میں کامیاب رہی جو کہ خفجی شہر میں گھس آنے والی اپنی افواج کے ٹھیپو کرا و بچا کرنے کی کوشش میں تھے۔

کچھ مسلح اور بکتر بند دستوں کو کچل دیا گیا۔ اور کچھ کو ویسے ہی پسپا کر دیا گیا۔

ادھر امریکی افواج نے اپنے ایک سپاہی مرد اور ایک سپاہی عورت کی گمشدگی کا اعلان کر دیا۔ یہ دونوں فوجی معرکۂ خفجی میں شریک نہ تھے۔

○ عراقی افواج نے کویتی و سعودی سرحدوں کو دو مرتبہ پھلانگنے کی کوشش کی۔ مگر اتحادی بری افواج رکاوٹ بن کر کھڑی ہو گئیں۔ اور ان کے جنگی ساز و سامان۔ اور افراد کو نہ صرف بھاری نقصان پہنچایا بلکہ بھگانے پر مجبور کر دیا۔ تاہم امریکی بحریہ نے پیدل فوج اور اتحادی افواج کو تھوڑا بہت نقصان اٹھانا پڑا۔

۱۶ بحری بارودی سرنگوں کا انکشاف ہوا۔ ان میں سے ۷ سرنگوں کو سعودی بحریہ نے اڑا دیا۔ ۲ سرنگوں کو امریکی بحریہ نے ایک سرنگ کو برطانوی بحریہ نے اڑا دیا۔ اور باقی چھ بارودی سرنگوں کو اڑانے کا سلسلہ چلتا رہا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ چند عراقی ربڑ کی کشتیوں نے جزیرہ ام المرادم کے نزدیک امریکی بحریہ کے تابع سعودی طیاروں پر گولہ باری کی۔ چنانچہ جوابی کارروائی میں سعودی طیاروں اور اے۔۶ طیاروں کی مدد سے مذکورہ کشتیوں کو ڈبو دیا گیا۔

پندرھواں دن - آپریشنز

یہ دن دونوں طرف سے جنگی حکمت عملیوں اور تبدیلیوں کے لحاظ سے ایک بھرپور دن تھا۔ اس روز صبح اڑھائی بجے خفجی شہر میں داخل ہونے والی تقریباً ایک بریگیڈ عراقی افواج کے محاصرے کے لیے سعودی بری افواج نیشنل گارڈز، سعودی بحریہ کی پیدل فوج قطری بری افواج نے گھیرا ڈال لیا۔ امریکی بحریہ کی پیدل فوج کے سعودی طیارے بھی اس کارروائی میں دوش بدوش حصہ لے رہے تھے۔ چنانچہ شمالی جانب سے فوجی قوت کو کچل دیا گیا۔ اور اس کی کمک کے راستے مسدود کر دیئے گئے۔ پھر جنوبی طرف سے ایک زبردست حملہ کیا گیا۔ جس کے نتیجے میں تقریباً دو بجے دوپہر شہر کو واگذار کرا لیا گیا۔ عراقی جارح کے ۳۰ فوجی ہلاک اور ۳۳ زخمی ہو گئے۔ اور ۴۰۰ عراقی افسر اور فوجی حراست میں لے لیے گئے۔ اور اس کے علاوہ فوجی ساز و سامان پر قبضہ کر لیا گیا۔ جبکہ ہمارے ۵ فوجی جاں بحق ہو گئے ان میں سے ایک فوجی سیکنڈ لفٹیننٹ رینک کے تھے ۳۲ فوجی زخمی ہو گئے اور ۴ فوجی لاپتہ ہو گئے جبکہ تین ٹینک خراب ہو گئے۔ ان میں سے دو ٹینک قابل مرمت ہیں، دو ایمبولینس گاڑیاں، اور ایک میزائل لانچر ناکارہ ہو گئیں۔ قطری افواج کے بھی دو عدد ٹینک اور ایک عدد فوجی گاڑی تباہ ہو گئی۔

○ اتحادی فضائیہ کی طرف سے اب تک ۳۲ ہزار سے بھی زیادہ کیے جانے والے حملوں میں سے صرف سعودی فضائیہ نے مجموعی طور پر دو ہزار سے بھی کچھ اوپر حملے کیے۔

○ سعودی بحریہ کے ذریعے دو عدد سمندری بارودی سرنگوں کا سراغ لگایا گیا۔ ان میں سے ایک کو تو اڑا دیا گیا۔ جبکہ دوسری کے ساتھ نمٹا جا رہا تھا۔ نیز امریکی بحریہ دو اور بارودی سرنگوں کی گھات میں بیٹھی رہی سراغ لگنے پر ان میں سے ایک کو تو اڑا دیا گیا جبکہ دوسری کو اڑانے کی کارروائی تا ہنوز جاری تھی۔

○ اتحادی افواج نے اے۔۶ طیاروں کی مدد سے بحیرۂ عرب کے شمال میں واقع عراقی جارح کی ملکیت میزائل لانچر اور گشتی کشتیوں پر مشتمل ایک بحری پوائنٹ کا صفایا کر دیا۔ اور امریکی افواج نے ۵ عراقی فوجیوں کو حراست میں لے لیا۔

○ اسی روز شام کے وقت کویتی و سعودی حدود کے نزدیک عراقی سرگرمیوں کا انکشاف ہوا۔ یہ سرگرمیاں ۱۷ کلومیٹر کے فاصلے پر پھیلی ہوئی تھیں۔ اور دو بکتر بند دستے ان میں حصہ لے رہے تھے۔ چنانچہ اتحادی فضائیہ نے عراقی افواج پر ب۔۵۲ بمبار طیاروں کی ضربات کاری سے دو سو سے بھی زائد عراقی ٹینکوں کو چکنا چور کر دیا۔

○ عزت مآب سعودی وزیر دفاع نے سعودی افواج کے چند نوجوانوں کو ان کے جرأت مندانہ کارناموں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعتراف میں اعزازی تمغہ دینے کا حکم صادر فرمادیا۔

سولہواں دن - آپریشنز

بروز جمعہ سولہویں روز بھی اتحادی افواج نے کویتی وسعودی حدود پہ سرگرم عراقی افواج اور عراق و مقبوضہ کویت کے اندر اہم فوجی ٹھکانوں پہ فضائی حملوں کا سلسلہ جاری رکھا اتحادی افواج کے فضائی حملوں کی تعداد اب ۳۴ ہزار تک جا پہنچی۔ ان میں سے ۲۲۰۰ کامیاب حملے تو صرف سعودی فضائیہ نے کیے اتحادی افواج دشمن کے ٹھکانوں پہ حملوں سعودیہ کی فضائی حدود کی نگرانی کے ساتھ ساتھ ان کی سرگرمیوں پر ایک نظر رکھنے کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھی۔

○ خبروں کے مطابق ۱۲۹ کے لگ بھگ عراقی فوجی کردوں کے پہاڑی علاقوں کی طرف بھاگ نکلے اور ایک سو عراقی فوجیوں نے ترکی جانب راہ فرار اختیار کرلی۔

سترہواں دن - آپریشنز

بروز ہفتہ سترھویں روز سعودی شہداء کی تعداد ۱۸ تک جا پہنچی۔

اتحادی افواج اور میدان کارزار کی قیادت کے فوجی بیان نمبر ۱۶ کے مطابق معرکۂ خفجی کے نقصانات کی تفصیلات درج ذیل ہیں۔

○ عراقی جارح کے نقصانات۔ ۳۰ ہلاک، ۳۷ زخمی ۴۲۹ قیدی

○ ہماری افواج کے نقصانات ۱۸ شہید۔ ۲۹ زخمی ۴۰ لاپتہ

○ اسی روز عراقی جارح نے سعودیہ کی کویت کے ساتھ والی شمالی سرحد کو پانچ ٹینکوں سمیت پھلانگنے کی کوشش کی، قطری بری افواج کے پانچ ٹینکوں نے مزاحمت کرتے ہوئے، ان میں سے چار کو تو تباہ کردیا اور پانچواں ٹینک بھاگ جانے میں کامیاب ہوگیا۔ قطری افواج کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔

○ اسی طرح عراق جارح کی افواج کے تقریباً ۴۰ عراقی فوجیوں کے ایک چھوٹے سے دستے نے شمالی علاقے کی حدود کو پار کرنے کی کوشش کی۔ مگر اتحادی افواج نے مزاحمت کرتے ہوئے صرف ۱۵ منٹ کے ایک چھوٹے سے معرکے کے بعد انکو الٹے پاؤں مار بھگایا اور ایک کرین اور فوجی گاڑی کو تباہ کردیا۔ جبکہ اتحادی افواج کے ساتھ مل کر عراق اور مقبوضہ کویت میں واقع عراقی ٹھکانوں پر کامیاب حملے کیے۔ شروع جنگ سے اتحادی فضائیہ کے ۳۷،۰۰۰ حملوں میں سے صرف سعودی فضائیہ کے حملوں کی تعداد ۲۴۰۰ ہوگئی۔ جبکہ کویتی فضائیہ نے ۲۲۴ حملے کیے اس روز عراقی جارح کے زمینی دفاع کے ذریعے دو امریکی طیارے گرا لیے گئے۔ ان میں سے ایک طیارہ اے-۶ قسم کا تھا جبکہ دوسرا طیارہ اے-۱۰ قسم کا تھا۔

○ عراقی جارح خلیج میں متواتر بارودی سرنگیں بچھاتا رہا سعودی بحریہ نے ایک بارودی سرنگ کا سراغ لگا کر اسے اڑا دیا۔ جبکہ امریکی بحریہ نے بھی ایک اور بارودی سرنگ کا پتہ چلا کر اڑا دیا۔

اسی طرح امریکی بحریہ نے اس روز بحیرۂ عرب میں مختلف موقعوں پر ۴ عراقی کشتیوں کو تباہ کردیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعودی مبعوثین

کی دینی خدمات

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ وبعد

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب ۱۲۰۶ھ نے توحید و سنت کی نشر و اشاعت اور شرک و بدعت کے خلاف بارہویں صدی ہجری میں علم جہاد بلند کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان اخلاص و نیک نیتی کی وجہ سے انکی مساعئ جمیلہ میں ایسی برکت ودیعت کی کہ دیکھتے ہی دیکھتے امام موصوف کی دعوت نے ایک عظیم الشان تحریک تجدید واصلاح کی صورت اختیار کرلی "ذالك فضل اللہ یؤتیہ من یشاء"

جب جزیرۃ العرب کو رب العزت نے ایک بار پھر عالمی اسلامی قیادت کے لیے منتخب فرمایا تو آل الشیخ (شیخ محمد بن عبدالوہابؒ) اور آل سعود کے باہمی اتحاد وتعاون نے قران السعدین کی صورت اختیار کرلی۔ اور شیخ الاسلام کی تحریک تجدید واصلاح عملی طور پر تحریک جہاد میں تبدیل ہوگئی۔ جس کے نتیجے میں قرون اخیرۃ کی سب سے زیادہ قابل قدر اسلامی مملکت "المملكة العربية السعودية" معرض وجود میں آئی۔ جس نے خلافت راشدہ کے بعد پہلی بار اہل توحید کو دعوتی کام کے لیے منتخب فرمایا اور اس کام کے لیے حکومتی اسٹیج مہیا کیا۔ تاریخ اسلام میں جکی مثال نہیں ملتی۔ جہاں کتاب وسنت کا بول بالا ہوا۔ حدود الٰہی نافذ ہوئیں اور مہبط وحی و مولد رسول ایک بار پھر مرکز اسلام بنا اور دنیا بھر میں نور توحید پھیلنے لگا۔ حسن نیت نے حسن عمل کی شکل اختیار کی اور حسن عمل رنگ لایا، تو رب الارباب اور مسبب الاسباب نے شجر توحید کی آبیاری کرنے والوں کے لیے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیئے۔ اور بے آب گیاہ وادئ غیر ذی زرع کو اپنی مدفون خیرات اگل دینے کا حکم صادر فرمایا۔

"إن تنصروا الله ينصركم ويثبت اقدامكم"

سرزمین جزیرۃ العرب جوں جوں خیرات اگلتی گئی آل سعود کا جذبۂ خدمت اسلام اور انفاق فی سبیل اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی بڑھتا گیا، حرمین الشریفین پر دل کھول کر دولت خرچ کی گئی۔ تعلیمی ادارے معرضِ وجود میں آئے۔ جامعات قائم کی گئیں۔ ان کے دروازے پورے عالمِ اسلام بلکہ مسلمانانِ عالم کے تشنگان علوم کے لیے کھول دیے گئے بالخصوص آلِ سعود کے دوسرے دورِ حکومت میں مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم دنیا بھر کے علماء اور طلباء کی توجہ کا مرکز بن گیا۔

روزِ اول سے ہی آلِ شیخ اور آلِ سعود نے تقسیمِ کار کر رکھی ہے۔ سیاسی و حکومتی ذمہ داریاں آلِ سعود نبھاتی ہے۔ اور اس قبیل کے مناصب بھی انہی کے پاس ہوتے ہیں۔ دینی و علمی فرائض آلِ شیخ کے ذمہ ہیں اور ان کے متعلقہ عہدے اور مناصب پر بھی وہی لوگ فائز ہوتے ہیں۔

آلِ سعود نے کمال مروت اور وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے ہمیشہ خدمتِ دین کو اپنے لیے سعادت سمجھا ہے۔ علماء کا احترام کیا ہے۔ دعوت و ارشاد کے لیے ہر طرح کی سہولتیں مہیا کی ہیں مگر علماء کو سیاسی میدان میں گھسیٹ کر اپنی حمایت کے لیے کبھی نہیں کہا۔

ان کا سیاسی مؤقف ہمیشہ واضح، درست اور مبنی بر حق و صداقت ہوتا ہے۔ پورا عالمِ اسلام بغیر کسی جدوجہد کے ان کی حمایت کرتا ہے۔ اور توحید و سنت پر قائم اس مملکت کا یہی طرۂ امتیاز ہے اسے اپنے حریفوں کی طرح منافقانہ رویہ اختیار نہیں کرنا پڑتا۔ اور بدنام بقلم خود خیر خواہوں ضمیر فروش صحافیوں کی بھونڈی، ناشائستہ، اخلاق و ادب سے گری ہوئی حسد و بغض اور خبثِ باطن پر مبنی بے برکت تحریروں کی حوصلہ افزائی نہیں کرنا پڑتی۔ واللہ یؤید بنصرہ من یشاء۔

البتہ لوگ اپنا فرضِ مذہبی حکمران کی حمایت کرتے ہیں۔ اور ان کی حمایت کے لیے کام کرتے ہیں۔

سعودی حکومت میں کلیاتی اور جامعی مرحلہ میں حاضر العالم الاسلامی کے عنوان سے عالمِ اسلام کے سیاسی حالات، اسلامی دنیا کے بڑے بڑے اور اہم قضایا مسائل پر تو محاضرات ہوتے ہیں مگر سعودی سیاست کے بارہ میں کچھ نہیں پڑھا جاتا۔

دنیا بھر سے امڈ کر آنے والے مدینہ یونیورسٹی کے طلبہ کو سعودی حکومت کی دینی سیاسی، اور مالی خدمات سے روشناس کرانے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔ چونکہ یہ سب کچھ للّٰہیت کے جذبۂ صادقہ سے ہو رہا ہے۔ اس لیے اس کا ڈھنڈورا نہیں پیٹا جاتا۔ اور بلا امتیاز سیاسی طور پر موافق و مخالف تمام ممالک سے طلبہ لیے جاتے ہیں۔ جیسے بلا تفریق حاسد و محب حسبِ استحقاق تعلیمی اداروں کو مبعوث دیئے جاتے ہیں۔ اس وسعتِ ظرفی اور کمال فیاضی کی مثال شاید ڈھونڈنے سے بھی نہ مل سکے۔ تدوینِ نصاب سے لیکر تعیین و ابتعاث دعاۃ و مدرسین تک کسی مرحلے میں بھی حکومت اہلِ علم کے کام میں مداخلت نہیں کرتی۔ رکاوٹ نہیں ڈالتی۔

ضروریات کے معاملے میں بخل نہیں کرتی۔ مخالف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موافق پر نظر نہیں رکھتی۔ ان میں امتیاز نہیں کرتی۔ سیاسی نتائج پر نظر نہیں رکھتی۔ حمایت کا تقاضا نہیں کرتی۔ مدافعت کی توقع نہیں رکھتی۔ مبعوثین کے پاس بڑی بڑی گاڑیاں اور جائیدادیں دیکھ کر تنگ نظر و تنگ دل نہیں ہوتی۔ حاسدین کی شکایات پر کان نہیں دھرتی، بلکہ سنۃ اللہ پر ایمان رکھتی ہے۔

لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید" پروردگار بھی شکران و کفرانِ نعمت کی رپورٹ تہی دستان سعادت یا اہلِ شقاوت سے نہیں مانگتا وہ خود علیم "بذات الصدور اور بصیر بما یفعلون ہے۔ سعودی حکومت کے اسی حسنِ انتظام اور تقسیم کا نتیجہ ہے کہ سعودی حکومت نے دنیا بھر میں جہاں سیاسی و حکومتی امور نمٹانے اپنے موقف کی ترجمانی کرنے اور سعودی باشندوں اور طلبہ کے مسائل حل کرنے کے لیے سفارتخانوں کے تحت کئی دیگر ادارے قائم کر رکھے ہیں۔ فوجی اتاشی، تعلیمی اتاشی، ثقافتی اتاشی اور قونصلر سفارت خانے کے زیرِ انتظام ہیں۔ حسبِ توجیہات و ارشادات خادم الحرمین الشریفین، سعادۃ السفیر کی زیرِ نگرانی مصروفِ کار ہیں۔ وہاں دینی و اسلامی ذمہ داری نبھانے کے لیے سفارت خانوں سے الگ تھلگ مکتب الدعوۃ یا مرکز الدعوۃ کے نام سے مراکز قائم کیے ہوئے ہیں سفارت خانے ان مراکز کو ہر قسم کی سہولتیں مہیا کرتے ہیں۔ ان کے راستے کی رکاوٹیں حسبِ امکان دور کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے فرائض مکمل آرام سے سرانجام دے سکیں سفارت کار ان دینی و مذہبی اداروں کے کام میں قطعاً مداخلت نہیں کرتے نہ انہیں کوئی ہدایات دیتے ہیں نہ ان کی تعیین، ترقی، تبادلے اور معطلی العرض کر کسی معاملے میں دلچسپی نہیں لیتے۔ بلکہ مشورۃ تک نہیں کرتے۔ اس سلسلے میں شیاطین انہیں وحی کرنے کی کوشش بھی کریں تو وہ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھ کر معوذتین کا دم کر کے اپنے آپ کو اس سے محفوظ کر لیتے ہیں۔ ایسی کوششیں بالواسطہ، و بلاواسطہ اجتماعی و انفرادی طور پر دعاۃ و مبعوثین کے خلاف بیسوں بار کی گئیں بقلم خود خیر خواہوں نے بزعم خویش بڑی خوبصورتی سے تجاویز منفعت اور حصولِ زر کے لیے پیش کیں مگر ہر بار کلام رحمان وحی شیطان پر بھاری رہا۔ اور معوذتین شیاطین کے لیے۔ شہاب ثاقب ثابت ہوئیں۔

والحمد للہ علی کل ذالک۔

خدمتِ دین و علم اور نشر و اشاعت، توحید و سنت کے لیے قائم یہ مراکز و مکاتب نہایت تندہی و جانفشانی، دیانت داری، اور بیدار مغزی سے اپنے کام میں مصروف ہیں اپنے تمام مبعوثین پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہیں۔ ایک ایک شخص کی کارکردگی زیرِ نظر ہوتی ہے۔ اور ان کے اعمالِ حسنہ و سیئہ پر دھیان رکھتے ہیں۔ اور جن اداروں میں اپنے مبعوثین ارسال کرتے ہیں۔ ان کی کارکردگی پر بھی نظر رہتی

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ ان میں برسرِ منصب اصحاب علم وفضل کی عزت افزائی بھی کرتے ہیں اور ان پر مسلط جاہل، کج فہم، بے بصیرت، کور نگاہ منتظمین کی ریشہ دوانیوں، دسیسہ کاریوں سازشوں، ناجائز شکایتوں اور توہین آمیز رویوں سے اپنے ارسال کردہ مندوبین کو محفوظ رکھنے کی بھی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔

کارپردازانِ مکاتب ہمیشہ اپنے آرام پر مبعوثین کے مفادات کو ترجیح دیتے ہیں۔ وقتاً فوقتاً انہیں ہدایات و تعلیمات جاری کرتے رہتے ہیں، اور ان کے لیے ان کے کام کی رپورٹیں بھی لیتے رہتے ہیں، اور یہ سارا کام نہایت سلیقے سے جاری ہے۔ اس سارے کام میں سعودی عرب کی حمایت یا سیاسی مفادات کے تحفظ یا مذہبی وسیاسی مخالفین کیخلاف کام کا ذکر اذکار نہیں ہوتا۔ بلا امتیاز و مسلک و مشرب سعودی حکومت یہ دینی و علمی خدمات پیش کرتی ہے سعودی مبعوثین جنہیں حکومتِ سعودیہ صانها الله من الشرور والفتن وابعد الله عنها اهل الفتن على رغم حسد الحاسد معقول مشاہرہ دیتی ہے۔

۵ عمر قليلك لا يقال له قليل" اور على رغم كيد الكائدين جنکے مفادات کا تحفظ کرتی ہے۔ اگر پتہ چلے کہ کسی دانشور نے اپنے علمی و دعوتی مشاغل میں رہتے ہوئے مناسب اقتصادی منصوبہ بندی کرکے جائیداد بنانے کی کوشش کی ہے تو اس کی مزید حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ اور مزید تعاون سے نوازتی ہے۔

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ : صرف سعودی حکومت ہی نہیں کوئی بھی دانا حکومت اپنے ملازمین سے سیاسی مقاصد حاصل نہیں کرتی، اور نہ ہی کرنے چاہییں، ملازمت تو ہمیشہ ایک معاہدۂ کار پر مبنی ہوتی ہے۔ شرعاً واخلاقاً اس معاہدہ کی شقوں پر عمل مزدوری ہوتا ہے۔ سعودی حکومت بھی اپنے ان ملازمین کو صرف علمی اور دینی ذمہ داریاں سونپتی ہے جسکا ذکر واضح طور پر قرار تعیین میں ہوتا ہے۔ حکومتی کاز یا سعودی مفادات کے تحفظ کے لیے ان سے ہرگز کوئی تقاضا نہیں کیا جاتا۔ یہ الگ بات ہے کہ سعودی حکومت اور مبعوثین کا بنیادی مقصد بحیثیت مسلمان ایک ہی ہے۔ اور وہ توحید و سنت کی ترویج اور قرآن سنت کی تعلیم ہے، لہٰذا اس کے لیے کام کرنا ملازمت و مشاہرات سے قطع نظر ہم سب کا فرض ہے جسے بھی حسبِ توفیق ادا کر رہے ہیں، یہ ان مبعوثین کی خوش نصیبی ہے کہ اللہ نے ان کے لیے منصب و مقصد جمع کر دیئے ہیں۔ اور دنیا میں انسان کی یہ سب سے بڑی سعادت ہے۔ جو انہیں میسر ہے۔ قارئین محترم کو سطور بالا پڑھنے سے بخوبی علم ہو گیا ہوگا کہ سعودی فضلاء اور مبعوثین کتاب و سنت کی تعلیمات اور توحید و سنت کی نشر و اشاعت پر کیوں توجہ دیتے ہیں اور اس موضوع پر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن قیمؒ، شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے تلامذہ واحفاد کی کُتب کی اشاعت اور ان کے تراجم کو سعودی حکومت اور آل سعود کی خدمات پر مشتمل گرانقدر لٹریچر پر کیوں ترجیح دیتے ہیں۔ جسے ہر ملک کی طرح بڑی مقدار میں سعودی وزارت اعلام شائع کرتی ہے۔ حالانکہ اگر مقصد چاندی بنانا ہو تو اس سے بہت زیادہ بن سکتی ہے مگر یہ کام سفارتخانوں، سفارت نگاروں۔ اور ان سے متعلقہ اشخاص و افراد کا ہے جسے وہ باحسن وجوہ کر رہے ہیں۔

سعودی فضلاء کی خدمات پر ایک نظر

ہم ذیل میں احباب کی معلومات میں اضافہ کے لیے سعودی یونیورسٹیوں کے فضلاء اور سعودی مبعوثین کی خدمات کی ایک جھلک پیش کرتے ہیں تفصیلات کے لیے تو بڑے بڑے دفاتر درکار ہیں۔ ویسے بھی طبیعت اس سے اباکرتی ہے

لا أسئلكم اجرا ان اجري الا على الله۔

برصغیر پاک وہند میں اسلامی مدارس کا نصاب تعلیم ہمیشہ تقلیدی جمود کا شکار رہا ہے حتیٰ کہ اہل حدیث مدارس بھی نامعقول کتب فقہ کی تعلیم دیتے رہے ہیں معتزلانہ عقائد ونظریات زیر درس رہے ہیں، حقیقی اور مصفی توحید کی تعلیم نہ ہونے کے برابر تھی منطق اور فلسفہ کی صرف کُتب کی لایعنی موشگافیاں سمجھائی جاتی تھیں، صرف ونحو کی روایتی تعلیم تھی۔ جس سے فائدہ کم مشقت زیادہ ہوتی تھی۔ سعودی یونیورسٹیوں کے فضلاء اور مبعوثین کی انتھک جانفشانی اور اخلاص و اعتماد کی سطح پر کام کرنے کا نتیجہ ہے کہ آج تقریباً سبھی عربی دینی مدارس نے اپنے اپنے نصاب تعلیم کی اصلاح کر لی ہے، عقیدہ، فلسفہ اور منطق کی گمراہ کن کتابیں نکال دی گئی ہیں۔ ان کی جگہ کُتب توحید نے لے لی ہے، کم از کم اہلحدیث مدارس میں تو فقہ الحدیث نصاب کا اہم حصہ بن چکی ہے۔ حدیثی تفسیروں نے اپنا مقام حاصل کر لیا ہے۔ اعتزالی واشعری اور ماتریدی نظریات وعقائد نصاب بدر ہو چکے ہیں یہ اتنا عظیم الشان انقلاب ہے کہ اس پر جماعت اہلحدیث سعودی فضلاء کا جسقدر بھی شکریہ ادا کرے کم ہے اس تبدیلی کا صحیح لطف صرف وہی لوگ لے سکتے ہیں جو درمیانی عمر سے تعلق رکھتے ہیں، عزیزوں نے قدیم نصاب نہیں پڑھا بزرگوں نے نیا نصاب نہیں پڑھا، جنہوں نے دونوں نصاب پڑھے ہیں وہ فرق جانتے ہیں علمی بصیرت اور فن شناسی کی زندہ مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کی جماعتی خدمات اور تفصیلی کارناموں کا ذکر تحصیل حاصل ہے کہ ان سے زمانہ واقف ہے شیخ الحدیث مولانا حافظ ثناء اللہ عیلی خاں حفظہ اللہ کے سینکڑوں سے متجاوز تلامذہ ہر میدان میں اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک مصروفِ کار ہیں شیخ الحدیث مولانا ابو محمد عبدالسلام کیلانی حفظہ اللہ بادشاہی مسجد لاہور کی علماء اکیڈمی میں حدیث وفقہ کی مسند کے صدر نشین ہیں۔

مولانا عبیدالرحمٰن دھرم کوٹی اور مولانا عبدالغفور الٰہی بخش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جامعہ پنجاب کے محترم اساتذہ ہیں شیخ الحدیث مولانا عبدالغفار ضامرانی بلوچستان کے سب سے سربلند عالم دین ہیں۔ وہاں ذکریوں کے خلاف ان کی جدوجہد کی مثال نہیں ملتی مولانا عبیداللہ، مولانا عبدالسلام، مولانا محمود گل بلوچستان کے دور دراز علاقوں میں شمع توحید روشن کیے ہوئے ہیں۔ مولانا محمد الیاس تربت کی سب سے بڑی جامع مسجد کے خطیب ہیں اور اکیلے ہی کمیونسٹوں کے خلاف برسر پیکار ہیں بسید عبدالحنان کوئٹہ میں جماعت اہلحدیث کے سرگرم کارکن اور جماعت مجاہدین کے روح رواں ہیں۔ فضیلۃ الشیخ احمد سندھی کی اندرون سندھ خدمات سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ جناب عبدالستار داخوانہ کراچی میں جانے پہچانے علماء ہیں۔

ڈاکٹر حبیب اللہ مختار اور مولانا محمد زیب ہنجگور کی علمی وتحقیقی خدمات ملک سے باہر تک دائرہ وسیع کر چکی ہیں۔

جامعہ ابی بکر کراچی، جامعہ فاروقیہ کراچی کے انتظامات بھی سعودی مبعوثین کے ہاتھ میں ہیں۔

جامعہ سلفیہ فیصل آباد اور وفاق المدارس السلفیہ پاکستان کا حسن انتظام بھی سعودی مبعوثین کا مرہون منت ہے۔

جامعہ سلفیہ اسلام آباد کے مدیر تعلیم بھی ایک سعودی مبعوث ہیں، جامعہ علوم اثریہ جہلم جامعہ بلتستان اور دارالعلوم غزارئی، جامعہ علوم اسلامیہ نور گری کوہاٹ، دارالعلوم سوات وغیرہ کئی دینی اداروں کے انتظامات میں سعودی مبعوثین کی محنت شامل ہے۔

لاہور کا قابل قدر دینی ادارہ مدرسہ رحمانیہ بھی سعودی فضلاء نے قائم کیا اور اب بھی نصف درجن سے زائد سعودی فضلاء وہاں خدمات انجام دے رہے ہیں مرکز ابن القاسم ملتان، جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ لاہور، اور دارالفیصل الاسلامیۃ لاہور جیسے بے شمار ادارے سعودی فضلاء کے زیر احسان ہیں۔

علاوہ ازیں محترم حافظ مسعود عالم کراچی، شیخ الحدیث حافظ عبدالسلام فتحپوری لاہور، معروف اہل قلم محقق قاری نعیم الحق نعیم رفیق دارالدعوۃ السلفیہ لاہور اور ان کے علاوہ کئی ایسے اصحاب علم و تقویٰ ہیں جنہیں دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔

ملک میں اکثر و بیشتر تعلیمی اداروں میں سعودی فضلا معروف کار ہیں۔

فتویٰ نویسی اور دقیق علمی مسائل سلجھانے کی اہلیت رکھنے والے مبعوثین۔

مولانا عبیداللہ عفیف حفظہ اللہ۔ حافظ ثناء اللہ عیسیٰ خان صاحب۔ حافظ مسعود عالم صاحب۔ حافظ عبدالمجید ازہر مولانا عبدالسلام کیلانی، حافظ عبدالستار الحماد۔

جدید وقدیم مسائل پر گہری نظر رکھنے والے مبعوثین۔

(۱) مولانا عبیدالرحمن۔

(۲) مولانا حمیداللہ عبدالقادر۔

(۳) مولانا محمد اسلم صدیقی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴) مولانا عبدالغفور ملتانی۔

○ قرأت وتجوید میں مہارت اور یدِ طولیٰ رکھنے والے مبعوثین۔

(۱) قاری محمد ادریس عاصم

(۲) قاری زاہد احمد صاحب۔

(۳) حافظ محمد حنیف۔

(۴) حافظ محمد عثمان صاحب۔

(۵) حافظ محمد سعید اطہر

(۶) قاری محمد جاوید انور

○ شمالی علاقہ جات میں توحید وسنت کا پرچم لہرانے والے مبعوثین۔

(۱) مولانا عبدالرحمٰن خلیق؟

(۲) مولانا عبدالوہاب حنیف۔

(۳) مولانا محمد علی جوہر

(۴) مولانا حسن راشد۔

(۵) مولانا محمد ابراہیم اور ان کے قابل احترام ساتھی۔

○ انتظامی۔ تدریسی۔ صحافتی اور دعوتی امور میں سرگرم عمل مبعوثین۔

مولانا محمد یٰسین ظفر

(۱) مولانا عبدالرشید خلیق۔

(۲) مولانا عبیداللہ عبید

(۳) مولانا غلام شافی

(۴) سید عبدالحنان۔

(۵) مولانا مبشر احمد صاحب۔

(۶) مولانا محمود گل۔

(۷) مولانا عبدالصمد اچکزئی۔

(۸) مولانا عبدالعلیم۔

(۹) حافظ محمد شریف۔

(۱۰) مولانا محمد یونس بٹ

(۱۱) محمود احمد غضنفر۔

○ برطانیہ میں دینی خدمات سرانجام دینے والے سعودی فضلاء ومبعوثین۔

(۱) مولانا صہیب حسن صدر قرآن کمیٹی لندن۔

(۲) مولانا عبدالہادی العمری ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث برطانیہ برمنگھم۔

(۳) مولانا حفیظ اللہ العمری ایڈیٹر صراط مستقیم برمنگھم۔

(۴) مولانا عبدالکریم ثاقب پرنسپل الہجرۃ سکول برمنگھم

(۵) مولانا منیر قاسم خطیب مسجد اہلحدیث مانچسٹر۔

(۶) مولانا حافظ عبدالاعلیٰ خطیب مسجد اہلحدیث بریڈفورڈ۔

(۷) مولانا خرم بشیر صاحب ایڈیٹر ڈان برمنگھم۔

(۸) مولانا حسن راشد صاحب عربیک لیکچرار برمنگھم یونیورسٹی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حج، عمرہ اور مسجد نبوی کی زیارت

مفتی اعظم سعودیہ
شیخ عبدالعزیز بن باز

مسلمان بھائیو! حج کی تین قسمیں ہیں: تمتع قران اور افراد۔ حج تمتع کی تعریف: حج کے مہینوں (شوال ذی القعدہ اور ذی الحجہ کا پہلا عشرہ) میں عمرہ کا احرام باندھنا، عمرہ سے فراغت کے بعد انتظار کرنا اور پھر اسی سال آٹھویں ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ یا اسکے قریب سے حج کا احرام باندھنا۔

حج قران کی تعریف

حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھنا ایسی حالت میں حاجی قربانی کے دن ہی حج اور عمرہ دونوں سے حلال ہوگا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ پہلے تو عمرہ کی نیت کرے، پھر طواف کی ابتداء کرنے سے پہلے حج کی نیت بھی کرے۔

حج افراد کی تعریف

صرف حج کی نیت کرنا میقات سے یا مکہ مکرمہ سے اگر وہاں مقیم ہو یا میقات کے حدود کے اندر کسی دوسری جگہ سے، پھر اگر اس کے پاس قربانی کا جانور ہے تو دسویں تاریخ تک حالت احرام میں باقی رہے گا، اور اگر قربانی کا جانور ساتھ نہیں لایا ہے تو حج کی نیت کو عمرہ میں بدل دینا جائز ہوگا۔ ایسی صورت میں طواف اور سعی کے بعد بال کٹوا کر حلال ہو جائے گا۔ اس لیے کہ جن لوگوں نے صرف حج کی نیت کی اور اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہیں لائے تھے، ان کو اللہ کے رسول نے ایسا ہی حکم دیا تھا۔ اسی طرح اگر حج قران کی نیت کرنے والے کے پاس قربانی کا جانور نہیں ہے، تو وہ بھی حج کی نیت کو عمرہ میں بدل دے گا۔ اور سب سے افضل حج، حج تمتع ہے، ان کے لیے جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لے گئے ہوں اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ایسا ہی حکم دیا اور تاکید فرمائی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمرہ کا طریقہ

میقات پر پہنچنے کے بعد غسل کرو اور ممکن ہو تو خوشبو لگاؤ اور پھر احرام کے کپڑے (لنگی اور چادر) پہن لو، بہتر یہ ہے کہ دونوں کپڑے سفید ہوں، عورتیں کسی قسم کا کپڑا پہن سکتی ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ بے پردگی اور اظہارِ زینت نہ ہو، پھر عمرہ کے احرام کی نیت کرو اور کہو: "لبيك عمرة، لبيك اللهم لبيك لا شريك لك لبيك. إن الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك"۔

مرداں کلمات کو آواز بلند کہے گا، اور عورتیں آہستگی کے ساتھ، پھر زیادہ سے زیادہ تلبیہ، ذکرِ الٰہی اور استغفار میں مشغول رہو، لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو۔

۲۔ مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کرو، ابتداء حجرِ اسود کے پاس سے تکبیر کے ذریعے ہونی چاہیئے اور انتہا بھی وہیں ہوگی طواف کے درمیان ذکرِ الٰہی اور مختلف قسم کی دعاؤں میں مشغول رہنا چاہیئے، اور بہتر یہ ہے کہ ہر شوط (چکر) کے اختتام پر یہ دعا پڑھو۔

ربنا آتنا في الدنيا حسنة و في الآخرة حسنة وقنا عذاب النار۔

پھر اگر ممکن ہو تو مقامِ ابراہیم کے پیچھے ورنہ مسجد میں کسی دوسری جگہ دو رکعت نماز پڑھو۔

۳۔ اس کے بعد صفا پہاڑی کی طرف جاؤ، اس پر چڑھ کر قبلہ کی طرف رُخ کرو، اللہ کی تعریف بیان کرو اور دونوں ہاتھ اٹھا کر تین بار اللہ اکبر کہو اور دُعا کرو، دُعا کو تین مرتبہ دہرانا سنت ہے اور یہ بھی تین بار پڑھو۔

لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيئ قدير لا إله إلا الله وحده أنجز وعده ونصر عبده وهزم الأحزاب وحده۔"

تین سے کم مرتبہ پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ پھر پہاڑی سے اُتر کر عمرہ کے لیے سات بار سعی کرو۔ ہر بار دونوں ہرے نشانوں کے درمیان تیز چلو اور اس کے پہلے اور بعد میں حسبِ عادت چلو، مروہ پہاڑی پر بھی چڑھو، اللہ کی تعریف بیان کرو اور وہی کچھ کرو جو صفا پہاڑی پر کیا تھا، اور ممکن ہو تو تکبیر بھی کہو (طواف اور سعی کے لیے کوئی ضروری مخصوص دُعا نہیں ہے۔ بلکہ جو بھی ذکر و تسبیح اور دُعا یاد ہو پڑھے اور قرآن کی تلاوت کرے، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت اذکار اور دعاؤں کا خاص خیال رکھے۔

۴۔ سعی پوری ہو جانے کے بعد سر کے بال منڈوا دو یا کتروا دو۔ اب عمرہ پورا ہو گیا اور احرام کی وجہ سے جو چیزیں حرام ہو گئی تھیں وہ سب حلال ہو گئیں۔

اگر نیت حج تمتع کی تھی تو قربانی کے دن ایک بکری یا اونٹ یا گائے کے ساتویں حصہ کی قربانی واجب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گی۔ اگر کسی کو میسر نہیں تو پھر دس روزے رکھنے ہوں گے، تین دن حج کے دنوں میں اور سات دن وطن واپسی کے بعد، بہتر یہ ہے کہ عرفہ کے دن سے پہلے ہی تینوں روزے رکھ لیے جائیں۔

حج کا بیان

۱۔ اگر تم نے حج افراد یا حج قران کی نیت کی ہے تو حج کی نیت اس میقات (احرام باندھنے کی جگہ) کے پاس سے کرو جہاں سے تمہارا گزر ہو اور اگر تمہاری جگہ حدودِ میقات کے اندر ہو تو اپنی جگہ سے نیت کرو اور اگر نیت حج تمتع کی تھی تو آٹھویں ذی الحجہ کو اپنی جائے قیام سے ہی نیت کرو، ہو سکے تو غسل کرو اور خوشبو لگاؤ اور احرام کے کپڑے پہن لو پھر کہو لبیک حجاً: لبیک اللھم لبیک۔۔۔۔

۲۔ پھر منیٰ کے لیے روانہ ہو جاؤ وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں پڑھو، چار رکعت والی نمازیں دو رکعت ان کے وقتوں میں بغیر جمع کیے ہوئے پڑھو۔

۳۔ نویں تاریخ کو طلوعِ آفتاب کے بعد پُرسکون انداز میں عرفات کے لیے روانہ ہو جاؤ دوسرے حاجیوں کو ایذاء نہ پہنچاؤ۔ وہاں ظہر کے وقت عصر کی نماز ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ادا کرو۔ پھر حدودِ عرفات میں داخل ہو جانے کا یقین کر لو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں قبلہ رُخ ہو کر دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر زیادہ سے زیادہ ذکر و دُعا میں مشغول ہو جاؤ، میدان عرفہ پورے کا پورا مقامِ وقوف ہے، غروبِ آفتاب تک حدودِ عرفات میں ہی رہنا چاہیے۔

۴۔ غروبِ آفتاب کے بعد لبیک لبیک پکارتے ہوئے پورے سکون اور اطمینان کے ساتھ مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور اپنے مسلمان بھائیوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ، مزدلفہ پہنچتے ہی مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ قصر ادا کرو، اس کے بعد وہیں رہو، یہاں تک کہ فجر کی نماز پڑھو اور صبح کا اُجالا اچھی طرح پھیل جائے۔ نمازِ فجر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے قبلہ رُخ ہو کر دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر خوب ذکر و دُعا کرو۔

۵۔ طلوعِ آفتاب سے پہلے لبیک کہتے ہوئے منیٰ کی طرف روانہ ہو جاؤ اگر کوئی عذر ہو، جیسے کہ عورتیں یا کمزور لوگ ساتھ ہوں، تو آدھی رات کے بعد منیٰ کے لیے روانہ ہو سکتے ہو، اپنے ساتھ صرف سات کنکریاں لے لو تاکہ جمرہ عقبہ کی رمی کر سکو، باقی کنکریاں منیٰ سے ہی چُن لو، عید کے دن جمرہ عقبہ کی رمی کرنے کے واسطے بھی کنکریاں منیٰ سے لے سکتے ہیں۔

۶۔ منیٰ پہنچنے کے بعد مندرجہ ذیل کام کرو۔

ا۔ جمرہ عقبہ کی رمی کرو، جو مکہ کے قریب ہے، سات کنکریاں یکے بعد دیگرے مارو اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہو۔

ب۔ اگر تمہارے اُوپر قربانی واجب ہو تو قربانی کرو اس کا گوشت کھاؤ اور غریبوں کو کھلاؤ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ج :۔ سر کے بال منڈاؤ یا کترواؤ، منڈوانا افضل ہے عورت کے لیے انگلی کے ایک پور کے برابر بال کاٹ لینا کافی ہوگا۔

یہ سب کام اسی ترتیب سے کرنا زیادہ بہتر ہے، لیکن اگر تقدیم وتاخیر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔

جمرہ عقبہ کی رمی اور سر کے بال کٹوانے کے بعد احرام کی پہلی بندش ختم ہوگئی، اب کپڑے پہن سکتے ہو اور عورت کے علاوہ ساری چیزیں حلال ہوگئیں۔

۶۔ اب مکہ جاؤ اور طواف افاضہ کرو۔ اگر حج تمتع کی نیت تھی، یا قران یا افراد کی اور طواف قدوم کے ساتھ سعی نہیں کی تھی، تو طواف افاضہ کے بعد سعی بھی کرو۔

طواف افاضہ ایام منیٰ میں رمی جمار کے بعد مکہ واپسی کے بعد بھی کیا جا سکتا ہے۔

۷۔ قربانی کے دن طواف افاضہ کرنے کے بعد منیٰ واپس جاؤ اور گیارہ بارہ اور تیرہ کی راتیں وہیں گزارو۔ اگر کوئی صرف دو راتیں ہی وہاں گزار کر واپس آجائے تو بھی جائز ہے۔

۸۔ ان دونوں یا تینوں دنوں میں زوال کے بعد تینوں جمرات کو کنکریاں مارو۔ ابتداء پہلے جمرہ سے کرو جو مکہ سے باقی دونوں کی بہ نسبت زیادہ دور ہے پھر دوسرے کو اور پھر جمرہ عقبہ کو، ہر ایک کو سات کنکریاں ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہو۔

اگر منیٰ میں صرف دو ہی دن رہنا چاہو تو دوسرے دن غروب آفتاب سے قبل ہی وہاں سے نکل جاؤ۔ اگر آفتاب منیٰ میں ہی غروب ہو گیا تو تیسرے دن بھی قیام کرو اور کنکریاں مارو۔ بہرحال افضل یہی ہے کہ تیسری رات بھی منیٰ میں ہی گزاری جائے۔ بیمار اور کمزور آدمی کے لیے جائز ہے کہ کنکریاں مارنے کے لیے کسی کو اپنا نائب بنا دے اور نائب کے لیے یہ جائز ہے کہ پہلے اپنی طرف سے پھر نائب بنانے والے کی طرف سے ایک ہی بار میں کنکریاں مارے۔

۹۔ حج پورا ہو جانے کے بعد جب اپنے ملک کو واپس جانا چاہو تو طواف وداع کرو۔ صرف حیض اور نفاس والی عورت اس سے مستثنیٰ ہے۔

محرم کے لیے ضروری باتیں

حج اور عمرہ کا احرام باندھنے والوں کے لیے مندرجہ ذیل باتیں ضروری ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے جن اعمال کو فرض قرار دیا ہے ان کا التزام کرے، مثال کے طور پر پنج وقتہ نماز با جماعت ادا کرے۔

۲۔ جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے، ان سے دور رہے، بدکلامی فحش باتیں، فسق وفجور، جنگ وجدال اور دیگر نافرمانی کے تمام کاموں سے بچتا رہے۔

۳۔ اپنے قول وعمل کے ذریعے مسلمانوں کو ایذا نہ پہنچائے۔

۴۔ احرام کی وجہ سے ممنوع کاموں سے بچے جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

ا۔ بال نہ کاٹے ناخن نہ تراشے، اگر از خود کوئی بال گر جاتا ہے یا ناخن الگ ہو جاتا ہے تو کوئی بات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے۔

ب :- اپنے جسم، کپڑے اور کھانے پینے کی چیزوں میں خوشبو نہ استعمال کرے۔ احرام کی نیت کرنے سے قبل جو خوشبو استعمال کی تھا، اگر اس کا کوئی اثر باقی رہ گیا ہے تو کوئی حرج نہیں۔

ج :- کسی شکار کے جانور کو نہ مارے نہ بدکائے اور نہ ہی دوسروں کی اس کام میں مدد کرے۔

د :- کوئی محرم یا غیر محرم حدودِ حرم کے اندر کسی درخت کو نہ کاٹے اور نہ ہی کوئی ہرا پودا اکھاڑے اور نہ ہی کوئی گری پڑی چیز اٹھائے (ہاں اگر قصد اس چیز کے بارے میں اعلان کرنا ہو تو پھر اٹھانا جائز ہوگا) اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ساری باتوں سے منع فرمایا۔

ھ :- عورتوں کو شادی کا پیغام نہ دے، نہ اپنے یا کسی دوسرے کے عقدِ نکاح کا سبب بنے اور جب تک احرام میں ہو شہوت کے ساتھ عورت سے مباشرت اور ہم بستری نہ کرے۔

ممنوعاتِ احرام جو مردوں کیساتھ خاص ہیں

ا :- کسی چپکنے والی چیز سے اپنا سر نہ ڈھانکے، چھتری یا گاڑی کی چھت کے ذریعے سایہ حاصل کرنے اور سر پر سامان اٹھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ب :- قمیص یا کوئی دوسرا سلا ہوا کپڑا پورے جسم یا جزوِ جسم کے لیے استعمال نہ کرے۔ ٹوپی، عمامہ، پاجامہ اور موزے بھی استعمال نہ کرے اگر کسی کو لنگی میسر نہ آئے تو پاجامہ اور جوتے نہ ہوں تو موزے پہن سکتا ہے۔ عورت کے لیے احرام کے وقت دونوں ہاتھوں میں دستانے پہننا، یا نقاب یا برقعہ کے ذریعے اپنے چہرے کو چھپانا ممنوع ہے۔ اگر اجنبی مردوں کا سامنا ہو رہا ہے تو پھر چہرہ کو اوڑھنی یا کسی اور چیز سے چھپانا واجب ہوگا، ویسے ہی جیسے غیر حالت احرام میں واجب ہے۔

اگر محرم بھول کر جہالت میں سلا ہوا کپڑا پہن لیتا ہے یا اپنے سر کو ڈھانک لیتا ہے یا خوشبو استعمال کر لیتا ہے یا اپنا کوئی بال کاٹ لیتا ہے یا اپنے ناخن تراش لیتا ہے تو کوئی جرمانہ نہیں۔ البتہ یاد آنے یا حکم جان لینے کے بعد جس قدر ممکن ہو ازالہ کرے۔

کپڑے بدلنا اور صاف کرنا، سر اور جسم کو دھونا جائز ہے۔ اگر اسی صورت میں بغیر قصد کوئی بال گر جاتا ہے تو کوئی حرج نہیں، اسی طرح اگر محرم کو کوئی زخم پہنچ جاتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔

زیارتِ مسجدِ نبوی

۱ :- مسجدِ نبوی کی زیارت اور اس میں نماز پڑھنے کی نیت سے مدینہ منورہ کا سفر مسنون ہے، اس لیے کہ اس کی ایک نماز مسجد حرام کے علاوہ تمام مساجد کی ہزار نمازوں سے افضل ہے، جیسا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

۲ :- مسجدِ نبوی کی زیارت کے لیے احرام اور تلبیہ کی ضرورت نہیں، اور نہ ہی حج اور اس کے درمیان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی لازمی تعلق ہے۔

۳- مسجد نبوی میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں بڑھاؤ اور بسم اللہ کہو اور درود پڑھو اور اللہ سے دعا کرو کہ وہ تمہارے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور یہ دعا پڑھو۔ اعوذ باللہ العظیم ووجھہ الکریم وسلطانہ القدیم من الشیطان الرجیم، اللھم افتح لی ابواب رحمتک دوسری مسجدوں میں داخل ہوتے وقت بھی یہی دعا پڑھنی چاہیے۔

۴:- مسجد میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے تحیۃ المسجد پڑھو، اگر روضۃ الجنۃ میں جگہ مل جائے تو بہتر ہے ورنہ پھر مسجد میں کسی جگہ۔

۵:- اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے قریب قبلہ رُخ ہو کر کھڑے ہو جاؤ، پھر ادب کے ساتھ دھیمی آواز سے کہو۔ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور درود پڑھو۔ یہ دعا بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ اللھم آتہ الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ المقام المحمود الذی وعدتہ اللھم اجزہ عن امتہ افضل الجزاء۔

پھر تھوڑا دائیں طرف بڑھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قبر کے سامنے کھڑے ہو جاؤ، سلام کرو اور ان کے لیے رحمت ومغفرت کی دعا کرو۔ اس کے بعد کچھ اور دائیں طرف بڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کے سامنے کھڑے ہو کر سلام کرو اور ان کے لیے دعا کرو۔

۶:- وضو کر کے مسجد قبا جانا اور اس میں نماز پڑھنی سنت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایسا کیا اور دوسروں کو اس کی ترغیب دلائی۔

۷:- اہل بقیع، حضرت عثمان، شہدائے اُحد اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم کی قبروں کی زیارت بھی مسنون ہے ان کو سلام کرو، اور ان کے لیے دعا کرو، اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زیارت کرتے اور ان کے لیے دعا فرماتے تھے۔ اور صحابہ کرام کو سکھلاتے تھے کہ جب قبروں کی زیارت کرو تو یہ کہو۔

السلام علیکم أھل الدیار من المؤمنین والمسلمین، وإنا إن شاء اللہ بکم لاحقون، نسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ (مسلم)

مدینہ منورہ میں کوئی دوسری جگہ یا مسجد نہیں جس کی زیارت مشروع ہو، اس لیے اپنے آپ کو تکلیف میں نہ ڈالو اور نہ ہی کوئی ایسا کام کرو جس کا کوئی اجر نہ ملے بلکہ الٹا گناہ کا خطرہ ہے۔

غلطیاں جن کا ارتکاب بعض حجاج کرتے ہیں

احرام کی غلطیاں

بغیر احرام باندھے میقات سے آگے گذر جائے یہاں تک کہ جدہ یا حدود میقات کے اندر کسی اور جگہ پہنچ جائے اور وہاں سے احرام باندھے، یہ رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہے۔ ہر حاجی کو میقات سے احرام باندھ لینا چاہیے۔ اور جو کوئی حدود میقات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے تجاوز کر جائے اسے واپس جاکر یا تو میقات سے احرام باندھنا چاہیے یا ایک فدیہ دے جسے مکہ مکرمہ میں ذبح کرے اور سارا کا سارا فقراء کو کھلا دے، چاہے وُہ کسی بھی راستہ سے آیا ہو۔ اگر میقات کی پانچ مشہور جگہوں میں سے کسی جگہ سے بھی گذر نہ ہو تو جس میقات کا سامنا پہلے ہو وہاں سے احرام باندھ لے۔

طواف کی غلطیاں

۱:۔ حجرِ اسود سے پہلے ہی طواف شروع کر دے۔ حالانکہ واجب یہ ہے کہ طواف کی ابتداء حجرِ اسود کے پاس سے ہونی چاہیے۔

۲:۔ حجرِ اسماعیل کے اندر سے طواف کرے۔ ایسی صورت میں اس نے پورے خانہ کعبہ کا طواف نہیں کیا۔ اس لیے کہ حجر کعبہ کا ایک حصّہ ہے۔ اس طرح اس کا طواف باطل ہو جائے گا۔

۳:۔ طواف کے ساتوں چکروں میں تیز چلنا، جبکہ ایسا کرنا طوافِ قدوم کے صرف تین ابتدائی چکروں کے ساتھ خاص ہے۔

۴:۔ حجرِ اسود کو بوسہ دینے کے لیے شدت کے ساتھ مزاحمت کرنی۔ کبھی کبھی مار پیٹ اور گالی گلوچ کی نوبت آجاتی ہے۔ ایسا کرنا ہرگز صحیح نہیں۔ طواف کے صحیح ہونے کے لیے حجرِ اسود کو بوسہ دینا ہرگز ضروری نہیں، بلکہ دور سے صرف اس کی طرف اشارہ کرنا اور اللہ اکبر کہنا کافی ہوگا۔

۵:۔ حجرِ اسود کو برکت کی نیت سے چھونا بدعت ہے، شریعت میں اس کی کوئی دلیل نہیں۔ سنت صرف اس کا استلام اور بوسہ دینا ہے۔

۶:۔ خانہ کعبہ کے تمام گوشوں کا استلام، اور بسا اوقات اس کی تمام دیواروں کا استلام اور چھونا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرِ اسود اور رکن یمانی کے علاوہ خانہ کعبہ کے کسی بھی جزء کا استلام نہیں کیا۔

۷:۔ طواف کے ہر چکر کے لیے الگ الگ مخصوص دُعا کرنی۔ یہ بھی رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، صرف اتنا ثابت ہے کہ جب حجرِ اسود کے پاس آتے تو تکبیر کہتے، اور حجرِ اسود اور رکن یمانی کے درمیان ہر چکر کے آخر میں یہ دُعا پڑھتے۔ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔

۸:۔ بعض طواف کرنے والے حالتِ طواف میں اپنی آوازیں اتنی بلند کرتے ہیں کہ دُوسرے طواف کرنے والوں کو تشویش ہوتی ہے۔

۹:۔ مقامِ ابراہیم کے پاس نماز پڑھنے کے لیے مزاحمت کرنی خلافِ سنت ہے اور اس سے طواف کرنے والوں کو اذیت پہنچتی ہے۔ مسجد میں کسی جگہ بھی طواف کی دو رکعتیں پڑھ لینی کافی ہوں گی۔

سعی کی غلطیاں

۱:۔ بعض لوگ صفا اور مروہ پر پہنچ کر خانہ کعبہ کی طرف رُخ کر کے تکبیر کہتے وقت اپنے ہاتھوں سے اس کی طرف اس طرح اشارہ کرتے ہیں کہ جیسے نماز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے تکبیر کہہ رہے ہوں۔ اس طرح اشارہ کرنا صحیح نہیں، اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھوں کو صرف دعا کے لیے اٹھاتے تھے۔ صحیح یہ ہے کہ الحمد للہ کہے، تکبیر کہے اور قبلہ رخ ہو کر جو دعا چاہے کرے اور بہتر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صفا و مروہ پر جو ذکر ثابت ہے اسے دہرائے (اس کا بیان اوپر آچکا ہے)۔

۲:۔ بعض لوگ سعی کے درمیان پورا وقت دوڑتے رہتے ہیں، حالانکہ سنت یہ ہے کہ صرف دونوں ہرے نشانوں کے درمیان دوڑے اور باقی وقت چلتا رہے۔

میدانِ عرفات کی غلطیاں

۱:۔ بعض حجاج حدود عرفات کے باہر ہی پڑاؤ ڈال دیتے ہیں، اور غروب آفتاب کے وقت تک وہیں رہتے ہیں اور وقوف عرفات کے بغیر ہی مزدلفہ لوٹ آتے ہیں، یہ بہت بڑی غلطی ہے اس سے حج فوت ہو جاتا ہے، اس لیے کہ حج وقوف عرفہ کا نام ہے۔ حاجی کے لیے ضروری ہے کہ حدود عرفات کے اندر رہے۔ اگر اژدہام کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے ایسا ممکن نہ ہو تو غروب آفتاب سے قبل داخل ہو اور غروب آفتاب تک ٹھہرا رہے۔ حدود عرفات میں رات کے وقت بھی داخل ہونا کافی ہوگا اور خاص کر قربانی کی رات میں۔

۲:۔ بعض حاجی غروب آفتاب سے قبل ہی عرفہ سے واپس لوٹ جاتے ہیں، ایسا کرنا صحیح نہیں، اس لیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں اس وقت تک ٹھہرے رہے جب تک آفتاب پورے طور سے غروب نہ ہو گیا۔

۳:۔ بعض لوگ جبل عرفات کی چوٹی تک پہنچنے کے لیے اژدہام اور دوسروں کی ایذا رسانی کا سبب بنتے ہیں۔ پورے میدان عرفہ میں کسی جگہ بھی وقوف صحیح ہے اور پہاڑ پر چڑھنا جائز نہیں ہے، اور نہ ہی وہاں نماز پڑھنا صحیح ہے۔

۴:۔ بعض لوگ دعا کرتے وقت جبل عرفہ کی طرف رخ کرتے ہیں، حالانکہ سنت قبلہ کی طرف رخ کرنا ہے۔

۵:۔ بعض لوگ عرفہ کے دن مخصوص جگہوں میں مٹی اور کنکریوں کا ڈھیر بناتے ہیں۔ ایسا کرنا خلاف شرع ہے۔

مزدلفہ کی غلطیاں

کچھ لوگ ایسا کرتے ہیں کہ مزدلفہ پہنچتے ہی مغرب اور عشاء کی نماز پڑھنے سے قبل کنکریاں چننا شروع کر دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ کنکریاں مزدلفہ سے ہی ہونی چاہئیے۔ حالانکہ صحیح مسئلہ یہ ہے کہ کنکریاں حدود حرم میں کہیں سے بھی لی جا سکتی ہیں، بلکہ ثابت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے جمرہ عقبہ کی کنکریاں مزدلفہ سے چننے کا حکم نہیں دیا تھا، بلکہ صبح کو مزدلفہ سے واپسی کے بعد منیٰ سے چنی گئی تھیں، اسی طرح باقی دنوں کی کنکریاں بھی منیٰ سے لی گئی تھیں۔ کچھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ کنکریوں کو پانی سے دھوتے ہیں، یہ عمل بھی غیر مشروع ہے۔

رمی (کنکری مارنے) کی غلطیاں

۱:- بعض لوگ کنکری مارتے وقت یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ شیطان کو مار رہے ہیں، اسی لیے ان شیاطین کے خلاف غصہ کا اظہار کرتے ہیں اور گالیاں بھی دیتے ہیں، حالانکہ رمی جمار کی مشروعیت کا مقصد اللہ تعالیٰ کی یاد ہے۔

۲:- رمی جمار کے لیے بڑے پتھر، جوتے یا لکڑی کا استعمال دین میں غلو اور زیادتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلو سے منع فرمایا ہے۔ مشروع بات یہ ہے کہ چھوٹی کنکریاں استعمال کی جائیں جو بکری کی مینگنی سے مشابہ ہوں۔

۳:- کنکریاں مارتے وقت دھکم پیل اور مار دھاڑ کرنا خلاف شرع بات ہے۔ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ بغیر کسی کو ایذا پہنچائے ہوئے کنکریاں مارے۔

۴:- تمام کنکریاں بیک مشت مار دینا صحیح نہیں علماء کا فتویٰ ہے کہ ایسی صورت میں صرف ایک کنکری شمار ہوگی، اس لیے کہ شریعت کا حکم یہ ہے کہ کنکریاں ایک ایک کر کے ماری جائیں، اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہی جائے۔

۵:- قدرت رکھتے ہوئے مشقت اور اژدحام سے بچنے کے لیے کنکری مارنے کے لیے کسی دوسرے کو نائب بنانا صحیح نہیں۔

نیابت بیماری یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے صرف قدرت نہ رکھنے کی صورت میں جائز ہے۔

طواف وداع کی غلطیاں

۱:- بعض لوگ بارہویں یا تیرھویں تاریخ کو کنکریاں مارنے سے قبل منیٰ سے مکہ آتے ہیں، طواف وداع کرتے ہیں، پھر منیٰ جا کر کنکریاں مارتے ہیں اور وہیں سے اپنے شہر یا ملک کی طرف واپس ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں آخری کام رمی جمار ہوتا ہے نہ کہ طواف کعبہ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مکہ مکرمہ سے روانگی سے قبل آخری کام بیت اللہ کا طواف ہونا چاہیے۔" اس لیے طواف وداع حج کے کاموں سے فراغت اور سفر سے پہلے ہونا چاہیے اس کے بعد مکہ مکرمہ میں دیر تک نہ ٹھہرنا چاہیے۔

۲:- بعض لوگ طواف وداع کے بعد مسجد حرام سے الٹے پاؤں نکلتے ہیں اور رخ کعبہ کی طرف ہوتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس میں خانہ کعبہ کی تعظیم ہے حالانکہ یہ سراسر بدعت ہے، دین میں اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

۳:- کچھ لوگ طواف وداع کے بعد مسجد حرام کے دروازے پر پہنچ کر خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے خوب دعائیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں جیسے کہ خانہ کعبہ کو رخصت کر رہے ہوں، یہ بھی بدعت ہے، اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔

زیارت مسجد نبویؐ کی غلطیاں

۱:۔ بعض لوگ زیارت قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت دیواروں اور لوہے کی سلاخوں پر ہاتھ پھیرتے ہیں، کھڑکیوں میں برکت حاصل کرنے کی نیت سے دھاگے وغیرہ باندھتے ہیں حالانکہ برکت ان کاموں سے حاصل ہوتی ہے جنہیں اللہ اور اس کے رسولؐ نے جائز قرار دیا ہے۔ خرافات اور بدعتوں سے برکت نہیں حاصل ہو سکتی۔

۲:۔ جبل اُحد کے غار اور مکہ مکرمہ میں غار ثور اور غار حرا کی زیارت کے لیے جانا، وہاں دھاگے وغیرہ باندھنا اور غیر مشروع دعائیں کرنی اور ان سب کاموں کے لیے تکلیفیں اٹھانی یہ سارے کام بدعت کے ہیں اور شریعت میں ان کی کوئی اصلیت نہیں۔

۳:۔ بعض جگہوں کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان کا تعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رہا ہے جیسے کہ اونٹنی کے بیٹھنے کی جگہ، انگوٹھی والا کنواں، حضرت عثمانؓ کا کنواں، ان جگہوں کی زیارت کرنی اور برکت کے لیے یہاں کی مٹی لینی بدعت ہے، اس کی کوئی دلیل موجود نہیں۔

۴:۔ جنت البقیع اور شہدائے اُحد کی قبروں کی زیارت کے وقت مردوں کو پکارنا، قبروں سے تقرب اور قبر والوں کی برکت حاصل کرنے کے لیے وہاں پیسے ڈالنا، یہ سب بڑی خطرناک غلطیاں ہیں، بلکہ شرک اکبر ہے، جیسا کہ علماء نے لکھا ہے، اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں اس کے واضح دلائل موجود ہیں اس لیے کہ عبادت صرف اللہ کے لیے خاص ہے، عبادت کی کوئی بھی قسم غیر اللہ کے لیے جائز نہیں، جیسے دعا و قربانی، نذر و نیاز وغیرہ، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "ان کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کریں" یہ بھی فرمان ہے کہ "مسجدیں صرف اللہ کے لیے ہیں اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو"۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے حالات کو سدھار دے، ان کو دین کی سمجھ دے اور ہم سب کو فتنوں سے محفوظ رکھے۔ وہی سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

مختصر رہنمائے حج

عُمرہ و زیارت مسجد نبویؐ

① سب سے پہلے تمام گناہوں سے خلوص قلب کے ساتھ توبہ کرے اور حج و عُمرہ کے لیے حلال مال کا انتخاب کرے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) جھوٹ، غیبت، چغلخوری اور دوسروں کا مذاق اڑانے سے اپنی زبان کی حفاظت کرے۔ (۳) حج اور عمرہ کے ذریعہ نیت اللہ کی رضا کا حصول اور آخرت کی تیاری ہو، مقصد ریاکاری، طلب شہرت اور فخر و نمائش نہ ہو۔ (۴) مناسک حج و عمرہ کا علم حاصل کرے اور مشکل مسائل کو دوسروں سے پوچھے۔ (۵) حاجی جب میقات پر پہنچے تو اُسے اختیار ہے کہ افراد، قران اور تمتع تینوں میں سے کسی کی نیت کرے۔ لیکن اگر کوئی شخص قربانی کا جانور نہیں لاتا ہے تو اس کے لیے افضل تمتع ہے، اور جو جانور لاتا ہے اس کے لیے افضل حج قران ہے (۶) اگر کسی بیماری یا خوف کی وجہ سے محرم کو ڈر ہو کہ ہو سکتا ہے کہ اپنا حج مکمل نہ کر پائے گا، تو بہتر یہ ہے کہ نیت کرتے وقت ان الفاظ کا بھی اضافہ کرے کہ "اِنَّ مَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي" یعنی جہاں (اے خدا) تو مجھے روک دے وہیں حلال ہو جاؤں گا۔ (۷) چھوٹے بچے اور چھوٹی بچی کا حج صحیح ہو گا لیکن بلوغت کے بعد فرض حج کی طرف سے کافی نہ ہو گا۔ (۸) محرم نہا سکتا ہے، اپنا سر دھو سکتا ہے اور کھجلا سکتا ہے (۹) عورت اپنے چہرہ پر دوپٹہ ڈال سکتی ہے، اگر یہ ڈر ہو کہ لوگ اس کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ (۱۰) بہت سی عورتیں دوپٹہ کے نیچے کوئی سخت چیز استعمال کرتی ہیں تاکہ اسے چہرے سے دور رکھا جائے، شریعت میں اس کی کوئی اصلیت نہیں ہے (۱۱) محرم اپنے احرام کے کپڑے دھو سکتا ہے، ان کے بدلے دوسرے پہن سکتا ہے (۱۲) اگر محرم آدمی نے بھول کر یا نادانی میں سلا ہوا کپڑا پہن لیا، یا سر ڈھانک لیا یا خوشبو لگالی تو اس پر کوئی جرمانہ نہیں۔ (۱۳) حاجی خانہ کعبہ کے پاس پہنچتے ہی طواف شروع کرنے سے پہلے (اگر حج تمتع یا صرف عمرہ کی نیت ہے) تلبیہ بند کر دے گا۔ (۱۴) طواف کے پہلے تین چکروں میں تیز چلنا اور داہنی بغل کے نیچے سے چادر نکال کر مونڈھا کھلا رکھنا، صرف طواف قدوم میں مشروع ہے اور صرف مردوں کے لیے (۱۵) اگر حاجی کو شک ہو جائے کہ اس نے طواف یا سعی کے تین چکر لگائے ہیں یا چار مثال کے طور پر تو صرف تین کا اعتبار کرے (۱۶) اگر اژدہام زیادہ بڑھ جائے تو زمزم اور مقام ابراہیم کے پیچھے سے طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ پوری مسجد طواف کی جگہ ہے۔ (۱۷) عورت کے لیے یہ گناہ کی بات ہے کہ طواف کی حالت میں زینت و زیبائش خوشبو اور بے پردگی کی حالت میں ہو۔ (۱۸) اگر احرام کی نیت کے بعد عورت کو ماہواری شروع ہو جاتی ہے یا ولادت ہوتی ہے تو طہارت سے قبل بیت اللہ کا طواف کرنا اس کے لیے صحیح نہ ہو گا۔ (۱۹) عورت کسی بھی کپڑے میں احرام کی نیت کر سکتی ہے، شرط صرف یہ ہے کہ مردوں کے ساتھ مشابہت نہ اختیار کرے بے پردگی اور زینت کے لیے غیر شرعی لباس نہ پہنے (۲۰) حج اور عمرہ کے علاوہ کسی بھی دوسری عبادت میں نیت کو الفاظ میں ادا کرنا بدعت ہے، اور بلند آواز میں ادا کرنا تو اور بھی برا ہے۔ (۲۱) بالغ مسلمان کے لیے حرام ہے کہ بغیر احرام میقات سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آگے بڑھے (اگر اس نے حج یا عمرہ کی نیت کی ہے)۔
(۲۲) جو حجاج کرام یا عمرہ کرنے والے ہوائی جہاز سے آتے ہیں ان کے لیے جہاز میں سوار ہونے سے پہلے احرام باندھنے کی تیاری کر لینی جائز ہے تاکہ جب میقات کے سامنے سے گزریں تو احرام کی نیت کر لیں۔
(۲۳) جس کسی کی قیام گاہ حدود میقات کے اندر ہو، وہ اپنی جگہ سے حج اور عمرہ کے احرام کی نیت کرے گا (۲۴) بعض لوگ حج کے بعد تنعیم یا جعرانہ سے بکثرت عمرے کرتے ہیں حالانکہ اس کے جواز کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں (۲۵) حجاج کرام آٹھویں تاریخ کو مکہ مکرمہ میں اپنی اقامت گاہ سے ہی حج کا احرام باندھ لیں گے، میزاب کے پاس سے احرام ضروری نہیں جیسا کہ بہت سے لوگ کرتے ہیں۔ (۲۶) نویں تاریخ کو منیٰ سے عرفات کے لیے روانگی طلوع آفتاب کے بعد افضل ہے (۲۷) غروب آفتاب سے قبل عرفہ سے واپسی جائز نہیں، غروب آفتاب کے بعد واپسی کے لیے روانگی پورے سکون و اطمینان کے ساتھ ہونی چاہیے (۲۸) مزدلفہ پہنچنے کے بعد مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھی جائیں گی، چاہے مغرب کا وقت باقی ہو یا عشاء کا وقت شروع ہو چکا ہو۔ (۲۹) کنکریاں کہیں سے بھی لے سکتے ہیں مزدلفہ سے لینی ضروری نہیں (۳۰) کنکریوں کو دھونا مستحب نہیں، اس لیے کہ اس کا ثبوت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرامؓ سے نہیں ملتا، ایسی کنکریاں استعمال کرنا صحیح نہیں جن سے پہلے رمی کی جا چکی ہو۔ (۳۱) کمزور عورتیں اور بچے (اور جو ان کے حکم میں ہوں) آخری پہر رات میں منیٰ کے لیے روانہ ہو سکتے ہیں۔ (۳۲) حاجی جب عید کے دن منیٰ پہنچے تو لبیک کہنا بند کر دے اور جمرۃ العقبہ کی سات کنکریوں سے رمی کرے۔ (۳۳) یہ ضروری نہیں کہ کنکریاں اپنی جگہ میں باقی رہیں، بلکہ صرف شرط یہ ہے کہ اس کے حدود میں گریں۔ (۳۴) قربانی کا وقت اہل علم کے صحیح قول کے مطابق ایام تشریق کے تیسرے دن کے غروب آفتاب تک ہے۔ (۳۵) عید کے دن طواف زیارت حج کا رکن ہے جس کے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا لیکن ایام منیٰ کے بعد تک اس کی تاخیر جائز ہے۔ (۳۶) حج افراد اور حج قران کرنے والے پر صرف ایک سعی واجب ہے اور یوم نحر تک احرام میں رہے گا۔ (۳۷) حاجی کے لیے بہتر ہے کہ وہ قربانی کے دن کے کاموں میں ترتیب کا خیال رکھے، پہلے جمرہ عقبہ کی رمی کرے پھر سر کے بال منڈوائے یا کٹوائے پھر بیت اللہ کا طواف کرے اس کے بعد سعی کرے۔ اگر ان کاموں میں تقدیم و تاخیر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں (۳۸) وہ کام جن کو کر لینے کے بعد آدمی پورے طور پر حلال ہو جاتا ہے ۱۔ جمرۂ عقبہ کی رمی ۲۔ سر کے بال کٹوانا۔ طواف زیارت اور سعی۔
(۳۹) اگر حاجی منیٰ سے جلدی واپس آنا چاہتا ہے تو بارہ تاریخ کو غروب آفتاب سے قبل ہی منیٰ سے نکل جائے۔
(۴۰) جو بچہ رمی نہ کر سکتا ہو اس کے بدلے اس کا ولی (اپنی رمی کر لینے کے بعد) کرے گا۔ (۴۱) اگر کوئی آدمی بیماری یا بڑھاپے یا کوئی عورت حمل کی وجہ سے رمی کرنے سے عاجز ہو تو کسی کو قائم مقام بنا دے (۴۲) وکیل یا نائب کے لیے یہ جائز ہے کہ ایک ہی وقت میں پہلے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی رمی کرے پھر اس کی جس کا وہ قائمقام ہے۔ (۴۳) اگر حاجی قارن یا متمتع ہے اور مکہ مکرمہ کا باشندہ نہیں ہے تو اس پر قربانی واجب ہے (ایک بکری یا گائے اور اونٹ کا ساتواں حصہ) (۴۴) اگر متمتع یا قارن کے پاس قربانی کے پیسے نہ ہوں تو تین دن حج کے ایام میں روزے رکھے اور سات روزے گھر واپس پہنچ جانے کے بعد (۴۵) بہتر یہ ہے کہ یہ تینوں روزے عرفہ کے دن سے قبل ہی رکھ لیے جائیں تاکہ عرفہ کے دن روزہ کی حالت میں نہ رہے اگر پہلے نہ رکھ سکا ہو تو ایام تشریق میں رکھ لے (۴۶) مذکورہ تینوں روزے پے در پے اور الگ الگ بھی رکھے جا سکتے ہیں، اسی طرح باقی سات روزے بھی (۴۷) طواف وداع ہر حاجی پر واجب ہے، سوائے حائضہ اور نفاس والی عورت کے (۴۸) مسجد نبویؐ کی زیارت مسنون ہے حج کے قبل یا اس کے بعد (۴۹) زائر مسجد نبویؐ پہلے مسجد میں کسی بھی جگہ دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے اور بہتر یہ ہے کہ یہ دونوں رکعتیں ریاض الجنۃ میں ادا کرے (۵۰) زیارت قبر رسولؐ اور دوسری قبروں کی زیارت صرف مردوں کے لیے جائز ہے، عورتوں کے لیے نہیں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ سفر قبر کی زیارت کی نیت سے نہ ہو۔ (۵۱) حجرہ شریف کو چھونا اس کو بوسہ دینا یا اس کا طواف کرنا بہت بری بدعت ہے جس کا ثبوت اسلاف کرام سے نہیں ملتا۔ اور اگر طواف کا مقصد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت حاصل کرنی ہو تو یہ شرک اکبر ہے۔ (۵۲) رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی طرح کا سوال کرنا شرک ہے (۵۳) رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی قبر میں برزخی ہے۔ موت سے پہلے جیسی زندگی نہیں، اس کی حقیقت و کیفیت کا علم صرف خدا ہی کو ہے (۵۴) بعض زائرین رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف رُخ کرکے، دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دُعا کرتے ہیں، ایسا کرنا سراسر بدعت ہے (۵۵) زیارتِ قبر رسول اللہؐ نہ واجب ہے اور نہ ہی حج کی تکمیل کے لیے شرط ہے جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں، (۵۶) جن احادیث سے بعض لوگ صرف زیارت قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سفر کرنے کی مشروعیت پر استدلال کرتے ہیں تو وہ ضعیف ہیں یا موضوع۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطبہ حجۃ الوداع

حبیب اللہ فیصل

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ حجۃ الوداع جو کہ آپ نے ۹ ذی الحجہ کو میدان عرفات میں ارشاد فرمایا نہایت اہمیت کا حامل ہے خطبہ حجۃ الوداع کا اجتماع عہد نبوی کا عظیم ترین اجتماع تھا۔ اس اجتماع میں تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار شمع رسالت کے پروانوں نے شرکت فرمائی۔ یہ خطبہ فخر موجودات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے دو ماہ قبل ارشاد فرمایا اس میں آپ نے بعثت کے مقاصد کا آخری اعلان فرمایا۔

کتب احادیث میں خطبہ حجۃ الوداع کا مفصل تذکرہ ہے لیکن خطبہ حجۃ الوداع کی روایات کہیں بھی کامل متن کی صورت میں مذکور نہیں مختلف روایات میں اس کے متفرق اجزاء ملتے ہیں متعدد اہل علم و دانش نے ان اجزا کو اکٹھا کر کے ایک مجموعہ مرتب کیا ہے خطبہ حجۃ الوداع اللہ رب العزت کی عظمت اور انسانی مساوات کا اعلان تھا۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کیا کہ مخلوق میں اصل تفریق خدا تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار ہونے اور نہ ہونے کی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی تفریق نہیں۔

اس اعلان کا ایک عملی اظہار یہ تھا کہ جس وقت سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا اس وقت آپ کے بہت قریب دو آزاد کردہ غلام تھے ایک حضرت بلال حبشیؓ جو آپ کی سواری کی مہار تھامے کھڑے تھے اور دوسرے اسامہ بن زیدؓ جو آپ کے سر مبارک پر سایہ کیے ہوئے تھے۔

دوپہر ڈھلنے کو تھی آج پہلا دن تھا کہ اسلام اپنے جاہ و جلال کے ساتھ نمودار ہوا۔ اور ہادی برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قصوا نامی اونٹنی پر سوار ہو کر میدان عرفات میں جلوہ افروز ہوئے اور اسی اونٹنی پر تشریف فرمائے ہوئے خطبہ حجۃ الوداع ارشاد فرمایا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب سے پہلے شمع رسالت کے ایک لاکھ چوبیس ہزار پروانوں سے مخاطب ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا اے لوگو! یقیناً تمہارے خون اور تمہارے مال آپس میں اسی طرح محترم ہیں جس طرح آج کا دن یہ مہینہ اور یہ شہر محترم ہیں۔ یاد رکھو، زمانہ جاہلیت کے تمام بے ہودہ رسم و رواج میرے قدموں کے نیچے ہیں زمانہ جاہلیت کے خون کے بدلے ختم کر دیئے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے خون کا بدلہ معاف کرتا ہوں وہ ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون ہے جو کہ قبیلہ سعد میں زیر کفالت تھا اور ہذیل نے اسے قتل کر دیا تھا۔ زمانہ جاہلیت کے تمام سود ختم کیے جاتے ہیں سب سے پہلے میں ابتدا کرتا ہوں اور اپنے خاندان یعنی عباس بن عبدالمطلب کا سود معاف کرتا ہوں عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو وہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے امانت ہیں، اور تم نے ان کی شرمگاہوں کو اپنے آپ پر کلمۃ اللہ سے حلال کیا ہے۔ ان پر تمہارا حق ہے کہ وہ ہر اس شخص کو تمہارے گھر آنے سے منع کریں جسے تم ناپسند کرتے ہو۔ اگر وہ حکم عدولی کریں تو تم ان کو ہلکی سزا دے سکتے ہو اور تمہارے فرائض میں یہ بات بھی شامل ہے کہ تم احسن طریق سے ان کے لباس و طعام کا بندوبست کرو۔

میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے تھام لیا تو تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے وہ چیز اللہ تبارک و تعالیٰ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت ہے۔ جب تم سے میری بابت پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے۔ لوگوں نے عرض کیا ہم اللہ کے حضور گواہی پیش کریں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام ہم تک پہنچا دیا اور اپنا فرض ادا کر دیا ہے اور ہمیں راہ مستقیم پر گامزن کر دیا ہے پھر آپ نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا اے اللہ گواہ رہنا۔

دوسرے خطبہ میں آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے لوگو کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم کس ماہ، کس دن اور کس شہر میں ہو، لوگوں نے عرض کیا ہم معزز دن معزز شہر اور معزز مہینہ میں ہیں تو آپ نے فرمایا تمہاری جان تمہاری آبرو اور تمہارے مال تا قیامت اسی طرح قابل احترام ہیں جس طرح آج کا دن اس پاکیزہ مہینہ اور پاکیزہ شہر میں ہے۔ پھر فرمایا کہ توجہ سے سنو اور اس کے مطابق زندگی گزارو۔ خبردار ظلم سے بچو، خبردار ظلم سے بچو، خبردار ظلم سے بچو۔ کسی مسلمان کا مال اس کی اجازت کے بغیر حاصل کرنا حرام ہے سنو زمانہ جاہلیت کا خون مال اور عزت و شرف قیامت تک میرے قدموں تلے ہیں اور پہلا خون جو معاف کیا جاتا ہے وہ ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون ہے جو بنو سعد کے زیر کفالت تھا۔ ہذیل نے اسے قتل کر دیا تھا۔ زمانہ جاہلیت کے تمام خون ختم کر دیئے گئے اور اللہ رب العزت نے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ سب سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے عباس بن عبدالمطلب کا سود معاف کیا جاتا ہے اور تمہارے لیے تمہارے حقیقی مال ہیں تم کسی پر ظلم نہ کرنا نہ تم پر ظلم کیا جائے گا سو زمانہ بدل گیا ہے۔ آج بھی زمانہ اسی دن کی طرح ہے جس دن اللہ رب العزت نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا تھا پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی " اللہ تبارک و تعالیٰ کی کتاب مقدس میں مہینوں کی تعداد بارہ بیان کی گئی ہے۔ جس دن سے زمین و آسمان وجود میں آئے ان مہینوں میں تم اپنے آپ پر ظلم نہ کرو کہیں میرے بعد کفر کا راستہ اختیار نہ کر لینا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو۔ شیطان مایوس ہو چکا ہے کہ نمازی اس کی عبادت کریں لیکن وہ تمہیں برانگیختہ کر کے اپنا مقصد پورا کرے گا۔ عورتوں کے بارے میں خدا خوفی اختیار کرو کیونکہ وہ تمہاری دست نگر ہیں اور اپنے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتیں۔ ان کا حق تم پر ہے اور تمہارا حق ان پر ہے ان کو چاہیئے کہ وہ تمہارے بستر پر تمہارے علاوہ کسی اور کو نہ آنے دیں اور نہ اس شخص کو تمہارے گھر میں داخل ہونے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو۔ اگر تمہیں ان سے نافرمانی کا اندیشہ ہو تو تم انہیں نصیحت کرو اور ان سے علیحدگی اختیار کر لو اور ان کو ہلکی سزا دو، اور احسن طریق سے ان کے طعام و لباس کا اہتمام کرو۔ وہ تمہارے پاس خدا کی امانت ہیں۔ اور تم نے ان کی شرمگاہوں کو اپنے آپ پر کلمۃ اللہ سے حلال کیا ہے اور سنو! جس کسی کے پاس کوئی امانت ہے تو وہ اس کے حقدار کو لوٹا دے۔ پھر آپ نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور فرمایا کیا میں نے خدا کا پیغام پہنچا دیا ہے پھر آپ نے فرمایا جو اس وقت حاضر ہے وہ یہ پیغام غیر حاضر کو پہنچا دے۔ بہت سے وہ لوگ جن تک پہنچایا جائے وہ سننے والوں سے زیادہ خوش بخت ہوتے ہیں۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے مروی ہے کہ:۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ابنِ آدم نے مجھے جھٹلایا ہے اور یہ اس کے لیے مناسب نہ تھا۔ ابنِ آدم نے مجھے گالی دی اور یہ اس کے لیے مناسب نہ تھا۔ رہا اس کا مجھے جھٹلانا، تو اس کا یہ کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہرگز دوبارہ نہیں لوٹائے گا جیسا کہ اس نے میری ابتداء کی، حالانکہ پہلے پیدا کرنا دوبارہ لوٹانے سے زیادہ آسان نہیں ہے۔ اور اسکا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ اس نے کہا کہ اللہ کی اولاد ہے اور میں اکیلا بے نیاز ہوں، نہ میری کوئی اولاد ہے اور نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور نہ کوئی میرا ہمسر ہے۔ (بحوالہ بخاری ونسائی)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے"

افضال الرحمان عاصم

تاریخ اسلام کے بغور مطالعہ اور تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانانِ اسلام کی شیرازہ بندی کے لیے معاشرتی ۔ معاشی ۔ تمدنی ۔ ثقافتی اور فنی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے کی اشد ضرورت ہوتی ہے ۔ جسکا عملی مظاہرہ نبیٔ اکرم محسنِ انسانیت رہبرِ کامل محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے سنہری ادوار میں بھرپور انداز میں ہوا ۔

مگر ظہورِ اسلام کے تیس چالیس برس کے بعد مسلم اُمتہ میں یکجہتی کی فضا صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تک محدود رہی ۔ اس کے بعد اسلام کیخلاف صیہونی سازشوں اور فتنوں کا ایک نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہوگیا ۔ جس نے عالم اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ۔ اور آج تک اُمّتِ مسلمہ افتراق و انتشار کا شکار ہوتی چلی آرہی ہے ۔

فتنہ پرور لوگ آئے دن نت نئی مشکلات پیدا کرکے عالم اسلام کو منتشر کرنے کی تگ و دو میں ہیں ۔ اور روز بروز اسلامی دنیا میں اتحاد و یگانگت اور جذبہ جہاد زوال پذیر ہوتا جارہا ہے ۔ اور جذبۂ حریّت نہ ہونے کی بنا پر باوجود اس بات کے کہ دُنیا کے نقشہ پر ۴۵، ۴۶ مسلم ممالک ایک وسیع خطّہ پر پھیلے ہوئے ہیں اور اللہ رب العزت کی عطا کردہ بے شمار نعمتوں سے مالا مال ہیں ۔ ان تمام مُسلم ممالک کی سرزمین معدنی نباتاتی ذخائر اور دولت سے مالا مال ہے ۔ لیکن نہایت دُکھ کیساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اُمّتِ مُسلمہ کا جو حشر آج ہورہا ہے کبھی نہ تھا ۔ اور یہ کسی سے ڈھکا چُھپا نہیں ، اور جب ہم قرآن کی رُو سے مُسلمانوں کی قوّت کا اندازہ لگائیں تو ہمیں اس بات سے آگاہی ہوگی کہ اسلام کا جو تصوّر ہمیں قرآن میں ملتا ہے عملی طور پر موجود نہیں ۔

قرآنِ کریم میں مُسلم کی حیثیت ایک دیوار کی سی ہے جسکا ایک حصّہ دُوسرے حصّہ کو تقویت دیتا ہے ۔

مگر آج وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند مُسلمان کہاں ، کہاں ہیں وُہ مومن جن کی آہٹ سے دُشمنوں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دل لرز جایا کرتے تھے۔ اور بقولِ اقبال،

دونیم اُن کی ٹھوکر سے صحراء و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
کہ جنکی اک للکار سے کفر کے ایوان کانپ اٹھتے

تھے۔ افسوس آج کچھ نظر نہیں آرہا۔ اس کی وجوہات کیا ہیں؟ کہ آج عالم اسلام کی سلامتی انتہائی کٹھن مراحل سے دوچار ہے۔ کوئی مسلم ملک استعمار پسند استحصالی قوتوں کے ناپاک عزائم سے محفوظ نہیں ہے۔ جسکی مثال واضح طور پر حالیہ خلیجی صورت حال ہے۔ اور اگر ان فتنہ پرور طاقتوں کی سازشوں کو اب بھی بے نقاب نہ کیا گیا تو نتائج انتہائی بھیانک ہونگے۔ اُمتِ مسلمہ کے بے گناہ مسلمانوں کا خون اسی طرح بہتا رہے گا۔ اور اسلام دشمن طاقتوں کا غلبہ یونہی جاری رہے گا۔

قارئینِ کرام۔ یہود و نصاریٰ کی محکومی سے نجات نکلنے کے لیے سب سے پہلے ہمیں قرآنِ حکیم کے اُن سنہری ضوابط کو اپنانا ہوگا۔ جو کہ اسلامی اقدار کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔ اسلام ایک ناقابلِ تسخیر قوت عطا کرتا ہے اور نام نہاد امنِ عالم کے علمبردار رُوس، امریکہ، جاپان۔ اٹلی۔ برطانیہ اور ان کے دم چھلے اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ اسلام واقعتاً ایک ناقابلِ تسخیر قوت ہے۔ وُہ یہ بات بھی بڑی اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کو اس بات کا شعور ہو گیا اگر وہ اپنی گم گشتہ علمی صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے سائنس و ٹیکنالوجی اور جدید علوم سے آگاہی حاصل کر چکے تو ہماری ساکھ تباہ ہونے چنداں دیر نہیں لگے گی۔ اور یہی وجہ ہے کہ صیہونی طاقتوں کو اسلامی ممالک کے کسی بھی کارنامے کی اہمیت ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ اور پھر وُہ ان کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی سے گریز نہیں کرتے۔ اور انہیں ہر صُورت اپنا دستِ نگر بنانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جنہیں ہم عالم اسلام اور امنِ عالم کے علمبردار گردانتے ہیں۔ دراصل یہ صیہونیّت کے علمبردار ہیں۔ اور قرآن کی اصطلاح میں یہی طاقتیں طاغوت کہلاتی ہیں۔ اور مسلمان طاغوتی عناصر کو کبھی بھی دوست نہیں رکھتے۔ ان تمام عناصر سے بچنے کے لیے ہمیں پھر سے قرآنی احکامات پر عمل پیرا ہونا ہوگا اور سائنس اور ٹیکنالوجی کے حصُول کے لیے برسرِپیکار ہونا ہوگا اللہ ربّ العزت نے مسلم امہ کو بے شمار صلاحیتیں عطا کی ہیں۔ لیکن دیگر صلاحیتوں کے علاوہ دیگر غیر مسلم ممالک کی طرح ہمیں بھی جوہری توانائی۔ اور ٹیکنالوجی میں خود کفیل ہونا ہوگا۔ جو کہ درحقیقت مسلم ممالک ہی کی ایجاد کردہ ہیں آج اگر مسلم ممالک اور خصوصاً عرب ممالک اس مسئلہ کو اہمیت دیں تو کسی کو مسلمانوں کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی کی جُرأت نہ ہو۔ عرب ممالک خصوصاً سعُودی عرب۔ کویت۔ متحدہ عرب امارات اور دیگر مسلم ممالک بشمول پاکستان اپنی بے پناہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر جدید علوم کو پھر سے اُجاگر کر سکتے ہیں۔

عام طور پر سائنس و ٹیکنالوجی کے حصُول پر زور نہیں جاتا اور باوجود اس بات کے کہ رُوس امریکہ جیسی بڑی بڑی استعماری قوتیں از خود عالم اسلام کی محتاج

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ ہم انکے دستِ نگر بنے ہوئے ہیں، اگر دیکھا جائے تو قدرت نے مسلم امہ کو بے پناہ وسائل سے سرفراز کر رکھا ہے، اور کبھی لوگ ان وسائل سے آگاہی کے لیے اور جوہری توانائی جیسے حساس علوم کے حصول کے لیے انہی مسلم ممالک میں جایا کرتے تھے۔

غرناطہ، قاہرہ، ترکی، مصر، بخارا و سمرقند کو ان علوم کا گہوارہ سمجھا جاتا تھا مگر یہ بہت پرانی بات ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلم اُمّہ کو پھر سے ایک لڑی میں پرو دیا جائے اس کے ساتھ ساتھ ان تمام عوامل کا تذکرہ کرنے کا اصل مقصد ان علوم کے حصول کے لیے اپنی کوششوں کو تیز تر کرنا ہے جو عالمِ اسلام کی دفاعی ضروریات میں ممد و معاون ثابت ہوں، کیونکہ ہر مسلم ملک انفرادی طور پر اپنے تشخص کو برقرار رکھنے کا مکمل حق رکھتا ہے، اور اس بات کیساتھ ساتھ باہمی یکجہتی کا تقاضا ہے کہ اپنے ہمسائیہ مسلم ممالک سے بھی اس سلسلے میں روابط کو استوار کیا جائے۔

اس تناظر میں اگر غور کیا جائے تو اُمتِ مسلمہ کا ہر فرد روحانی اعتبار سے تقدسِ حرمین الشریفین کو مرکزِ نگاہ گردانتا ہے۔ سرزمین حرمین الشریفین کی پاسداری کے لیے مسلمانوں کے دل ایک ساتھ دھڑکتے ہیں۔ اور اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ سرزمین حرمین الشریفین عالم اسلام کی اُمنگوں کی ترجمان ہے، ساری کائنات میں اس مقدس سرزمین کو ایک الگ حیثیت ایک الگ مقام و مرتبہ اور فضیلت حاصل ہے۔ دینی اعتبار سے بھی پاسبانی کا شرف حرمین الشریفین ہی کا خاصہ ہے۔ بیت اللہ کا تقدس اور اسکی حفاظت ہر مسلمان کا جزوِ ایمان ہے۔ اگرچہ اس بات میں کچھ شک نہیں کہ اللہ رب العزت نے اپنے پیارے گھر کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی کسی نے حجاز مقدس میں فتنہ بپا کرنے کی کوشش کی عبرت ناک انجام سے دوچار ہوا تاریخ کے صفحات بے شمار ایسے عبرت کے مرقعوں سے بھرے پڑے ہیں۔ جن سے یہ بات عیاں ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے پاکیزہ گھر کی حفاظت خود فرمائی اور اس کے خدام و محافظین کو مامور کیا کہ وہ بھی ایسے فتنوں کا خاتمہ کرتے رہیں یہ سب اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب ہم تحفظِ حرمین الشریفین کو مدِنظر رکھتے ہوئے، موجودہ دور کے ذرائع سے بخوبی آگاہ ہونگے اور اسلامک سائنس و ٹیکنالوجی کے مختلف طریقے اپنائیں گے۔ اُمتِ محمدیہ کا فرد ہونے کی حیثیت سے ہم میں سے ہر ایک کا یہ فریضہ ہونا چاہیئے کہ اگر کوئی شخص ڈاکٹر یا حکیم یا ایک عالم ہے، تو اسے اسی بات پر اکتفا نہ کرنا چاہیئے، بلکہ اسلامک سائنس و ٹیکنالوجی کا حصول تب ممکن ہوگا جب ایک عالم باعمل ایک سائنسدان بھی ہو۔ اسی طرح ایک ڈاکٹر ایک باعمل عالم بھی ہو۔ اسی میں اسلامک سائنس کے اُجاگر کرنے کے راز مضمر ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ مسلم معاشرہ کا ہر فرد اسلامی خطوط پر استوار ہو کر ملت کے مقدر کا ستارا بن سکتا ہے۔ بقول اقبال کہ،

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا

اگر آپ تاریخ کا بغور مطالعہ کریں تو بے شمار واقعات ایسے ہیں کہ مسلمان جب بھی سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند ابھر کر سامنے آئے اللہ نے انہیں نصرت و فتح سے ہمکنار کیا۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی آج سے سو برس قبل عالم اسلام کے اتحاد کے لیے اپنی زندگی کو وقف کرنے والے مجاہد سید جمال الدین افغانیؒ ہیں۔ جنہوں نے انگریز کے تسلط کا انتہائی حساس پہلو برصغیر کے مسلمانوں پر آشکار کیا۔ انہوں نے ایک موقع پر اپنے خطاب لاجواب میں دانشوروں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا تھا کہ خبردار۔ انگریز نے ہندوستان فتح نہیں کیا۔ بلکہ یہ سب مسلمانوں کی ایجاد کردہ سائنس و ٹیکنالوجی کی بدولت ہوا ہے۔ جسے ہم آج بھلا بیٹھے ہیں۔ سب سے پہلے انہوں نے ہی یہ انداز پیش کیا کہ ہر عالم کو سائنس سے بخوبی آگاہی حاصل کرنا چاہیے۔

اس کے حصول کے لیے قرآن کی تعلیمات سے ہم آہنگ ہونا اشد ضروری ہے مگر عالم اسلام کا المیہ یہ ہے کہ چند غلط فہمیوں کی بنا پر اس بات میں مبتلا ہو چکے ہیں کہ علماء کرام صرف دینی علوم سے ہی آگاہ ہوتے ہیں اور انہیں سائنس اور ٹیکنالوجی کا کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ اس طرح دینی علوم کے حصول کو غلط لبادہ اوڑھا کر پیش کیا جاتا ہے۔ اور ایمان کی طاقت قرار دیا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ سب قرآن و سنت کے احکام و فرامین کے بالکل برعکس ہیں۔ قرآن کریم میں تو اللہ رب العزت کا واضح فرمان موجود ہے کہ وَاَعِدُّوا لَهُم مَا اسْتَطَعْتُم کہ جس قدر طاقت اور جرأت رکھتے ہو اسے بھرپور انداز میں بروئے کار لاتے ہوئے ان ذرائع سے دشمن کا منہ توڑ جواب دو۔ کہ دوبارہ سر اٹھانے کی جرأت نہ کر سکے۔ یعنی اپنی عسکری صلاحیتوں کو اجاگر کرو تاکہ دشمن تمہارے جذبۂ ایمان کو عملی شکل میں دیکھ کر خائف رہے۔ مگر آجکل ایسے عملی اقدامات کرنے کی بجائے صرف مومن کہلوانے پر ہی اکتفا کر لیا گیا ہے۔ اور اپنے اسلاف کے فرامین کو اسی نظریے کے پیش نظر غلط رنگ میں ڈھال کر پیش کیا جانے لگا ہے۔ کہ اقبال نے یوں کہا "مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی"۔ حالانکہ ان کا نظریہ ایمان ہرگز یہ نہ تھا۔ بلکہ ایمان کی انتہائی حالت کی اہمیت کو اجاگر کرنا تھا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ مومن جذبۂ ایمان سے سرشار ہو کر ہی میدان جنگ میں کامرانی سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔ جس کی واضح مثال غزوۂ بدر کے عظیم معرکے سے عیاں ہے کہ صرف ۳۱۳ مومن جذبۂ ایمان کی بنا پر لاکھوں کفار پر غلبہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اور دشمن ہی کے ساز و سامان سے انہیں بہت بڑی شکست سے دوچار کیا۔ مگر یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مومن بے تیغ لڑے اور دشمن مع تیغ ہو تو مارا کون جائے گا؟ مومن شہید ہو کر جنت میں اعلیٰ و ارفع درجات پر تو فائز ہوگا۔ مگر ظاہری فتح کا حصول اس کے لیے ناممکن ہو جائے گا۔ ان تمام مفروضوں کے برعکس سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ہم کیوں بے تیغ لڑیں؟ اور ہم کیوں نہ قرآن و سنت کے واضح قوانین و ضوابط

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو اپناتے ہوئے بہترین تیغ ہاتھ میں لیکر لڑیں۔ آخر کون سی چیز اس میں رکاوٹ بنتی ہے۔

اور اقبالؒ ہی نے یہ بھی کہا ہے کہ منشا ہو تو کیمیا ہے کارِ بے بنیاد اور سب سے بڑی بات کہ اللہ رب العزت نے بھی یہی حکم دیا ہے کہ مومن ہونے کے ساتھ ساتھ عسکری صلاحیتوں کو بھی استعمال کرو۔

جو کہ اللہ رب العزت کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک انعام ہے۔

اور ان انعامات کے حصول کا طریقہ کار یہ ہے کہ ہمیں پسپائی اختیار کرنے کی بجائے ابھر کر اپنی تگ و دو اور کوششوں کو تیز تر کرنا ہوگا۔

باہمی عناد سے اجتناب برتنا ہوگا اور اعلائے کلمۃ الحق کے لیے عالمِ اسلام کے دشمنوں سے ٹکرانا ہوگا۔ یہ سب اسی وقت ممکن ہے جب ہم اللہ کے احکام کو بجا لائیں گے۔ اور اتحاد و اتفاق کیساتھ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں گے۔ اور قرآن حکیم فرمانِ حمید میں ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ۔

بیشک اللہ کے پسندیدہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں صف بستہ ہو کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند لڑتے ہیں۔ ارشادِ ربانی کو مقصدِ حیات سمجھنا اور استقامت کی راہ اختیار کرنا ہی ہماری دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔ ان تمام اوصاف کو اپنانے کے ساتھ ساتھ اسلامک سائنس اور ٹیکنالوجی اور جوہری توانائی کے حصول سے ہی استعمالی قوتوں اور عالمِ اسلام کے ازلی دشمنوں سے برسرپیکار ہوا جا سکتا ہے اور جب ہمارے اندر یہ جذبہ پیدا ہو جائے گا تو پھر کوئی بھی اسلام دشمن طاقت عالمِ اسلام کی طرف ٹیڑھی نظر کر کے دیکھنا بھی گوارہ نہ کرے گی۔

اور اُمتِ مسلمہ کی یکجہتی ہی مسلمانانِ اسلام اور ان کے مقاماتِ مقدسہ۔ بیت اللہ۔ بیت المقدس۔ مسجد حرام۔ مسجد نبوی اور دیگر مقامات کی سلامتی کی ضامن ہوگی۔ اور کسی کو افتراق و انتشار اور اسلامی اُمہ میں پھوٹ ڈالنے کی جرأت نہ ہوگی۔ انشاء اللہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کویت، سعودی عرب، پاکستان اور اہلحدیث

ایم اے غضنفر

کویت کی اپنی ایک تابناک تاریخ ہے۔

موجودہ حکمران خاندان کے جدِ اعلیٰ صباح الاول ۱۷۵۶ء سے ۱۷۶۲ء تک مسند اقتدار پر جلوہ افروز رہے ۱۷۶۲ء سے ۱۸۱۳ء تک ان کے بیٹے عبداللہ الصباح برسراقتدار رہے ۱۸۱۳ء سے ۱۸۵۹ء تک جابر الصباح کے ہاتھ میں عنانِ حکومت رہی۔

۱۸۵۹ء سے ۱۸۶۶ء تک صباح الصباح کویت کے حکران رہے ۱۸۶۶ء سے ۱۸۹۲ء تک عبداللہ الصباح مسند اقتدار پر فروکش رہے ۱۸۹۲ء سے ۱۸۹۶ء تک محمد الصباح کے پاس اقتدار رہا ۱۸۹۶ء سے ۱۹۱۵ء تک مبارک الصباح کاروبار حکومت چلاتے رہے، ۱۹۱۵ء سے ۱۹۱۷ء تک جابر مبارک الصباح کے پاس حکومت رہی۔

۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۱ء تک ان کے بھائی سالم مبارک الصباح حکران رہے ۱۹۲۱ء سے ۱۹۵۰ء تک احمد جابر مبارک الصباح مسند اقتدار پر متمکن رہے۔

۱۹۵۰ء سے ۱۹۶۵ء تک عبداللہ سالم مبارک الصباح کے پاس عنانِ حکومت رہی ۱۹۶۵ء سے ۱۹۷۷ء تک صباح سالم مبارک الصباح برسرِ اقتدار رہے۔ ۱۹۷۷ء سے لے کر آج تک موجودہ حکران جابر الاحمد الصباح برسرِ اقتدار ہیں۔ موجودہ حکران کے دور میں کویت نے مختلف محاذوں پر دنیا بھر کے مسلمانوں کی بے دریغ مدد کی دنیا بھر کی اسلامی تحریکات کی حوصلہ افزائی اور مالی معاونت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

کویت پر عراقی قبضے سے پہلے دنیا بھر میں ایک لاکھ پچاس ہزار یتیم بچے کویت کے مالی تعاون سے پرورش پا رہے تھے۔ ساڑھے تین ہزار علماء کرام کویت کی جانب سے دنیا کے مختلف ممالک میں دینی و تبلیغی فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ کویت کے تعاون سے افریقہ، ایشیا اور یورپ میں تقریباً اڑھائی ہزار عالی شان مساجد تعمیر کی گئیں عمدہ اور میٹھے پانی کے حصول کے لیے مختلف ممالک میں دو ہزار کنوئیں کھودے گئے جن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے لاکھوں ضرورتمند انسان اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ اور اس طرح دنیا کے مختلف ممالک میں ایک ہزار چار صد دینی مدارس بنائے گئے۔ ان مساجد اور مدارس کی تعمیر میں کویت کی جن رفاہی تنظیموں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ان میں جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی جو کویت کے مخلص و مخیر سلفی احباب کی تنظیم ہے۔ اس کا کردار سب سے نمایاں نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ جمعیۃ الإصلاح الاجتماعی البیت الخیریۃ الاسلامیۃ العالمیۃ، بیت الزکاۃ، لجنۃ المناصرۃ الخیریۃ لفلسطین ولبنان، جمعیۃ المعلمین الکویتیۃ، صندوق إعانۃ المرضی لمستشفی المبارک الجمعیۃ الطبیۃ الکویتیۃ، جمعیۃ الشیخ عبداللہ النوری الخیریۃ، جمعیۃ الرعایۃ الإسلامیۃ، لجنۃ الفلاح الخیریۃ، الجمعیۃ الخیریۃ للتضامن الاجتماعی اور جمعیۃ النجاۃ الخیریۃ قابلِ ذکر ہیں۔

موجودہ دور کے انتہائی سفاک، بے حس اور احمق ترین حکمران صدام حسین کی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے خیر و بھلائی کے پاکیزہ جذبات رکھنے والا ملک کویت تباہ و برباد ہوا۔ اور پوری دنیا کے مسلمانوں کو ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ کویت کی ان خدمات کا تذکرہ ہم نے اس پر آشوب دور میں بھی کیا جب عوام کی اکثریت صدام کی دیوانی نظر آرہی تھی ہم نے اس تاریک دور میں روشنی کا چراغ جلایا۔ اور جہلاء کو سمجھانے کی بھرپور کوشش کی کہ جس کو تم صلاح الدین ایوبی سمجھ رہے ہو وہ تو لارنس آف عریبیہ ہے۔ جس کو تم شیر کہہ رہے ہو تو گیدڑ سے بھی بدتر ہے۔ ساڑھے چھ کروڑ ڈالر کی لاگت سے بنی ہوئی کچھار میں وہ دم دبائے بیٹھا رہا۔ اس حقیقت کو طشت ازبام کرنے کے سلسلے میں متحدہ جمعیت اہلحدیث تحفظ حرمین، ہفت روزہ الاعتصام ہفت روزہ اہلحدیث، ہفت روزہ تکبیر اور ہفت روزہ المنبر کا کردار بہت نمایاں نظر آتے ہیں۔۔ علاوہ ازیں پاکستان اور دنیا بھر کے اہلحدیث احباب نے اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق کویت کی آزادی کے لیے مثبت کردار ادا کیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ آج کویت آزاد ہو چکا ہے، کویت کی تعمیر نو کا کام شروع ہو چکا ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ اسے تا ابد قائم و دائم رکھے۔

قارئین کرام! کویت کی آزادی کے لیے خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز حفظہ اللہ کی انتھک کوشش اور فیاضانہ رویہ ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ امت مسلمہ کے ہر فرد کی جانب سے شاہ فہد مبارکباد کے مستحق ہیں کہ جنہوں نے ہر مشکل وقت میں مسلمانوں کی بھرپور مدد کی۔

پاکستان کے وزیر اعظم جناب میاں نواز شریف نے کویت کو آزاد کرانے خلیجی بحران پر قابو پانے پاکستان کے مستقبل کو سنوارنے اور دیگر ممالک میں پاکستان کی ساکھ قائم کرنے میں جو درست موقف اختیار کیا وہ بھی قابلِ ستائش ہے پاکستانی حکومت اور عوام الناس میں سے اہلحدیث احباب کے جرأتمندانہ موقف کی بنا پر مشرق وسطی میں پاکستانیوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا وقار بلند ہوا ہے۔ ورنہ اس پرآشوب دور میں کویت اور سعودی عرب کی دولت پہ پلنے والی جماعتوں نے بھی مونہہ پھیر لیا تھا۔ انکے لیڈر صدام ۔ بدام، عدام کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے تھے۔ شاید انہوں نے یہ سوچ لیا تھا کہ مسلم عربوں کا تو خون ہم نے چوس لیا اب کشکول لے کر اس جبلی ایرانی اور ابن زیاد کے پاس جانا پڑے گا۔ اس دور میں مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر جن احباب نے مظلوم کی مدد کی اور ظالم کے خلاف صدا بلند کی وُہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اور انکے چہرے آج اپنے صحیح موقف کی وجہ سے چمک دمک رہے ہیں۔ چہرے صبا کیوں نہ چمکیں انہیں اس بات پر مسرت ہے کہ

شامل جمال گل میں ہمارا لہو بھی ہے۔

والسلام

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ : رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں حدیبیہ کے مقام پر صبح کی نماز پڑھائی۔ بارش ہونے کے بعد جو اسی رات نازل ہوئی تھی، جب نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے سلام پھیرا، تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے آپ نے لوگوں سے فرمایا، کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے پروردگار نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ تمام نے عرض کیا کہ : اللہ اور اس کا رسُولؐ ہی زیادہ جانتے ہیں! فرمایا : میرے بندوں میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں کہ وُہ صبح اس حالت میں کرتے ہیں کہ مجھ پر ایمان لانے والے ہوتے ہیں اور کسی دُوسری چیز کے منکر۔ جس نے یہ کہا کہ : اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہمیں بارش نصیب ہوئی، تو وُہ مجھ پر ایمان لانے والے : اور ستاروں کے تصرّف کا انکار کرنے والا ٹھہرا۔ اور جس نے کہا کہ ہمیں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش نصیب ہوئی ہے، تو وُہ میرا انکار کرنے والا۔ اور ستارے کے تصرّف پر ایمان لانے والا ٹھہرا۔

(بحوالہ بخاری، مؤطا۔ امام مالک، نسائی)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ محمد بن صالح العثیمین جواب دیتے ہیں

دینی مسائل

ترجمانی: محمود احمد غضنفر مدیر مجلۃ دعوۃ الحق

لفظ شہید کا استعمال

سوال :۔ آجکل لوگوں کی زبان پر لفظ شہید بہت رائج ہے اگر کوئی شخص کسی معرکے میں قتل کر دیا جائے۔ یا وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہوا مارا جائے یا وہ کسی سیاسی معرکے میں قتل ہو، کیا خاص کسی کا نام لے کر اسے شہید کہا جا سکتا ہے۔ شرعاً اس کی کیا حقیقت ہے۔

جواب :۔ کسی شخص کو بالیقین شہید نہیں کہا جا سکتا خواہ وہ کافروں سے لڑتا ہوا کیوں نہ مارا جائے۔ شہید کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے جنتی ہونے کی شہادت دی جا رہی ہے حالانکہ کسی کے لیے جنتی ہونے کی گواہی دینا جائز نہیں ہے سوائے ان کے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی قرار دیا۔ ہاں البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہمیں امید ہے کہ یہ شخص شہداء میں سے ہوگا، لیکن یقین کے ساتھ کہنا کہ یہ واقعتاً شہید ہے۔ یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس کا تعلق غیبی امور کے ساتھ ہے کہنے والا نہیں جانتا کہ مرنے والے کے دل میں کیا تھا، مرتے وقت اسکی نیت کیا تھی۔

امام بخاریؒ نے یہ باب باندھا "لایقال فلان شہید" کہ یہ نہ کہا جائے کہ فلاں شہید ہے۔ اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے۔

"اللہ اعلم بمن یجاھد فی سبیلہ"

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کی راہ میں کون جہاد کرتا ہے"

فتح الباری میں حضرت عمر بن خطاب کے حوالے سے منقول ہے کہ انہوں نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ کہ تم کہتے ہو کہ فلاں شہید ہے یا فلاں شہادت کی موت مرا "ولعلہ قد یکون اوقر راحلتہ"

تم اس طرح نہ کہا کرو، بلکہ اس طرح کہو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

من مات فی سبیل اللہ او قتل فھو شہید

جو اللہ کی راہ میں مرا یا قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے

اور یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کی راہ میں کون قتل ہوا، مرنے والے کی نیت کیا تھی۔ اس کا علم اللہ کے سوا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی کو نہیں لہٰذا بالیقین کسی کا نام لے کر اسے شہید کہنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

محمد بن صالح العثیمین

ص یا صلعم کا استعمال

سوال ؟۔ بعض لوگ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے صرف ص لکھ دیتے ہیں کیا یہ جائز ہے ؟

جواب :۔ محدثین کی رائے کے مطابق لفظ "ص" یا لفظ "صلعم" "صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ استعمال نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس طرح درود شریف کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

لہٰذا جب بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جائے یا لکھا جائے تو ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا یا لکھا جائے تو صرف ص یا صلعم لکھنا صحیح نہیں۔

محمد بن صالح العثیمین

ناجائز کاموں کے لیے مکان یا دکان کرائے پر دینے کا حکم

سوال ؟۔ کیا ایسے شخص کو دکان یا مکان کرائے پر دینا جائز ہے جو وہاں سگریٹ، ویڈیو فلم، آڈیو موسیقی یا سودی بینک کا کاروبار کرنا چاہتا ہو۔

جواب :۔ سوال میں جن مقاصد کا تذکرہ کیا گیا ان مقاصد کے لیے دکان یا مکان کرائے پر دینا شرعاً حرام ہے یہ گناہ اور ظلم کے زمرے میں آتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔

لا تعاونوا على الإثم والعدوان .

گناہ اور ظلم کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون نہ کیا کرو۔

محمد بن صالح العثیمین

مسلم عورت کا بازار جانا

سوال :۔ کیا عورت بغیر محرم کے بازار جا سکتی ہے ؟

جواب :۔ عورت پردے کی حالت میں بوقت ضرورت بازار جا سکتی ہے اس کے ساتھ محرم کا ہونا ضروری نہیں ہاں اگر فتنے کا اندیشہ ہو تو پھر اس کی حفاظت کے لیے محرم کا اس کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔

عورت کے لیے ضروری ہے کہ جب بھی بازار جائے تو وہ بے پردہ نہ ہو اور نہ ہی وہ خوشبو کا استعمال کرے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لا تمنعوا إماء الله مساجد الله وليخرجن تفلات .

اللہ کی بندیوں کو مساجد میں جانے سے منع نہ کرو لیکن ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ خوشبو یا سرخی پوڈر لگا کر نہ نکلا کریں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ عورت کا بے پردہ یا خوشبو لگا کر نکلنا فتنے کا باعث بنتا ہے۔

اگر شریعت کی پابندی کو ملحوظِ خاطر رکھ کر کوئی عورت کسی ضروری کام کے لیے بازار جاتی ہے۔ تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں خواتین بغیر محرم کے بازار چلی جایا کرتی تھیں۔

—— محمد بن صالح عثیمین

مسلم عورت کا بال کٹانے۔ اونچی ایڑی کی جوتی پہننے یا میک اپ کرنے کا حکم

سوال ۱:۔ کیا کوئی مسلمان شادی شدہ یا غیر شادی شدہ دوشیزہ فیشن کے طور پر اپنے سر کے بال کندھوں تک کٹوا سکتی ہے؟ کیا عورت کے لیے اونچی ایڑی والی جوتی پہننا جائز ہے؟ کیا عورت اپنے خاوند کے لیے میک اپ کر سکتی ہے؟

جواب:۔ اگر کوئی عورت اپنے سر کے بال اس طرح کٹواتی ہے جیسے مرد کٹواتے ہیں۔ تو یہ حرام ہے اور کبیرہ گناہ ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔ جو مردوں کی مشابہت کرتی ہیں۔

ہاں اگر بالوں کی کٹوائی اس قسم کی ہو جس میں مردوں کے ساتھ تشبیہ نہ پائی جاتی ہو۔ تو اس میں اہلِ علم کا اختلاف ہے۔

بعض کے نزدیک جائز ہے۔ بعض کے نزدیک حرام ہے اور بعض اسے مکروہ قرار دیتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل کی رائے ہے کہ یہ مکروہ ہے۔

ہمارے لیے یہ مناسب ہی نہیں ہے کہ ہم غیروں کی عادات اپنائیں ابھی کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ مسلم خواتین اپنے لیے بالوں پر فخر کیا کرتی تھیں۔ لیکن اب ہر طرف افرنگی تہذیب کا ایسا غلبہ نظر آتا ہے کہ مسلمان اپنی اقدار بھولتے جا رہے ہیں۔ میں ہر نئی چیز کا انکار تو نہیں کرتا البتہ اس چیز کو اچھا نہیں سمجھتا کہ غیر مسلموں کی عادات واطوار مسلم معاشرے میں سرایت کر جائیں۔

○ جہاں تک اونچی ایڑی والی جوتی پہننے کا تعلق ہے۔ تو یہ جائز نہیں ہے کہ یہ "تبرج" کے زمرے میں آتی ہے جسے قرآنِ مجید میں منع کیا گیا ہے۔

اللہ کا ارشاد ہے ﴿لا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى﴾۔

ہر وہ ادا یا کیفیت جو لوگوں کی نگاہ کو اپنی طرف مائل کرے وہ تبرج کے زمرے میں آتی ہے۔

○ خاوند کی دلجوئی کی خاطر عورت کے میک اپ کرنے میں کوئی حرج نہیں البتہ بعض عورتیں اپنے آپ کو خوبصورت ظاہر کرنے کے لیے بھوؤں کے بال نوچ کر انہیں باریک کرتی ہیں۔ ایسا کرنا شرعاً حرام ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھوں کی بھوؤں کے بال نوچنے والی عورت پر لعنت بھیجی ہے۔

سودی بینک کی ملازمت

سوال ۵:۔ سودی بینکوں میں کام کرنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب :۔ سودی بینک میں نوکری کرنا شرعاً حرام ہے، کیونکہ یہ سود پر اعانت کرنے کے زمرے میں آتا ہے۔ سود پر تعاون لعنت کا باعث بنتا ہے اس لیے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے پر کھلانے والے پر گواہی دینے والے پر اور لکھنے والے پر لعنت فرمائی اور ارشاد فرمایا یہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں سودی بینک میں ملازمت کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

محمد بن صالح العثیمین

موسیقی اور گانا

سوال :۔ موسیقی اور گانا سننے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب :۔ موسیقی اور گانا سننا شرعاً حرام ہے۔ اور اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں۔ صحابۂ کرام اور تابعین عظام سے یہ بات ثابت ہے کہ گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے اور گانے کا سننا لغویات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها هزوا اولئك لهم عذاب مهين۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ مجھے قسم ہے اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں پھر فرماتے ہیں اس آیت میں "لهو الحديث" سے مراد گانا ہے۔ یاد رہے کہ

قرآن مجید کی تفسیر کے تین طریقے ہیں۔

۱:۔ مشکل قرآنی آیات کی دوسری اور مفصل آسان قرآنی آیات سے تفسیر کی جائے۔

۲:۔ قرآنی آیات کی احادیث رسول علیہ السلام سے تفسیر کی جائے۔

۳:۔ قرآنی آیات کی اقوال صحابہؓ سے تفسیر کی جائے۔

یہاں قرآنی آیات کی تفسیر قولِ صحابی سے کی گئی ہے جو أقرب إلى الصواب ہے۔

محمد بن صالح عثیمین

موزوں اور جرابوں پر مسح

سوال :۔ موزوں یا جرابوں پر مسح کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب :۔ موزوں یا جرابوں پر مسح کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، جس شخص نے یہ پہنے ہوئے ہوں تو وضو کے وقت ان پر مسح کرنا پاؤں دھونے کی نسبت افضل ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وضو کر رہے تھے میں آپ کے پاؤں مبارک سے موزے اتارنے کے لیے جھکا تو آپ نے فرمایا۔ "رہنے دیجئے میں نے پاؤں دھو کر پہنے تھے"۔ بعد میں آپ نے ان دونوں پر مسح کیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسح کرنا دھونے کی نسبت افضل ہے۔

محمد بن صالح العثیمین

موزوں یا جرابوں پر مسح کرنے کا طریقہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال ۵:۔ اکثر لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ موزوں یا جرابوں پر مسح کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

جواب:۔ مسح کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ پاؤں کی انگلیوں سے شروع کر کے پنڈلی تک مسح کیا جائے اور دونوں ہاتھوں سے دونوں پاؤں پر بیک وقت مسح کیا جائے، وہ اس طرح کہ یکبارگی دائیں ہاتھ سے دائیں پاؤں پر اور بائیں ہاتھ سے بائیں پاؤں پر مسح کیا جائے۔ جس طرح کہ کانوں میں مسح کیا جاتا ہے، حضرت مغیرہ بن شعبہ کی روایت سے ظاہراً یہی ثابت ہوتا ہے انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں پر مسح کیا یہ نہیں فرمایا کہ پہلے دائیں پر کیا پھر بائیں پر اکثر لوگ دونوں ہاتھوں سے پہلے دائیں پاؤں پر مسح کرتے ہیں پھر بائیں پاؤں پر، میرے علم میں اسکی کوئی دلیل نہیں۔ علماء حدیث کی رائے یہی ہے کہ دائیں ہاتھ سے دائیں پاؤں پر اور بائیں ہاتھ سے بائیں پاؤں پر مسح کیا جائے۔

محمد بن صالح عثیمین

مسح پاؤں کے اُوپر ہو یا نیچے

سوال ۶:۔ ہم نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ مسح پاؤں کے نیچے اُوپر دونوں جانب کرتے ہیں اس کا کیا حکم ہے کیا ایسا کرنا درست ہے؟ کیا ایسا کرنیوالوں کی نماز ہو جائے گی؟

جواب:۔ اس طرح مسح کرنے والوں کی نماز تو ہو جائیگی لیکن ایسے لوگوں کو تنبیہ کی جائے کہ پاؤں کے نیچے سے مسح کرنا سُنّت نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں اگر دین رائے کے تابع ہوتا تو مسح پاؤں کے اُوپر کی بجائے نیچے کرنے کا حکم صادر ہوتا میں نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں کے اوپر مسح کرتے ہوئے دیکھا، یہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ مسح موزوں کے اُوپر والی جانب کرنا مشروع ہے۔

محمد بن صالح عثیمین

مسح کی شرائط

سوال ۷:۔ مسح کرنے کی شرائط کتنی ہیں اور کون کون سی؟

جواب:۔ موزوں یا جرابوں پر مسح کرنے کی چار شرائط ہیں،

۱۔ پہلی شرط یہ ہے کہ پہننے والے نے وضو کر کے پاک حالت میں پہنا ہو۔

۲:۔ دوسری شرط یہ ہے کہ موزے یا جرابیں بذات خود بھی پاک وصاف ہوں ان کے ساتھ کوئی نجاست نہ لگی ہوئی ہو۔

۳:۔ تیسری شرط یہ ہے کہ مسح حدث اصغر یعنی بول و براز اور نیند کے بعد تو کیا جائیگا لیکن (حدث اکبر) یعنی جنابت کے بعد نہیں ہو سکے گا کیونکہ جنبی کے لیے غسل واجب ہے۔

۴:۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ مسح اتنے ہی محدود وقت میں کرنا جائز ہوگا۔ جو وقت شریعت نے متعین کر دیا ہے۔

اور وہ وقت یہ ہے کہ مقیم کے لیے ایک دن ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن تین راتیں، بشرطیکہ وہ اس مدت میں جنبی نہ ہوا ہو۔

محمد بن صالح عثیمین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں نما

ایم۔اے غضنفر

اس مرتبہ یہ کالم صراط مستقیم برطانیہ کے تعاون سے ترتیب دیا گیا ہے۔

سعودی نیوز ایجنسی:۔ روس میں آزادئ مذہب کی جو تحریک چل رہی ہے اس میں سعودی عرب گہری دلچسپی لے رہا ہے، اب تک روس کی مختلف سلطنتوں میں رابطہ عالم اسلامی کے ذریعے قرآن مجید کے ہزاروں نسخے پہنچائے گئے اور اس سال ڈیڑھ ہزار روسی مسلمانوں نے سعودی عرب کے خرچے پر حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ روس کے دارالحکومت ماسکو میں مقیم ایک دینی راہنما شیخ راوی عین الدین نے اس پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے لیے ۳۵ ہزار مسلمانوں نے اندراج کروایا۔ لیکن ان میں سے ڈیڑھ ہزار روسی مسلمان سعودی عرب کی خصوصی معاونت کی بنا پر فریضہ حج ادا کر سکے۔

روس میں رابطہ عالم اسلامی کا مستحسن اقدام

روس میں جب سے مذہبی سرگرمیوں کی قدرے اجازت دی گئی ہے رابطہ عالم اسلامی انتہائی سرگرمی کے ساتھ وہاں مصروف ہے۔ حال ہی میں رابطہ کے جنرل سیکرٹری ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف نے روس کا تفصیلی دورہ کیا۔ اور وہاں دعوت و تبلیغ کے لیے ایک جامع منصوبہ بنا لیا گیا ہے۔ جس میں روسی زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم، دینی کتابوں کی نشر و اشاعت اور علماء و مبلغین کی بعثت وغیرہ شامل ہے یاد رہے کہ رابطہ کے ساتھ جامعہ ازہر کا تعاون بھی شامل ہے سیکرٹری جنرل نے اپنے دورہ سے واپسی پر جہاں اسلامی سرگرمیوں پر خوشی کا اظہار کیا وہاں آپ نے یہ پریشانی بھی ظاہر فرمائی کہ قادیانیت اور بعض غیر اسلامی تنظیمیں بھی اسلامی نام پر سرگرم ہو چکی ہیں، چنانچہ قادیانیوں نے متعدد قرآن مجید کے غلط تراجم اور تفاسیر کے نسخے وہاں روانہ کیے ہیں۔ لیکن رابطہ اس سلسلہ میں بھرپور کوشش کر رہا ہے کہ کوئی بھی غیر اسلامی تنظیم وہاں اسلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نام پر قدم نہ چلے۔
اللہ کرے یہ کوششیں بارآور ثابت ہوں۔

کویت کی سلفی تنظیم کے زیر اہتمام

لندن برطانیہ میں اسلامی مرکز کا قیام

کویت کی سلفی تنظیم احیاء التراث الاسلامی کے رکن شیخ جاسم العون سابق ممبر کویت پارلیمنٹ نے لندن میں ایک پر ہجوم پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ دعوت وارشاد کے کام کو بڑھانے اور یورپین زبانوں میں دینی لٹریچر پھیلانے کے لیے جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی کے زیر اہتمام پچاس لاکھ پونڈ کے خرچ سے لندن میں ایک عالیشان اسلامی مرکز قائم کیا جائیگا یہ پروگرام دو مرحلوں میں مکمل ہوگا۔ پہلے مرحلے میں ایک عارضی جگہ حاصل کرکے ابتدائی کام شروع کردیا جائیگا اور دوسرے مرحلے میں باقاعدہ تعمیری کام شروع ہوگا۔ یہ مرکز مسجد، مدرسہ، لائبریری، پریس اور دفاتر وغیرہ پر مشتمل ہوگا۔

البانیہ کے مسلمان

البانیہ یورپ کا واحد ملک ہے جس کی تیس لاکھ آبادی میں مسلمانوں کا تناسب ۵۰ فیصد ہے۔
گذشتہ چالیس سال کے دوران اشتراکی ڈکٹیٹر انور ہوکسا کے دور حکومت میں تمام ملک میں مساجد کی تالا بندی کے ساتھ ہی مسلمانوں کو اپنے مذہبی فرائض کی ادائیگی سے روک دیا گیا تھا۔ اب حالیہ اصلاحات کے نتیجے میں وہاں مسلمانوں کو مذہبی فرائض ادا کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔
اخبار الاہرام مصر کے مطابق سعودی حکومت البانیہ کے مسلمانوں کو دس لاکھ قرآن مجید کے نسخے بطور تحفہ مہیا کرے گی۔ ایک مصدقہ اطلاع کے مطابق البانیہ کی سات سو مساجد میں سے اب صرف پچاس مساجد قابل استعمال ہیں۔ سعودی وزارت حج نے اعلان کیا تھا کہ اس سال فریضہ حج ادا کرنے کے لیے آنے والے تمام البانوی مسلمانوں کے اخراجات سعودی حکومت ادا کرے گی۔ یاد رہے کہ گذشتہ پچاس برس کے دوران کسی بھی البانوی مسلمان کو حج پہ جانے کی اجازت نہیں دی گئی۔

یوگوسلاویہ میں اسلامی اقدار کا احیاء

یوگوسلاویہ میں گذشتہ پینتالیس برس میں پہلی مرتبہ ایک مسلم خاتون کو پاسپورٹ جاری کیا گیا جس میں اس کا فوٹو اسلامی لباس والا تھا۔ ورنہ اس سے پہلے یوگوسلاویہ میں اسلامی لباس والے فوٹو کا پاسپورٹ جاری کرنا ممنوع تھا۔ اب حال ہی میں وہاں مسلمانوں کو پارکوں اور دوسرے پبلک مقامات پر عید کی نماز پڑھنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ اب وہاں مسلمان اسلامی کیسٹ کی خرید و فروخت بھی کھلے عام کرسکتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امریکہ میں اسلامی لہر

امریکہ کی چرچ کونسل نے ملک میں تیزی سے پھیلتے ہوئے اسلام پر سخت تشویش کا اظہار کیا ہے۔ چرچ کے نمائندے نے اپنے بیان میں مطالبہ کیا ہے کہ دُنیا کے مختلف ملکوں میں پھیلے ہوئے امریکی عیسائی مبلغین پہلے اپنے گھر کی خبر لیں اور امریکہ منتقل ہو جائیں، تاکہ اسلام کے بڑھتے ہوئے طوفان کو روکا جا سکے۔ بیان میں کہا گیا ہے، کہ ان دنوں جس قدر تیزی سے امریکی اسلام قبول کر رہے ہیں، اس کی مثال ماضی میں نہیں ملتی۔

یہودی حکام کی بوکھلاہٹ

مقبوضہ فلسطین میں اسلامی تحریک حماس کے قیام کے بعد یہودی حکام کس قدر بوکھلاہٹ میں مُبتلا ہیں اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہودی حکام نے مسلمانوں کے مدارس میں پڑھائے جانے والے اسلامی نصاب سے ان تمام قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کو نکال دیا ہے۔ جن کا تعلق جہاد سے ہے یا جو جہاد پر اُبھارنے والی ہیں۔ اس طرح مقبوضہ علاقوں سے متعلق عربی تاریخ کو بھی حذف کر دیا گیا ہے۔

چین میں دوسو مساجد پر کام بند

مسلم آبادی کی اکثریت کے شمالی مغربی علاقے سنکیانگ میں حکمرانوں نے حال ہی میں خونی ہنگاموں سے بچاؤ کے پیش نظر دوسو مساجد کی مرمت کے کام پر پابندی لگادی ہے یہ خبر سنکیانگ کے روزنامہ سنکیانگ ڈیلی نے دی ہے، بارین کے حوالی انقلابی ہنگاموں کے پیش نظر حکام نے پچاس مساجد کو بند کر دیا ہے۔ جبکہ "التو" ضلع کی ۱۵۳ مساجد پر پابندی لگادی ہے حکام نے مساجد پر اس پابندی کے جواز میں الزام لگایا کہ بارین کے ہنگامے جن میں سرکاری اطلاعات کے مطابق ہلاک ہونیوالوں کی تعداد سرکاری اعداد و شمار سے کئی گنا زیادہ ہے، مذہب کے نام پر چند علیحدگی پسندوں نے کروائے ہیں اور وُہ مساجد کو اپنے تخریبی مقاصد کیلئے استعمال کر رہے ہیں ان ہنگاموں کے بعد مرکزی حکومت نے بارین میونسپل پارٹی کی تطہیر کی اور عبادت گاہوں اور دینی مدرسوں کا انتظام سنبھال لیا۔ خود مختار سنکیانگ کی ڈیڑھ کروڑ آبادی میں مسلمانوں کا تناسب ۶۰ فیصد ہے۔

آذربائیجان میں ایک ہزار مساجد عبادت کیلئے کھول دی گئیں

روس کی ریاست آذربائیجان کے ایک ممتاز مذہبی راہنما نے کہا ہے کہ روس میں نئی سیاسی صورتحال کے تحت ایک ہزار مساجد کو مرمت کے بعد کھول دیا گیا ہے امورِ علماء کے انچارج شیخ الاسلام پاشازادہ نے باکو میں کہا کہ ماضی کے مقابلے میں اب آذربائیجان میں مسلمانوں کے حالات بہت بہتر ہیں۔ آپ نے کہا بیشتر مساجد میں ناظرہ قرآن حکیم اور اسلامی احکام کی تدریس کیلئے کلاسز کھول دی گئی جہاں بڑی تعداد میں مسلمان پڑھنے آتے ہیں جنمیں نوجوان زیادہ ہیں، آپ نے کہا کہ قرآن مجید کی تعلیم کیلئے باکو ٹیلی ویژن سینٹر سے ایک ہفتہ وار پروگرام جلد شروع کیا جا رہا ہے مزید برآں اسلامی تعلیمات کے پرچار کیلئے باکو شہر سے ایک اخبار بھی جلد جاری کیا جائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اک غلغلہ بپا ہوا نجد و حجاز میں

علیم ناصری

جب شرک پھر بپا ہوا ارضِ حجاز میں
توحید کے چمن میں خزاں کا عمل ہوا
ٹوٹا صنم گری کا وہی دورِ نامراد
قبریں اکابرین کی مسجود بن گئیں
جو معتبر سے تھے مرمریں قبوں میں ڈھل گئے
جھوٹی زیارتوں کے مزارات بن گئے
توحید پھر سے شرک کے سانچے میں ڈھل گئی
حاجت روا بنالیا اہلِ قبور کو
نخل و حجر کی پھر سے عبادت روا ہوئی
رہبانیت کا پھر سے چلن عام ہو گیا
قائم رہا نہ حکمِ الٰہی کا احترام
ہر سلطنت بگڑ گئی مرکز سے کٹ گئی
عصبیتِ قبیلہ و رنگ و نسب چلی
باہم نفاق و بغض تھا پیکار و جنگ تھی
ایسے میں حق نے پھر سے درِ لطف وا کیا
وہ شیخِ حق پرست وہ ہم نام مصطفٰے
توحید کا علَم جونہی اس نے کیا بلند
میداں میں کھل کے شرک کے عفریت آ گئے
سب و شتم کا شور اٹھا ہر زبان سے
اہلِ ہوس پہ دعوتِ اسلام قہر تھی

پیدا دوئی کی لَے ہوئی وحدت کے ساز میں
آئینِ شرع و دیں میں نمایاں خلل ہوا
اُمّت کے پیشوا بنے پیرانِ کم سواد
مٹی کی چند ڈھیریاں معبود بن گئیں
سادہ لبادے ریشمی جبّوں میں ڈھل گئے
اندھی عقیدتوں کے خرافات بن گئے۔
سنّت کی فصل صرصرِ بدعت سے جل گئی
عظمت کے مرتبے ملے فسق و فجور کو
ایامِ جاہلی کی جہالت بپا ہوئی
ہر بدحواس صاحبِ الہام ہو گیا
متروک ہو گئیں سننِ سیّد الانام
ملّت جو متحد تھی قبائل میں بٹ گئی
آلِ نبیؐ میں رسم و رہِ بولہب چلی
ارضِ حجاز و نجد موحد پہ تنگ تھی
اِک بے نوا کو منصبِ دعوت عطا کیا
جس کی زبان پر رہا پیغامِ مصطفٰےؐ
بپھرے غضب سے ابنِ سبا کے نیاز مند
بدعات کے امام فضاؤں پہ چھا گئے
طعنہ زنی کے تیر چلے ہر کمان سے
اربابِ شرک کے لیے توحید زہر تھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن بیانِ شیخ میں سحرِ جلال تھا — سیرت میں امتزاجِ جلال وجمال تھا
کوئی شکن نہ شیخ کی آئی جبین پر — قائم رہا وہ دین کی حبلِ متین پر
طاغوتیوں سے روز و شب اس نے کیا جہاد — ٹھہرا نہ اس کے سامنے الحاد وارتداد
حامی جب اس کے نجد کے شمشیر زن ہوئے — میداں میں مشرکین سے پنجہ فگن ہوئے
آلِ سعود شیخ کی پرچم کشا ہوئی — حق کی طرف سے بھی انہیں نصرت عطا ہوئی
تھے دوست مشرکین کے اہل فرنگ بھی — تھے سرپرست اور حلیفانِ جنگ بھی
اک غلغلہ بپا ہُوا نجد و حجاز میں — جنگیں چلیں زمیں کے نشیب وفراز میں
یہ معرکہ تھا پھر سے صلیب و ہلال کا — تھا امتحان حق کے زوال وکمال کا
تھی مشرکوں کو ضد کہ ہو توحید کو شکست — ہونے نہ پائے دینِ ہدٰی کا کُشاد ولیست
لیکن کیا خُدا نے یہاں حق کو کامگار — قائم عرب میں پھر ہوا توحید کا وقار
اک مردِ باخدا کا عمل بارور ہُوا — الحاد کا صنم کدہ زیر و زبر ہُوا
قرآن کا نظام ہوا پھر سے سربلند — سنّت حضورؐ کی ہوئی مقبول وارجمند
ہمت تھی آلِ شیخ کی آلِ سعُود کی — نُصرت انہیں عطا ہوئی ربِ ودود کی
ہے پُربہار گلشنِ آئینِ کبریا — نافذ حجاز ونجد میں ہے دینِ کبریا
حق نے کیا ہے شیخ کا ہر اک عمل قبول — لطف وکرم کا عرش سے جاری ہُوا نزول

آرام گاہِ شیخ منوّر رہے مدام
اس مردِ حق پرست کو پہنچے مرا سلام

(علیم ناصری)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حرمین شریفین

حرمین کی ہیں جو عظمتیں جو یہاں جلال و جمال ہے — نہ کہیں پہ اس کی نظیر ہے نہ کہیں پہ اس کی مثال ہے
یہ حرم کہ بیتِ الٰہ ہے وہ حرم کہ بیتِ رسولؐ ہے — یہ امینِ امن و امان ہیں نہ جدال ہے نہ قتال ہے
یہ درِ بنائے خلیلؑ ہے وہ درِ دعائے خلیل ہے — یہ سوادِ حزنِ خبیبؓ ہے وہ مقامِ بانگِ بلال ہے
یہ دیارِ ذبحِ عظیم ہے جو حریمِ حج و طواف ہے — یہاں ضرب پائے ذبیحؑ ہے وہ جو سیلِ آبِ زلال ہے
یہاں سعیِ ہاجرہ طاہرہ رہے گی ہمیشہ رواں دواں — وہی جوش و جذبہ و شوق ہے وہی حسنِ فکر و خیال ہے
وہ حرا و ثور کی خلوتیں وہ حنین و بدر کی جلوتیں — جہاں سب خطائیں خطا ہوئیں یہ وہ جائے عفوِ کمال ہے
وہ دیارِ ہجرتِ مصطفیٰؐ وہ کہ ہے مدینۂ مجتبیٰؐ — فلک ہدیٰ ہے وہ بالیقیں افقِ طلوعِ ہلال ہے
وہ فتوحِ خندق و بدر کا بلدِ عزیمتِ اہلِ حق — وہ اُحد کا عرصۂ ابتلا کہ شجاعتوں کا کمال ہے
وہ جو مسجدِ نبوی کی شانِ جمال و نزہت و نور ہے — وہ جلالِ سطوتِ دین ہے وہ کمالِ غیرِ زوال ہے
وہ مقامِ روضۂ خُلد جو ہے مقامِ عظمتِ بے بہا — وہ خود آپ اپنی نظیر ہے وہ خود آپ اپنی مثال ہے

حرمین جاں سے عزیز ہیں سبھی مومنوں کی نگاہ میں
کہ اسی عقیدے پہ زندگانیِ اُخروی کا مآل ہے

(علیم ناصری)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطبۂ حجۃ الوداع

خالد بزمی

چلی صبح دم جب نسیمِ حجاز
دماغوں میں آئی شمیمِ حجاز

مسرت سے دل ہو گئے باغ باغ
فلک کی بلندی پہ پہنچا دماغ

وہ سرکارِ عالم، وہ ختم الرسلؐ
وہ سردارِ کونین، مولائے کل

وہ ہادیؐ، وہی سیدالمرسلین
وہ رحمت وہی شافع المذنبین

وہ جو بے نواؤں کو بخشیں نوا
وہ جس سے ملے دردِ دل کی دوا

وہ پیغمبرِ اعظم و آخریں
جہاں میں کوئی جن کا ثانی نہیں

وہ جو خلق میں عین قرآن ہیں
جہاں جن کے ممنونِ احسان ہیں

وہی ساری دنیا کے ہیں تاجدار
اُنہی سے ہے باغ جہاں میں بہار

اُنہی سے ہے آباد ہر ایک شہر
اُنہی سے ہے ہر سمت اُلفت کی لہر

اُنہی کے ہیں خدّام جن و فلک
اُنہی کے لیے ہیں زمین و فلک

اُنہی کی ہے ہر سمت زیب و ضیا
وہی مصطفٰے ہیں، وہی مجتبےٰ

وہی ختمِ نبوت کے سرتاج ہیں
وہی صاحبِ تاج و معراج ہیں

سکون بخش جنؐ کا حسین نام ہے
وہی ذاتِ ہمدردِ اقوام ہے

اگرچہ ہم اوروں سے قلت میں ہیں
ہمیں فخر ہے اُن کی ملت میں ہیں

تصور کی آنکھوں کو وا کیجیے
ذرا سیرِ تاریخ کر لیجیے

یہ وہ سامنے کونسا ہے مقام
جہاں ہر طرف ہیں صحابہؓ کرام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ مکہ کا میدانِ عرفات ہے
یہاں آج جلووں کی بارات ہے
یہیں کوہِ رحمت ہے جلوہ فگن
عجب اس گھڑی ہے یہاں بانکپن
حضورِ گرامی ہیں ناقہ سوار
یہ منظر ہے تاریخ کا یادگار
ہے یوں جلوہ فرما وہ ماہِ تمام
کہ ہیں اس کا ہالہ صحابہ کرامؓ
عجب شان نزدیک اور دور ہے
جدھر دیکھئے نور ہی نور ہے
اِدھر سرورِ دیں کے لب ہلے
اُدھر سارے اصحاب کے لب سلے
رسولِ مکرم کی باتیں سنو!
یہ حکمت کے موتی ہیں دل سے چنو
خطاب ان کا ہوتا ہے وحیٔ مبین
وہ کچھ اپنی مرضی سے کہتے نہیں
خدا کے لیے سب ہے حمد و ثنا
نہیں کوئی معبود اُس کے سوا
کوئی اس کا ہمسر نہ کوئی سہیم
سمیع و بصیر و رحیم و کریم
قبیلوں کا مقصد ہے پہچان لو
کہ تم سب کو آپس میں پہچان لو
اُسی نے تمہیں زندگی کی عطا
تمہیں مرد و عورت سے پیدا کیا
خدا کی نظر میں ہے وہ باوقار
جو تم میں زیادہ ہے پرہیزگار
توجہ سے تم میری باتیں سنو
کہ شاید پھر آپس میں ملنا نہ ہو
عرب کا ہو یا وہ عجم کا مکیں
کسی کو کسی پر فضیلت نہیں
ہو گورا کہ کالا برابر ہیں سب
حقوق و فرائض میں ہمسر ہیں سب
نہیں رنگ کا فرق کوئی بھی شئے
فضیلت اگر ہے تو تقویٰ سے ہے
سبھی لوگ آدم کی اولاد ہیں
اور آدم جو ہیں وہ تو "گل زاد" ہیں
قبائل کے سب زعم بیکار ہیں
وہ فخر و مباہات اب خوار ہیں
مرے بعد کرنا نہ جنگ و جدال
امانت کا ہر آن رکھنا خیال
سدا بیویوں سے بھلائی کرو
اور اس سلسلے میں خدا سے ڈرو
غلاموں سے کرنا تم اچھا سلوک
کہیں ان کے بارے میں جانا نہ چوک
جو خود کھائیے ان کو کھلوائیے
جو خود پہنیے ان کو پہنائیے
ہوئے کالعدم قتل کے انتقام
ہوئے مال اور خوں کے دعوے حرام
مرا حکم سن لیجیے صاف صاف
کہ سود اگلے پچھلے ہیں سارے معاف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیے ختم میں نے عزیزوں کے سود — مٹا دی ہے میں نے یہ رسم یہود
جو قرضہ ہے واپس کیا جائے گا — تحائف کا بدلہ دیا جائے گا
گیا آج سے جاہلیت کا دور — فراموش کر دو وہ ہر ایک طور
بہر حال رب کی عبادت کرو — نماز اور روزے پر عامل رہو
غریبوں کو دو خوش دلی سے زکوٰۃ — عبادت میں ہے آخرت کی نجات
دیئے جا رہا ہوں تمہیں دو امور — عمل ان پہ کرتے رہو بالضرور
وہ سنت مری اور قرآن ہے — تمہارا یہی دین و ایمان ہے

اگر ان پہ قائم رہو گے سبھی
نہ بھٹکو گے پھر راہ سے تم کبھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نغمۂ حرم

حرم میں اذانِ سحر اللہ اللہ — کہ ہیں وجد میں بحر و بر اللہ اللہ
یہ ہر طوف یہ ملتزم پر دُعائیں — یقینِ قبول و اثر اللہ اللہ
مقامِ براہیم پر یہ نمازیں — یہ ہر سجدہ معراجِ سر اللہ اللہ
دھڑکتے ہوئے دل کا لے کر سہارا — مناجات با چشمِ تر اللہ اللہ
تصوّر بھی ہے ایک زندہ حقیقت — تخیّل بھی ہے معتبر اللہ اللہ
تجلّی میں دھوئے ہوئے سنگریزے — یہاں کے نجوم و قمر اللہ اللہ
جلالِ الٰہی کی تابندگی میں — جھلکتے ہوئے بام و در اللہ اللہ
یہ میزابِ رحمت وُہ رکنِ یمانی — مقاماتِ اہلِ خبر اللہ اللہ
وُہ کعبہ جسے دیکھ لینا عبادت — مسلسل ہے پیشِ نظر اللہ اللہ

(ماہر القادری)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہارِ حرم

بہار اور حرم کی بہار کیا کہنا
تمام رحمتِ پروردگار کیا کہنا

قدم قدم پہ ہدایت روش روش پہ نجات
نفس نفس پہ کرم بے شمار کیا کہنا

کثافتیں ہیں کہ سب دور ہوتی جاتی ہیں
رہِ حجاز کی گرد و غبار کیا کہنا

جگہ جگہ پہ کھجوروں کی دلنواز قطار
شعاعِ مہر سر شاخسار کیا کہنا

بس اس خیال سے پائے طلب نہ سو جائیں
کبھی کبھی خلشِ نوکِ خار کیا کہنا

قباء کی مسجدِ اقدس یہ بدر ہے یہ اُحد
نبی کے دور کی ہر یادگار کیا کہنا

اُدھر سے بھی ہے نوازش کا سلسلہ ماہر
مآلِ جذبۂ بے اختیار کیا کہنا

(ماہر القادری)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خادم حرمین شریفین

ظفر علی خانؒ

اے کہ ہے تو زینت تاج و نگین
تجھ سے ہے آرائش دنیا و دین

اس امانت کا ہے تو گنجینہ دار
چھوڑ گئے جس کو رسول امین

غیب کی تائید ہے حصہ تیرا
ان اللہ لمع المحسنین

فتح کی تیرے لیے آئی نوید
أزلفت الجنة للمتقین

أیدك الله بنصر عزیز
وفقك الله بفتح مبین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجاز اب ملتِ بیضا کی رعنائی کا گھر ہو گا

مولانا ظفر علی خاں

شتربانوں کو بخشی جا رہی ہے پھر جہانبانی
عرب کی ریت کے ذرے بنے گردوں کے سیارے

حجاز اور اس کی تطہیر آئی حصے نجد والوں کے
کہا سچ کہنے والے نے ہر مردے و ہر کارے

خدا کی رحمتیں ابن سعود اور اس کی دولت پر
جسے ڈھب یاد ہیں اقبال کی تسخیر کے سارے

الٹ جاتی ہے جب تقدیر کام آتی نہیں طاقت
نہ چل سکتی ہیں بندوقیں نہ اڑ سکتے ہیں طیارے

علی اور اس کے اعوان ایک بھی میدان نہیں جیتے
سعود اور اس کے اعوان ایک بھی بازی نہیں ہارے

بداوت کو حضارت سے پڑا پالا تو دیکھو گے
دھرے رہ جائیں گے قانون افرنجی کے پشتارے

سکھا سکتے ہیں تہذیب آج بھی صحرا نشین ان کو
جو ہیں اس دور کی شائستگی کے عرش کے تارے

حرم کی طرح جدہ پر بھی اہلِ نجد قابض ہیں
مخاطب کس سے جا کر ہوں اب اہل وجد بیچارے

سلامت گنبد خضریٰ کو جب کر جب وہ دیکھیں گے
عجب کیا ہے جھکالیں اپنی گردن شرم کے مارے

ابلنے لگ گیا چشمۂ نور ان اماکن سے
جو تھے ایام سابق میں سیہ مستی کے گہوارے

حجاز اب ملتِ بیضا کی رعنائی کا گھر ہو گا
بجیں گے اب یہاں اسلام کی شوکت کے نقارے

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن ارشاد فرمائیں گے کہ: آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے والے کہاں ہیں؟
مجھے اپنے جلال کی قسم! آج میں انہیں اپنے سایئے میں جگہ دوں گا، جبکہ اس دن میرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہو گا۔ (بحوالہ بخاری، موطا امام مالک)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں غازیانِ نجد پیمبر کے پاسباں

مولانا ظفر علیخان

داخل ہوا مدینے میں ابنِ سعود آج
پھر جوش پر ہے رحمتِ ابر و دود آج

توحید کا عرب میں علم سربلند ہے
قائم ہوئی ہیں شرعِ نبی کی حدود آج

ہیں غازیانِ نجد پیمبر کے پاسباں
یثرب میں خیمہ زن ہیں خدا کے جنود آج

منکر بتائے جاتے تھے جس نامِ پاک کے
اس پر یہ لوگ بھیج رہے ہیں درود آج

اس جھوٹ کا کہ گنبد خضریٰ ہوا شہید
سلطان نے بکھیر دیا تار و پود آج

ہمکو ہے پاسِ عہد کہ ابنِ سعود کو
کس کو ہیں یادِ روزِ ازل کے عہود عقود آج

رگ رگ میں خون موجِ سلف دوڑنے لگی
مٹنے لگا ہے تفرقۂ ہست و بود آج

اسلام کے ہبوط پہ کل تک تھے خوش حریف
جلتے ہیں دیکھ دیکھ کر اس کا صعود آج

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرم کے ذرّے ذرّے پر نچھاور جان کر دوں گا

مولانا ظفر علیخان

میں طول و عرضِ کشور پہ یہ آج اعلان کر دوں گا
حرم کے ذرّے ذرّے پر نچھاور جان کر دوں گا

ہوا اسلام کا اک بال بھی بیکا تو دیکھو گے
ہزار ابنِ سعود اسلام پر قربان کر دوں گا

چراغِ کعبہ سے جگ میں اُجالا ہونے والا ہے
ہمالہ کو میں اس کے نُور سے فاران کر دوں گا

تیرے رونے سے کچھ بھی بن سکا اب تک نہ اے ناصح
میں جب روؤں گا برپا نوح کا طوفان کر دوں گا

میرے خامہ کی گل ریزی کو موسم کی نہیں حاجت
میں پت جھڑ میں گلشن کو بہارستان کر دوں گا

کتاب اللہ متنِ دیں ہے اور سنت شرح ہے اس کی
میں ان دونوں سے ملت کی دو بالا شان کر دوں گا

بہا دوں گا خس و خاشاک کی مانند باطل کو
جہانِ کفر کی سب بستیاں ویران کر دوں گا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ سلف کے عہد کی رونقیں نظر آ رہی ہیں حجاز میں

مولانا ظفر علی خان

کئی سو برس جو دبا رہا نگہ عرب سے چھپا رہا
پھر ابھر رہا ہے تتار سے وہی فتنہ رنگ حجاز میں

کوئی ہے جو ترک کو جا کے دے یہ پیام مسلم ہند کا
کہ وہ لذتیں ہیں جو سوز میں کبھی نہیں ساز میں

نہ بچا فریب فرنگ سے کوئی تاجور کوئی باجور
مگر اک حرم کا پاسباں جو سر بسجود نماز میں

نہیں فیض ابن سعود کا یہ ہے لطف رب ودود کا
کہ سلف کے عہد کی رونقیں نظر آ رہی ہیں حجاز میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملا ہے نجد میں جیسے نشاں نگینے کا

مولانا ظفر علی خاں

ہم آئے اور ہوئی کامل حجاز کی تطہیر
سفر بہت ہی مبارک رہا مدینے کا

معان وعقبہ کا عقدہ بھی ہو رہے گا حل
یہ کام اگرچہ نہیں ایک دو مہینے کا

کہیں سے خاتمِ عثمان بھی آ جائے گی ہاتھ
ملا ہے نجد میں جیسے نشان نگینے کا

ثنائے ابنِ سعود اس سے بڑھ کے کیا کیجئے
کہ ناخدا ہے وہ اسلام کے سفینے کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توفیق اس کی دی گئی ابنِ سعود کو

مولانا ظفر علی خانؒ

ممکن ہے مہر و ماہ نہ زمین آسمان پر
ممکن نہیں کہ حق نہ ہو جاری زبان پر

وہ فوج جبرائیل تھے جس کی کمان پر
پہلا پڑاؤ اس کا پڑا تھا معان پر

پنہاں تھی جس میں دیدۂ ہرقل کی خیرگی
وہ تیغ تھی چڑھی ہوئی یثرب کی سان پر

واحسرتا بلند ہے طاغوت کا علم
اس عہد میں نبی کے قدم کے نشان پر

کس وقت جا کے دیکھیے کھینچتا ہے خطِ نسخ
تثلیث کے عروج کی اس داستان پر

کس کو نہیں یہ علم کہ مستقبلِ حجاز
موقوف ہے حجاز کے امن و امان پر

توفیق اس کی دی گئی ابنِ سعود کو
روشن ہے یہ حقیقتِ کبریٰ جہان پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نجدی نے بچھا دی ہے یثرب کی حویلی میں

مولانا ظفر علی خانؒ

پھر شور ہے قبوں کا اور زور ہے جبوں کا

طبلہ ہے شریعت کا اور تھاپ ہے افرنجی

جوتا ہے شریعت کا اسلام کے ہاتھوں میں

اب کفر تیری چندیا ہونے کو ہے پھر گنجی

نجدی نے بچھا دی ہے یثرب کی حویلی میں

سنت کی چٹائی پر توحید کی شطرنجی

غیروں کو ہنساتے ہو اپنوں کو رلاتے ہو

کب تک یہ مسلمانو آپس میں شکر رنجی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ہے اس دور میں شیرازہ بند ابنِ سعود اس کا

مولانا ظفر علی خان ؒ

حرم والوں کی جمعیت پریشاں ہو نہیں سکتی
کہ ہے اس دور میں شیرازہ بند ابنِ سعود اس کا

پسند آیا ہے اب کعبہ کو پانچوں نمازوں میں
قیام اس کا قعود اس کا رکوع اس کا سجود اس کا

روایاتِ سلف میں جان ڈالی اس کے ایمان نے
دلیل آخری ہے صدرِ اوّل کی وجود اس کا

وہ ہے جس سیزدہ صد سالہ دولت کے امینوں میں
مقدر ہو چکا ہے روزِ اوّل سے خلود اس کا

عرب کو ایک مرکز پر سیادت اس کی لائے گی
علم لہرائے گا اس کی فضا پر دیر و زود اس کا

نشان بردار حق ہو کر وہ ٹکرایا ہے باطل سے
لرز جاتے ہیں سن کر طنطنہ گبر و یہود اس کا

شریعت کی نگہبانی ہوئی ہو جس کو ارزانی
نہ کیوں پھر ساتھ دے ہر حال میں ربِ ودود اس کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام بخاریؒ کے فرزند مدینہ یونیورسٹی میں

رپورٹ

چمکتے ہوئے چہروں والے اور پاکیزہ دل اکیس نوجوانوں کی جماعت ازبکستان رُوس سے دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے حال ہی میں مدینہ یونیورسٹی پہنچی۔ پہلے ان نوجوانوں نے عمرہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ پھر انہیں مدینہ منورہ لے جایا گیا جہاں امام بخاری علیہ الرحمۃ کے یہ وارث کتاب و سنت کے علوم سے آراستہ ہونگے بیت اللہ کو دیکھتے ہی یہ نوجوان دُعا گو ہوئے الٰہی اس مقدس گھر اور اس کے خادموں کی حفاظت فرما۔

ایک نوجوان درد بھرے لہجے میں کہنے لگا کر ہمارے والدین اس گھر کی زیارت کی تمنا دل میں سمائے ہوئے دُنیا سے رُخصت ہو گئے۔ یہ سعادت ہماری قسمت میں لکھی ہوئی تھی کہ ایک بڑی قید سے پہلی مرتبہ رہائی نصیب ہوئی۔ اور مقدس سرزمین میں قدم رکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان کی آنکھوں سے وفورِ شوق سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ اس وفد کے لیڈر طاشقند یونیورسٹی کے شعبہ السنہ شرقیہ کے پروفیسر "الہام ایشان جان" نے بتایا کہ یہ نوجوان رُوس کی ریاست ازبکستان کے مختلف شہروں سے تعلق رکھتے ہیں یہ عربی زبان روانی سے بول لیتے ہیں، انہوں نے عربی زبان طاشقند یونیورسٹی کے شعبہ السنہ شرقیہ میں سیکھی انہوں نے بتایا کہ ہمیں ان نوجوانوں کے پاسپورٹ حاصل کرنے کے لیے اور پھر جہاز میں سیٹیں بُک کرانے کے سلسلے میں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن ریاست کے سربراہ کی مداخلت سے یہ کٹھن مرحلہ آسان ہوا۔ اب ہم بہت خُوش ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہمیں بیت اللہ اور مسجد نبوی کی زیارت کا سنہری موقع نصیب کیا۔

ماخوذ از
ہفت روزہ المسلمون
۲۰ دسمبر ۱۹۹۱ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینی تعلیمات کا ذوق رکھنے والے ذہین طلبہ کے لیے عظیم خوشخبری

دینی و دنیاوی تعلیم حاصل کرنے کا بہترین موقع

دو ایکڑ وسیع قطعہ اراضی پر جدید ترین سہولتوں سے آراستہ پیراستہ نئی پرشکوہ عمارت میں الحمد للہ اپنے نئے تعلیمی سال کا آغاز کر رہا ہے

فرقہ بندی کے اس دور میں اعتدال کا علمبردار

ذہین محنتی و خصوصی طلبہ کو علمی معاونت

جامعہ علوم اثریہ جہلم

جامعہ ہونہار و کامیاب طلبہ کی مکمل رہنمائی و تعاون کرے گا

داخلہ 20 شوال سے شروع ہو رہا ہے ان شاء اللہ

جامعہ میں تعلیم مسلکی فرقہ واریت سے بالاتر خالص کتاب و سنت کی روشنی میں دی جاتی ہے لہٰذا اہل اسلام اپنے بچوں کی مکمل دینی و دنیوی تعلیم و تربیت کے لیے جامعہ کی بے لوث خدمات سے فائدہ اٹھائیں

جامعہ کی خصوصیات

[illegible]

جامعہ کا تعلیمی پروگرام

[illegible] تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقیدہ، ادب، بلاغہ، فلسفہ، تاریخ اور گرامر وغیرہ پڑھائے جاتے ہیں [illegible]

شرائط داخلہ

[illegible]

نوٹ [illegible]

محمد مدنی

جامعہ علوم اثریہ جہلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفكرة والأمّة والرّجل

وقد مرت الجزيرة العربية بين القرنين الحادي عشر والثاني عشر الهجريين بظروف مشابهة لما ذكرناه ، فقد طمست الجهالة الدين الحنيف ، ووصل الأمر بسكان الجزيرة العربية – مهد الاسلام ومنبع النبوة – الى الاعتقاد في الاحجار والاشجار والأموات والخرافات ، وترك عقيدة الواحد الديان ، فصاروا يقولون كما قال اسلافهم الجاهليون « مانعبدهم إلا ليقربونا إلى الله زلفى » والله قريب من عباده اينما كانوا وكيفما كانوا .

ومما روى من أباطيل أن كان بعض الأعراب يعتقدون في كهف في جبل في الدرعية يزعمون انه قبر حسناء تدعى « بنت الأمير » يحجون اليه ويستعينون بها اعتقادا منهم ان الفتاة من اولياء الله الصالحين . وسبب الاعتقاد الزائغ ان بنت الامير هذه خرجت ذات يوم تقضى حاجة لها في الخلاء ، ولما كانت بالقرب من الجبل أبصر بها نفر من الشبان فاستهواهم جمالها ، فاقتربوا منها يريدون أن يعبثوا بشرفها ولكن الفتاة كانت صالحة وتقية زاهدة تؤثر الموت على العار ، فدعت الله أن ينجيها من الفجرة الفاسقين ، وما ان اتمت دعاءها الصادق حتى انفلق في الجبل غار دخلت فيه واعتصمت به ، لاجل هذا دعاها الناس لتفرج عنهم الكرب ونسوا ان يدعوا الله الذى فرّج عنها هي ، وانه هو الذى اجرى لها هذه الكرامة – ان صحت الرواية – ولكن الحادثة مختلقة اخترعها دجال تضليلا للعقول ، وابتزازا للمال عن طريق السحت والشعوذة .

ويزعم المبطلون أن رجلا أعمى من الخرج كان يقطع الفياف والقفار سيرا على قدميه من بلده الى الدرعية وغيرها والى أقاصى نجد من غير قائد ولا رفيق ولايتعب ولايصطدم بحجر أو شجر أو يقع في هوة ، ولايستطيع الحيوان المفترس الدنو منه ولا اللصوص – وقد كان ذا مال يجمع الخراج والزكاة من الناس – كما انه لايضل طريقه في الصحراء ، وما ذلك الا لزعمهم انه ولى من اولياء الله الصالحين الذين لاخوف عليهم ولاهم يحزنون ، حتى اذا مات عكفوا على قبره وعبدوه وجعلوه مزارا على انه ولى وتلك امرأة تذهب إلى شجرة تدعوها لتزوج ، واولئك عاكفون على قبر زيد بن الخطاب . وهكذا ..

هذا عن العقيدة .

أما السلوك فقد كانت فيه جاهلية ، تسبى

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النساء الحرائر ، وتهتك الأعراض ، وتنهب الأموال . ويقضي القوى على الضعيف ويجور الحاكم على المحكوم ، وخلاصة القول فقد كانت نجد وغيرها من أمصار الجزيرة العربية مضطربة في حياتها وسلوكها وتسرب الفساد الى صميمها وأصبحت أقرب الى الجاهلية والوثنية منها الى الاسلام

هذا ماكان من شأن المسلمين عندما ولد الشيخ محمد بن عبدالوهاب في أوائل القرن الثاني عشر الهجري .

أما الحياة السياسية فقد كانت أشد فسادا . فقد زال الحكم الاسلامي ورجع قبليا عشائريا لايتوخى الحق والعدل وانفصلت البلدان والمدن والقرى بعضها عن بعض وكان كل بلد تحكمه الاسرة الغالبة ، وصارت دويلات متفرقة تحت حكام لايعرفون شرع الله ولاقانون العدل .

•• الفكرة :

﴿ كنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله .. ﴾ .

هذا حال امة الاسلام ، وبالرغم من جهالة الجاهلية وماكان فيها من ادران فهي أمة العرب التي جاءت من صلب ابراهيم وخرج منها الرسول الكريم ﷺ من نسل اسماعيل . فهي أمة معدنها طيب وأصلها طيب أراد الله بها خيرا واراد بلغتها خيرا فكان منها الرسول الكريم ﷺ وكانت لغتها لغة القرآن .

ومن أمة العرب وامة الاسلام التي ضمتها الجزيرة العربية جاء الامام المصلح محمد بن عبدالوهاب في وقت كانت الجزيرة العربية باجمعها في حاجة لمثله من أجل اعادة النظر في معتقداتها ودينها وسلوكها ، وفي نفس الوقت ونفس الظروف وُجد الامام محمد بن سعود لان الامة في حاجة الى مثله في قوة شخصيته وقيادته وعشيرته وقد كانت ظروف التردي قد وصلت الى قاعها في الفوضى والجهالة والفساد . وفي هذا الجو المشحون بالفوضى والجاهلية والفساد حرجت الفكرة في رجل أو رجل في فكره

فقد نشا الشيخ محمد بن عبدالوهاب في بيئة وعائلة حافظت على الدين وعلومه متلقي العلم عن ابيه عن جده . ونشا وبرعرع عالما سلفيا يعتمد على الكتاب والسنة مع خلفية من مذهب احمد بن حنبل مع دراسة المذاهب السنية الأخرى ، ثم درس وتفقه حتى وصل الى مرتبة الامامية في العلم والمعرفة . وراعه ماوجد عليه عامة الناس فاراد أن يطهر الدين من أدرانه ويعيد بارادة الله وتوفيقه الاسلام الى اصوله ومنابعه ، وهذا ماهيأه الله – جلت قدرته – وظل يهيئه عبر القرون ، كلما ران الباطل واشتدت ظلمة الجهالة والجاهلية يجيء الله لدينه من ينقذه ويعيده الى اصوله .

وبدأ الداعية في نشر دعوته لتطهير الدين الحنيف . وبقدر ما لقى من استجابة لقى أيضا عداء ومقاومة . وتنقل من مكان الى مكان وذاع صيته . وبينما هو في حريملاء إذ تآمر عليه نفر من الفساق الفجرة وهموا بقتله . ولكن المؤامرة سحبت . وعندما يئس من أهل حريملاء انتقل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

العيينة . وهناك رحبت به العيينة ورحب به أميرها عثمان بن معمر وانتشرت دعوة الشيخ محمد بن عبدالوهاب وزاد اتباعه وطلبته ومريدوه ، ومما زاد تمسكهم به إزالته لكثير من الشخوص التي كان الناس يعتقدون فيها من دون الله مثل شجرة ظنوا أنها مباركة ومثل قبة بنيت على قبر زيد بن الخطاب رضى الله عنه . وهكذا انتشرت دعوة الامام وزاد أنصارها كما زاد خصومها وخاصة بعض ذوى النفوذ الذين خافوا على نفوذهم بين الجهلاء من دعوة الامام ، وازداد التهديد من جوانب عدة للامير عثمان بن معمر كي يخرج الامام من العيينة . وعندما شعر الامام ألا مفر من الخروج ، وعندما هيأت إرادة الله للدعوة مكانا غير العيينة ، خرج الامام محمد بن عبدالوهاب من العيينة الى الدرعية التي كان أميرها محمد بن سعود معروفا بالقوة والتدين والصلاح والقدرة على حماية المستجير ضد من كانوا ينوون القضاء عليه .

وهكذا خرجت الفكرة الى مرحلة أخرى وانطلقت من عقالها بأن وجدت البذرة الطيبة الأرض الطيبة ووجدت المناخ الطيب الذي يمكنها من أن تنمو فيه وتترعرع . والآن وقد اكتملت الفكرة في جوانبها المتعددة هيأ الله لها الأمة الصالحة التي تحملها عبر السنين وتساندها لتصل الى ماوصلت اليه .

•• الأمـــة :

﴿ان ابراهيم كان أمة قانتا لله ..﴾ لقد تغير الوضع بعد وصول الامام الى الدرعية ونزل في ضيافة أحد أعيانها عبدالله بن سويلم فاستقبل بترحاب ولكن في تخوف وحذر مخافة ألا يصادف ذلك هوى في نفس اميرها محمد بن سعود . ولكن الله جلت قدرته أوصل الامر الى الامير الذى رحب به وصادف هوى في نفسه فقام مصطحبا معه بعض رجاله الى دار ابن سويلم واستأذنوا في الدخول فأذن لهم ورحب بهم ابن سويلم وادخلهم على الشيخ فسلم عليه الامير ورحب به وطمأنه وقال له : ياشيخ محمد . أبشر ، على الرحب والسعة ، أبشر بالعز والتمكين والمنعة ، أبشر ببلاد خير من بلادك .

وتحدث الشيخ الى الامير حديثا مستفيضا عن دعوته فنزل ذلك في قلب الامير بردا وسلاما وفقه مايريد ، وادرك مافي التمسك بالدين والحق والجهاد الصادق من خير في الدنيا والآخرة . فقال محمد بن سعود : ياشيخ ، ان هذا دين الله ورسوله الذي لاشك فيه . أبشر بالنصرة لك ولما دعوت اليه ، وبالجهاد لمن خالف التوحيد ، وتعاهدا ووضع كل منهما يده في يد الأخر وقال الشيخ محمد بن عبد الوهاب : ابسط يدك الدم الدم والهدم الهدم وسيفتح الله لك الفتوحات فيعوضك الله من الغنائم ما هو خير لك وللمسلمين وأجابه الامام محمد بن سعود أن الدم الدم والهدم الهدم . وهذه كلمة قالها رسول الله ﷺ للانصار في بيعة العقبة الثانية . فعندما اجتمع الانصار لمبايعة رسول الله ﷺ قال أبوهيثم ابن النبهان « يارسول الله ، ان بيننا وبين الرجال حبالا ، وانا قاطعوها - يعنى اليهود - فهل عسيت ان فعلنا ذلك ثم أظهرك الله ترجع الى قومك وتدعنا ؟ فاجابه رسول الله مبتسما : « بل الدم الدم والهدم الهدم ، أنا منكم وانتم منى ،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أحارب من حاربتم ، واسالم من سالمتم » .

وهكذا قالها الامام للأمير محمد بن سعود ، وهكذا تم الميثاق الذي عرف فيما بعد بميثاق الدرعية والذي كان بداية انطلاق دولة التوحيد في العصر الحديث .

وانتشرت الدعوة بين الأعراب . فالانسان يسعى الي الحق بفطرته السليمة ويستجيب الى الحق من اجل الحق وهكذا كما هيأ الله لرسوله ﷺ المدينة المنورة وأهلها هيا الله للشيخ الدرعية وأهلها وآل سعود على رأسهم . ومرت مرحلة طويلة من الجهاد بالكلمة والسيف وكل من الرجلين يساند الآخر وأوفى كلاهما بما وعد وحقق الله لهما ما أرادا من نشر الدعوة وازدياد قوة ومنعة لآل سعود . ولكن أعداء الحق كثر كما ان الفكر الجديد دائما يتعارض ومصالح أصحاب السلطان . فقاومت دولة الترك الدعوة الجديدة وكانت بينهما معارك وتاريخ - قد لايكون هذا مجاله ولكن مرت هذه الفترة الحرجة بتوفيق الله ورعايته وكانت بذرة الشجرة المباركة قد نمت في الأرض الطيبة وجاء دور الامة .

•• المد والجزر :

ان دعوة الاصلاح في كل زمان ومكان تمر بفترات من الجهاد اختبارا للصمود ، وتأكيدا للعزيمة . فلم تكن حياة الرسول عليه أفضل الصلاة والسلام كلها انتصارا وراء انتصار . فقد كانت « أحد » احدى الهزات العنيفة التي أعادت للمسلمين ايمانهم بقوة الله وإرادته ، وهكذا مرت الدعوة السلفية ومعها الدولة السعودية بمراحل كثيرة من النصر والهزيمة والمرارة والصبر والمد والجزر . وكان للحكم العثماني الذى سيطر على أطراف الجزيرة العربية ردحا من الزمن في الحجاز والشام وغيرها أثره في محاولة القضاء على الدعوة الاصلاحية وكان من اكثر من عانوا في المائة سنة التى اعقبت ميلاد الشيخ محمد بن عبدالوهاب أهل نجد وتخومها حتى تمكنت الدولة العثمانية من القضاء على الدولة السعودية الأولى في الدرعية وتخريبها والاستيلاء على نجد والاحساء والقصيم . ثم قامت الدولة السعودية الثانية على يد الامام تركي بن عبد الله وترعرعت ثم كان حظها حظ الدولة الاولى ولكن بالرغم من كل ما عانته الدولة السعودية الأولى ثم الثانية فقد بقيت جذوة من قبس آل سعود حملها الأمير عبد الرحمن بن فيصل آل سعود معه مبتعدا بأهله وذويه إلى الكويت وكان معه ابنه عبد العزيز . وصار الأب يربي ابنه على تاريخه وتاريخ أهله وعقيدته . وما ان بلغ مبلغ الرجال حتى بدأ يفكر في تحقيق طموحات أهله وعشيرته وأمته ، فقد طفح الكيل بأهله وران الظلم على أرضهم في نجد سنين طوالا وهم ينتظرون الخلاص . واذا بالأمير عبدالعزيز يقود حملته الاولى على الرياض ومعه الف محارب من أهله وأهل الكويت . وكان ذلك في سنة ١٣١٨ هـ وسنه آنذاك في العشرين واستولى على الرياض دون عناء وحرر أهلها وقابلوه بالبشر والتأييد والترحاب إلا انه وهو في الرياض سمع بهزيمة جيش الشيخ مبارك الصباح أمير الكويت أمام ابن الرشيد فاستعمل الحكمة والحنكة وانسحب من الرياض عائدا للكويت صامدا لشماتة الشامتين ونقد الناقدين .

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

●● أسطورة الستين :

عندما حاصر عمرو بن العاص الفسطاط في مصر وطال الحصار أرسل الى عمر بن الخطاب أمير المؤمنين رضي الله عنه يطلب النجدة فارسل له عمر الف رجل بقيادة الزبير بن العوام وقال له في كتابه « ارسل لك الف فارس وكل فارس بالف فارس» . وكان ماكان من فتح مصر وما ابلى به هؤلاء الفرسان .

أما الأمير عبدالعزيز بن عبدالرحمن فقد فكر في عمل بطولي لم يسبقه اليه أحد ، عمل كالاساطير لاتقوم به الا قوات المغاوير والصاعقة . فقد قاد ستين رجلا من شباب أهله وعشيرته من الكويت واقتحم بهم الجزيرة العربية فناصرته القبائل في أول الأمر وانضم اليه بعضها طلبا للغنيمة وبعضها أملا في السلطان . وعندما طال بهم الجهاد واستحال عليهم الوصول الى غايتهم بفتح الرياض تفرقوا من حوله ولم يبق معه سوى الذين حضروا معه من الكويت .

وهؤلاء الرجال يمكن أن يقال فيهم ماقيل في أصحاب الزبير الذين قدموا الى مصر لنجدة عمرو ابن العاص . فكل منهم بألف فارس وما إن اشرقت شمس الخامس من شوال سنة ١٣١٩ هـ الا وقد استولى الرجال على قلعة الرياض وقضوا على عامل ابن الرشيد فيها (عجلان) وفي ذلك اليوم وبعد أن نصره الله وقف المنادي على دكة عالية وصاح في الناس : « الحكم لله ثم لعبدالعزيز بن عبدالرحمن الفيصل ال سعود » وابتهج بعده الناس وهكذا ولدت الدولة السعودية الحديثة وبايعه الناس زرافات ووحدانا ، وبدأت مسيرة الوحدة العربية العظيمة من ذلك اليوم .

ومن أولئك الابطال الصناديد ، اولئك القلة عددا والكثرة ايمانا وعزيمة . الذين منهم وبهم قامت الدولة ومن أصلابهم وارحامهم وعشائرهم انبعثت امة ولم ينقض وقت طويل الا وتلك الدولة قد طبقت سمعتها الآفاق ، وبها نال الاسلام مركزا والعروبة مقاما وشاع الامن والسلام والدين الحنيف في مشارق الارض الطاهرة ومغاربها وقامت دولة لا اله الا الله محمد رسول الله

●● الرجل وكفاحه :

يقول السلف ان في رأس كل مائة عام يأتي الى الأمة رجل يعيد لها أمجادها وتاريخها وقد جاء عبدالعزيز بعد قرن من دعوة الامام محمد بن عبدالوهاب ، فقد ولدت الدعوة من رجل ، واراد الله لها أن يرتفع شأنها على يد حفيد الامام محمد بن سعود رحمه الله .

ومر بعد ذلك التاريخ - تاريخ قلعة الرياض - مايزيد على الثلاثين عاما من الجهاد الطويل المرير ، فيه الكثير من القتال وفيه الكثير من السياسة والدهاء والجهاد ، فقد واجه عبدالعزيز قبائل متفرقة منتشرة في الجزيرة شمالها وشرقها وغربها وجنوبها فكان يعامل كل قبيلة بما يناسبها ، منها من تصالح معه وانضم اليه ، ومنها من قاتله وانتصر عليه ، ومنها من حاول التعاون مع الترك أو الانجليز . وكان عبدالعزيز الأمير الشاب ينمو علما ودراية ودهاء وسياسة .

اما الترك فقد فاوضهم وتغلب عليهم بحنكته ودهائه . وأما الانجليز ففاوضهم وحالفهم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وخاصمهم وانتصر عليهم جميعا . كل ذلك بتوفيق من الله عز وجل ، وبجهد لايكل .

ثم كانت له وقفات ووقفات بفتح الحجاز ففي هذه الأرض الطاهرة المباركة تقوم مقدسات تهم جميع المسلمين في مشارق الأرض ومغاربها . وقد نجح عبدالعزيز في ضم الحجاز وتخومها والمدينة المنورة ومكة والطائف دون أن يغضب المسلمين بالرغم مما حاول أعداؤه اشاعته عنه وعن مذهبه السلفي الذي يحارب الأوثان والدجل والكهانة .

ويمكننا أن نوجز في ارقام تاريخ الصراع الطويل الذى قاده الرجل ليجعل من الشتات وحدة ومن القبائل أمة ومن الدويلات دولة يقدرها الأصدقاء ويخشاها الاعداء ويعمل لها ألف حساب وحساب سياسيا واقتصاديا وعسكريا .

فقد تم فتح الرياض في شوال من عام ١٣١٩ للهجرة ثم تعاقبت السنوات دون راحة أو ركون او استرخاء ، جهاد متواصل يدلل عليه الكشف التالى لفتوحات الملك عبدالعزيز عليه رحمة الله :

ففي عام ١٣٢٠ هـ فتح الخرج والحوطة والافلاج ووادي الدواسر .

وفي عام ١٣٢١ هـ فتح سدير والوشم والمحمل .

وفي عام ١٣٢١ هـ جرت واقعة بن جراد المعروفة .

وفي عام ١٣٢٢ هـ فتح عنيزة من القصيم في ٥ محرم .

وفي عام ١٣٢٢ هـ واقعة البكيرية ١ ربيع الأول .

وفي عام ١٣٢٢ هـ واقعة الشنانة ١٨ رجب .

وفي عام ١٣٢٤ هـ واقعة روضة مهنا وقتل ابن رشيد .

وفي عام ١٣٢٥ هـ واقعة الطرفية ٥ شعبان .

وفي عام ١٣٢٦ هـ فتح بريدة من القصيم .

وفي عام ١٣٢٨ هـ فتح الحريق .

وفي عام ١٣٣١ هـ فتح الأحساء وماجاورها في ٥ جمادى الأولى .

وفي عام ١٣٣٣ هـ واقعة هدية ٧ ربيع الأول وهي في جراب .

وفي عام ١٣٣٣ هـ واقعة كنزان .

وفي عام ١٣٣٧ هـ واقعة تربه وانتصار الملك عبدالعزيز .

وفي عام ١٣٣٨ هـ دخلت جيوشه عسير ثم عاد اليها في حركة تأديبية سنة ١٣٤٠ هـ .

وفي عام ١٣٣٩ هـ واقعة الجهراء ٢٦ محرم .

وفي عام ١٣٤٠ هـ فتح حائل في ٢٩ صفر .

وفي عام ١٣٤٣ هـ فتح مكة المكرمة .

وفي عام ١٣٤٤ هـ فتح محمد بن عبدالعزيز المدينة المنورة .

وفي عام ١٣٤٤ هـ سلمت جدة ٦ جمادى الثانية .

وفي عام ١٣٤٧ هـ جرت واقعة السبلة يوم ١٩ شوال .

وفي عام ١٣٥١ هـ جرت فتنة حامد بن رفادة .

وفي عام ١٣٥١ هـ فتنة الادارسة ٥ رجب

لقد صنفت المجلدات وكتبت الأسفار في المملكة وخارجها عن تاريخ الملك عبد العزيز ، ونحن في هذه العجالة لسنا بصدد كتابة تاريخه

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولكننا وقفنا على معالم بارزة في تاريخ أمة وتاريخ رجل وتاريخ عقيدة .

وكان ناتج ذلك ماتوصل اليه جلالة الملك حين أصدر المرسوم الملكي تحت رقم ٢٧١٦ بتاريخ ١٧ جمادي الأولى ١٣٥١ هـ (الموافق ١٨ سبتمبر ١٩٣٢ م) الذي حول اسم مملكة الحجاز ونجد وملحقاتها الى المملكة العربية السعودية على أن يسري ذلك من يوم الخميس ٢١ جمادى الأولى (٢٣ سبتمبر) الذي يوافق أول برج الميزان فلما صدر الأمر الملكي ووحد الملك عبدالعزيز البلاد توحيدا كاملا لاموضع فيه لنعرة اقليمية أو عصبية استقبله الناس في كل مكان بالفرح والغبطة والأمل وتداعوا الى الاحتفال به في كل مدينة وقرية وتباشروا به ، وتبادلوا التهاني وجرى له في مكة المكرمة احتفال كبير في دار الحكومة خطب فيه نائب الملك الأمير فيصل فقال :

لا استطيع ان اعبر لكم عما يخالجني من السرور في هذا اليوم الذي مَنَّ الله به على هذه الأمة العربية المسلمة بتوحيدها ضمن مملكة واحدة وزوال جميع الفوارق بين ابنائها .

ثم شكر للجماهير باسم ابيه الملك عبدالعزيز غيرتها واخلاصها وتلا صورة الأمر الملكي واطلقت المدفعية مئة طلقة تحية لهذا اليوم المجيد .

وفي نفس الفترة التى كان فيها الجهاد يمتد عبر الجزيرة شرقا وغربا ، كان بناء الدولة الحديثة يسير على قدم وساق وهاهي بعض الاصلاحات الادارية التى اجراها العاهل العظيم في تلك الفترة :

١٣٣٠ نجحت حركة « توطين البدو » وبدأ قيام الهُجَر ، وبنيت أول « هجرة » عند ابار الأرطاوية ثم توالى انشاء الهجر .

١٣٤٣ فيما بين سنتي ١٣٤٣ - ١٣٦٩ هـ أنشئت مصلحة الصحة واقيمت المستشفيات في أمهات البلاد ، وعمت الخدمات الصحية كل انحاء المملكة

١٣٤٥ أملى الملك عبدالعزيز بنفسه مواد تعريف الدولة الموحدة التى كونها ورسم شكلها الاداري للمسئولين .

١٣٤٥ أنشئت مديرية الشئون الخارجية في جدة في الحادي والعشرين من صفر ١٣٤٥ هـ وقامت للمعارف ادارة عامة وفتحت المدارس الابتدائية .

١٣٤٥ عقدت اتفاقية جدة مع الحكومة البريطانية لاقامة العلاقات بين البلدين على أسس سليمة . وأنشئ المعهد العلمي السعودي لاعداد معلمي المرحلتين الأولية والابتدائية .

١٣٤٨ أنشئت وكالة المالية العامة في الرياض .

انشئت مديرية الشئون العسكرية للاشراف على اعادة تكوين الجيش السعودي .

١٣٤٩ أنشئت وزارة الخارجية واسندت الى الأمير فيصل بن عبدالعزيز .

١٣٥٠ صدرت جريدة صوت الحجاز ، وهي الجريدة الثانية بعد « ام القرى » التى صدرت في مكة سنة ١٣٤٣ هـ .

١٣٥٠ أنشئت في جدة مصلحة حفر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السواحل .

١٣٥١ أعلن رسميا أن مملكة الحجاز وسلطنة نجد وملحقاتها ، المنطقة الشرقية ، والجوف ، ووادي السرحان وبلاد عسير ، قد اصبحت دولة واحدة باسم المملكة العربية السعودية .

١٣٥٢ عُقدت اتفاقية تمثيل سياسى مع الولايات المتحدة الامريكية .

١٣٥٣ عقدت اتفاقية نفط مع شركة « استاندر اويل اوف كاليفورنيا» تمنحها حق التنقيب عن البترول .

١٣٥٤ اقيمت في « ينبع » أول مدرسة لتعليم أبناء العشائر . وانشئت في مكة مدرسة تحضير الشبان لتأهيل الدارسين للالتحاق بالمعاهد العالية والجامعات الأجنبية .

عقدت اتفاقية خاصة بتجارة « الترانزيت » مع البحرين .

١٣٥٥ عقدت معاهدة صداقة مع المملكة المصرية .

١٣٥٦ أنشئت اربع مدارس لتعليم الهاتف والبرق واللاسلكى .

١٣٥٧ أنشئت بالمملكة سبع مطابع ، ثلاث في مكة ، وثلاث في جدة ، وواحدة في المدينة .

١٣٥٧ ظهر البترول في البئر رقم واحد في الدمام .

١٣٥٨ أنشئت أول ادارة للطيران ودخلت المملكة اربع طائرات من ذات المحرك الواحد .

١٣٦١ استقدم عبدالعزيز بعثة أمريكية لاجراء دراسات فنية لمعرفة الأراضي الصالحة للزراعة .

١٣٦٣ أنشئت بالرياض أول مكتبة عامة .

١٣٦٤ انضمت المملكة العربية السعودية عضوا في جامعة الدول العربية .

١٣٦٦ رسمت الصورة المبكرة للعلاقة بين أصحاب العمل والعمال .

١٣٦٧ انشئت مديرية الزراعة في جدة للعناية بمياه الرى والزراعة .

١٣٦٧ أنشئت أول محطة لتوليد الكهرباء ، وأدخلت الانارة الكهربائية في الرياض .

١٣٦٨ شرع في توسيع الحرم المكي ، وشقت الطرق ووسعت الميادين في مكة والمدينة ووضع حجر الاساس لانشاء الجامعة الاسلامية .

١٣٦٨ افتتحت اذاعة المملكة العربية السعودية .

١٣٦٩ وافق مجلس الشورى على مجموعة انظمة القضاء .

١٣٧٠ أنشئت وزارة الداخلية .

أخضعت شركة الزيت العربية الأمريكية لنظام الضرائب السعودي .

١٣٧١ سُكت النقود المعدنية ، وأصدرت لأول مرة أوراق النقد « البنكنوت » .

١٣٧٢ انشئت وزارة المواصلات ، وتسمت ادارة الحج باسم المديرية العامة للحج

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ونُظمت شئون طبابة الحجاج ، وانشىء أول مستشفى عام في الرياض .

وهكذا ترسخ البنيان وعلت الأمجاد ومضت دولة الوحدة في ظل التوحيد تشق طريقها في ثقة واطمئنان ولم يفارق الدنيا عبد العزيز - رحمه الله - إلا بعد أن رأى الثمار قد أينعت والخيرات تكاثرت والأمن عم أرجاء الجزيرة وأمنت طرق الحجاج وبدأت المملكة العربية السعودية تتبوأ مكانة عريضة في التاريخ .

وبعد عبد العزيز - طيب الله ثراه - تسلم الأمانة أنجاله البررة سعود بن عبد العزيز ثم فيصل ابن عبد العزيز ثم خالد بن عبد العزيز رحمهم الله جميعا . فقام كل منهم بدور بارز في بناء الدولة الحديثة وترسيخ مقوماتها الاجتماعية والاقتصادية والسياسية والعسكرية . حتى تسلم الراية الفهد ابن عبد العزيز يعاونه ولي عهده الأمين عبد الله ابن عبد العزيز فكانت المملكة العربية السعودية الحديثة دولة الصناعة والزراعة ودولة العلم والتوحيد .. دولة الادارة الحديثة والاقتصاد المتين .. دولة الخير والرفاهية .. دولة الامن والامان .

رحم الله عبد العزيز ورجال عبد العزيز .. لقد تعبوا ليحققوا لنا ما نحن فيه من وضع متميز .

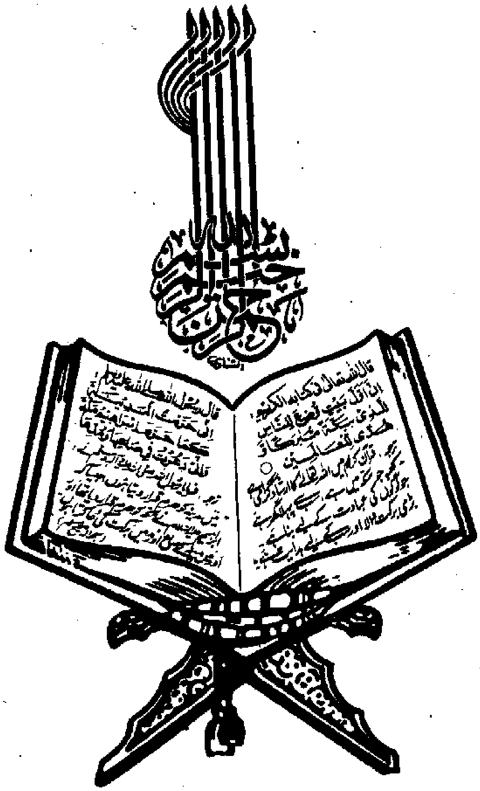

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نص الخطاب التاريخي
لجلالة المغفور له

الملك عبدالعزيز بن عبدالرحمن آل سعود

في وفود الحجيج .. منذ خمسين عاماً:

من أجل توحيد الأمة الإسلامية

● حقيقة التمسك بالدين هي: اتباع ماجاء بكتاب الله وسنة رسوله وماكان عليه السلف الصالح. هذا هو الذي أدعو إليه.

من أبرز ماسجله التاريخ من الجهود المخلصة لتوحيد الأمة الاسلامية ذلك الخطاب التاريخي الذي قدمه صاحب الجلالة المرحوم الملك عبدالعزيز للوفود الاسلامية في الحج عندما وفقه الله بتوحيد الجزيرة العربية. وقد كتب الدكتور عبدالهادي التازي في كتابه عن (التاريخ الدبلوماسي للمغرب العربي) فقال:

... وكان في صدر المحاولات الأولى التي جرت بالمشرق في منتصف القرن الرابع عشر الهجري ١٣٥٢هـ - ١٩٣٤ م من أجل الوحدة الاسلامية مايعبر عنه خطاب جلالة الملك عبدالعزيز آل سعود - رحمه الله - بمناسبة موسم الحج لذلك العام حيث رأيناه - بعد أن تمكن من حكم أطراف البلاد - يطرح الخلافات الاسلامية ويعرب عن آماله في التغلب على تلك الخلافات.. ونرى من المهم أن نركز على ماكشف عنه العاهل السعودي من الشعور بالمرارة وهو يرى أن القادة المسلمين الذين لم يكونوا في مستوى قادة الدول الأخرى التي تهب لاصلاح ذات البين فيما بينها وتعمل على توحيد صفوفها . ومن المفيد ان نسوق هنا في كتابنا « التاريخ الدبلوماسي للمغرب » الخطاب التاريخي الذي كان الملك عبدالعزيز ارتجله امام وفود الحجيج بعد مأدبة العشاء الكبرى التي اقامها بقصره العالي بمكة مساء يوم الخميس سادس ذي الحجة ١٣٥٢ هـ ، ٢٢ مارس ١٩٣٤ م والتي حضرها الوفد المغربي الذي بعثه جلالة الملك محمد الخامس رحمه الله .

لقد استهل جلالة الملك عبدالعزيز خطابه الطويل بشكر الله عز وجل الذي أتاح له الاجتماع بهذه الوفود قائلا :

« ... أشكر الحق جل وعلا على أن أتاح لنا هذا الاجتماع بوفود بيت الله الحرام الذين جاءوا لأداء فريضة الحج التي هي ركن من اركان الدين .

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ومن أهم غايات هذه الاجتماعات ولاريب . التعارف والتناصح بين المسلمين . والتناصح لايكون الا بما جاء في كتاب الله وسنة رسوله عليه الصلاة والسلام . وقد قال رسول الله ﷺ الدين النصيحة . وإن من واجب المسلم اسداء النصيحة للمسلمين وإنارة السبل لهم . وأنا فرد من المسلمين من واجبى أن اشرح لهم ما أنا عليه وأن أبين لهم الطريق السوى . وإني اعتبر الكبير والدا والوسط أخا والصغير ولدا لي . وقد جعلنا الله أنا وآبائى وأجدادي مبشرين ومعلمين بالكتاب والسنة وماكان عليه السلف الصالح . لانتقيد بمذهب دون آخر . ومتى وجدنا الدليل القوى في أى مذهب من المذاهب الاربعة رجعنا اليه وتمسكنا به . وأما اذا لم نجد دليلا قويا أخذنا بقول الامام احمد . فهذا كتاب الطحاوية في العقيدة الذى نقرأه وشرحه للأحناف . وهذا تفسير ابن كثير وهو شافعي . ولكن المسلمين تركوا سنة الرسول والسلف الصالح واتبعوا اهواءهم

. وقد قال عليه الصلاة والسلام « لتتبعن سنن من قبلكم شبرا بشبر وذراعا بذراع حتى لو دخلوا حجر ضب لدخلتموه ». وقال عليه السلام :

« إن بنى اسرائيل افترقت على ثنتين وسبعين ملة » الخ . إن الله يعفو عن كثير . وكل انسان لايرتجى شفاعة الرسول يكون جاهلا بأمور الدين . نعم الشفاعة ترجى . ولكن يقول اللهم شفع محمداً فيّ . فحقيقة التمسك بالدين هي اتباع ماجاء بكتاب الله وسنة رسوله وماكان عليه السلف الصالح . هذا هو الذي أدعو اليه . وماكان مخالفا لهذا القول فهو كذب وافتراء علينا .

انا لا أبرى نفسى . فذنوبى كثيرة . أرجو من الله الرحمة والغفران . وانما غاية ما أرجو أن اكون صادقا في القول والعمل . في الباطن والظاهر . وأنا وإن كنت ملكا ولكني أوقفت نفسى وعملي على ثلاث مسائل :

١- اني اعمل مافيه الخير والصلاح لديني إن شاء الله .

٢- ليس لي رغبة في معاداة أحد من المسلمين صغيرا كان أو كبيرا .

٣- أنا لا أحب الاعتداء على أى كان.. وجل غايتى فى كل وقت الدفاع عن دينى وبلادى وشرفي وأشهد الله على أني أتمنى واسعى للائتلاف والتصافى فى كل وقت وآن .

أنا قوي بالله تعالى . ثم بايمانى . ثم بشعبى . وشعبى كل منهم كتاب الله فى رقابهم . وسيوفهم بأيديهم يناضلون ويكافحون فى سبيل الله . ولست أدعي انهم أقوياء بعددهم أو عُددهم . ولكنهم أقوياء إن شاء الله بايمانهم . وكم من فئة قليلة غلبت .. الآية .

لقد ملكت هذه البلاد التى هي تحت سلطتى بالله ثم بالشيمة العربية . وكل فرد من شعبى هو جندي وشرطي وأنا اسير وإياهم كفرد واحد لا أفضل نفسي عليهم ولا أتبع في حكمهم غير ما هو صالح لهم الخ .

لقد حكمت هذه البلاد حكومات قوية ولكنها لم تقدر على تأمين الطريق أما اليوم فالامن سائد فى طول البلاد وعرضها . قد لمستموه بأيديكم . وهذا من فضل ربى علينا . ونحن لانقول هذا للافتخار وانما للاشارة الى أننا أنا وأسرتى وشعبى

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجندى جند من جنود الله يسعى لخير المسلمين ولتأمين راحة الوافدين الى بيت الله الحرام ﴿ ومارميت اذ رميت ولكنّ الله رمى ﴾ . رابطة الاسلام جامعة قوية ولكن المسلمين فرقهم التخاذل فتفرقوا شيعا .

ولما تعرض الملك عبدالعزيز للخلاف الذى كان بينه وبين الامام يحيى قال :

الحقيقة أن هذا أمر يهم المسلمين . وكل من في قلبه خردلة من ايمان يتمنى أن يعتصم المسلمون بحبل الله وأن يتركوا المشاحنات فيما بينهم . ولكن لكل امر حقيقة يجب ان تبين وتوضح . والامام يحيى . أسأل الله أن يوفقنا وإياه للخير . أعده اكبر اصدقائى واحترمه في جميع الحالات . وقد عملت معه جميع الاعمال الطيبة التى يعلمها الله . وهو مطلع عليها محبة في جمع كلمة المسلمين والعرب والتي أرى فيها صلاحا لي وصلاحا له . ولكن مع الأسف . خرجنا كما قال الشاعر :

تجاف عن العتبى فما الذنب واحد
وهب لصروف الدهر ما أنت واجد
إذا خانك الادنى الذى انت حزبه
فوا عجبا أن سالمتك الأباعــد

يحيى لا أحب له الا ما احب لنفسى . جاملته بكل ممكن . ولكن مع الاسف لم اصل الى المطلوب من الراحة والسلم بعدالجهد الطويل . وكنت اتريث في اعمالي واقدم حسن الظن وآخذ بالحزم عملا بقول الشاعر :

وأحزم الناس من لم يرتكب عملا
حتى يفكـر ماتجنـى عواقبـه

فلمصلحة الجميع ومنعا لشماتة الأعداء مشيت للسلم وصبرت كل هذا الصبر . وشرح الامر بيننا وبينه يطول . ولكن لابد أن يطلع المسلمون بعد بضعة أيام على الكتاب الأخضر الذى أمرنا باعداده ليعلم الجميع الأقوال التى توافق الافعال . وأننا رجال لانعمل غير مانقول .

يحيى كما ذكرت أعظم صديق لي . وماكنت أحب أن يكون بيننا وبينه مثقال حبة من خردل من الخلاف . وماكنت اظن أن السياسة تنقلب بيننا وبينه حتى تصل الى هذا الحد .

لنا اكثر من عشرة اشهر ونحن نقابل يحيى ونجادله . وانتشر خبر ذلك في سائر الانحاء . فلم يظهر من المسلمين ومن ملوكهم أو أمرائهم أو احزابهم من يقدم لاصلاح ذات البين أو يطلع على حقيقة مابيننا ويعلم مَن الصادق مِن الكاذب . ولم يرد علينا غير برقيات التمني التى لاتنتج شيئا . ولما وقعت بعض حوادث النمسا قامت بعض الدول الكبرى وقعدت وعملت كل ماتستطيع لمنع كارثة الحرب . ولكن المسلمين والعرب لم يبالوا بذلك !

ثم قال : وآخر ماكان من الجهود التى بذلت فى سبيل السلام هو صبري على أعمال يحيى الأخيرة الى اليوم . فبعد أن أفسد اهل الجبال وأرسل الادريسى اليهم طلب العفو عنهم وأخبرنى انه رفع الادريسى الى (صعدة) ، فلما اعطيته الأمان عليهم لم يرفع الادريسى وتمادى على عمله وأبرق الى يطلب منى أن اطلق السجناء في جيزان وهم من رجال الفتنة . أعمال وأقوال لايتحملها من به شرف . ولقد كتبت له أخيرا أني أمرت جندي بالتقدم . فإن اراد العافية فليس له الا إبعاد الادريسى عن الحدود الى المكان الذى اتفقنا عليه واعادة بلادي التى دخلها والمساواة في

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نجران . فان قبل فالحمد لله . وإن لم يقبل فلا حول ولاقوة الا بالله . هذه هي حقيقة الحال ونسأل الله التوفيق .

كان هذا نص خطاب الملك عبدالعزيز آل سعود منذ ذلك الوقت المبكر . واذا ماعرفنا أنه خطاب صادر من مكة التي تعتبر العاصمة الاسلامية لكل العالم الاسلامي . عرفنا إذن مغزى ذلك النداء...

عن (التاريخ الدبلوماسي للمغرب)
للدكتور/ عبدالهادي التازي

تهذيب سفوح الجبال لاستيعاب أكبر عدد من ضيوف الرحمن

١١ مليارا و٦١١٩ مليونا و٣٦٥ الفا لمشاريع تطوير منى

هي بلدة تكثر فيها الابنية الحديثة وتقع بين مكة المكرمة ومزدلفة .. وفيها مسجد الخيف .. وهو مسجد كبير بفضاء واسع صلى فيه النبي عليه افضل الصلاة والتسليم ..

وفي منى الجمرات الثلاث وهي :

■ جمرة العقبة

● الجمرة الوسطى

الجمرى الصغرى

وقد انشيء لها دور علوي بواسطة جسور وتمت توسعته في هذا العام .. وجعل فيه اتجاهان للذهاب والاياب تيسيرا لاداء نسك الرمي بعد ان اخذ عدد الحجاج يزداد من عام الى اخر .. كما اقيمت بمنى الاف دورات المياه وتم تسوية وتقسيم وتحديد مناطق التخييم في ربوة منى مع تنفيذ سفلتة وانارة الشوارع وتظليل طريق المشاة من مزدلفة الى المسجد الحرام مرورا بمنى .. كما هذبت سفوح الجبال بهدف توسيع الرقعة الشرعية لمنطقة منى لاستيعاب اكبر عدد من الحجاج وزيادة الرقعة المخصصة للخيام .. وتسهيلا لحركة المرور في منى انشيء طريق الملك عبدالعزيز الذي يعتبر الشريان الرئيسي الذي يربطها بمناطق المشاعر الاخرى ويمتد هذا الطريق من كدى والعزيزية بمكة المكرمة ويتخلله ١٤ منحدرا .. منفذة على الطرق الاخرى السريعة .. وكذلك انشاء نفق على الطرف الشمالي منه يؤدى الى طريق مكة الدائري ..

كما انشيء طريق اخر هو طريق الملك خالد الذي يمتد من سوق العرب بمنطقة منى الى جنوب العزيزية والذي يساهم ايضا بدور فعال في مرونة حركة السيارات وهو مزود بسبعة منحدرات ونفقين يخترقان الجبل الذي يفصل منى عن العزيزية ..

ولتخفيف العناء والمشقة على المشاة وتجنيبهم ضربات الشمس انشيء طريق المشاة من الجمرات الى الحرم المكي الشريف بطول ٤ر٥ كيلومترات وبعرض ٣٠ مترا ويمتد هذا الطريق ايضا من الجمرات الى مزدلفة حيث تم تزويده بالانارة والتهوية وحوالى ٦٠٠ دورة مياه و ٣٠٠ نافورة مياه للشرب الممتدة من الابار والعيون المنتشرة حول المشاعر عبر محطات انشئت لتعقيم هذه المياه عند مخارج الخزانات الموزعة في مناطق المشاعر لضمان توفير المياه الصالحة للشرب

●● الاتصالات

كما انتشرت كبائن الاتصالات الهاتفية التي تمكن الحاج من الاتصالات الداخلية والخارجية حيث يستطيع الحاج بكل سهولة ويسر ان يتصل باهله في اى بقعة في الارض ويطمئنهم عليه ويطمئن هو عليهم ..

وبذا يكون قد تم توفير الراحة النفسية للحاج وذويه في بلده اضافة الى الخدمات الاخرى التي وفرت لضيوف الرحمن في جميع انحاء المشاعر

محكم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المملكة العربية السعودية

وتجربة الوحدة الرائدة في الجزيرة العربية

بقلم : فتحي ربيع الدويك

أما في عالمنا العربي والاسلامي فقد قامت مشاريع وحدوية عديدة ، فشل معظمها في المهد أو نتيجة اخطاء في التطبيق ، ونجح بعضها الى حين

بعد تلك المقدمة فاننا نستطيع الانتقال الى تجربة وحدوية رائدة وهامة قامت في بداية العقد الثالث من هذا القرن الميلادي العشرين في قلب الجزيرة العربية مهوى أفئدة المسلمين وقبلتهم عند كلا صلاة .

فقد كانت الشخصية الدولية لهذا الكيان الواحد الموحَّد في وسط جزيرة العرب بأجزائها المختلفة قد انتهت وزالت منذ أكثر من ثلاثة عشر قرنا ، أي منذ اليوم الذي انتقلت فيه العاصمة الاسلامية من المدينة المنورة بانتهاء دولة الخلفاء الراشدين رضوان الله عليهم وقيام الدولة الاموية في دمشق ، ولم تعد هذه الأجزاء لوحدتها الا بعد اعلان قيام المملكة العربية السعودية .

ولكن كيف تشكل هذا الكيان وقامت هذه الدولة ؟ وما الأسس التي قامت عليها ؟ ولماذا بقي هذا الكيان محافظا على وحدته في الوقت الذي قامت فيه عدة كيانات او محاولات وحدوية عربية اخرى انتهت بالفشل أو الانفصال أو فك الارتباط – كما رأينا – .

الخطوة الأولى هي فتح الرياض

عندما انطلق الشاب عبدالعزيز ابن السنوات الاحدى والعشرين من الكويت لاستعادة ملك آبائه وأجداده ، فانه لم يكن يحلم ان الدولة التي ستبدأ باستعادة الرياض من « ابن عجلان » عامل « ابن الرشيد » عليها يوم الخامس من شوال عام ١٣١٩ هـ – ١٩٠٢ م سوف تمتد وتقوى فروعها لتصبح دولة عصرية حديثة بكل معنى الكلمة .

وبعد ان فتح « عبدالعزيز بن عبدالرحمن الفيصل آل سعود » مدينة الرياض ، بدأ بتنفيذ خطته لفتح باقي أقاليم الجزيرة الواحد بعد الآخر ليتم توحيدها ، فها هو المنادي ينادي في الرياض ان « المُلك لله ثم لعبدالعزيز » .. ثم ينطلق الفارس يفتح مناطق سدير والوشم في عام ١٣٢١ هـ ، وعنيزة في ٥ المحرم ١٣٢٢ هـ وبريدة في ٢٠ ربيع الآخر ١٣٢٦ هـ ، ثم الاحساء في ٥ جمادى الأولى ١٣٣١ هـ ، كما يستولي على عسير في شهر شوال لعام ١٣٣٨ هـ ، وحائل في ٢٩ صفر لعام ١٣٤٠ هـ .. الى ان أتى دور الحجاز فسقطت الطائف في ٧ صفر ١٣٤٣ هـ ، ودخل مكة المكرمة في ١٨ ربيع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الأول لعام ١٣٤٣ هـ ، وسلمت له المدينة المنورة في ٩ جمادى الأولى ١٣٤٤ هـ ، وأخيرا سلمت مدينة جدة في ٦ جمادى الآخرة ١٣٤٤ هـ .

وهكذا أصبحت الجزيرة كلها - بحدود المملكة المعروفة اليوم - تحت حكم عبدالعزيز .. عندها ينادى بعبدالعزيز بن عبدالرحمن الفيصل آل السعود ، ملكا للحجاز وسلطانا لنجد وملحقاتها في العشرين من جمادى الثانية عام ١٣٤٤ هـ - الموافق العاشر من يناير ١٩٢٦ م .

وهكذا اتسعت أركان الدولة ودانت له البلاد بالطاعة ، فعاد الأمن والأمان والاستقرار بدلا من الخوف على النفس والمال والولد والنساء من النهب والقتل والسبي من قبائل لاتعرف الا الغزو والسلب مبدءا لها .

وجاء يوم ١٧ جمادى الاولى ١٣٥١ هـ حيث أصدر فيه الملك عبدالعزيز مرسوما ملكيا برقم ٢٧١٦ يقضي بتحويل اسم المملكة الحجازية النجدية وملحقاتها الى اسم « المملكة العربية السعودية » على أن يسري ذلك من يوم الخميس الحادي والعشرين من جمادى الأولى لعام ١٣٥١ هـ الموافق للأول من الميزان ٢٣ سبتمبر - ايلول ١٩٣٢ م ، ولتقوم دولة كبرى موحدة على هذا الجزء من الجزيرة تحكم بكتاب الله وسنة رسوله صلى الله عليه وسلم وترفع راية لا اله الا الله محمد رسول الله ، وكان ذلك يوما مشهودا في التاريخ الحديث لهذا البلد .

الأسس التي قام عليها هذا الكيان الكبير

لقد وضع الملك عبدالعزيز أسسا وأهدافا راسخة وثابتة كي تقوم عليها هذه المملكة ، ولاشك انها كانت عوامل هامة لاستقرار هذا البلد وابقائه بعيدا عن القلاقل التي تعصف بالبلدان الأخرى ووفرت له الأمان ، هذه الاسس هي :

- الخروج بالجزيرة العربية من الظلمات الى النور عن طريق العودة الى عقيدة السلف الصالح وتنظيفها مما علق بها من شرك وشعوذة وخزعبلات عبر القرون ، والحكم بشرع الله الحنيف وجعل الانتماء في هذا البلد كله للدين ثم للوطن .
- بث الأمن والأمان والاستقرار في كافة أرجاء الدولة عن طريق تطبيق احكام الشرع وفرض النظام وايجاد القوة العسكرية التي تحمي هذا النظام وتطبق الحدود على المتجاوزين .
- محاربة الجهل والمرض والفقر ، عن طريق نشر التعليم ومحو الامية وتقديم الخدمات الصحية .
- بناء دولة عصرية قوية .

ولكن كان الأهم من الوحدة - على الرغم من أهميتها - المحافظة عليها ، وهذا ما عمل له عبدالعزيز وأنجاله من بعده ، بحيث غُرس في نفس المواطن ظاهرة الانتماء والاحساس بالمواطنة لهذه الدولة التي يعيش على أرضها ويأكل من خيرها وتوفر له الخدمات والرفاه والحياة الكريمة .

مواصلة التحديث في الدولة وخطط التنمية

وقد واصلت الدولة عملية التحديث والتطوير ومسايرة العصر في مختلف نواحي النشاط

محكم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاقتصادي والاجتماعي الذي بدأ في أيام الملك عبدالعزيز وابنه الملك سعود رحمهم الله ، ووضعت خطط للتنمية الاقتصادية بلغت أربعا حتى الآن ، وقد كانت الأولى في عهد الملك فيصل رحمه الله والثانية في عهد الملك خالد رحمه الله والثالثة في أواخر عهد الملك خالد وبداية عهد خادم الحرمين الشريفين الملك فهد أدامه الله ، ثم جاءت الرابعة ايضا في هذا العهد الميمون .. وقد بدأت الخطط الخمسية الأربع في عام ١٣٩٠ هـ

ولاشك ان المواطن يسعد كل السعادة بما تحقق في هذه الدولة عبر سنوات الخطة الخمسية الحالية الثلاث وقبل انتهاء الرابعة . مما تحقق مثل :

- في مجال التعليم :

أصبحت المدارس منتشرة في كافة أرجاء ومناطق المملكة وحتى في مضارب البادية سواء للبنين أو البنات .. أما التعليم الجامعي فها هي الجامعات السبع ترتفع شامخة كمنارات للعلم - الى جانب كليات البنات - لتخرج المتخصصين في شتى علوم المعرفة ولتمنح شهادات الماجستير والدكتوراه ، وليرتفع عدد الطلبة على مقاعد الدراسة في المدارس والجامعات فيصل الى حوالي ٢ مليون طالب وطالبة .. وهذا كله الى جانب المعاهد الفنية والصناعية .

- في مجال الطرق والمواصلات :

توسعت شبكة الطرق المعبدة حتى وصلت الى ما يزيد على ٣٠,٠٠٠ كيلومتر .. الى جانب اقامة احدث مطارين دوليين في جدة والرياض والثالث قيد التنفيذ في الظهران .

- وفي مجال الاتصالات الهاتفية :

زاد عدد خطوط الهاتف الى ٩٠٣,٠٠٠ هاتف مع وجود اضخم وأحدث شبكة هاتفية في العالم ، الى جانب امكانية التحادث المباشر مع دول العالم المختلفة .

- في النواحي العسكرية :

تم ، ولايزال مستمرا ، تسليح الجيش العربي السعودي والحرس الوطني بأحدث الاسلحة التي تساير التطور في السلاح نفسه ، وفي المملكة نفسها ، لبناء جيش حديث متطور وآلي يستطيع ان يحمي ارضه ويحافظ عليها ضد أي عدوان .

- دخلت المملكة عصر الفضاء :

وذلك بعد الرحلة رقم ٥١ جي للمكوك الفضائي ديسكفري في ١٩٨٥/٦/١٧م الذي حمل معه سمو الامير سلطان بن سلمان بن عبدالعزيز ليكون أول رائد فضاء عربي مسلم .

- وفي مجال رعاية الأدب والثقافة:

كان قيام النوادي الأدبية الثمانية المنتشرة في كافة مناطق المملكة (الرياض ، الدمام ، المدينة المنورة ، مكة المكرمة ، جدة ، الطائف ، أبها ، جيزان) لترعى الأدب بمختلف فنونه من شعر وقصة ورواية ومسرحية ودراسة أدبية ونقدية ، وتقوم بتشجيع الادباء وطباعة ونشر مؤلفاتهم .

- واستمرارا للسير في خط الوحدة الذي بدأه الملك عبدالعزيز رحمه الله ، باني هذه الدولة الفتية ، كانت مساهمة المملكة في قيام « مجلس التعاون لدول الخليج العربية » الذي يضم ست دول عربية خليجية ، ولاشك ان مساهمة المملكة تأتي الى جانب شقيقاتها الخليجيات الأخريات لبناء صرح وحدوي يتم الاعداد له بهدوء ودراسة متأنية واثقة ، فالتنسيق يتم في كل مجال سواء في الأمن أو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاقتصاد أو حرية العمل والتملك لرعايا هذه الدول بين بعضها البعض .. الخ ، الى ان يحين القطاف وتنضج الثمار فتقوم الدولة الكبرى على شاطىء الخليج العربي التي تحمي ولاتهدد وتصون ولا تبدد في امكانيات الأمة والمنطقة وشعوبها وثرواتها وأرضها .

وكل ذلك الى جانب العمل على التضامن الاسلامي والتعاون مع الدول العربية والاسلامية ومحاربة الصهيونية ووضع امكانيات الدولة جميعها وعلى رأسها البترول في خدمة قضايا العرب والمسلمين وتحرير اراضيهم المحتلة .

ولاشك ان الدولة لاتبخل في البذل من أجل قضية فلسطين وارجاع القدس الشريف والمسجد الأقصى المبارك ثالث الحرمين الشريفين وأولى القبلتين .. كما وضعت امكانياتها في سبيل تحرير الجزائر ، ولم تبخل في العطاء والبذل من أجل دعم جهاد الشعب الافغاني المسلم .. وكان آخر هذا العطاء ما قدمته المملكة لمساعدة شعب السودان خلال الفيضانات التي اجتاحت ارضه في شهر المحرم ١٤٠٩ هـ .

ان دولة هذه مقوماتها؛ وهذا سبيلها وكتاب الله وسنة نبيه الكريم دستورها والعمل المتواصل من أجل شعبها ورفاهيته - حتى أصبح دخله من أعلى مستويات الدخل في العالم - لاشك بأن مواطنيها سوف يتعاونون معها ويبذلون من أجلها كما بذلت وقدمت من أجلهم ، ولاشك بأن الله سبحانه وتعالى سوف يحميها .

قدم قدم أجالا
توحید وسنّت کی اشاعت کا عظیم مرکز
مسجد قباء اہلحدیث
مدرسہ دعوۃ الحق
(برائے حفظ وناظرہ)
○ ترجمہ قرآن کلاس
○ شعبہ خدمتِ خلق
شیخ عبدالکریم صدر انتظامیہ
محمد یونس جنجوعہ سیکرٹری انتظامیہ
مسجد قباء اہلحدیث چناب بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الصرح المعماري الشامخ
الذي شيده الملك عبد العزيز بالرياض

إعداد النقيب : عبد الرحمن العوشن

وقد أقام الملك عبدالعزيز في مدينة الرياض بعدما فتحها في قصر جده الامام فيصل بن تركي ، الذي أقيم في موضع قصر دهام بن دواس ، الذي ظل قائما حوالي ثمانين عاما قصراً للحكم ، ولما تهدم أقيم مكانه قصر الامام فيصل .

قصر المربع

وقد ظل الملك عبدالعزيز مقيما في قصر الديرة هو وأسرته منذ فتح الرياض ، حتى بدأت تضيق بسكانها ، فكان لابد من التوسع خارج مدينة الرياض ، فاتجه شمال المدينة ، وفي موقع يقال له (أبو رفيع) قام الملك عبدالعزيز بتشييد أول قصر له في تلك المنطقة ، التي عرفت فيما بعد باسم (المربع) وذلك عام ١٣٥٦ هـ . وربما ان الاسم اشتق من كون أبراج الحراسة مربعة الشكل ، وأيضا ربما لكون البناء على شكل مربع .

وبعد بناء هذا القصر وفرشه وتجهيزه ، انتقل اليه الملك عبدالعزيز في شعبان ١٣٥٧ هـ ، وتم وضع اللوحة التذكارية عليه عام ١٣٥٨ هـ .

وقد كان (قصر المربع) آنذاك من أبرز المعالم في نجد ، فهو صرح معماري شامخ ، يحيط به سور عظيم مرتفع له أبراج حصينة مربعة الشكل ، وبوابات ضخمة بارزة ، ويعتبر أول بناء خارج أسوار مدينة الرياض .

تم استخدام مواد البناء المحلية المتخذة من البيئة ، وهي الطين واللبن ، كما ان الجدران الخارجية للمبنى مقامة على أساسات من مداميك حجرية قوية للحماية من الامطار والسيول ..

ويبلغ ارتفاع المبنى مابين ستين وسبعين قدما ، ويتكون من طابقين ونصف .

وبداخل القصر (الدور الأول) قاعتان ، الأولى كبرى معدة لتكون مجلسا كبيرا لاستقبال الزوار ، وللملك فيها مكان معين بالجهة الشمالية ، فيه كرسي خاص بجوار آلة الهاتف ..

أما المجلس الاخر (القاعة الثانية) فهي أصغر من الأولى ، وهي في الناحية الغربية ، وكان الملك عبدالعزيز يستخدمها كمجلس مختصر ، وخاصة في فصل الشتاء .

الديـــوان

وقد عرف القصر (بالديوان) فيما بعد ، عندما أقيم بجواره المجمع السكني الملكي ، الذي أصبح مدينة سكنية متكاملة له ولاسرته ، واقتصر استعمال المبنى كقصر للحكم به مكاتب الوزراء والمستشارين ورؤساء الشعب وموظفي الخاصة الملكية وغيرهم ..

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفي قصر المربع ، تم تركيب أول مصعد كهربائي في المملكة وذلك في الجهة الغربية من القصر ..

وقد اقيمت على مقربة من هذا القصر المكون من طابقين محطة لتوليد التيار الكهربائي ومركز للاتصالات السلكية واللاسلكية .

قصور المربع

أمر الملك عبدالعزيز ان يتم بناء عدة قصور مجاورة لقصره لتكون سكنا لعدد من افراد الاسرة المالكة . وقد تم بناؤها على مرحلتين .

المرحلة الأولى : بدأت في عام ١٣٥٦ هـ حتى عام ١٣٦١ هـ حيث شيدت أغلب المباني الطينية المقامة بطوب اللبن .

المرحلة الثانية : بدأت عام ١٣٦٢ هـ حتى عام ١٣٦٦ هـ حيث أقيمت أغلب المباني المشيدة بالحجر والخرسانة المسلحة ..

وهذا يعني ان فترة بناء قصور المربع استغرقت عشر سنوات ..

ومساحة منطقة المربع كانت تزيد عن مساحتها الحالية كثيرا ولكن تهدم بعض قصورها أو تمت ازالتها بعد انتقال الاسرة الملكية منها الى مناطق جديدة وقصور حديثة تتوافق مع التطور الكبير الذي عاشته وتعيشه المملكة .

كما ان المشاريع التي شهدتها الرياض انذاك من شق شوارع وبناء مصالح حكومية ومدارس وغيرها لها اثرها في ازالة جزء كبير من منطقة المربع .

أمير المربع

بعد ان اتسع المجمع السكني الملكي في المربع ، استكملت جميع مبانيه من قصور وأسوار ومربعات .. وأصبح بذلك مدينة سكنية متكاملة ، تحتاج الى من يشرف عليها ويدير شؤونها ، فأمر الملك عبدالعزيز بتعيين الأمير منصور بن عبدالعزيز أميرا لهذه المدينة الجديدة لتصريف أمورها ..

وقد تولى هذا المنصب بعده الامير مشعل ثم الامير متعب فالامير طلال وأخيرا الأمير نواف .

وظل الحال كذلك حتى اتسعت مدينة الرياض وأصبح المربع حيا من احيائها .

أربعة آلاف عامل

شارك في بناء قصور المربع أكثر من أربعة الاف عامل ، تم استقدامهم من كافة أرجاء البلاد ، منهم البناء والمعلم « والأستاذ » والنجار والحداد والسقا .. وغيرهم .

وقام المسؤول عن البناء في ذلك الوقت ، ويدعى (حمد بن قباع) بتوزيعهم على مجموعات يرأسها ابن زومان ، وابن حاتم ، وابن جدعان ، وابن هذيان .

وكان الملك عبدالعزيز ينتقل من قصر المربع الى هذه القصور والى المسجد المجاور عبر جسور بعضها مسقوف وبعضها الاخر مكشوف ، وهي عبارة عن ممرات علوية ثلاثة :

- الأول من الجهة الشمالية يصل الى القصر الاوسط ثم قصر أم طلال .
- الثاني من الجهة الغربية ويصل الى المضيفة .
- الثالث من الجهة الجنوبية يؤدي الى

تكاليف القصر

كانت تكاليف القصر الواحد من قصور المربع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

في ذلك الوقت تتراوح مابين (٥٠) الفا و (١٥٠) الف ريال حسب حجمه واتساعه ، وكان المبنى يشيد على الذمة ، والعمال تتم محاسبتهم باليومية .

وكان من العادة في ذلك الوقت ان تكون بداية البناء في أول فصل الصيف ، وتكون نهاية العمل عند بداية فصل الشتاء ، التي تعرف بدخول الوسمي ونزول الامطار ، أي أن المدة حوالي ثمانية شهور تقريبا .

البنـــاؤون

كان جميع العاملين في البناء من المواطنين المهرة ، من أهل الحوطة والقصيم ووادي الدواسر والسليل والافلاج .. وغيرها من المناطق ، وكان الوكيل المسؤول عن البناء ، كما ذكرنا ، هو ابن قباع ، أما العمال فكانوا يعملون تحت رئاسة معلمين أساتذة ومراقبين في حرفة البناء ، يطلق على كل واحد منهم لقب « استاذ » وأبرزهم :

- ناصر بن يعيش .
- عثمان بن حاتم وأخوه .
- ابن هديب .
- ابن زومان .

وكانت مواد البناء تحمل من المزارع على ظهور الابل والحمير ونادرا ماكانت تجلب الأخشاب من الاحساء ..

الحدادون والنجارون

وهم جميعا من المواطنين كسائر العمال ومنهم :

- المعلم الدريبى .
- المعلم محمد بن نصار .

وفي مجال النجارة كان اشهر النجارين :

- المعلم ابن نقيدان (وهو نفسه الذي ساهم

أول بعثة امريكية

في أحد أيام ربيع عام ١٣٦١ هـ استقبل الملك عبدالعزيز في قصر المربع أول بعثة رسمية امريكية اوفدتها الولايات المتحدة الامريكية للمملكه العربية السعودية . وكانت برئاسة الخبير الجيولوجي (كارل كويتشيل) الذي عاش في المملكة عدة سنوات ، أجرى خلالها العديد من الدراسات والأبحاث الجيولوجية وغيرها ، لمعرفة الموارد الطبيعية للمملكة ، وقد جمع هذه الدراسات في كتاب تضمن وصفا لمدينة الرياض وقصورها وأسوارها ، والطراز المعماري التقليدي ، وأيضا قصر المربع .

المربع مستقبلا

تبذل الادارة العامة للاثار والمتاحف بوزارة المعارف جهودا كبيرة وبارزة في سبيل الحفاظ على منطقة المربع كمنطقة من المناطق ذات الطابع التاريخي الهام .

وللادارة مشروع طموح لاقامة المتحف الوطني المركزي في منطقة المربع ، يضم مقتنيات كثيرة تمثل جميع آثار المملكة مع التركيز على الآثار الاسلامية الخالدة . ولقد انتهت الادارة بالفعل من المرحلة الاولى لهذا المشروع ، وهي توثيق وتسجيل أهم قصور المربع ، الذي سوف يضم اهم الأشياء الخاصة بالملك عبدالعزيز .

وسيكون الانتهاء من هذا المشروع الكبير

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلال ... مرحلة قادمة ان شاء الله .

الشكر لادارة الآثار

ولقد ساهمت إدارة الآثار والمتاحف ، ممثلة في الاستاذ خالد العبدالعزيز الدايل مدير وحدة التسجيل وحماية التراث والمشرف على قصر المصمك والمربع ، في امدادنا بهذه المعلومات القيمة ، التي ينشر أغلبها أول مرة ؛ فلهم جميعا منا الشكر والعرفان .

●● ولقد بلغت تكاليف توسعة الحرم المكى والمسجد النبوى الشريف بما فى ذلك نزع الملكيات اللازمة للتوسعة ٥ بلايين و٨٩٤ مليونا و٩٩٨ الف ريال .

وبلغت تكاليف مشاريع هيئة تطوير منى ووزارة الحج وامانة العاصمة المقدسة لاقامة انفاق وطرق ونزع ملكية وخزانات مياه وانشاء مسالخ آلية مبلغ ١١ بليونا و٦١٩ مليونا و٣٦٥ الف ريال .

●● كما بلغت تكاليف مشاريع امانة المدينة المنورة وتشمل اعمال تحسين وتجميل الطرق المحيطة بالمسجد النبوى او التى تؤدى اليه ٢ بليون و٤٠٦ ملايين و١٩٨ الف ريال .

●● اما مشاريع الطرق الرئيسية لمناطق الحج فى مكة المكرمة وطرق المدينة المنورة التى اقامتها وزارة الواصلات فقد بلغت ٩ بلايين و٨٥ مليونا و٣٠٢ الف ريال وبذلك يبلغ اجمالى مشاريع الحرمين الشريفين والاماكن المقدسة التى تشمل المرافق والطرق والانفاق والمرافق الاخرى المتعلقة بها مبلغا وقدره ٢٩ بليونا و٦ ملايين و٣٦٣ الف ريال سعودى .

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

من رجال العلم الشرعي والقضاة المعاصرين في الجزيرة العربية

(١) الشيخ سعد بن حمد بن عتيق

بقلم : محمد بن ناصر الشثري

« الحمد لله الذي خلق السموات والأرض وجعل الظلمات والنور ثم الذين كفروا بربهم يعدلون » (الانعام - ١) .. وأصلي وأسلم على نبينا محمد قدوة الدعاة وإمام المتقين وعلى آله وصحبه الطيبين الطاهرين .

ثم تعاقبت العصور وحدث في هذه الجزيرة الكثير من الفتن مثل فتنة الردة والقرامطة وغيرهم . فتضاءل فيها مشعل الهداية أو كاد . ثم مرت الجزيرة بفترات هبوط وارتفاع ، فعم الجهل وقل التمسك بالاسلام وانتشر الشرك ، وبنيت القباب على القبور ، وعبدت من دون الله أحيانا يطلبون منها قضاء الحوائج والشفاعة كما كانوا يفعلون عند قبر زيد بن الخطاب في العيينة . وكذلك عند قبر خديجة في مكة ، وحمزة في المدينة ، وابن العباس في الطائف ، وغيرها كثير .

واستغل ذلك أصحاب الطرق الصوفية وزعموا أن لهذه القبور كرامات ، وأنها تقضي الحوائج ، وتشفي المرضى ، وأكلوا أموال الناس بالباطل باسم النذور . هكذا كان عليه الوضع في جزيرة العرب حتى بداية القرن الثاني عشر الهجري . ثم يسر الله لهذه البلاد عالما مخلصا دعا الناس الى دين الحق هو الشيخ محمد بن عبدالوهاب - رحمه الله - الذي ولد في عام ١١١٥ هـ .

ووفق الله لنصرته الأئمة الميامين من آل سعود فكانوا أئمة مجاهدين وعلماء عاملين جاهدوا في الله حق جهاده حتى أقاموا راية الاسلام عالية ، وحملوا مشعل التوحيد الخالص والعقيدة الصافية وأقاموا عليها الدولة السعودية الحديثة . فمنذ الامام محمد بن سعود الى الملك عبدالعزيز - طيب الله ثراه - والى أبنائه البررة ، أصبحت هذه البلاد بفضل الله الى يومنا هذا منارة علم وهداية تضيء للعالم أجمع سبيل الخير والرشاد . ويسر الله لهم من القوة المادية ما يعينهم على نشر الخير والهداية ، وهذا كله فضل من الله بسبب تمسكهم بالتوحيد . في حين نرى ان الدول الكبرى في عالمنا اليوم تسعى الى نشر مبادئها الهدامة وفلسفاتها وعقائدها الضالة ،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وهذه البلاد كالجبل الصامد الحامل لنور الهداية لايزحزحه غزوهم الفكري ولا دعاياتهم الاعلامية .

وقد سارت هذه الدعوة الاسلامية الاصلاحية رغم من كاد لها وعاداها من أصحاب المذاهب الباطلة والفرق الضالة التي تكن حقد وعداوة للاسلام الصحيح ومن تمسك به . ولكن ارادة الله هي الغالبة ، فيذهب الزبد والغثاء ويبقى الحق الى ان تقوم الساعة يضيء للدنيا كما في الحديث : (لاتزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لايضرهم من خالفهم حتى يأتيهم أمر الله وهم ظاهرون) .

وقد أنجبت هذه الدعوة الاسلامية الكبيرة ، على مدى قرنين ، علماء أجلاء ومشايخ أفذاذ .. وقضاة دعاة ثقاة ، تراهم صوما في النهار هجدا في الليل ، مجاهدين بأنفسهم وأموالهم وعلمهم ، يذكرونك بالرعيل الأول لصدر الاسلام .

ومن امثلتهم الشيخ سليمان بن عبدالله ، والشيخ عبدالرحمن بن حسن ، وابنه عبداللطيف ، والشيخ عبدالله أبا بطين ، والشيخ محمد بن ابراهيم – رحمهم الله وأكرم مثواهم – . وقد استمرت مواكب وعاة العلم ودعاة العمل ، فتجد بين أظهرنا اليوم أمثال الشيخ عبدالعزيز بن باز ، والشيخ محمد بن صالح بن عثيمين ، والشيخ عبدالله بن جبرين ، وغيرهم المئات ولله الحمد .

وسوف نبين للقارىء الكريم في هذه السلسلة من المقالات شيئا من سير وأخبار هؤلاء العلماء القدوة على مدى القرنين الماضيين بإذن الله .

من علماء الجزيرة العربية في العصر الحديث

الشيخ سعد بن حمد بن عتيق

هو الشيخ الزاهد سعد بن حمد بن علي بن عتيق .

ولد – رحمه الله – عام ١٢٧٩ هـ في بلدة الحلوة ، وهي من قرى الحوطة التي كان والده قاضيا بها ، فبدأ في القراءة على والده الشيخ حمد بن عتيق .

ثم رغب في التزود ، فسافر الى الهند ، وقرأ على محدث الهند الشيخ نذير حسين الدهلوي ، والشيخ صديق حسن خان القنوجي ، والشيخ شريف حسين محمد الانصاري الخزرجي اليماني ، نزيل الهند ، فأقام عندهم في الهند تسع سنين ، يقرأ عليهم ، فاستفاد منهم فائدة كبيرة ، ثم قدم لأداء فريضة الحج ، فأكب على القراءة والاستفادة من العلماء الموجودين بمكة ، أمثال الشيخ شعيب الداكالي ، وأحمد بن ابراهيم بن عيسى النجدي ، وغيرهم ، فبلغ في العلم مبلغا كبيرا ، وصار يشار اليه بالبنان ، وعين قاضيا في الرياض بعد وفاة قاضيها الشيخ ابراهيم بن عبداللطيف .

كما ورث عن والده الغيرة الشديدة في الدين ، والصلابة في العقيدة .

وكان يدرس في الجامع الكبير ، ويحرص على القاء الدرس ، فيقرأ الحواشي والشروح ، ويضبطها لغة ونحوا وصرفا ، فأقبل عليه الطلاب ، وحفوا به واستفادوا منه .

وقد تصدى – رحمه الله – لنشر العلم

محكم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالكتابة ، فقد بعث الرسائل والنصائح ، وحرر الفتاوى والأجوبة التي لو جمعت لجاءت في كتاب كبير .

وقام بنظم مختصر المقنع ، وله رسالة موجودة في جامعة الملك سعود برقم ٢١٥ اسمها : (حجة التمريض في تحريم الذبح للمريض) . (مخطوطة) .

وله تلاميذ كثيرون ، ومن أشهرهم الشيخ عبدالله بن حسن آل الشيخ ، والشيخ محمد بن ابراهيم ، مفتي المملكة السابق ، والشيخ عمر ابن حسن رئيس هيئات الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر سابقا ، والشيخ سليمان بن سحمان ، والشيخ عبدالعزيز بن محمد الشثري ، وغيرهم كثير .

وقد توفي - رحمه الله - في ١٣ جمادى الأولى ١٣٤٩ هـ ودفن في مقبرة العود ، وقد بكاه الناس وحزنوا لموته(١) .

قال الشيخ عبدالعزيز الشثري (المشهور بأبو حبيب يرحمه الله) : انه اكثر من القراءة على الشيخ سعد ، وربما قرأ عليه في المجلس الواحد عشرين ورقة .

قال : كنت أقرأ عليه في كتاب الزواجر لابن حجر الهيثمي ، فمر بنا في الكتاب كلمة فيها غلو في القبور والتوسل ، فقال الشيخ سعد : يريد ان يخبرنا ببدعته ، يعني الهيثمي .

قال أبو حبيب : فكرهت الكتاب ، فلما انتهى المجلس قلت ياشيخ سعد : لا أريد ان أقرأ في هذا الكتاب اذا صار فيه بدع .

فقال الشيخ سعد : لا ياولدي ، اقرأ فيه ، نأخذ من خيره ، وشره نرده ، مثل هذه الكلمة ، والحق نعرفه ان شاء الله .

يذكر ذلك الشيخ عبدالله بن جبرين الذي ذكر أيضا قوله : كنت أقرأ على « أبو حبيب » ، في آداب المشي الى الصلاة في مس المرأة ، كلمة : أو كانت عجوزا لاتشتهي فقال الشيخ : لا تشتهى ، ثم قال : لقد قرأت هذه الكلمة على الشيخ سعد بن عتيق - رحمه الله - مثل قراءتك علي الآن ، فقال لي : لاتشتهى . هي تشتهي الى ان تموت .

وهذا مثال من رسائل الشيخ سعد بن حمد بن عتيق - رحمه الله - .

بسم الله الرحمن الرحيم(٢)

من سعد بن حمد بن عتيق الى الأخ المكرم عبدالعزيز بن محمد الشثري - سلمه الله تعالى وهداه وحفظه وتولاه ، سلام عليكم ورحمة الله وبركاته ، وبعد :

موجب الخط ابلاغك السلام ، والسؤال عن حالك ، لازلت بخير وعافية .

وأحوال محبك من فضل الله على ما تحب ، جعلنا الله واياك لنعمه شاكرين ، وخطك وصل ، وصلك الله ما يرضيه ، سرنا طيبك وصحة حالك .

وما ذكرت من المسائل الثلاث فسؤال مثلي يدل على انقراض العلم وانتقال اهله لما اتصفنا به من قلة العلم وقصور الفهم ، مع ما انضم الى ذلك من كثرة الأشغال وقلة الفراغ ، ولكن الأمر كما قيل :

ولكـــن البـــلاد اذا اقشعــــرت
وصوّح نبتهـــا رُعـــي الهشيـــم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولما لم يكن بد من الجواب حررنا ما تراه ، فان يكن صوابا فمن الله وان يكن غير ذلك فأستغفر الله .

★ المسألة الأولى : قول السفاريني في عقيدته :

وليس ربنا بجوهر ولا عرض
ولا جسم تعالى ذو العلى

هل هذا موافق لمذهب أهل السنة أم لا ؟

الجواب :

ان اطلاق لفظ لجوهر والعرض والجسم على الرب سبحانه وتعالى إثباتا ونفيا ليس من عبارات السلف الصالح المقتدى بهم ، في باب اسماء الرب سبحانه وتعالى وصفاته .

ومثل ذلك لفظ الجهة والحيز وغير ذلك من الألفاظ المجملة التي تحتمل حقا وباطلا ، لايوجد شيء من ذلك في كلام السلف الصالح - رحمهم الله تعالى - .

ومن نسب ذلك وما شابهه الى السلف فهو مخطىء في ذلك لأن الطريقة المعلومة من السلف الصالح والجادة المسلوكة والمعتبرة عندهم في باب اسماء الرب وصفاته انهم لايتكلمون في ذلك الا بما تكلم الله به أو تكلم به رسوله صلى الله عليه وسلم ، كما قال الامام احمد - رحمه الله - :

لايوصف الله الا بما وصف به نفسه ، أو وصفه به رسوله صلى الله عليه وسلم ، لايتجاوز القرآن والحديث .

ولفظ الجوهر والعرض والجسم فيما يتعلق بذات الرب تعالى واسمائه وصفاته اثباتا ونفيا حرفة مشؤومة ، وسجية مذمومة ، وقد نص جماعة من أهل الحق والسنة على ان اطلاق مثل هذه الألفاظ في هذا الباب أمر مبتدع ، وكلام مخترع ، لايجوز للمتشرع والمنتسب الى الحق والسنة اطلاقه على الرب سبحانه وتعالى اثباتا ونفيا ، ولايجوز نسبته الى السلف الصالح .

ونحن نقتصر على ما وجدنا من كلام شيخ الاسلام محمد بن عبدالوهاب - رحمه الله - ونذكره مختصرا مقتصرين على المقصود منه ، قال رحمه الله :

وأما ما لا يوجد عن الله ورسوله اثباته ونفيه مثل الجوهر والجسم والعرض والجهة وغير ذلك ، لايثبتون ولاينفون ، فمن نفاه فهو عند احمد والسلف مبتدع ، والواجب عندهم السكوت عن هذا النوع اقتداء بالنبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه ، هذا معنى كلام الامام احمد .. الى ان قال وأنا أذكر لك كلام الحنابلة في هذه المسألة :

قال الشيخ تقي الدين بعد كلام له على من قال انه ليس بجسم ولا جوهر ولا عرض ، قال رحمه الله :

فهذه الألفاظ لايطلق اثباتها ولانفيها كلفظ الجوهر والجسم والحيز والجهة ونحو ذلك .. الى ان قال شيخ الاسلام :

والمقصود ان الأئمة كأحمد وغيره ذكرهم أهل البدع لألفاظ الجملة كلفظ الجسم والجوهر والحيز لم يوافقهم لا على اطلاق الاثبات ولا على اطلاق النفي ، انتهى كلام الشيخ تقي الدين ..

وهذا ما نقلناه من رسالة الشيخ محمد بن عبدالوهاب رحمه الله ، وقال في تلك الرسالة :

ومن كلام أبي الوفا ابن عقيل قال : وأنا اقطع أن أبابكر وعمر ما عرفا الجوهر والعرض ، انتهى .

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بناء الكعبة
بين الأمس واليوم

ورد في الأثر أن أول من بنى الكعبة الملائكة بأمر العزيز الجليل . فقد أمرهم ببناء بيت على قواعده وتحت عرشه . ثم خلق الله آدم عليه السلام من صلصال كالفخار ونفخ فيه من روحه فصار بشرا سويا ، وخلق منه زوجه ، وقال لهما ﴿ .. يا آدم اسكن انت وزوجك الجنة وكلا منها رغداً حيث شئتما ولاتقربا هذه الشجرة فتكونا من الظالمين . فأزلهما الشيطان عنها فأخرجهما مما كانا فيه ، وقلنا اهبطوا بعضكم لبعض عدو ولكم في الأرض مستقر ومتاع الى حين ، فتلقى آدم من ربه كلمات فتاب عليه انه هو التواب الرحيم ﴾ (البقرة : ٣٥ - ٣٧).

وعن عمرو بن العاص رضى الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ (بعث الله جبريل الى آدم وحواء فقال لهما ابنيا لي بيتا ، فخط لهما جبريل فجعل آدم يحفر - وحواء تنقل التراب - حتى أجابه الماء ، ونودى من تحته : حسبك يا آدم .. فلما بنيا أوحى الله سبحانه وتعالى اليه ان يطوف به وقيل له : انت أول الناس وهذا أول بيت .. ثم تناسخت القرون حتى رفع ابراهيم القواعد) أو كما قال .

وقال الفخر الرازى : إن آدم عليه السلام لما هبط الى الأرض شكا الوحشة وقال : (يارب .. مالى لا أسمع أصوات الملائكة ولا أحسهم ؟ فأمره عز وجل ببناء الكعبة والطواف بها . وقد بنى آدم عليه السلام الكعبة على القواعد المثبتة في الأرض وطاف بها . ومن بعده طاف أولاده . وبقى ذلك الى زمان نوح عليه السلام .. فقد ظل الانسان يلوذ بالكعبة ويطوف بها وهو يردد ذلك الهتاف الخالد (لبيك اللهم لبيك .. لبيك لاشريك لك لبيك .. إن الحمد والنعمة لك والملك لاشريك لك ..) .

عهد الظلام الأول

وتعاقبت الليالى ، والايام ، والشهور والسنوات ، والاجيال ، والقرون .. ونسى الانسان ربه أو كاد . وخيم على الدنيا ظلام من الجهل والضلال ، وصار يبحث عن ربه بين الاصنام والتماثيل . وارتدت البشرية الى الوراء ضاربة في أعماق الوثنية ، فأرسل الله سبحانه وتعالى رسوله « نوح » ، وبقى في قومه يدعوهم الى التوحيد ألف سنة الا خمسين عاما ، جادلهم بالحق ليدحض به الباطل ، وحاورهم بالمنطق ، وعزز قوله بالادلة والبراهين . ولكنهم عصوه واستكبروا استكبارا ، ولما يئس منهم خاطب ربه جلت قدرته داعيا عليهم : ﴿ وقال نوح رب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاتذر على الارض من الكافرين ديارا إنك إن تذرهم يضلوا عبادك ولايلدوا إلا فاجرا كفارا ﴾ (نوح آية ٢٦ ، ٢٧) .

فجاء الطوفان الذى قضى على كل شيء الا من نجا مع نوح في السفينة من المؤمنين . واندثرت الكعبة الشريفة مع ما اندثر . واختفت القواعد التي وضعتها الملائكة .

بناء ابراهيم عليه السلام

ومرت أحقاب من الزمان حتى جاء جبريل عليه السلام الى سيدنا ابراهيم ، ينقل اليه امر ربه بأن يبنى الكعبة على قواعدها ويرشده اليها ﴿ واذ يرفع ابراهيم القواعد من البيت واسماعيل ، ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم ، ربنا واجعلنا مسلمين لك ومن ذريتنا أمة مسلمة لك وأرنا مناسكنا وتب علينا انك انت التواب الرحيم ، ربنا وابعث فيهم رسولا منهم يتلو عليهم آياتك ويعلمهم الكتاب والحكمة ويزكيهم إنك انت العزيز الحكيم ﴾ (سورة البقرة ١٢٧ - ١٢٩) .

ولكن كيف جاء سيدنا ابراهيم الى مكان الكعبة ؟ وكيف وجد معه ابنه اسماعيل في نفس المكان ؟ ثم كيف أراهما الله سبحانه وتعالى مناسكهما وما أعقب ذلك من أحداث ؟ .

ابراهيم والأصنام

شب ابراهيم صغيرا في أهله بأرض العراق في مدينة (أور) . وكان ابوه آزر يصنع الاصنام ويبيعها . ولكن ابراهيم منذ طفولته كان يسخر من الأصنام ويضحك عليها ، فهى لاتضر ولاتنفع ، وكان ذلك يغيظ أباه والكهنة ، فكان يضربه ويؤنبه على تصرفه هذا . ولكن ابراهيم كان دائما يصر على رأيه ، حتى ان اباه حمله اصناما ليبيعها ، فوقف في السوق ينادى « من يشترى أصناما لاتضر ولاتنفع » وسمع الكهنة نداءه وثاروا عليه وعلى أبيه الذى حاول ضربه ، فاندفع ابراهيم يجرى الى ان وصل الى شاطىء الفرات وصار يغمس الاصنام في الماء ويقول لها (اشربى ، الماء عذب ، لماذا لاتشربين) فرآه بعضهم ، فنقل ذلك الى الكهنة وأبيه . ولما أراد ابوه أن يبطش به اندس ف قبو عميق في البيت مع التماثيل ورأى الحشرات في القبو تعبث بالتماثيل وهى عاجزة عن حماية نفسها فقال في نفسه :

(عجبا كيف يسجدون لآلهة لاتملك ان تصد عن نفسها حشرات صغيرة حقيرة تعبث بها على هذا النحو) .

وهكذا نشأ ابراهيم وهو يبحث عن الله الواحد الأحد ، ويمو ويترعرع كارها ملة أهله عبدة الاصنام ، حاول فكره أن يهديه الى عبادة الكواكب والقمر والشمس ، ولكنها كلها أفلت الى أن جاءه اليقين من عند الله في الوقت الذى اختاره الله عزّ وجل ، فحاول هداية أبيه وأهله ، ولكنهم كفروا بالله وحاولوا احراق ابراهيم عليه السلام فنجاه الله من النار ﴿ قلنا يانار كونى بردا وسلاما على ابراهيم ﴾ (الانبياء - ٦٩) .

واستيأس من أهله فهاجر الى الله .. الى أرض كنعان في فلسطين . وهناك أقام وقد آمن به نفر قليل وهاجر معه من العراق سيدنا لوط عليه السلام وأقام في مكان غير بعيد من مدينة سيدنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابراهيم .

وكان ابراهيم قبل هجرته قد تزوج من ابنة عمه سارة التى آمنت به وأسلمت لله وبدأ كفاحه في أرض كنعان لنشر الدين الحنيف والدعوة للوحدانية فاستعان الكنعانيون عليه بفرعون مصر فهزم جيش ابراهيم وكانت سارة زوجة سيدنا ابراهيم من الأسرى .

وتروى الاحاديث أن فرعون حاول الاحتفاظ بسارة كجارية له ، ولكن الله حماها منه ، فكانت يده تشل كلما امتدت اليها . وعندما سألها أوضحت له دينها دين التوحيد وزوجها رسول ذلك الدين فرعاه فرعون واكرمه وبقى ابراهيم وسارة في أرض مصر ماشاء الله لهما ومن معهم من المؤمنين ثم عنّ له العودة الى أرض كنعان فاستأذن فرعون فأكرمهم واهدى سارة جارية مصرية كانت أميرة من أميرات مصر هي هاجر التى أحبت ساره ورغبت في أن تصحبها .

وعاد ابراهيم وأصحابه الى أرض كنعان وعاش فيها ماعاش سعيدا بدعوته الى دين التوحيد وبحياته مع زوجته ولم يكدر صفوهما سوى عجزهما عن الانجاب وقد تقدمت بهما السن .

ودخلت ساره على زوجها فى صومعته وهو يتعبد وقالت له :

– يعز عليّ أن أراك حزينا على الولد الذى حُرمته منى يانبى الله .

– انها ارادة الله يا ابنة العم .. وعلينا أن نخضع دائما لما أراده الله سبحانه .

ولكن ابراهيم بوحي من ربه كان يشعر أن الله لن يحرمه الولد . وظل يدعو ربه تضرعا سائلا إياه الذرية ، وكذلك كانت تفعل ساره ، وذات يوم احست فجأة بأنها عليها واجبا نحو زوجها ، إذ تقدم بها العمر ولا أمل في أن تنجب . فهاهى ذى هاجر امرأة شابة وجميلة وقادرة على الانجاب . واذا بها تهدى جاريتها الى ابراهيم طالبة منه أن يتزوجها عسى أن يرزق منها بالولد .

وجاءت اللحظة الحاسمة

دخل سيدنا ابراهيم بزوجه الشابة التى أهدتها اياه سارة فحبلت هاجر ، ففرح ابراهيم ، وفرحت سارة ، ولكن الغيرة السوداء بدأت تأكل قلب سارة ، وصارت تتألم في صمت محاولة كبت غيرتها وأحزانها ، فلما لم تفلح ذهبت الى ابراهيم وقالت له :

– لقد دفعت اليك بهاجر فلما حبلت منك ترفعت عليّ وتعالت .

فأجابها ابراهيم :

– هي لك افعلى بها ماتشائين .

وجاءت اللحظة الحاسمة ووضعت هاجرا ولدا هو اسماعيل ، واستقبل ابراهيم – عليه السلام – البشرى سعيدا وراح يصلى شكرا لله وحمدا له ، ثم اندفع يحمل الطفل ويقول :–

رب انى أعيذه بك وذريته من الشيطان الرجيم .

وازدادت نيران الغيرة في قلب سارة ، وصارت تصرخ وتتألم كلما سمعت بكاء الطفل أو ضحكه . وتألم سيدنا ابراهيم فما كان منه الا ان يستخير ربه الذى أمره بحمل هاجر وولدها ، والتوجه حيث تقودهم ارادة الله .

ونفذ ابراهيم ما أمر به . وسارت العائلة حيث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقودهم ارادة الله .
وبدأت مرحلة جديدة في تاريخ الكعبة الشريفة .

وادٍ غير ذي زرع

وصلت العائلة الشريفة الى وادى مكة ، وهو وادٍ قفر لاماء به ولانبات . أوقف ابراهيم دابته (وقيل انها البراق) وأنزل الطفل وامه واستدار راجعا ، فاشفقت الام وسألت ابراهيم (اتتركنا فى هذا الوادى الجرد ..؟) ولكنه لم يرد عليها وكَرّ راجعا من حيث أتى ، فنادته : أتلك ارادة الله ؟ فأجابها بالايجاب ، فاستسلمت لارادة الله وعادت الى الطفل تهدهده .

نفد ماعندها من زاد وماء ، وقامت تبحث وصار الطفل يبكى ويصرخ في أسفل الوادى وهى تعتلى التباب والهضاب علها ترى آثار ماء أو بشر . وصارت تنتقل من « الصفا » عن يمينها ثم تجرى مهرولة الى « المروة » عن يسارها تتطلع الى الافق بين السماء والارض وصراخ الوليد يأتيها من بعيد ، وفى شوطها السابع وهى على « المروة » رأت ماظنته سرابا تحت اقدام الطفل فنزلت تستوضح فاذا الماء يتدفق من تحت الطفل ويسيل في الوادى ، فحمدت الله كثيرا وشكرته ، وسقت طفلها . وجاءها اليقين بأن الله لن يتخلى عنهما مادام قدومهما الى هذه البقعة بأمر من الله .

وعاشت هاجر وابنها ما عاشت . واخضر الوادى من حولهما . وبينا هم على ذلك الحال أتاهم إبراهيم (وكان يزورهم الفينة بعد الفينة) . فرأى المعجزة التى تحققت وشكر لله رحمته . واذا بقافلة من قبائل اليمن يقال انها جرهم ساقها الطريق قريبا من المنطقة فلاحظ رئيس القافلة طيرا يحلق في السماء قبالة وادى مكة فدهش لهذه الظاهرة لعلمه أنها أرض قفر فأرسل من جاءه بخبر المرأة وطفلها والعين والماء والخضرة ، فاستأذنوا هاجرا للمقام بجوارها فرحبت بهم ضيوفا . ثم أرسلوا في طلب بقية أهلهم عندما وجدوا غزارة الماء وطيب المقام . ثم جاءت قبائل أخرى من الأعراب مثل العماليق وغيرهم وبنوا البيوت فامتلأ المكان وأصبح الوادى مدينة صغيرة تنبض بالحياة .

وفديناه بذبح عظيم

عاد ابراهيم - كعادته - لزيارة هاجر واسماعيل فوجده قد صار يافعا . وكان ابراهيم فرحا بمقدم ابنه إسحق من سارة التى بشرتها الملائكة بمولده ، وكانت قد تخطت مرحلة اليأس ، ونام ابراهيم تلك الليلة ، فإذا به يرى في المنام انه يذبح ابنه إسماعيل . فأدرك انه أمر من الله ، عندئذ قام مذعورا مستسلما ، وأمر ابنه أن يحمل سكينا وحبلا وأن يتبعه إلى جبل « تبير » أحد جبال « منى » فما كان من اسماعيل الا أن اطاع أباه .

وهنا مر ابراهيم بامتحان رهيب ، سارا صامتين وابراهيم يتذكر ماعاناه قبل ولادة إسماعيل وبعد ولادته . وبينما هو في إطراقته هذه قابله شيخ كبير فقال له :

الى أين ؟

قال ابراهيم :

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

— الى حيث أريد .
— وماذا تريد ؟
— وماشأنك انت ؟
— لقد جئت لتذبح ولدك كما رأيت في منامك .

فأدرك ابراهيم عليه السلام ان هذا هو ابليس اللعين فقال له :

— اغرب عني أيها اللعين . اغرب ياعدو الله ، فلن يمنعني عن تنفيذ أمر ربي أحد مهما كان .

ولم يبتعد إبليس بل صار يوسوس له ، فرجمه اسماعيل بسبع حصيات . ولما لم يفلح إبليس مع كليهما ، ذهب الى هاجر — فهي امرأة وقد يكون اسهل عليه غوايتها . فزجرته هي الأخرى ورجمته بسبع حصيات .

وعندما وصل ابراهيم واسماعيل الى جبل « ثبير » دار بينهما الحوار الخالد الذى أورده القرآن الكريم :

﴿ فلما بلغ معه السعي قال يابني انى أرى في المنام أنى اذبحك فانظر ماذا ترى ، قال يا أبت افعل ماتؤمر ستجدني ان شاء الله من الصابرين ﴾ (الصافات — ١٠٢) . ووقف ابراهيم عليه السلام يفكر في الكيفية التي ينفذ بها أمر ربه دون تردد . فلما أحس اسماعيل بما في نفس أبيه قال له :

— يا أبت اشدد وثاقي واشحذ شفرتك فان الموت شديد وانى لأخشى ان اضطرب عنده ، وكبني لوجهي على جبيني ولاتضجعني لشقي فانى اخشى إن نظرت الى وجهي أن تأخذك الرحمة فلا تنفذ أمر الله فيّ وان رأيت أن ترد قميصي على أمي ، فافعل عسى أن يكون هذا أسلى لها عني .

فقال ابراهيم عليه السلام :

— نعم الولد انت يا اسماعيل .. نعم العون على أمر الله .

وفي هذه اللحظات العظام الحاسمة تعلق مصير الاسلام كله ومصير العرب ومصير الكون بين شفرة ابراهيم ورقبة اسماعيل .

وجاء نداء الرد الفوري من الحق عز وجل بأنه اجتاز الاختبار العظيم ﴿ وناديناه ان يا ابراهيم قد صدقت الرؤيا إنا كذلك نجزي المحسنين . ان هذا لهو البلاء المبين . وفديناه بذبح عظيم ﴾ (الصافات : ١٠٤ — ١٠٧) .

وهكذا اراد الله جلت قدرته ان يرى ابراهيم واسماعيل مناسك الحج على مدى سنين هي تجربة سيدنا ابراهيم وسيدنا اسماعيل وهاجر ؛ عندما رفع ابراهيم القواعد من البيت واسماعيل سألا الله سبحانه وتعالى أن يريهما مناسكهما ، فكانت التجربة القاسية والاختبار العظيم الذى مر بهذه العائلة الكريمة منذ أن وطئت أقدامهم الارض الطاهرة حتى إقامة الكعبة المشرفة .

هذه التجربة التي تعلق بها مصير المسلمين والاسلام في تلك اللحظات ، هي التي وضعها الله سبحانه وتعالى مناسك للحج لابراهيم واسماعيل وذريتهما من بعدهما لتكون مناسك تتكرر في كل عام من ذلك اليوم وحتى قيام الساعة . وأصبح الحج فريضة على المسلمين وعلى نفس الأسس والقواعد التي علمها رب العالمين خليله إبراهيم ، وابنه اسماعيل .

الحجر الأسود أو الحجر الاسعد

جاء دور الحجر الاسعد .

ويقال في الأثر إن ابراهيم عليه السلام طلب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

من اسماعيل ان يأتيه بحجر يضعه في ركن الكعبة الشرق حتى يكون معلما يبدأ منه الطواف . ويقال إنه كان حجرا يقف عليه اسماعيل ليرتفع عن الارض حتى يمكنه أن يمد مواد البناء لابيه . ويقال إن اسماعيل ذهب الى بطن الوادى يبحث عن حجر مميز يصلح لهذه الغاية ، وتأخر في البحث فجاء جبريل عليه السلام بالحجر الأسعد وكان الله سبحانه وتعالى قد أودع هذا الحجر جبل ابى قبيس (اسم رجل من جرهم) فى مكة حين غرقت الأرض في طوفان نوح عليه السلام . فوضعه جبريل – عليه السلام – في مكانه . وعاد اسماعيل فرأى الحجر الاسعد ، فأخذته الدهشة من شكله وضوئه ، فقد كان يتلألأ بنور وهاج اضاء ماحوله فسأل أباه :

– ماهذا يا أبت ؟ ومن جاءك بهذا الحجر؟

فرد ابراهيم :

– جاء به من لم يكلنى اليك .

واكتمل بناء البيت فكان ارتفاعه تسعة أذرع وطوله من الركن الشمالى الى الركن الشرق عند الحجر الاسود اثنين وثلاثين ذراعا ، ومن الغرب الى الركن اليمانى واحدا وثلاثين ذراعا ، ومابين الحجر الاسعد والركن اليمانى عشرين ذراعا ، ومن الركن الشمالى الى الغربى من جهة حجر اسماعيل اثنين وعشرين ذراعا .

ولم يكن له سقف وكان له بابان أحدهما من جهة الشرق مما يلى الحجر الأسعد والآخر قبالته من الغرب مما يلى الركن اليمانى ، ولم تكن على فتحات الابواب أبواب . ثم حفر بداخله بئر يكون خزانة له .

وعند ذلك جاء جبريل عليه السلام وأرى ابراهيم المناسك كلها . ثم قام ابراهيم عليه السلام الى المقام فحمد الله واثنى عليه وقال :

– يا أيها الناس ان الله عز وجل بنى بيتا فحجوه . يا ايها الناس اجيبوا ربكم . يا ايها الناس كتب عليكم الحج . فأجابوه :

– لبيك اللهم لبيك .

والحج الذى اذن به ابراهيم عليه السلام .. خامس أركان الاسلام .

﴿ ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا ﴾ آية ٩٧ (آل عمران) .

مراحل بناء الكعبة

نورد هنا وبايجاز دون تفصيل المرات التى بنيت فيها الكعبة :

* فقد بنتها الملائكة بعد أن وضع جبريل قواعدها بأمر البارى جل وعلا . وبقيت على ذلك زمانا .

* أما البناء الثاني فقد بناه ابونا آدم عليه السلام ، اذ استوحش عند هبوطه للارض فأمره الله ببناء البيت والطواف حوله ومر على ذلك زمان . ويقال ان بناء آدم لم يرتفع عن الارض الا قليلا .

* أما البناء الثالث فقد بناه أولاد آدم من بعده ، وبقي ردحا من الزمان حتى ازال معالمه طوفان نوح واختفت آثاره تحت الركام ردحا من الزمان .

* أما البناء الرابع فبناه الخليل ابراهيم عليه السلام وقد وردت تفاصيله وهو الثابت بالكتاب .

* بقي بنو إسماعيل من بعده بمكة حول البيت مع خؤولتهم من « جرهم » ومعهم قوم يقال لهم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

العماليق ، سكنوا مكة منذ قدومهم مع جرهم ، مستأذنين هاجر . وقد ورد في الاثر ان البناء الخامس والسادس بنته العمالقة ، ثم جرهم . ويقال عكس ذلك ، والأرجح ان العمالقة بنته أولا ثم جرهم ، بعد أن فارقوا مكة الى اليمن ثم عادوا مرة أخرى .

* واما البناء السابع فقد بناه قصى بن كلاب ابن مرة وهو من نسل اسماعيل ، وقد استولى على حجابة البيت وأمر مكة . وكان أول رجل من بنى كنانة اصحاب مكة يصير ملكا ، فكانت اليه الحجابة والرفادة والسقاية والندوة ، واللواء ، والقيادة . وهو الذى جمع أمر قريش فسمى مُجَمِّعاً وقيل سميت قريشا لتجمّعهم على قصى ، والتقرش هو الاجتماع ، وماكانت تسمى قريش قبل ذلك قريشا .

* البناء الثامن : واستمرت قريش تقدس الكعبة وترعاها بالرغم من زوال الكثير من ديانة أجدادهم ابراهيم واسماعيل عليهما السلام . ويقال إن امرأة جمرت الكعبة بالبخور فطارت شرارة من مجمرها في استار الكعبة فاحترق أكثر خشبها ، ثم جاء سيل عظيم دخلها وخرب جدرانها فأرادت قريش بناءها .

* واراد الله أن يرمى البحر بسفينة الى ساحل جدة ومعها رومى يقال له باقوم فخرج الوليد بن المغيرة في نفر من قريش وابتاعوا خشب السفينة وطلبوا من باقوم القدوم معهم - فقد كان نجارا - ليساعدهم في سقف الكعبة .

وكانت حية عظيمة قد سكنت بئر الكعبة التى توضع فيها هداياها لايقربها أحد الا كشرت فيه وارعبته ، فبعث الله صقرا عظيما اختطفها . وبذلك تمكنت قريش من اعادة بناء الكعبة .

وكان ذلك في السنة الخامسة والعشرين أو الخامسة والثلاثين من ميلاد الرسول عليه أفضل الصلاة والسلام ، وهو الذى اختارته قريش ليصلح في خلاف قبائلها فى وضع الحجر الاسود فخلع رداءه ووضع الحجر عليه ثم جمع القبائل على اطرافه وحملته الى موضعه من حائط الكعبة .

واستمر أمر الكعبة على ماهى عليه حتى البعثة المحمدية ، وجاء الفتح وازيلت الاصنام من حول الكعبة ورجع العرب الى دين التوحيد ، وظل الحجيج يطوفون بالبيت ليل نهار ، ولم يتغير فيه غير توسعة الحرم في عهد سيدنا عمر رضى الله عنه ثم سيدنا عثمان رضى الله عنه ، وذلك بهدم بعض الدور من حول الكعبة . أما بناء الكعبة فظل كما هو .

* وأما البناء التاسع فهو بناء عبد الله بن الزبير رضى الله عنه فقد امتنع عن بيعة يزيد بن معاوية ، فأرسل هذا الحصين بن نمير لقتاله . وتحصن الزبير بمكة فرماه جيش الأمويين بالمنجنيق فأصاب بعض أحجارها . ولما مات يزيد وهزم الحصين أعاد عبدالله بن الزبير بناء الكعبة وهدم القديم منها حتى وصل الى قواعد سيدنا ابراهيم واقام الكعبة عليها لما سمعه من قول عائشة رضى الله عنها كما في الصحيحين أنها قالت :

قال رسول الله ﷺ (ياعائشة لولا أن قومك

حديثو عهد بشرك لهدمت الكعبة فألزقتها بالارض ولجعلت لها بابا شرقيا وبابا غربيا ، وزدت فيها ستة

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أذرع من الحجر ، وان قريشا استقصرتها حين بنت الكعبة فان بدا لقومك من بعدى ان يبنوه فهلمى لأريك ماتركوا منه ، فأراها قريبا من سبعة أذرع) فاستشار عبدالله بن الزبير من بقى من الصحابة . وأكمل بناء الكعبة وطيبها واعتمر يومها . وكان ذلك في سنة ٦٤ للهجرة . ولعل ذلك كان في أواخر رمضان .

* وفي سنة ٧٣ هـ جاء الحجاج بن يوسف الثقفى بعسكر كبير من قبل عبدالملك بن مروان ، وحاصر مكة أشهرا ، حتى قضى على ابن الزبير ، ودخل مكة ، وكتب الى عبدالملك ان ابن الزبير زاد في الكعبة ماليس فيها ، فأمره عبدالملك بإعادة بنائها على ماكانت عليه في زمن الرسول عليه أفضل الصلاة والسلام ، وقد فعل ، وكان ذلك هو البناء العاشر للكعبة .

توسيع الحرم المكى

لقد استجاب الله لدعاء ابراهيم عليه السلام فبعث رسولا من ذريته . فبعد أكثر من ألفين وستمائة عام جاء محمد ﷺ يتلو آيات الله ويعلم خلقه الكتاب والحكمة . وقد أتم محمد ﷺ الحنيفية ديانة ابراهيم واسماعيل . وفي السنة التاسعة للهجرة أقيم الحج لأول مرة في الاسلام حسب المناسك الصحيحة تحت قيادة سيدنا « أبي بكر الصديق » رضى الله عنه . ثم جاء الرسول ﷺ حاجا في السنة العاشرة للهجرة مع مائة وأربعة عشر ألفا من المسلمين ، ومنذ ذلك الوقت والاسلام ينتشر في مشارق الأرض ومغاربها ، واخذ الحجيج يأتى كل عام أفواجا وفي تزايد مستمر مما استدعي توسعة الحرم المكى عدة مرات بدأت أولها في عهد سيدنا عمر بن الخطاب رضي الله عنه في السنة السابعة عشرة للهجرة . وكان آخرها في سنة ١٣٩٨ هجرية في عهد العاهل السعودي الراحل خالد بن عبدالعزيز ، حسب التفصيل الاتى :

* لما انتشر الاسلام وعمت دعوته الامصار زاد عدد الحجيج بدرجة ضاق بهم المسجد وتعذر الطواف والصلاة . وحين وصل سيدنا عمر رضى الله عنه لأداء العمرة في السنة السابعة عشرة للهجرة رأى ما أصاب البيت من تصدع من جراء سيل ام نهشل وكيف ضاق المسجد بالمصلين ، فأمر بتوسعته ، وأمر بهدم الديار التى تحيط بالمسجد وسد يمنع السيول من الوصول اليه .

* واستمر الامر كذلك عشر سنوات وقد احس الخليفة سيدنا عثمان بن عفان بالحاجة الى التوسيع مرة أخرى فأخذ مزيدا من الدور وهدمها وضم أرضها للمسجد وأدخل الاروقة حول المسجد لاول مرة .

* بعد اصلاحات سيدنا عثمان استمر الحال الى ان بنى الكعبة عبدالله بن الزبير رضى الله عنه في عام ٦٥ للهجرة واصلح ووسع في المسجد .

* ثم بنى الحجاج بن يوسف ماهدمه من الكعبة أثناء حصاره لعبدالله بن الزبير وجاء عهد الوليد ابن عبدالملك بن مروان فزاد في توسعة المسجد وجلب له الاعمدة الرخامية من مصر والشام وكان ذلك عام ٩١ هـ .

* ان فن العمارة في العهد الاموى الذى استمر حتى عام ١٣٢ هـ قدم للعالم الاسلامى بعض الابنية الفخمة المشيدة بالاحجار المنحوتة والأروقة المقامة على أعمدة من الرخام . وكانت ابنيتهم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مزخرفة من الداخل بزخارف بديعة من الرخام والموزاييك وبعض هذه الاساليب الفنية قد اتبع في زخرفة المسجد الحرام .

وعندما دالت دولة الأمويين طرأ على الفن المعماري تغيير شديد في ظل الدولة العباسية التي تأثرت بالنفوذ الفارسي الساساني ، وكان التخطيط المحوري والفخامة من المميزات الخاصة بهذا العهد ، كما كان البناء بالطوب المغطى بالجص المزخرف أحد مظاهر هذا العهد ، وظهرت البواكي ذات الاربعة محاور كشكل جديد ، ويرجع ظهور الاقواس في المسجد الى هذا العصر كما أدخل القرميد اللامع .

★ بعد ذلك توالت التوسعات على المسجد . ففي عام ٢٨٤ هـ ادخل الخليفة العباسي جزءا من دار الندوة في المسجد ، ثم ضم الجزء الباقي من الدار وسمي باب الزيارة ، وفي عام ٣٠٦ هـ اضاف المقتدر العباسي جزءا الى المسجد سمي باب ابراهيم ، وبذلك اتسع المسجد الحرام الى المساحة التي ظل يشغلها في عام ١٣٧٥ هـ .

★ احترق جزء من المسجد عام ٨٠٢ هـ واعيد اصلاحه وبناء الجزء المنهدم في عهد المماليك في مصر ، ثم أعيد بناء المسجد كلية تقريبا في العهد العثماني ، وبدأ العمل تحت اشراف المهندس التركي سنان الذى هدم المسجد مبتدئا بباب السلام ، وأعاد البناء على نمط معماري جديد . وادخلت اصلاحات وزخارف كثيرة على المسجد والكعبة في العهد العثماني وظل الحال حتى عام ١٣٧٥ هـ .

مشروع الملك عبدالعزيز آل سعود لتوسعة المسجد الحرام

بدأ العمل في هذا المشروع الضخم في عام ١٣٧٥ هـ بتوسعة الحرم وهدم المزيد من المباني حوله وضمها الى المسجد الحرام ، وأعيد بناء المآذن والرواقات . وبعد اكمال هذا العمل الضخم الذى تناسب مع انتشار الاسلام وسهولة القدوم الى الحج من أقصى بقاع الارض ، وزيادة الأمن في الطرق والاقامة في البلد الحرام . بعد ان أكتمل هذا العمل بدأ العمل في مشروع توسعة المطاف وتصريف مياه الحرم وذلك في عام ١٣٩٨ هجرية .

مراحل العمارة

لقد كان بناء الحرم الجديد عملية كبرى استغرقت اكثر من عشرين عاما يمكن أن تقسم مراحل تنفيذها الى أربعة

المرحلة الأولى : بنى القسم الخاص بالمسعى بين الصفا والمروة فوق الممر التاريخي العام الذى كان له في ذلك الوقت غطاء معدني مجلفن للسقف . وفي بادىء الامر أقيم الهيكل الخرساني للمبنى ووضعت عينة من الحجر على البواكي الاحدى عشرة .

★ المرحلة الثانية : بدأت العمارة وتم الجزء الخارجي للمبنى الجديد . وعند عمل الحفريات في هذه المنطقة وجد أن أرضية التحميل الطبيعي تقع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

على عمق أربعة أمتار من مستوى الأرض الحالية التى امتلأت بالردم الحالى الذى لم يكن قد فكر فيه المعماريون اصلا .

وفي هذه المرحلة وسعت منطقة المطاف الى شكلها الحالى كما اقيمت السلالم الحالية لبئر زمزم .

★ المرحلة الثالثة : بدأت هذه المرحلة بقرار تاريخى حكيم للملك فيصل بن عبدالعزيز – رحمه الله – بتعديل التصميم الأصلى الذى وضعه الجوينى والاحتفاظ بالمسجد العثمانى .

وقد اتخذ هذا القرار بعد أن عقد مؤتمر كبير من المهندسين المعماريين المسلمين في مكة عام ١٣٨٧ هـ ليطلعوا على البدائل الممكنة لتطوير التصميم الذى أوصى به المؤتمر بإزالة جزء كبير من المبنى العثمانى . ولكن الملك فيصل رأى ان اندماج القديم بالجديد سيحقق شعورا عميقا بالاستمرار . وهكذا وضع الاقتراح بالدمج بواسطة الجوينى . وفي نفس الوقت بنيت المكبرية وشقت الطرق المحيطة بالحرم الشريف وأنشئت الميادين والدكاكين .

★ المرحلة الرابعة : تم تجديد الحرم القديم وسقطت أركانه لتسمح بانشاء البوابات الثلاث الرئيسية وأصبح المسجد الحرام كاملا الآن . ويعتبر بحق من أضخم الانجازات العالمية وأعظمها اثرا ، وأصبح رائعة من روائع الفن المعمارى الاسلامى حديثه وقديمه .

الحجر الاسعد

لقد أوردنا قصة الحجر الاسعد مع سيدنا ابراهيم ، وهذا الحجر المقدس الذى يبدأ الطواف منه والذى قبله رسول الله ﷺ فقبلته الملايين من بعده .

هذا الحجر الذى يرمز الى اشياء كثيرة وعظيمة – قد يضيق المجال الآن عن ذكرها – شهد القرون وشهد الاحداث وهو باق كما هو وقد مرت به هو نفسه أحداث وجب تسجيل بعضها هنا :

فعندما هزلت دولة العباسيين ، واجتاحت الدولة العباسية العقائد الملحدة الفاجرة ، جاء القرامطة – وهم جماعة من أهل الباطنة يدينون بديانات المجوس القديمة ويدعون الاسلام في الظاهر – فحرفوه كما يريدون . وفي سنة ٣١٧هـ ، دخل عدو الله أبو طاهر القرمطى بحصانه الحرم الشريف وهو مخمور والناس يطوفون بالكعبة وصفر لحصانه حتى لوث الحرم وصاح في الطائفين ان كفوا فلما لم يفعلوا أمر رجاله أن يحاصروا المكان وهم كثر ، وطفق يضرب في الرقاب فأفنى عددا كثيرا ، ثم نزع الحجر من مكانه وحمله مع ما حمل من كنوز الكعبة وكسوتها وبابها الذهبى الى بلدته (هجر) وبقى الحجر عنده اثنين وعشرين سنة ، وظل مكانه خاليا في ركن الكعبة حتى أعاده سنبر ابن الحسن القرمطى في يوم النحر من سنة ٣٣٩ للهجرة .

ويذكر التاريخ ان قوما قد سرقوا الحجر الاسعد في عهد جرهم قبل البعثة المحمدية ودفنوه في مكان أسفل مكة . وتصادف أن رأتهم امرأة من خزاعة فأخبرت بذلك قومها فأعادوه الى مكانه ، وقيل اعاده قصى بن كلاب القرشى الى مكانه .

كما فكر بعض الملحدين في سرقة الحجر أو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحطيمه بعد حادثة القرامطة واستأجروا روميا أغروه بالمال الكثير وجاء بملابس فضفاضه يحمل في داخلها سيفا وأجنة ومطرقة – وكان ذلك في يوم النفره – فلم يكن بالحرم الا نفر قليل ، وحاول خلع الحجر فلم يفلح ، ثم ضربه بالأجنة والمطرقة فكسرت منه ثلاث شظايا وحدثت فيه شقوق ، ورآه المصلون فعاجله أحدهم بخنجر فأرداه قتيلا ، واجتمع عليه الناس فقطعوه اربا ثم احرقوا جثته .

وفشلت أيضا آخر المحاولات

وفي آخر شهر المحرم من عام ١٣٥١ هـ دخل المسجد الحرام رجل فارسي من بلاد الافغان وطاف مع الطائفين بالكعبة ، وانتهز فرصة انشغال الناس بالطواف ، ثم تسلل الى الحجر الاسعد فاقتلع منه قطعة . وسمع الناس صوت المعول وهو يضرب الحجر فاجتمعوا عليه واعتقلوه ووجدوه يخفي في ثيابه قطعة من كسوة الكعبة ، وقطعة من فضة المدرج بين بئر زمزم وباب بنى شيبه .

وقدم الرجل للمحاكمة وظهر انه مكلف من قبل جهة لم يفصح عنها وقال إنهم أعطوه نصف المبلغ ووعدوه بالباقي عند تنفيذ المهمة ، وأنه أخذ هذه الاشياء ليقنعهم بأنه أدى المهمة . وانتهت محاكمته بإعدامه حرقا كما فعل بسابقه . وبقي الحجر . وبقيت الكعبة المشرفة . وستبقى حتى قيام الساعة ان شاء الله .

وقفات مع الحجيج عبر التاريخ

بعد أن ران على الأرض الطاهرة زمان من الجهالة والشرك واندثرت ديانة ابراهيم واسماعيل عليهما السلام ، وبقى من الحج صور باهتة في عقول العرب ، بعد كل الاحقاب التي مرت ، آن الاوان أن يستجيب الله لدعوة سيدنا ابراهيم عليه السلام وبعث فيهم رسولا منهم يتلو عليهم آيات الله ويعلمهم الكتاب والحكمة . وجاءت الدعوة المحمدية وجاهد الرسول عليه الصلاة والسلام أهل مكة ، وهاجر الى المدينة ، ثم جاءه النصر من عند الله وجاءه الفتح ودخل مكة منتصرا ، وحطم الاصنام ، وارتفعت كلمة لا إله الا الله محمد رسول الله . ثم رجع صلى الله عليه وسلم الى المدينة ، وذلك في السنة الثامنة للهجرة . وفي السنة التاسعة أمر سيدنا « ابا بكر » فجاء حاجا . وفي السنة العاشرة حج رسول الله ﷺ وكانت حجة الوداع .

حجة الوداع .

لما دخل ذو القعدة من السنة العاشرة للهجرة راح النبي ﷺ يجهز للحج وأمر الناس بالتجهز له . وعن عائشة رضى الله عنها قالت : خرج النبي ﷺ الى الحج لخمس ليال بقين من ذى القعدة ولايذكر الناس الا الحج ، حتى اذا كان بسرف وقد ساق رسول الله معه الهدى وأشراف من أشراف الناس ، وأمر الناس أن يحلوا بعمرة الا من ساق الهدى .. قالت : ودخل رسول الله ﷺ مكة فحل كل من كان لاهدى معه ، وحل نساءه بعمرة ، فلما كان يوم النحر أتيت بلحم بقر (كثير) فطرح في بيتي ، قلت : ما هذا ؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قالوا ذبح رسول الله ، عن نسائه ، البقر .

وفي تلك الحجة الفريدة أحس الرسول صلى الله عليه وسلم وقد أتاه اليقين بأنه بلغ الرسالة وأدى الأمانة ونصح الأمة ، ورأى أن يؤكد للمسلمين مناسكهم ويجدد لهم معالم دينهم وقد حج معه حوالى مائة وأربعة عشر ألفا من المسلمين ، فاذا كان يوم عرفه وقف عند جبل الرحمة ، فحمد الله واثنى عليه ثم قال

(أيها الناس، اسمعوا قولي، فإني لا أدري، لعلي لا ألقاكم بعد عامي هذا ، بهذا الموقف أبدا . أيها الناس إن دماءكم وأموالكم عليكم حرام ، الى أن تلقوا ربكم كحرمة يومكم هذا ، وحرمة شهركم هذا ، وستلقون ربكم فيسألكم عن أعمالكم . وقد بلغت . فمن كانت عنده أمانة فليؤدها الى من ائتمنه عليها . وان كل ربا موضوع . وان ربا العباس بن عبد المطلب موضوع كله ، وان كل دم كان في الجاهلية موضوع ، وان أول دم أضع دم ابن ربيعة بن الحارث بن عبدالمطلب (وكان مسترضعا في بنى ليث فقتلته بنو هذيل) فهو أول ما أبدأ به من دماء الجاهلية .

أيها الناس ان الشيطان قد يئس من ان يعبد بأرضكم هذه أبدا ، ولكنه رضى ان يطاع فيما سوى ذلك مما تحقرون من اعمالكم ، فاحذروه على دينكم .

أيها الناس ﴿ إنما النسيء زيادة في الكفر يضل به الذين كفروا يحلونه عاماً ويحرمونه عاماً ليواطئوا عدة ما حرم الله فيحلوا ماحرم الله ، زُيِّن لهم سوء أعمالهم والله لايهدي القوم الكافرين ﴾ (التوبة – ٣٧) ويحرموا ما أحل الله ، وان الزمان قد استدار كهيئته يوم خلق الله السموات والارض و ﴿ إن عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا في كتاب الله يوم خلق الله السموات والأرض منها أربعة حرم ذلك الدين القيّم فلا تظلموا فيهن أنفسكم وقاتلوا المشركين كافة كما يقاتلونكم كافة واعلموا أن الله مع المتقين ﴾ (التوبة – ٣٦) ثلاثه متوالية ، ورجب مضر الذي بين جمادى وشعبان .

اما بعد أيها الناس ، فان لكم على نسائكم حقا ولهن عليكم حقا ، لكم عليهن الا يواطئن فراشكم أحدا تكرهونه ، وعليهن الا يأتين بفاحشة مبينة ، فإن فعلن فان الله اذن لكم ان تهجروهن في المضاجع ، وتضربوهن ضربا غير مبرح ، فان انتهين فلهن رزقهن وكسوتهن بالمعروف ، واستوصوا بالنساء خيرا ، فإنهن عندكم أعوان لايملكن لانفسهن شيئا وانكم انما اخذتموهن بأمانة الله ، واستحللتم فروجهن بكلمة الله ، فاعقلوا ايها الناس واسمعوا قولى ، فانى بلغت وتركت فيكم ما إن اعتصمتم به لن تضلوا أبدا ، كتاب الله وسنة نبيه .

أيها الناس ، اسمعوا قولى فانى بلغت ، واعقلوه . تعلمُنَّ ان كل مسلم أخو المسلم ، وأن المسلمين إخوة ، فلا يحل لامرىء من أخيه الا ما اعطاه عن طيب نفس ، فلا تظلموا أنفسكم ، اللهم هل بلغت ؟ قال فذكر انهم قالوا : اللهم نعم ، فقال رسول الله اللهم اشهد .

وكان الناس كثر في عرفة . فكان ربيعة بن أمية ابن خلف يصرخ في الناس يقول رسول الله ، فيقول ان رسول الله يقول : هل تدرون أى شهر هذا ؟ فيقولون : الشهر الحرام ، فيقول الرسول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ قل لهم : ان الله قد حرم عليكم دماءكم وأموالكم الى ان تلقوا ربكم كحرمة يومكم هذا . قال فيصرخ ربيعة بالقول وهكذا .

ثم حدد الرسول صلى الله عليه وسلم في خطبته مناسك الحج كاملة . فمما قال : هذا الموقف (وهو واقف بجبل الرحمة) وكل عرفة موقف . ثم لما نحر بالمنحر : هذا المنحر وكل منى منحر . ثم رمى الجمار وطاف بالبيت وأوضح الحلال والحرام فكانت حجة الوداع وحجة البلاغ ، ذلك ان رسول الله ﷺ لم يحج بعدها .

الخلفاء الراشدون يحجون

لقد حج سيدنا ابوبكر الصديق رضى الله عنه في عهد الرسول عليه أفضل الصلاة والسلام . وكان ذلك في السنة التاسعة للهجرة ، أى قبل حجة الوداع . ثم حج سيدنا عمر رضى الله عنه في عهد ولايته . وقد اطلع على ما أصاب الكعبة الشريفة من شروخ بسبب السيول فأمر بإصلاحها وبنى سدا يقى الكعبة من تدفق السيول نحوها . وأجرى اصلاحات في المسجد الحرام وتوسعة فيه ورد ذكرها فيما سبق .

وفي عهد معاوية بن أبى سفيان كان يحج كل عام أحد ولاته . وقد حج هو ثم ابنه يزيد وسعيد ابن العاص وعبدالملك بن مروان وغيرهم . ولكنهم جميعا لم يحدثوا أى تغيير يذكر في الحرم الشريف أو الكعبة المشرفة .

و .. هارون الرشيد

عندما آلت الخلافة لهارون الرشيد قيل انه كان يحج عاما ويغزو عاما . ومن حجاته تلك التى استكتب فيها الخلافة الامين مشروطة بولاية ابنه المأمون على خراسان وماوراءها . وكان ذلك في عام ١٨٦ هـ . وقيل ان تلك البيعة المطولة التى كتبها الامين بيده وأشهد عليها بحضور والده الذى أملاها اياه ، هى بداية تقسيم الدولة العباسية ، وقد جاء فيها :

بسم الله الرحمن الرحيم ، هذا كتاب لعبدالله هارون أمير المؤمنين ، كتبه محمد (الامين) ابن هارون امير المؤمنين ، في صحة من عقله ، وجواز من أمره ، طائعا غير مكره ، ان أمير المؤمنين ولانى العهد من بعده ، وصير البيعة لى ، برضا منى وتسليم ، طائعا غير مكره ، وولاه خراسان وثغورها وكورها وحربها وجندها وخراجها وطرزها وبريدها وبيوت أموالها وصدقاتها وعشرها وعشورها وجميع أعمالها في حياته وبعده .

وكانت وثيقة طويلة وشاملة . ثم أمر بأن تعلق على جدران الكعبة ، وقيل انها عند تعليقها في الكعبة سقطت فقال بعضهم ان هذا الامر منقوض ، وقد كان بعد ذلك الخلاف الشهير بين الأمين والمأمون .

وتعاقبت الايام والقرون ، وجاءت دول وذهبت ممالك ، وبيت الله الحرام صامد باق يطوف به العباد بالليل والنهار يناجون الواحد الاحد بدين التوحيد خشعاً سجداً ، يذرف الخطاءون الدمع وينالون الرضا والغفران ، ويسبح العُباد الرحمن فيرتفعون درجات ودرجات ، ويشهد بيت الله الحرام أمجاد الامة الاسلامية وزلاتها ويحاول أعداء الاسلام تدنيس الكعبة كما يحاولون الانحراف بدين التوحيد دين الفطرة ، ولكن الله جلت قدرته ، قد حمى بيته دوما الى أن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انقشعت عن البيت وأرض البيت كل مظاهر الانحراف ومظاهر الفرقة واستجيبت دعوة أبراهيم الخليل وارتفعت راية لا إله الا الله على امتداد التاريخ الاسلامي ما بين مد وجزر من القوة والضعف ومابين التفرق والوحدة الى أن جاءت دولة وحدت الجزيرة العربية تحت راية لا إله الا الله محمد رسول الله فانعم الله عليها بخيره وبركته ولم تضن على البيت والمسجد الحرام فزيد في توسعة الحرم ووصل الحال الى ماهو عليه وستظل بحول الله تعالى عين الدولة ساهرة على الحرم وعلى زوار الحرم وعلى مصالح الحرم ومصالح المسلمين باذن الله وتوفيقه .

مشروعات ضخمة لتطوير ام القرى

وبلغت التكلفة الاجمالية للمشروعات التي نفذتها الامانة خلال السنوات الخمس الماضية من الفترة لعام ١٤٠٥ ـ ١٤٠٦ هـ حتى ١٤٠٩ ـ ١٤١٠ هـ بلغت حوالي ٠٠٠ر٩٥١ر٧٠٩ « سبعمائة وتسعة ملايين وتسعمائة وواحد وخمسين الف ريال » في حين بلغت التكلفة الاجمالية للمشاريع التي تم تنفيذها بمكة المكرمة خلال خطط التنمية السابقة حتى هذا العام ١٤١٠ هـ بلغت ٧ مليارات و ٦١٦ مليون ريال ..

وترتبط امانة العاصمة المقدسة في كل من مكة المكرمة والمشاعر المقدسة مع احدى الشركات الوطنية بعقد لمدة خمس سنوات وتؤدي الشركة خدمات بموجب شروط ومواصفات وفق خطة عمل تعتمدها الامانة سنويا وذلك لنظافة مكة المكرمة والمشاعر المقدسة وتبلغ التكاليف الاجمالية لمشروع النظافة ١٨٨ر٧٠١ر٧٠٥ ريالا ..

كما تقوم الامانة حاليا بتنفيذ العديد من المشروعات والتي تبلغ تكلفتها بلايين الريالات وهي على النحو التالي :

ـ اولا : قطاعات المشاريع المنفذة خلال السنوات الخمس الماضية

وقد بلغ اجمالي تكلفة هذه المشاريع ٧٠٩ ملايين و ٩٥١ الف ريال وزعت كمايلي :

ـ نزع الملكيات : ٠٠٠ر٢٦٢ر٢٩٣ ريال
ـ الطرق والسفلتة : ٠٠٠ر٧٤٣ر٢٤٦ ريال
ـ السيول والمصارف : ٠٠٠ر٦٧٤ر٣٦ ريال
ـ الحدائق والمتنزهات : ٠٠٠ر٣٦٦ر٧٩ ريال
ـ الاسواق : ٠٠٠ر١٩١ر٧ ريال
ـ المباني : ٠٠٠ر٧٦٧ر١٠ ريال
ـ المرافق العامة : ٠٠٠ر٢٨٧ر١١ ريال
ـ دراسات الجدوى : ٠٠٠ر٦٢٣ر١٢ ريال
ـ مشاريع اخرى : ٠٠٠ر٠٣٨ر٩٢ ريال

ـ ثانيا : قطاعات المشاريع الجاري تنفيذها حاليا :

ـ وتبلغ تكلفتها الاجمالية ٢٣٩ مليونا و ٦٧٠ الف ريال وقد وزعت على المشاريع كالتالي :

ـ نزع الملكيات : ٠٠٠ر٨٦٥ر١٢١ ريال
ـ الطرق والسفلتة : ٠٠٠ر٧٢٥ر٥٤ ريال
ـ السيول والمصارف : ٠٠٠ر٨٢٢ر٤ ريال
ـ الحدائق والمتنزهات : ٠٠٠ر٠٧٧ر٣ ريال
ـ الاسواق : ٠٠٠ر٩٩٦ ريال
ـ المباني : ٠٠٠ر٠٠٠ر١٥ ريال
ـ المرافق العامة : ٠٠٠ر٩٠٦ر٧ ريال
ـ دراسات الجدوى : ٠٠٠ر٧٤٨ر٩ ريال
ـ مشاريع اخرى : ٠٠٠ر٧٤٨ر٢١ ريال

كل هذه المشروعات التنموية تعكس الاهتمام الكبير الذي تبذله امانة العاصمة المقدسة في سبيل راحة حجاج بيت الله الحرام والزوار والمعتمرين وكذلك تقديم عناصر الرخاء والاستقرار للمواطن والمقيم في ام القرى .. ويتابع ذلك شخصيا خادم الحرمين الشريفين وولي عهده الامين ولايألون جهدا في التوجيه السديد للمسؤولين والقائمين على امر هذه المشروعات العملاقة..

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توسعة الحرمين الشريفين عبر التاريخ

اكبر انجاز اسلامى فى العصر الحديث

الاعمال المكثفة القائمة حول الحرم المكى الشريف تقف شاهدا على الانجازات التى يتم تحقيقها فى سبيل راحة ضيوف الرحمن من العمار والحجاج وزوار بيت الله الحرام .. ففى اطار ما يشهده البيت الحرام من توسعة واعمار بذلت حكومة خادم الحرمين الشريفين من الجهد والمال والتفكير ما يمكن ان يحقق الهدف المنشود باذن الله من راحة ضيوف الرحمن وتيسير اداء المشاعر للاعداد الغفيرة التى تقدم الى الديار المقدسة كل عام وطوال العام وتزداد هذه الاعداد اضعافا مضاعفة كلما مر عام وعام .

ولتحقيق الهدف الاسمى من توفير الراحة لحجاج البيت امر خادم الحرمين الشريفين باجراء التوسعة وعمارة المسجد الحرام .. وهى اكبر توسعة يشهدها الحرم المكى الشريف عبر تاريخه الطويل ..

والحرم المكى الشريف هو اول مسجد وضع للناس « ان اول بيت وضع للناس للذى ببكة مباركا وهدى للعالمين فيه ايات بينات مقام ابراهيم ومن دخله كان آمنا »

فقد بناه سيدنا ابراهيم عليه السلام وعاونه سيدنا اسماعيل عليه السلام وقد اعيدت عمارته فى عهد الخليفة عمر بن الخطاب رضى الله عنه وقام الخلفاء من بعده يوسعون فى عمارته حتى اوائل عام ١٣٧٥ هـ حيث بدأت التوسعة السعودية للمسجد الحرام بتنفيذ مشاريع ضخمة بهدف تيسير اداء الصلوات الخمس لضيوف الرحمن ببيته العتيق من الحجاج والمعتمرين والزوار فاصبح الحرم يسع لحوالى نصف مليون مسلم .

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

● بئر زمزم

ورغم انتهاء مشروع التوسعة الا ان مشاريع التطوير والتحسين ما زالت مستمرة فقد تم تنفيذ ستة جسور للمسعى تنظم عملية السعي ودخول المصلين عبر ابواب الحرم من جهة المسعى كما تم تشغيل وصيانة الكهرباء وركبت فى ارجاء المسجد المختلفة مئات الساعات الالكترونية كما جددت ابواب الحرم البالغ عددها ٥٤ بابا وتم ترحيل بئر زمزم حيث تم انشاء مواقع جديدة للتيسير على الحجاج . والزوار فى الوصول الى ماء زمزم مع تزويده بثلاثمائة وخمسين صنبور شرب بالاضافة الى تكييف الموقع بالهواء البارد وامداده بشبكة للصرف الصحى

●● تبريد ماء زمزم

وتحقيقا لذلك فقد انشئت محطة لتبريد ماء زمزم مزودة بالاجهزة اللازمة لنقل المياه من البئر وضخه وتبريده وربطه بالتيار الكهربائى بطاقة قدرها ٢٥٠٠ كيلوفولت وتضخ المحطة ٦٠ مترا مكعبا من المياه فى الساعة لقسم الرجال وحوالى ٤٦ مترا مكعبا لقسم النساء كما تم توزيع مئات الصنابير على كافة ارجاء المسجد الحرام .

وبذلك تم توسيع صحن المطاف الى ثلاثة اضعاف سعته السابقة واستخدم الرخام الابيض غير الممتص للحرارة لتبليط المطاف بينما ادى الى تيسير الطواف ليلا .. ونهارا

● باب الكعبة من الذهب الخالص

وقد استبدل باب الكعبة المشرفة بباب جديد صنع من الذهب الخالص عيار ٩٩٫٩٩٩ وبتكلفة اجمالية تجاوزت ١٢ مليون ريال وبأيد سعودية قامت بتصميمه وتنفيذه واستخدم فى صناعته ٢٨٦ كيلوجراما من الذهب .

● توسعة وعمارة الحرم المكى الشريف

والتوسعة الجارية حاليا تعتبر اكبر توسعة يشهدها الحرم المكى الشريف حيث تبلغ مجموع المساحات الكلية للتوسعة ثلاثمائة و ٩ الاف متر مربع .. فقد كانت مساحة المسجد قبل التوسعة السعودية الاولى ٢٨ الف متر مربع .. واصبحت بعد التوسعة السعودية الاولى ١٥١ الف متر مربع اما فى توسعة خادم الحرمين فقد بلغت المساحة الكلية كما ذكرنا ٣٠٩ الاف متر مربع ..

كما تبلغ مساحة السطح المستخدم للصلاة ٦١ الف متر مربع فيما تبلغ مساحة الساحات المحيطة بالمسجد ٤٠ الف متر مربع .

● مليون مصل

وكانت الطاقة الاستيعابية للمسجد الحرام قبل التوسعة السعودية الاولى ٤٧ الف مصل بلغت بعدها ٣١٣ الف مصل .. وستصبح هذه الطاقة بعد توسعة خادم الحرمين الشريفين ٦٩٥ الف مصل فى الايام العادية ..

اما فى اوقات رمضان والحج والعمرة فتزيد الطاقة الاستيعابية للحرم الى اكثر من مليون مصل ..

وكان عدد المآذن قبل التوسعة

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السعودية الاولى وبعدها سبع ماذن وارتفع الى تسع .. فى توسعة خادم الحرمين بالاضافة الى خمسة مبانى للسلالم المتحركة ..

وتم تكييف هواء المسجد من خلال محطة مركزية تبعد ثلاثة كيلومترات عن المسجد وتزيد طاقتها عن ٤٠ الف طن .. كل ذلك يأتى على رأس العديد من المشروعات الخاصة بالحج وفق امر اصدره خادم الحرمين الشريفين الملك فهد بن عبدالعزيز فى رمضان عام ١٤٠٤ هـ بتوسعة جديدة للحرم المكى الشريف على ان يتم ضم مساحات جديدة الى الحرم وعلى أن تتم التوسعة من دورين وبنفس تصميم التوسعة السابقة .

والجدير ذكره ان خادم الحرمين الشريفين كان قد قام كعادته ولما يوليه من اهتمام شخصى لهذه التوسعة بمراجعة تصميمات المشروع مع المسؤولين عن تنفيذه وعايشه على الطبيعة ثم اصدر توجيهاته بشأن بعض التعديلات والاضافات ..

وانطلاقا من الهدف الاسمى لهذه المشروعات والانجازات العظيمة ولقوله تبارك وتعالى « واذ جعلنا البيت مثابة للناس وأمنا واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى وعهدنا الى ابراهيم واسماعيل ان طهرا بيتى للطائفين والعاكفين والركع السجود »

فان المملكة العربية السعودية وبما حباها الله به من شرف القيام بخدمة الحرمين الشريفين بقيادة خادم الحرمين الشريفين الملك فهد بن عبدالعزيز وولى عهده الامين حشدت جميع امكاناتها لتوفير كل ما هو مطلوب من تسهيلات وخدمات لضيوف الرحمن الذين يفدون كل عام لاداء فريضة الحج الركن الخامس من اركان الاسلام .

المسجد الحرام

ما من مدينة على مدى تاريخ البشرية حظيت وتحظى بتقديس وتكريم مثلما تحظى به مكة المكرمة حيث الكعبة المشرفة اول بيت وضع للناس لعبادة الله وتوحيده التى اقام قواعدها النبى ابراهيم وابنه اسماعيل عليهما السلام ليكون مقاما مقدسا يقصده المؤمنون ويحجون اليه . ولما جاء الاسلام رسخ قدسية مكة المكرمة وزادها مهابة وتشريفا ، ففيها ولد محمد صلى الله عليه وسلم وهبط عليه الوحى وبعث نبيا ورسولا للعالمين يدعو لتوحيد العبادة لله عز وجل دون سواه جاعلا من البيت العتيق قبلة للمسلمين يتوجهون صوبها فى صلواتهم ودعائهم ، كما اقر الاسلام الحج للبيت الحرام وجعله فريضة وركنا ، وعلى مر العصور الاسلامية احتفظت الاماكن المقدسة بحرمتها وقدسيتها وكانت محط اهتمام ورعاية القائمين على خدمتها . وقد تم اول تجديد لبناء الكعبة ، يذكره التاريخ ، فى عام ٦٠٥م اى قبل البعثة النبوية ، وقد نشب خلاف بين القبائل عملية البناء بسبب وضع الحجر الاسود فى مكانه فكانت كل قبيلة ترى انها احق بشرف وضع الحجر الاسود من الاخرى ، وقد تم تجاوز هذا الخلاف عندما وضع محمد صلى الله عليه وسلم الحجر الاسود على ثوبه وطلب من كل قبيلة ان تمسك بناصية من الثوب ورفعه ثم اخذه الرسول فوضعه بيديه الكريمتين فى موضعه . وظلت الكعبة على حالتها تلك لم يتغير فى بنائها شىء الى ان جاء الاسلام فازيلت الاصنام من البيت

محكم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحرام وما حوله . وقد جرت اول توسعة للمسجد في العصر الاسلامي في عهد عمر بن الخطاب رضي الله عنه ثاني الخلفاء الراشدين . وفي العصر الاموي اضاف الخليفة الوليد بن عبد الملك رقعة من الارض الى مساحة المسجد وجدد بناءه واقام عقودا مزخرفة بالفسيفساء على اعمدة من الرخام جلبت من مصر والشام . وفي العصر العباسي امر الخليفة ابو جعفر المنصور باضافة مساحة واسعة الى المسجد الحرام واقام رواقا دائريا . ولما حج الخليفة المهدي عام ٧٧٦م اشترى البيوت الواقعة بين المسجد الحرام والمسعى وهدمها وادخلها المسجد ، وقد بلغت مساحة المسجد بعد التوسعات التي تمت في عهد المهدي ١٢٠,٠٠٠ ذراع مربع . وفي عهد الدولة العباسية الثانية اضاف الخليفة المعتضد بالله والخليفة المقتدر بالله من بعده مساحة الى المسجد الحرام وهي الزيادة التي بلغت بها مساحة المسجد اقصى مداها وذلك في عام ٣٠٦هـ/٩١٨م وظلت كذلك الى العهد السعودي ، فلم يشهد المسجد الحرام توسعة طيلة حكم الفاطميين والايوبيين والمماليك والعثمانيين وانما اقتصر العمل في المسجد الحرام خلال هذه الحقبة على الترميم والاصلاح .

رعاية الدولة السعودية للحرمين الشريفين

ولما آل شرف رعاية وخدمة الحرمين الشريفين الى الدولة السعودية اظهر الملك عبدالعزيز رحمه الله اهتماما في خدمتها وتسخير كافة امكانيات دولته الفتية لنشر الامن واقامة العدل وفرض النظام في ربوع البلاد ، جاعلا تأمين طرق الحج وحماية الحجيج الذين يأتون من كل حدب وصوب اولى اهتماماته وشغله الشاغل ، حيث كانت رحلة الحج محفوفة بالمخاطر والرعب لا يأمن فيها الحاج على نفسه ولا ماله وذلك لتعرضه لاعمال السلب والنهب التي كان يقوم بها بعض رجال القبائل البدوية . « فكانت القبائل البدوية في العهود الماضية لا تسمح لاحد يمر بها او يقترب منها ما لم يدفع الخوة التي تكون جزءا من موارد الغزو عندهم » فضرب الملك عبدالعزيز بقوة على يد العابثين وقضى على اعمال النهب والسلب وفرض النظام والامن والسلام واقام سلطة الدولة في كافة المناطق فاصبح الحج منذ ذلك التاريخ آمنا وبات زوار بيت الله الحرام ومسجد نبيه محمد صلى الله عليه وسلم ينعمون بالامن والراحة والطمأنينة .

التوسعة السعودية الاولى للمسجد الحرام وعمارته

ولما كان قد مرت فترة غير قصيرة على اخر توسعة للمسجد الحرام في عام ٣٠٦ الموافق ٩١٨ ومع تنامي اعداد المسلمين حيث اتسعت خلال هذه الفترة رقعة العالم الاسلامي لتشمل بلادا وشعوبا في افريقيا واسيا . وفضلا عن التطور الهائل الذي شهده العصر الحديث في وسائل المواصلات التي اختصرت المسافات وقاربت ما بين البلدان كل ذلك ادى الى مضاعفة اعداد حجاج بيت الله الحرام مما اظهر الحاجة الى توسعة المسجد الحرام لاستيعاب المصلين . فاصدر الملك سعود رحمه الله في عام ١٣٧٥ الموافق ١٩٥٥م امره السامي باجراء توسعة شاملة للمسجد وعمارته . وقد تمت هذه التوسعة على عدة مراحل :

المرحلة الاولى : وقد بدأ العمل فيها عام ١٣٧٥هـ الموافق ١٩٥٥م وشملت العديد من الانجازات اهمها :

- ازالة المنشآت السكنية والتجارية التي كانت قائمة قرب المسعى وهدم المباني القائمة شرق المروة والبدء بشق طريق جديد يمتد بجانب الصفا والمروة الى حي الفلق والشامية .
- بناء المسعى من طابقين لاستيعاب اكبر عدد ممكن من المصلين . ويبلغ طول المسافة من الداخل ٣٩٤,٥ مترا وعرضه ٢٠ مترا ، ويبلغ ارتفاع الطابق الارضي للمسعى ١٢ مترا والطابق العلوي ٩ امتار .

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

● اقيم فى وسط المسعى حاجز يقسمه الى قسمين طويلين خصص احدهما للسعى من الصفا الى المروة والاخر من المروة الى الصفا لتيسير السعى ومنع التصادم بين السعى ذهابا وايابا .

● انشىء للمسعى ١٦ بابا فى الواجهة الشرقية ، كما خصص للطابق العلوى مدخل احدهما عند الصفا والاخر عن المروة وبنى لهذا الطابق سلمان من داخل المسجد احدهما عند باب الصفا والاخر عند باب السلام . وبنى تحت الطابق الارضى سلم سفلى يبلغ ارتفاعه ثلاثة امتار ونصف المتر .

● اقيم مجرى خاص بتصريف مياه السيل .

المرحلة الثانية : وبدأ تنفيذها فى عام ١٣٧٩هـ الموافق ١٩٥٩ .

● تم خلال هذه المرحلة بناء اساس الرواق الجنوبى وكسيت جدرانه بالرخام كما تمت تكسية العقود والسقوف بالحجر المنقوش .

● اكمال الجزء المتبقى من مجرى السيل .

● اقيم مر دائرى فوق الصفا على مستوى سطح الطابق العلوى للرواق الجنوبى والمسعى ووصل بينهما بسقف مستدير مقبب وخصص هذا الممر للداخلين من باب الصفا الجديد الى احد الطابقين .

المرحلة الثالثة : وبدأ تنفيذها فى عام ١٣٨١هـ الموافق ١٩٦١م .

● جرى خلالها بناء القسم الثانى من الرواق الجنوبى الغربى واكمال الطابق السفلى فى هذا الجانب .

● بناء الرواق الشمالى فى الرقعة الممتدة من باب العمرة الى باب السلام .

اكتمل بناء الطابق السفلى الذى اقيم تحت جميع ابنية الحرم ـ عدا المسعى .

وقد اصبحت مساحة المسعى بعد ان الحق بالمسجد ٨٠٠٠م للطابق العلوى و٨٠٠٠م للطابق الارضى ، وانشئت حول الحرم خمسة ميادين عامة واصبح عدد ابواب الحرم اربعة وستين بابا . وحفرت انفاق فى جميع الاتجاهات مزودة بدورات للمياه ومغاسل للوضوء ، وذلك لتأمين الحجاج من حوادث الحركة المرورية وتخفيف الازدحام عند الخروج من الحرم او الدخول اليه .

وقد اصبحت مساحة المسجد الحرام بعد هذه التوسعة ١٩٣٠٠٠ متر مسطح (مائة وثلاثة وتسعين الف متر مسطح) بعد ان كانت ٢٩١٢٧ مترا مسطحا اى بزيادة قدرها ١٣١٠٤١ مترا مسطحا ، مما جعل الحرم يتسع لحوالى اربعمائة الف مصل . وشملت هذه التوسعة كذلك ترميم الكعبة المشرفة وتوسعة المطاف بتجديد مقام ابراهيم عليه السلام .

توسعة خادم الحرمين الشريفين للمسجد الحرام وعمارته

قبل الشروع فى التوسعة الجديدة للمسجد والتى تتضمن اضافة جزء جديد الى مبنى المسجد الحالى من الناحية القريبة من منطقة السوق الصغير ، كان الحرم الشريف قد شهد مجموعة من الاعمال التى تهدف الى توفير سبل الراحة للحجاج والمعتمرين . ففى شهر رمضان سنة ١٤٠٦هـ الموافق ١٩٨٦ . بدأ استخدام التوسعة التى امر بها الملك فهد والمتمثلة فى تسوية سطح الحرم وتهيئته لاداء الصلاة بهدف تخفيف الازدحام داخل الحرم واستيعاب قرابة مائة الف مصل ؛ كما تم اقامة وتركيب اربعة سلالم كهربائية متحركة لنقل المصلين من والى سطح الحرم .

ولتسهيل وصول المصلين الى سطح التوسعة فى المواسم يجرى اضافة مبنيين للسلالم الكهربائية المتحركة مساحة كل واحد ٣٧٥م يحتوى على مجموعتين من السلالم المتحركة . طاقة كل مجموعة ١٥٫٠٠٠ شخص الساعة . وقد صممت السلالم المتحركة بالاضافة الى السلالم الثابتة بحيث تكفى لتأمين حركة المصلين فى اوقات الذروة ، ولاسيما كبار السن منهم دون عناء ، وبذلك يصبح اجمالى عدد مبانى السلالم المتحركة خمسة مبان تنتشر حول محيط الحرم .

وسيجرى تبليط سطح التوسعة بالرخام لتهيئته

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

للمصلين . كما سيجرى تكسية الواجهات الخارجية للتوسعة التي تبلغ ارتفاعها ٥٧ر٢٣ مترا بالرخام والحجر الصناعي وتحليتها بالزخارف . وستتم تكسية الكرانيش ببلاط من الحجر الصناعي والاعمدة الدائرية بالفسيفساء . ويتم تبليط الارضيات برخام ويزخارف اسلامية . ويراعى التصميم ان تكون اعمال الزخرفة مماثلة لنظيرتها في التوسعة السعودية الاولى مع ابراز الجانب الجمالي من الفن المعماري الاسلامي .

كذلك يتضمن مشروع التوسعة الاعمال اللازمة لتصريف مياه الامطار ونظام مكافحة الحريق ؛ واماكن لشرب مياه زمزم في جميع الطوابق . وسيجرى انشاء نفق للسيارات في السوق الصغير بهدف تخفيف الازدحام حول المسجد الحرام .

معلومات موجزة عن المسجد النبوى الشريف

● عندما هاجر الرسول صلى الله عليه وسلم من مكة الى المدينة في عام ٦٢٢م كان اول عمل قام به بناءه مسجد المدينة من الطوب اللبن ومن جذوع النخل . ولما توفي صلى الله عليه وسلم دفن بحجرة زوجه ام المؤمنين السيدة عائشة بنت ابي بكر الصديق رضي الله عنه . وتمت اول توسعة للمسجد في عهد الخليفة عمر بن الخطاب رضي الله عنه حيث اضاف رقعة من الارض من الناحية الشمالية واعاد بناءه . ولما توفي عمر بن الخطاب دفن بجوار قبر الرسول صلى الله عليه وسلم والخليفة ابو بكر الصديق . وفي عهد الخليفة عثمان بن عفان رضي الله عنه بدت توسعة المسجد ضرورة ملحة فقام بتوسعته وعمارته في ٦٤٩ـ ٦٥٠م .

● وعندما تولى الوليد بن عبدالملك خلافة الدولة الاموية امر بتوسعة المسجد واعادة بنائه . واهم ما في هذه التوسعة ادخال عناصر معمارية جديدة كالشرفات والمآذن والمحراب المجوف في جدار القبلة كما انها كانت اول توسعة تشمل الحاق حجرات امهات المؤمنين ضمن المسجد . وتقدر زيادة الوليد بن عبدالملك بحوالى ٢٣٦٩م٢ .

● وفي العهد العباسي قام الخليفة المهدى بتوسعة المسجد وعمارته . وتمت اهم عمارة للمسجد في العالم المملوكي في عهد السلطان قايتباى حيث اعيد بناء اقسام كبيرة منه . وفي عهد الخلافة العثمانية قام السلطان محمود الثاني في عام ١٨١٣م ببناء قبة جديدة للحجرة النبوية في محل قبة قايتباى غطيت بالرصاص وطليت باللون الاخضر . واعاد السلطان العثماني عبدالمجيد الاول بناء المسجد بعد هدمه كلية باستثناء الحجر النبوية الشريفة . وتضمنت عمارة السلطان عبدالمجيد اخر توسعة للمسجد النبوى التي بلغت مساحتها ٢٩٣م قبل التوسعة السعودية الاولى .

● سوف يستفاد من سطح التوسعة بمساحة قدرها ٦٧٠٠٠م تستوعب ٩٠٠٠٠ مصل . ويتسع المسجد النبوى الشريف بعد التوسعة لاكثر من ٢٥٧٠٠٠ مصل ضمن مساحة اجمالية ١٦٥٥٠٠م .

وتتضمن الاعمال انشاء طابق سفلي بمساحة الدور الارضي بالتوسعة وذلك لاستيعاب تجهيزات التوسعة والتهوية .

وقد روعي في التصميم ، التوفيق بين تطبيق احدث وافضل طرق الانشاء والمعمار وبين ضرورة التوسعة وتناسقها مع عناصر مبنى المسجد الحالي . كما اخذ في الاعتبار امكانية بناء دور ثان فوق السطح مستقبلا . بالاضافة الى تهيئة السطح وفرشه بالرخام لاستعماله لاداء الصلاة في المواسم .

وتحتوى التوسعة على سبعة ابواب رئيسية وثمانية ابواب جانبية اضافة الى ثمانية ابواب لمداخل السلالم المتحركة التي تخدم سطح المسجد . وسوف تضاف ست مآذن جديدة ليصبح عدد مآذن المسجد بعد التوسعة عشر مآذن .

خصائص معمارية

يبلغ الارتفاع الداخلي للطابق الارضي بالتوسعة ٥٥ر١٢م بينما يبلغ ارتفاع الطابق السفلي ٤ امتار وسوف تتباعد الاعمدة عن بعضها البعض بمسافة تتراوح بين ٦ امتار و٨ امتار لتشكل اروقة

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وافنية وسوف تنشأ سبع وعشرون قبة داخل المسجد .

اعمال الزخرفة

صممت اعمال الزخرفة بحيث تحقق التناسق مع نظيرتها في التوسعة السعودية الاولى وذلك الجانب الجمالي من الفن المعماري الاسلامي ويشمل ذلك اعمال الحليات والزخارف والكرانيش لتزيين الحوائط والاسقف الداخلية والمآذن واعمال الحديد المشغولة كالمشربيات والشبابيك والأبواب والاعمدة واعمال التكسية بالرخام للمداخل وللواجهات الخارجية والاعمدة الداخلية .

● ان هذا العرض التاريخي الموجز لمشاريع توسعة الحرمين الشريفين المتوالية في العهد السعودي لا ينقل الا جانبا واحدا للمشاريع التي نفذتها الدولة في الاراضي المقدسة خدمة للوافدين والزوار والتي بلغت تكاليفها تسعة وعشرين مليارا وستة ملايين وثلاثمائة وثلاثة وستين الف ريال سعودي (٢٩٫٠٠٦٫٣٦٣٫٠٠٠) .

فالمجال لا يتسع للحديث عن المشاريع الكبرى الاخرى التي شهدتها مكة المكرمة ومنى وعرفات ومزدلفة والمدينة المنورة حيث جرى شق مئات الكيلو مترات من الطرقات ومد الجسور وازالة الجبال وذلك لتقريب المسافات وتيسير سبل التنقل بين المشاعر المقدسة . فاصبح الحجاج ، بفضل هذه المشاريع ، يؤدون مناسكهم الدينية دون عناء او مشقة تذكر . كذلك لم تجر الاشارة الى الخدمات الطبية والصحية والاسكانية التي توفرها الدولة للوافدين والزوار والتي تنفق عليها سنويا مئات الملايين من الريالات .

واهتمام القادة السعوديين بالاماكن المقدسة يأتي انطلاقا من ايمان راسخ وقناعة ثابتة بان رعاية الحرمين الشريفين وخدمتها شرف عظيم اولاه الله « اياهم و واجب ديني قدره سبحانه وتعالى عليهم . وقد اكد ذلك خادم الحرمين الشريفين الملك فهد بن عبدالعزيز عندما قال « ان حكومة المملكة العربية السعودية اخذت على عاتقها منذ عهد مؤسسها المغفور له الملك عبدالعزيز وحتى وقتنا هذا وستظل كذلك ، مسؤولية الانفاق على مشروعات الحرمين الشريفين لاقتناعنا الكامل بان هذا شرف اولانا الله اياه وخصنا به ودعانا اليه فامتثلنا له تلبية لنداء رب العزة والجلال .. » .

ولم يكن مفهوم الدولة السعودية لخدمة ورعاية الاماكن المقدسة محصورا فقط في اقامة مشاريع التوسعة والعمارة وانشاء الطرقات والجسور وتوفير الخدمات الطبية والصحية والاسكانية لحجاج بيت الله الحرام وزوار مسجد رسوله محمد صلى الله عليه وسلم . وانما يمتد هذا المفهوم الى ما هو ابعد من ذلك واكثر اهمية الا وهو ان يؤدي الحجاج مناسك الحج في جو من الطمأنينة والخلوص الكامل لله دون ان يعكر صفو هذا الجو الروحاني العظيم اي مفهوم خاطيء لقدسية هذه الفريضة العظيمة وقدسية المكان تمسكا بقوله تعالى : « واذ جعلنا البيت مثابة للناس وامنا واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى وعهدنا الى ابراهيم واسماعيل ان طهرا بيتي للطائفين والعاكفين والركع السجود » .

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرا عقیدہ سلفی اور کتاب و سنت میرے لیے مشعلِ راہ ہے!

شاہ عبدالعزیز آلِ سعود کا ایک تاریخی خطاب

یکم ذوالحجہ ۱۳۶۵ھ بمطابق ۳ نومبر ۱۹۴۶ء منیٰ کے مقام پر شاہ عبدالعزیز آلِ سعود نے حجاج بیت اللہ کو جو تاریخی خطبہ دیا، اُس کی اہمیت کے پیشِ نظر اُس کا ترجمہ ذیل میں دیا جا رہا ہے۔

(ادارہ)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے ہمارے دینی و عربی تشخص کی حفاظت فرمائی، اور یہ سب کچھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی برکت کا نتیجہ ہے کہ آج اللہ نے ہمارے مُلک میں امن عطا کیا، اور اس خطے کو ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھا۔

میں اپنے مسلمان بھائیوں کو سب سے پہلے جس بات کی نصیحت کرنا چاہتا ہوں وُہ یہ ہے کہ وُہ اپنے دین اور عقیدے پر مضبُوطی سے قائم رہیں۔ اگر مُسلمان اس دین پر کاربند ہو جائیں تو وُہ زندگی کے ہر شعبے میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔ لیکن مقامِ افسوس ہے کہ مغربی عناصر مسلمانوں کی صفوں میں گُھس گئے اور اس پستی و ذلت کا سبب بن گئے جس میں آج وُہ مُبتلا ہیں۔

ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم تمام مفید علوم کی تعلیم حاصل کریں اور ان میں سرفہرست توحید کی معرفت ہے کیونکہ یہ اخلاص و سعادت کا کلمہ ہے اور ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اس کا مطلب سمجھیں، اور اسے عملی جامہ پہنائیں، کیونکہ اسی کلمے میں ہماری دنیا و آخرت کی بھلائی مضمر ہے۔ یہ وُہ کلمہ ہے جو ربوبیت اور عبُودیت صرف اللہ کے لیے خاص کرتا ہے اور غیر اللہ کی عبادت کی مکمل نفی کرتا ہے۔ ہماری یہ بھی ذمہ داری ہے کہ ہم گمراہی کی ہر شکل سے اپنے آپ کو بچائیں اور دین پر سختی سے عمل پیرا ہوں۔ جس نے دینِ حق سے روشنی و راہنمائی حاصل کی اللہ تعالیٰ نے اُس کی ہمیشہ مدد کی اور جس نے اسے پسِ پُشت ڈال دیا وُہ ہمیشہ رسوائی سے دوچار ہوا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرات! میں سلفی آدمی ہوں اور میرا عقیدہ عقیدۂ سلفیہ ہے جس کے مطابق میں کتاب و سنت پر چلتا ہوں اور ہمارے لیے نمونے اور مثالیں عمر بن خطابؓ جیسی شخصیتیں ہیں جو ایک مسلم بیوہ کے لیے اپنے کندھوں پر آٹا اٹھا کر لاتے ہیں۔

میں یہ بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میں اور میرے بیٹے اللہ کی راہ میں جہاد پر ہیں۔ مسلمان اگر بستر پر سوتا بھی ہے تو جہاد کی نیت سے۔ اور وہ صحیح العقیدہ مسلمان نہیں ہو سکتا جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہونے کی کبھی خواہش ہی نہ کی ہو۔

میرے بھائیو! میرا ماضی گواہ ہے کہ میں نے جہاد فی سبیل اللہ سے کبھی رُوگردانی نہیں کی اور اس راستے میں کبھی کسی کی طعن و تشنیع سے ہرگز نہیں گھبرایا کیونکہ کلمۂ توحید کی سربلندی اور مسلمانوں کی سرحدوں کی حفاظت میری زندگی کا نصب العین ہے ہم اللہ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں عاجز اور تابعدار بندے بنائے جو ایمان میں، سچائی اور عبادت میں خشوع کی صفات سے آراستہ ہوں۔ ہمیں اسی سے سوال کرنا چاہیئے کیونکہ وہ خود فرماتا ہے کہ:

"اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ" تم پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا، اور ہم بھی یہ کہتے ہیں۔

"لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ" کہ اے اللہ ہم حاضر ہیں، حاضر ہیں۔

دعا و عبادت میں اخلاص کے بغیر کچھ حاصل نہ ہوگا۔

عزیز بھائیو! دینی اصلاح کے ساتھ ہمیں اپنے دنیاوی معاملات بھی درست کرنا ہوں گے۔ باہمی تعاون، خیرخواہی، بھائی چارے اور اتحاد و اتفاق کے ذریعے ہی ہم قوت حاصل کر سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مصداق بن سکتے ہیں۔

"الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰة وآتوا الزکوٰة وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبة الامور"

وہ لوگ جنہیں ہم زمین میں قوت دیں تو وہ نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے منع کرتے ہیں اور کاموں کا انجام اللہ کے پاس ہے۔

حضرات! ہمیں تاریخ سے سبق حاصل کرنا چاہیئے اکثر مصیبتیں ہمارے اپنے اعمال کی وجہ سے ہیں۔ بنی اسرائیل دین پر قائم رہے تو کامیاب تھے اور دین چھوڑ کر ذلیل و رسوا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام بندوں کو برابر پیدا کیا اور کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں دی مگر تقویٰ اور پرہیزگاری کے ذریعے نیکی بہرحال نیکی ہے لیکن اگر نبوت کے گھرانے میں ہو تو اس کے حسن میں اضافہ ہوگا، اور برائی بہرحال برائی ہے لیکن اگر نبوت کے خاندان میں ہو تو اور زیادہ سنگین ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے عربوں کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے عزت و سرفرازی عطا کی وہ نبی جن کا مقام فرشتوں کعبہ اور ساری مخلوق سے بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دین اسلام کو غلبہ عطا کرے اور ہمیں سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

حضرات! لوگ کہتے ہیں کہ ہم وہابی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ہم وہ سلفی ہیں جو اپنے دین کے محافظ ہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے متبع اور اس کے رسول کی سنت کے پیروکار ہیں، ہمارے درمیان اصل چیز کتاب اللہ اور سنت رسول ہی ہے۔

ہم سب خطاکار ہیں اور اپنے دین کے معاملے میں کوتاہیوں کے مرتکب ہیں مگر اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے، ہمیں اپنے گناہوں کی بخشش مانگنی چاہیئے، حدیث قدسی ہے۔

"یاعبادی لولم تذنبوا خلقت عباداً یذنبون فیستغفرون فاغفرلھم"

اے میرے بندو! اگر تم نے گناہ نہ کیے تو میں وہ بندے پیدا کروں گا جو گناہ کرنے کے بعد بخشش مانگیں گے اور میں انہیں بخشش دوں گا۔

عزیز بھائیو! ہم فلسطین سے غافل نہیں ہیں ہم اس کے مجاہد ہیں۔ اللہ نے چاہا تو ہم اسے آزاد کرائیں گے، میں نہیں کہتا کہ میں نے کچھ کیا ہے لیکن میں کچھ ضرور کروں گا۔ ہم محض باتیں کرنے کے عادی نہیں ہیں تو عمل انشاء اللہ حاصل ہوگا۔

عرب لیگ وجود میں آچکی ہے ہم اپنے تمام تر وسائل کے ساتھ اس کی تائید کریں گے، اور مجھے امید ہے کہ سارے عرب ایک جان ہو کر میدان میں آئیں گے۔ اگر تم منتشر ہوگئے تو تمہیں ذلت و رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ میں اپنے مسلمان بھائیوں سے متحد ہونے کی اپیل کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ اس دین مبین کی نصرت فرماتے ہوئے اسے غلبہ عطا کرے اور دنیا بھر کے مسلمانوں کی تائید فرمائے اور مسلمانوں کو صحیح راستے کی ہدایت دے جس میں ان کے دین و دنیا کے امور کی فلاح و کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیاتِ صحابہؓ کے درخشاں پہلو

حصہ اول۔ دوم۔ سوم ایک مکمل جلد میں بھی

صحابہ کرامؓ کی سیرت پر ایک ایمان افروز کتاب

جس میں

آغوشِ نبوتؐ کی اُن پروردہ ہستیوں کا تذکرہ نہایت دل نشیں انداز میں کیا گیا ہے

◎ جن کے سینوں پہ انوارِ رسالتؐ براہِ راست پڑے۔

◎ جنھوں نے دینِ حق کی سربلندی کے لیے اپنی ہر چیز راہِ خدا میں لٹا دی

◎ جن کی قدسی صفات کا تذکرہ قرآنِ مجید اور پہلی آسمانی کتابوں میں بھی کیا گیا

◎ بلاشبہ جن کی سیرت کا ہر پہلو ہمارے لیے درخشاں و تاباں ہے۔

◎ عمدہ اسلوب، سلیس زبان، رواں، رواں ترجمہ، دیدہ زیب عنوان۔

◎ نفیس کتابت اور عمدہ طباعت

◎ ہر شعبۂ زندگی سے متعلق افراد کے لیے یکساں مفید

◎ اپنے دلوں کو منور کرنے کے لیے آج ہی اس کتاب کو اپنے قریبی بک سٹال سے طلب کیجیے

ترجمہ: از قلم محمود احمد غضنفر

رابطہ کے لیے: **کاشانۂ ضیاء الرحمان** ۴۷۶/ داؤدی بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

نعمانی کتب خانہ: حق سٹریٹ، اردو بازار لاہور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ قرآن کریم کے نورانی الفاظ کو نونہالانِ
قوم کے سینوں میں مزین و آراستہ کرنے کا بہترین
انتظام ○ زیرِ تعلیم طلبہ کی رہائش و خوراک
کا معقول اور فری
انتظام

مدرسہ
تحفیظ القرآن رحمانیہ
محمدی پارک راج گڑھ لاہور

اپنے
بچوں کو
قرآن پاک حفظ کرانے کے لئے
مدرسہ
تحفیظ القرآن رحمانیہ میں داخل کروائیں

رابطہ کے لئے
پروفیسر عبد الرحمٰن لدھیانوی
ناظم مدرسہ تحفیظ القرآن رحمانیہ ○ محمدی پارک ○ راج گڑھ ○ لاہور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوزری کے میدان میں
ایک بلند نام
فائن
آرٹ ہوزری
بیڈن روڈ ، لاہور
پروپرائٹر: چوہدری عبدالحکیم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یورپ کی فضاؤں میں توحید و سنّت کی

ایک مؤثر آواز

ماہنامہ

صراط مستقیم

برمنگھم

برطانیہ

○ مدیر مسئول :

فضیلۃ الشیخ عبدالہادی العمری

ناظمِ اعلیٰ مرکزی جمعیّت اہلحدیث، برطانیہ

○ مدیر :

فضیلۃ الشیخ حفیظ اللہ العمری

۲۰ گرین لین سمال ہیتھ

برمنگھم 9-B برطانیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انصاف کلاتھ ہاؤس فون: ۳۱۲۷۹۳

میں اپنے کرمفرماؤں کیلئے فینسی ورائٹی سپیشل رعایت

کامدار ساڑھی
کامدار سوٹ دوپٹہ
کمخواب
لارنس پور ورائٹی
بنارسی ساڑھی
بنارسی سوٹ
ٹشو سادہ
لہنگا ہرقسم
گرم شال
غرارہ
جینٹس ورائٹی ہرقسم

اپنے والدین اور اولاد کے لئے خصوصی دعاؤں

کے طالب ــــــ پروپرائٹر: میاں محمد دین، محمد طارق

۷۹- راوی کلاتھ مارکیٹ

اچھرہ روڈ ـ اچھرہ لاہور

اصولِ دین کتاب مفت حاصل کریں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جامعہ سلفیہ پبلک سکول

زیر اہتمام

جامعہ سلفیہ دعوۃ الحق

- سات کنال رقبہ میں پچیس خوبصورت، کشادہ، دیدہ زیب اور ہوادار کمروں پر مشتمل کمپلیکس۔
- چودہ اساتذہ اور سات ملازمین پر مشتمل عملہ۔
- ماہر تعلیم سابق سیکرٹری تعلیم بلوچستان محمد اقبال قاضی اس کے پرنسپل ہیں۔
- سابق ڈائریکٹر سپورٹس جناب سجاد حیدر کی خدمات میسر ہیں۔
- بہترین سائنس لیبارٹری
- پرائمری ـــ مڈل ـــ میٹرک ـــ ایف اے تک بورڈ سے امتحان دلوانے کا انتظام۔
- ششم کلاس سے درس نظامی کا آغاز ـــ اور ـــ
- قیام وطعام کا انتظام۔

رابطہ کیلئے

ناظم: جامعہ سلفیہ پبلک سکول

مسلم آباد ـــ ایئرپورٹ روڈ ـــ کوئٹہ ـــ بلوچستان

پوسٹ بکس نمبر ۳۳۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفکرِ اسلام سید قطب شہید کی معرکۃ آرا تفسیر

فی ظلال القرآن

اُردو ترجمہ

از

مولانا ساجد الرحمٰن صدیقی ○ پروفیسر میاں منظور احمد

(جلد اول، جلد دوم) (جلد سوم تا جلد دہم)

● جلد اول	پارہ: ۱-۲-۳	صفحات: ۴۷۶	ہدیہ: ۱۲۰/- روپے
● جلد دوم	〃 ۴-۵-۶	〃 ۵۹۲	〃 ۱۴۰/- 〃
● جلد سوم	〃 ۷-۸-۹	〃 ۷۴۰	〃 ۱۶۰/- 〃
● جلد چہارم	〃 ۱۰-۱۱-۱۲	〃 ۷۴۰	〃 ۱۶۰/- 〃
● جلد پنجم	〃 ۱۳-۱۴-۱۵	〃 ۵۶۴	〃 ۱۴۰/- 〃
● جلد ششم	〃 ۱۶-۱۷-۱۸	〃 ۵۲۸	〃 ۱۴۰/- 〃
● جلد ہفتم	〃 ۱۹-۲۰-۲۱	〃 ۵۶۴	〃 ۱۶۰/- 〃
● جلد ہشتم	〃 ۲۲-۲۳-۲۴	〃 ۵۱۶	〃 ۱۶۰/- 〃
● جلد نہم	〃 ۲۵-۲۶-۲۷	〃 ۶۸۰	〃 ۱۶۰/- 〃
● جلد دہم	〃 ۲۸-۲۹-۳۰	〃 ۷۰۰	〃 ۱۶۰/- 〃

سائز: ۲۲×۲۹/۸ ● کاغذ آفسٹ ● طباعت عکسی ● جلد سنہری ڈائی دار ● ہدیہ مکمل سیٹ ۱۵۰۰/- روپے

ناشر اسلامی اکادمی اُردو بازار لاہور پاکستان

فون: ۶۴۱۶۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملقامی طالبات کے لیے خوشخبری

عظیم خوشخبری

جامعہ اثریہ للبنات

سکول کا بھی انتظام کر لیا ہے

داخلہ

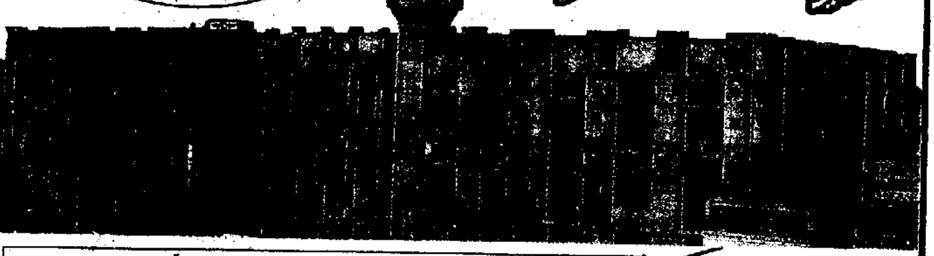

جدید ترین سہولتوں سے آراستہ و پیراستہ نئی پرشکوہ عمارت میں

الحمد للہ مقامی و بیرونی طالبات کیلئے تعلیمی سال کا آغاز کر رہا ہے

جہالت کے اندھیروں میں — روشنی کا مینار

جامعہ اثریہ للبنات جہلم

داخلہ 20 شوال سے شروع ہوگا ان شاء اللہ

ذہین، محنتی اور مستحق طالبات کے لیے خصوصی وظائف

شرائط داخلہ

جامعہ کا تعلیمی پروگرام

جامعہ کی خصوصیات

مزید معلومات کے لیے مدیرہ جامعہ اثریہ للبنات جہلم پاکستان۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۱۔ فون نمبر ۲۶۷۰ ۰۵۹۴۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکہ معظمہ میں 1924 کو منعقد ہونے والے مؤتمر العالم الاسلامی کے پہلے اجلاس کی رپورٹ جو مجھے دورہ برطانیہ کے دوران جناب مولانا صہیب حسن صدر قرآن کمیٹی لندن کے ذاتی کتبخانہ سے ملی ۔ افادۂ عام کے لیے اس تاریخی دستاویز کو مجلد و حجاز ایڈیشن کی زینت بنایا گیا ہے۔

ایم اے غضنفر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بيان من جلالة ملك الحجاز وسلطان نجد وملحقاتها الى مؤتمر العالم الاسلامى

الحمد لله والسلام على رسول الله وآله وصحبه ومن والاه .

أيها الاخوان .

لا أريد أن أتدخل فى أعمالكم ولا أقيد حرية المؤتمر فى البحث كما وعدت بذلك فى خطاب الافتتاح ولكنى ألفت نظركم الكريم الى بعض الامور بصفتى زعيما من زعماء الاسلام الذين القيت اليهم مقاليد أمور هذه البلاد .

أن الدعوة التى وجهتها الى ملوك المسلمين وأمرائهم وشعوبهم واجيبت والتى أوفدت الحكومات والشعوب ممثليها تنحصر فى اسعاد هذه البلاد وانهاضها من كبوتها وجعلها فى المستوى اللائق بكرامة المسلمين دينياً وعلميا واقتصادياً وأدبياً ، ولقد كنت أنتظر من حضراتكم كما ينتظر أخوانكم المسلمون فى كل مكان أن تخطوا خطوات واسعة فى هذا السبيل ولكن يظهر أننا نحاول القيام بكل شيء فى أول مؤتمر اسلامى وأخشى ان حرصنا على القيام بكل شيء يجعلنا نفقد كل شيء والافضل التدرج فى السير فرب عجلة وهبت ريثا .

أيها الاخوان .

انى وان لم أحضر مجلسكم واقف على مباحثكم بالتفصيل فانى على إتصال دائم روحى بكم ويهمنى جداً أن تنجحوا حتى تبرهنوا للعالم على أن للمسلمين أهل للحياة وأنه يجب أن يأخذوا قسطهم من الحياة فى هذا الوجود وأن دينهم لا يحول دون رقيهم وانهم وان اختلفوا فى الاراء والافكار فهم أمام المصلحة العامة كتلة واحدة لا تنفذ اليهم الأغراض والاهواء .

أيها الاخوان

أنى لا أريد علواً فى الارض ولا فساداً ولكن أريد الرجوع بالمسلمين الى عهدهم الأول عهد السعادة والقوة عهد الصحابة والتابعين ومن تبعهم باحسان . لا شيء يجمع القلوب ويوحدها سوى جعل أهوائنا تبعاً لما جاء به الرسول ﷺ ولا بقعة فى الارض تصلح لهذا الغرس سوى هذه البقعة الطاهرة التى منها بزغ شمس الاسلام ولذا فانى أري أن تكون الكلمة العليا والرأى النافذ لجميع العلماء المحققين الذين لا تأخذهم فى الحق لومة لائم وأن جميع البلدان الاسلامية مملوءة بالعلماء أولى البصرة والخبرة فلترسل كل أمة منهم جماعة ليقوموا بالوعظ والارشاد وتقريره فى هذه البلاد . كلنا يعلم أن هذه البلاد ينقصها شيء عظيم من الاصلاح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشاركونا فى ذلك نشكركم ويشتد ساعدنا بكم أما تركتنا نسير وحدنا والوقوف موقف الناقد العاذل فذلك لا يليق بالاخوة الاسلامية التى تربطنا جميعاً .

أيها الاخوان .

اننا لانكره أحداً على اعتناق مذهب معين أو السير فى طريق معين فى التدين فذلك موكول أمره لعلماء الدين وحملة الشريعة ولكن لا أقبل بحال من الأحوال التظاهر بالبدع والخرافات التى لا يعتبرها الشرع وتأباها الفطرة السليمة . لا يسأل أحد عن مذهبه أو عقيدته ولكن لا يصح أن يتظاهر أحد بما يخالف أجماع المسلمين أو يثير فتنة عمياء بين المسلمين وخير لنا أن ننظر الى مصالح المسلمين ونترك هذه الامور الجزئية للعلماء فهم أحرص منا على ذلك

أيها الاخوان .

ارجو ان لا نضيع الفرصة الباقية قبل ان نستفيد البلاد المقدسة منكم حتى يجيء الحج القادم وقد شعر الوافدون انكم قمتم بواجبكم نحو هذه البلاد وبهذه المناسبة اقدم لكم خطتنا السياسية لهذه البلاد لترشدونا ان اخطأنا وتؤيدونا ان اصبنا .

١ - إننا لانقبل اى تدخل اجنبى فى هذه البلاد الطاهرة ايا كان نوعه .

٢ - إننا لا نقبل امتيازا لاحد دون احد بل جميع الوافدين لهذه البلاد يجب ان يخضعوا للشريعة الاسلامية .

٣ - ان بلاد الحجاز يجب ان يوضع لها نظام حيادى خاص لا تحارب ويجب ان يضمن هذا الحياد جميع الحكومات الاسلامية المستقلة

٤ - النظر فى مسائل الصدقات والمبرات التى ترد من سائر الاقطار الاسلامية ووجوه صرفها وانتفاع البلاد المقدسة منها .

هذا ما احببت تقديمه اليكم والله يتولانا واياكم برعايته ويوفقنا جميعاً لما فيه خير الاسلام والمسلمين .

٢١ ذوالحجه سنه ١٣٤٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطاب جلالة الملك الافتتاحي لمؤتمر العالم الاسلامي الاول

الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله؟ والصلاة والسلام على سيدنا محمد رسول الله ، وآله وصحبه ومن والاه .

أما بعد فاني أحييكم وأرحب بكم واشكر لكم اجابتكم الدعوة الى هذا المؤتمر .

أيها المسلمون الغيورون لعل اجتماعكم هذا في شكله وفي موضوعه أول اجتماع في تاريخ الاسلام ونسأله تعالى أن يكون سنة حسنة تتكرر في كل عام ، عملا بقوله تعالى (وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان) وباطلاق قوله عز وجل (وائتمروا بينكم بمعروف) .

الكم تعلمون أنه لم يكن في العصور الماضية أدنى قيمة لما يسمى في عرف هذا العصر بالرأى العام الاسلامي ، ولا بالرأى العام المحلي ، بحيث يرجع اليه الحكام للتشاور فيما يجب من الاصلاح في عهد الاسلام ومشرق نوره الذي عم الانام ، وقد تولى أمر الحجاز دول كثيرة كان من خلفائها و سلاطينها من عنوا ضربا من العناية ببعض شؤونه . ومنهم من أراد أن يحسن فاساه بجهله ومنهم من لم يبال بأمره البتة . لتركوا الامراء المتولين لادارته بالفعل يلحدون في الحرم ، ويفسدون في الارض ، ويظلمون السكان والحجاج ماشاءت مطامعهم وأهواؤهم

وقد تفاقم البغي والعدوان بعد زوال سيادة الدولة العثمانية عن هذه البلاد وخلوص أمرها الى الشريف حسين بن علي آخر أولئك الامراء ، فاضطرب العالم الاسلامي كله من استبداده وظلمه ، ومن عجزه ، عن توطيد الامن في البلاد ، ومن جعلها تحت السيطرة الاجنبيه غير الاسلامية ، كما هو منصوص في مقررات نهضته الرسمية ، وفيما نشره في جريدة القبلة . ولدينا مما ترك من أوراقه الخاصة بخطه ماهو أدل مما ذكر على جعل نفسه عاملا موظفا لبعض الدول الاجنبية ، وقد كنا معشر النجديين جيران الحجاز عرضة لبغيه وايذائه لنا في ديننا ودنيانا من رمي بالكفر، ومنع من اداء فريضة الحج ، واغراء لبعض رعايانا بالخروج علينا ، وغير ذلك مما لا محل لبسطه في هذا الخطاب . فلما بلغ السيل الزبى وثبت بالتشاور بين أهل الحل والعقد عندنا أنه يجب علينا شرعا انقاذ عهد الاسلام من بغيه وظلمه ، عزمنا على ذلك وتوكلنا على الله في تنفيذه ، وبذلنا اموالنا وأنفسنا في سبيله ، فأيدنا الله بنصره ، وطهرنا البلاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المقدسة من بغيه وبغى ولده ، كما عاهدنا الله و وعدنا المسلمين ،

وكان مما وعدنا بـه وشرعنا فى تنفيذه الدعوة الى عقد مؤتمر اسلامى . وقد بينا فى كتاب الدعوة اليه خطتنا ورأينا الشخصى فى حكومة الحجاز المستقبلة فلم يجبنى على دعوتى الاولى أحد من المسلمين غير بعض جمعيات اخواننا من مسلمى الهند ولكنى مع ذلك الاعراض لم أيأس من اهتمام للمسلمين فى هذه الديار المقدسة فوجهت الدعوة الثانية الى عقد هذا المؤتمر .

ايها الاخوان انكم تشاهدون بأعينكم وتسمعون بآذانكم ممن سبقوكم الى هذه الديار للحج والزيارة ان الامن العام فى جميع بلاد الحجاز حتى بين الحرمين الشريفين بدرجة الكمال التى لم يعرف مثلها ولا ما يقرب منها منذ قرون كثيرة ، بل لايوجد مايفوقها فى أرقى ممالك الدنيا نظاما وقوة ولله الفضل والمنة ففى بحبوحة هذا الامن، والحرية لاتقيدالا بأحكام الشرع أدعوكم إلى الا تتار والتشاور فى كل ماترون من مصالح الحجاز الدينية والعمرانية والنظم التى يطمئن بها العالم الاسلامى باقامة شرع الله والتزام أحكامه وآداب دينه فى مهد الاسلام ومهبط الوحى، وتطهيره من البدع والخرافات والفواحش والمنكرات ، التى كانت فاشية فيه بدون نكير ، وباستقلاله المطلق وسلامته من كل نفوذ أجنبي

أدعوكم الى تدارك كل ماقصر فيه من المسلمين بتركهم وطن دينهم الذى بزغ منه نور الهدى والعرفان ، فى ظلمات حالكة من الجهل وفساد الاخلاق والادآب ، ادعوكم الى النظر فى كل وسيلة لجعل حرم وحرم رسوله أرقى معاهد العلوم [illegible] وخير معاهد التربية [illegible] بلاد الله صحة و[illegible] الاسلامية باحياء دعوة الاسلام .

كل شىء فى هذه البلاد محتاج إلى الاصلاح وحكومته واهله فى أشد الحاجة الى مساعدة العالم الاسلامى لهما على هذا اصلاح ، لان فيه من يعلم مالا يعلمون ، ويقدر على مالا يقدرون .

أيها المؤتمرون الكرام أنكم أحرار اليوم فى مؤتمركم هذا ولا تقيدكم حكومة هذه البلاد بشىء وراء ما يقيدكم به دينكم من التزام أحكامه الابشىء واحدسلبى وهو عدم الخوض فى السياسة الدولية وما بين بعض الشعوب الاسلامية وحكوماتها من خلاف من المصالح الموضعية الخاصة بتلك الشعوب.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان المسلمين قد أهلكهم التفرق فى المذاهب والمشارب فائتمروا فى التأليف بينهم والتعاون على مصالحهم ومنافعهم العامة المشتركة وعدم جعل اختلاف المذاهب والاجناس سببا للعداوة بينهم (واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا واذكروا نعمة الله عليكم اذ كنتم أعداء فألف بين قلوبكم فأصبحتم بنعمته اخوانا وكنتم على شفا حفرة من النار فانقذكم منها كذلك يبين الله لكم آياته لعلكم تهتدون . ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعرف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون . ولا تكونوا كالذين تفرقوا واختلفوا من بعد ماجاءهم البينات وأولئك لهم عذاب عظيم .

وأسأل الله عزوجل أن يوفقني وايا كم لاقامة دينه الحق ، وخدمة حرمه وحرم رسوله صلوات الله وسلامه عليه ، والتأليف بين جماعة المسلمين، والحمد لله رب العالمين .

مؤثر ذریعہ علاج کے لیے
بلال ہومیو پیتھک کلینک
متصل جامعۃ الفیصل الاسلامیۃ
تشریف لائیں۔
معالج:- ڈاکٹر محمد یونس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اسماء أعضاء المؤتمر وعناوينه

عدد متسلسل	الأسم والشهرة	الهيئة التى ينتسب اليها	العنوان
١	الشريف محمد شرف عدنان	رئيس وفد الحجاز	الحجاز مكه جياد -
٢	الشيخ هزاع أبو بطين	عضو » »	» مكه شعب عامر
٣	» على بن الحسين الحرث	» » »	» مكه المؤتمر
٤	» عبدالله الشيبى	» » »	» - مكه باب الصفا -
٥	» عبدالله محمد الفضل	» » »	» - » جده -
٦	» سليمان قابل	» » »	» - » » -
٧	» محمد نصيف	» » »	» - » » -
٨	» محمد سعود دشيشه	» » »	» - المدينه المنوره -
٩	» محمد المغربى ال فتيح	» » »	» - مكه حارة الباب -
١٠	» عساف بن سعد الاحمدى	» » »	» - مكه دارالاحامده
١١	» اسماعيل بن مبيريك	» » »	» - » دار المؤتمر
١٢	» بخيت بن بنيان	» » »	» - » » »
١٣	الشيخ ابراهيم الجازمى	عضو بوفد الحجاز	الحجاز مكه جياد
١٤	» عبدالله بن سليمان ال بلهيد	رئيس الوفد النجدى	» - مكة رئيس القضاة
١٥	» حافظ وهبه	عضو » »	» مستشار جلالة الملك المعظم
١٦	الدكتور عبدالله الدملوجى	» » »	مكه وكالة خارجية الحكومة الحجازيه
١٧	الشيخ يوسف ياسين	» » »	مكه رئيس ادارة جريدة أم القرى
١٨	الشيخ حمد الخطيب	» » »	مكه - الغاسكيه
١٩	فضيله مولانا الشيخ سليمان الندوى	رئيس وفد جمعية الخلافة الهنديه	أعظم كله بالهند
٢٠	مولاى شوكت على	عضو » » »	جمعية خلافه بمباى
٢١	» محمد على	» » » »	صاحب جريدة كمريدة وهمدرد دهلى

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدد مسلسل	الاسم والشهرة	الهيئة التى يتسب اليها	العنوان
٢٢	» شعيب قرشي	» » » » »	سكرتير جمعية الخلافةالهندية بمباى
٢٣	» محمد كفاية الله	رئيس وفد جمعية العلماء الهندية	المدرسة الأمينية دهلى
٢٤	» احمد سعيد	» » »	دارالعلوم ديوبند
٢٥	» شبير احمد عثمان	» » »	سهارنبور الهند
٢٦	» محمد عرفان	» » »	ادارة جمعية العلماء الهنديه دهلى
٢٧	الشيخ عبدالحليم الصديقى	عضو وفد جمعية العلماء الهندية	دفتر جمعية علماء دهلى
٢٨	السيد توفيق الشريف	رئيس وفد عسير	الحجاز مكه ـ دار المؤتمر
٢٩	الشيخ عبدالعزيز العتيقى	عضو وفد عسير	الحجاز مكه ـ مستشار نائب الملك
٣٠	» محمد ابو زيد	» »	دمنهور ـ بالقطر المصرى ـ
٣١	السيد أمين الحسينى	رئيس » فلسطين	رئيس المجلس الاسلامى الاعلى فلسطين
			القدس الشريف ـ
٣٢	عجاج افندى نويهض	عضو » »	صندوق البريد ٤٢٥ القدس
٣٣	اسماعيل افندى الحافظ	» »	» » ٧١٥ »
٣٤	عبدالغنى عرق بك الكعكى	رئيس وفد بيروت	صاحب جريده الشرق ورئيس الجمعيه
			الوطنيه الاسلاميه بيروت
٣٥	حسن افندى المكى محمد بن سليم	عضو » »	المحلى امام محلة المصيطبة ـ بيروت
٣٦	الشيخ عبدالرحمن سلام	» »	
٣٧	محمود منح هارون	مندوب اللاذقيه ـ سوريا	اللاذقية ـ سوريا ـ
٣٨	الشيخ محمد بهجت البيطار	مدعو خصوصى ـ » ـ	دمشق الشام عضو المجمع العلمى العربى
٣٩	السيد محمد رشيد رضا	مدعو خصوصى ـ سورى ـ	وخطيب جامع الدقاق ومدرس بدمشق
٤٠	الشيخ عمر ناجى	وفد جمعية الارشاد بجاوه	صاحب المنار ـ مصر

محكم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدد متسلسل	الاسم والشهرة	الهيئة التي ينتسب اليها	العناوين
٤١	اديب ثروت بك	ممثل الجمهوريه التركيه أفغان	توركيه جمهوريتى استنبول مبعوثى
٤٢	الجنرال غلام جيلانى خان	رئيس وفد الدولة الافغانيه العليه	انقره افغان سفارتى
٤٣	مير عطا محمد خان	عضو » » »	كابل
٤٤	عبدالصمد خان	» » » »	وزارت خارجية كابل افغانستان ـ
٤٥	فضيلةالاستاذ محمد الاحمدى الظواهرى	رئيس الحكومة المصرية	رئيس معهد اسيوط الدينى
٤٦	الميرالاى محمد احمد المسيرى بك	عضو » »	مدير ادارة الخليج والكتتينات والكسوه بوزارة الداخليه ـ مصر ـ
٤٧	امين بك توفيق	» » »	جده ـ قنصل الحكومة المصرية
٤٨	السيد حسين عبدالقادر	رئيس وفد اليمن	عامل الحديده
٤٩	الشيخ محمد الخجرى	» »	صنعا كاتب فى لوازسار
٥٠	السيد محمد الامين الشنقيطى	ممثل الحكومة الادريسيه	
٥١	الشيخ رضاء الدين فخرالدين	رئيس وفد مسلمى روسيا	رئيس المحكمة الشرعية المركزية
٥٢	الشيخ موسى بن جارالله	عضو وفد مسلمى روسيا	عاصمة روسيا موسكو ـ احد الائمة
٥٣	» كشاف الدين بن قوام الدين	» » »	منَ او فاروسيا عضو المحكمة الشرعية المركزية
٥٤	» مصلح الدين خليل	» » »	مفتى ورئيس دينى اداره قريم بلدة
٥٥	» عبدالواحد قارى	» » »	طاشقند رخواوند طهور تركستان
٥٦	» طاهر الياس	» » »	بلدة قازان روسيا أحد المدرسين والائمة
٥٧	» عبدالرحمن بن اسماعيل العمرى	» » »	بلدة استراخان امام ومحتسب شرعى

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدد تسلسل	الاسم والشهرة	الهيئة التى ينتسب اليها	العناوين
٥٨	و مهدى بن مقصود	» » »	قزلجار سيريا عضو بالمحكمة الشرعية
٥٩	مولانا ثناء الله	رئيس وفد علماء اهلحديث	أمرت سر الهند بنجاب
٦٠	اسماعيل الغزنوى	عضو » »	» » »
٦١	الشيخ عبدالواحد غزنوى	» » »	لاهور جامع جينيا نوالى لاهور
٦٢	الشيخ حميد الله الدهلوى	» » »	حيدر بازار دهلى
٦٣	الشيخ عمر سعيد شوكر واه نيوتو	رئيس وفد الجاوى	رئيس مركز شركة الاسلام جيجاهى جاوا
٦٤	الشيخ ماس منصور	عضو » »	مستشار مركز شركة الاسلام سورايا جاوا
٦٥	الشيخ جنان طيب	» » »	
٦٦	الشيخ محمد الباقر	» » »	حجاز مكة
٦٧	محمد على حسن سكرتير اللجنة التنفيذيه	المؤقتة وممثل اللواء المصرى بالمؤتمر	صاحب جريدة نهضة الشرق بالاسكندريه

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم دعوة جهاد

جامعة الفيصل الاسلامية

ادارة دعوة الحق

لاهور — پاکستان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَام

اُصولِ دین

تالیف

شیخ الاسلام محمد بن سلیمان التمیمی رحمہ اللہ

ترجمہ: محمود احمد غضنفر

مکتبہ ابن تیمیہ

لاہور ـــــ پاکستان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جامعة الفيصل الاسلامية

مؤسسة علمية وعسكرية

الأهداف العلم والدعوة والجهاد

الميزة غرس العقيدة السلفية مع الدراسة الإسلامية والتدريب العسكري فى الشباب الّذين يلتحقون بجامعة الفيصل الإسلامية من دول مختلفة۔

الأقسام
- قسم التدريب العسكرى
- قسم الدراسة الإسلامية
- قسم تحفيظ القرآن الكريم
- قسم الدعوة والارشاد
- قسم الترجمة والتأليف والطبع والتوزيع

الفروع
- مدرسة رحمانية تحفيظ القرآن لاهور
- مدرسة دعوة الحق لاهور
- مدرسہ خالد بن ولید لاهور

المشاريع المستقبلية
- بناء مسجد خالد بن وليد
- بيت الضيافة للمجاهدين
- المجلة الإسلامية الشهرية
- مستوصف بلال
- المكتبة العامة ضياء الرحمان

العنوان

جامعة الفيصل الاسلامية

گوشه احباب مرغزار روڈ، اعوان ٹاؤن، ملتان روڈ، لاہور

تلفون: ٤٤٢٣٣٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرکز الدعوۃ والارشاد

قدم قدم اُجالا

- سلفی فکر، انقلابی طرزِ عمل، عسکری صلاحیت اور رُوحانی تربیت کا حسین امتزاج۔
- میدانِ دعوت و جہاد میں سرگرم عمل۔
- شرعی نظام کے قیام کے لیے کوشاں۔
- سلفی احباب کی اُمنگوں کا ترجمان۔
- راہِ دعوت و جہاد میں اُٹھنے والا ہر قدم قابلِ رشک۔
- قدیم و جدید علوم پر گہری نظر، سیاسی اور دینی بصیرت رکھنے والے مخلص احباب کے زیرِ اہتمام دن بدن ترقی کی طرف گامزن۔
- سلفی عُلماء کے لیے روشن چراغ۔
- سلفی نوجوانوں کے لیے مینارۂ نور۔
- مجلۃ الدعوۃ اور غزوہ کے ذریعے صحافتی میدان میں قابلِ قدر انقلابی پروگرام۔
- معسکر طیبہ افغانستان اور معسکر ام القریٰ کشمیر میں طاغوتی قوتوں کے خلاف برسرپیکار
- ملک بھر میں شرک کے مضبوط قلعوں پر توحیدی اسلحہ سے یلغار۔
- سلفی دینی مدارس کے طلبہ کی عسکری، علمی اور رُوحانی تربیت کے لیے ایک مربوط پروگرام۔
- جماعت میں شرعی امارت کے قیام کے لیے مدبرانہ اور جرأتمندانہ انداز۔
- مرکز الدعوۃ والارشاد ایک ادارہ، ایک تحریک۔ اس سے قدم ملا کر چلنا اور شانہ بشانہ ہم عنز ہونا موجودہ دور کی اہم ضرورت ہے۔

داعئ حق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بچیوں کی تعلیم وتربیت کا گہوارہ

مدرسۃ خدیجۃ الکبریٰ

پاکیزہ ماحول صاف ستھرے کشادہ کمرے
تعلیم وتربیت کے لیے محنتی سٹاف کھانے اور
رہائش کا معقول انتظام

داخلہ پانچ شوال سے شروع ہو جائے گا۔

رابطہ کے لیے

حمیدہ نسیم منتظم مدرسۃ خدیجۃ الکبریٰ
متصل کوثر بلاک اعوان ٹاؤن ملتان روڈ لاہور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب؛ زمانے میں بہترین ہمنشیں

- العبودیۃ ——— شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ علیہ الرحمہ
- الفرقان ——— 〃 〃 〃 〃
- کتاب الکبائر ——— شیخ الاسلام امام محمد بن عبدالوہاب علیہ الرحمہ
- اصول دین ——— 〃 〃 〃 〃 〃 〃
- فضل الاسلام ——— 〃 〃 〃 〃 〃 〃
- دین کے چار بنیادی اصول ——— 〃 〃 〃 〃 〃 〃
- فضائل قرآن ——— 〃 〃 〃 〃 〃 〃
- اصول ایمان ——— 〃 〃 〃 〃 〃 〃
- الورد المصفیٰ المختار ——— المغفور جلالۃ الملک عبدالعزیز آل سعود
- دعوت الی اللہ اور مبلغین کے اوصاف ——— سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز حفظہ اللہ
- حج وعمرۃ قرآن وسنت کے آئینے میں ——— 〃 〃 〃
- عید میلاد النبیؐ کی شرعی حیثیت ——— 〃 〃 〃
- احادیث قدسیہ ——— دکتور عزالدین ابراہیم حفظہ اللہ
- حیات صحابہؓ کے درخشاں پہلو ——— دکتور عبدالرحمان رافت الباشا
- سگریٹ نوشی ——— سماحۃ المفتی محمد ابراہیم حفظہ اللہ
- عقیدۃ طحاویۃ ——— علامہ ابو جعفر الوراق الطحاوی حفظہ اللہ

مندرجہ بالا کتب کا سلیس اردو زبان میں ترجمہ محمود احمد غضنفر کے قلم سے

ادارہ ترجمان الحق
ص ب ۹۱۸۹
علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
پاکستان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سلفی مشائخ کی عظیم یادگار — فنِ تعمیر کا حسین شاہکار

الجامعة السلفیة دعوة الحق (رجسٹرڈ)

- کتاب و سنت کی نشر و اشاعت کا ایک مثالی مرکز
- مسلمان نوجوانوں کی جہادی تربیت کا بے مثال ادارہ
- عالم اسلام کے سلفی احباب کی امنگوں کا ترجمان

دن بدن ترقی کی جانب رواں دواں

رابطے کیلئے ناظم الجامعة السلفیة دعوة الحق مسلم آباد / ایئرپورٹ کوئٹہ / بلوچستان